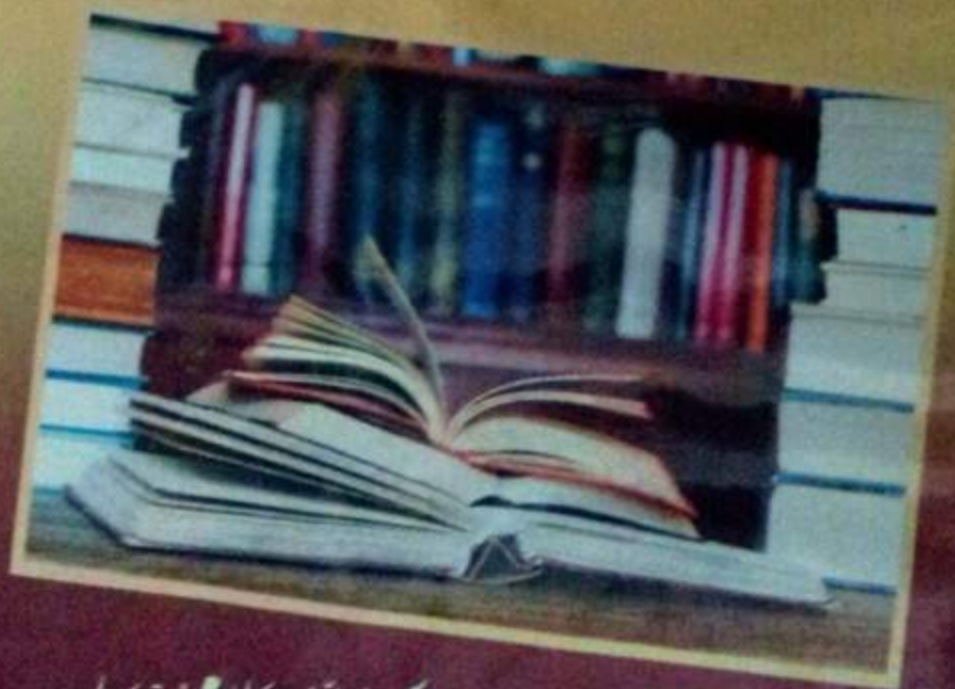




مُطَالَعَةُ الْعَرَبِيَّةِ



د. أ. ع. أ. م. خ. أ. ل. م. ح. م. د. ص. ح. ب.

ایک تاریخی ہنگامی اور تحقیقی جائزہ

مطالعہ بریلوٹ

جلد ہشتم
مُصَنَّفُ

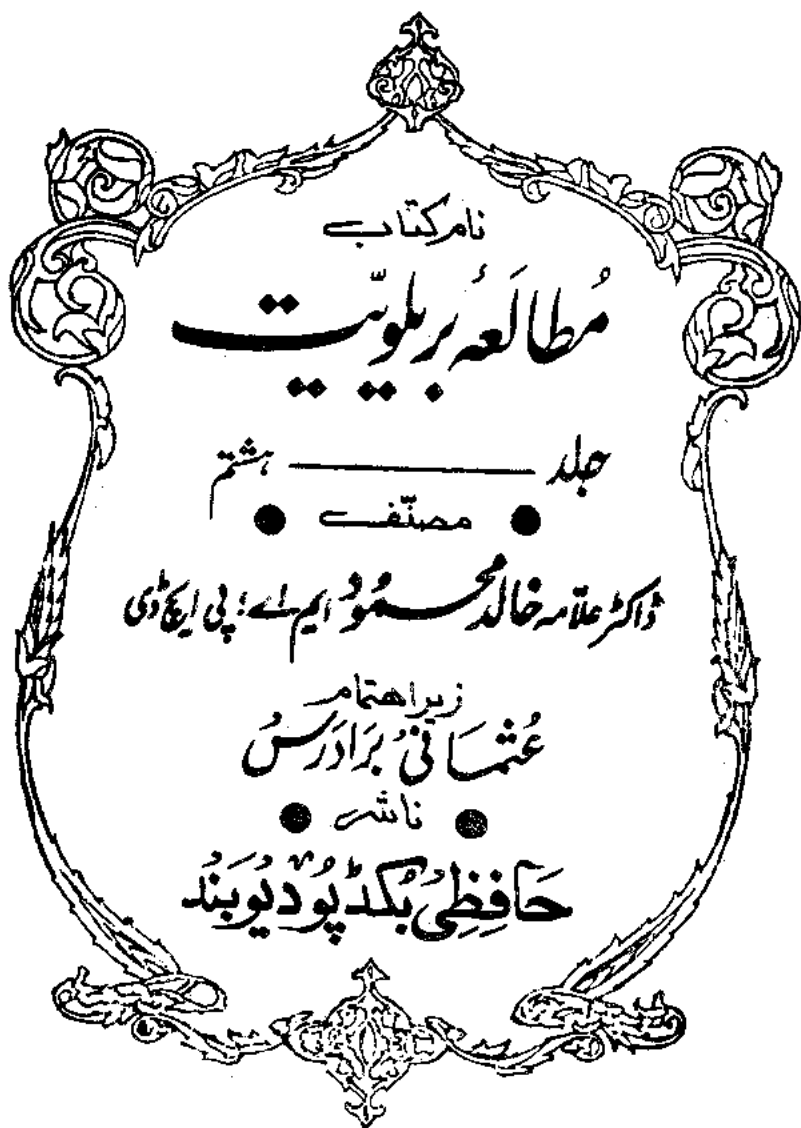
ڈاکٹر علامہ خالد محمد امین ایف اے بی اے بی اے
ڈاکٹر اسلامک سٹڈی ماہر

تقریظ

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

حافظی بک ڈپو دیوبند

Safzi Book Depot, Deoband (U.P.)



HAFZI BOOK DEPOT

DEOBAND-247554 (U.P.)

Tele-fax (01336) 222311 (24 Hrs.)

Mobile - 9412556171

فہرست مضامین

بریلویت دم توڑ گئی

۱۔ فتاویٰ رضویہ میں

مقدمہ ۱۷

۲۔ سبحان السبوح میں

انگریزوں کی آمد سے پہلے کے حالات ۲۵

پہلے صرف دو فریق تھے

ایک نئے دین و مذہب کا قیام

مولانا فضل رسول بدایونی پہلے ہوئے

مولانا احمد رضا کی پچاس سالہ خدمت

اہل سنت کی تقسیم کے نتائج

۱۔ قادیانیت کا فروغ

۲۔ لاندہیت کا قیام

سنی لائن کے متوازی دلائل ۱۸

مستشرقین کا بار اذکار کی شہادت

مولانا محمد حسین ٹالوکی کا بیان

مولانا محمد شاہ جہانپوری کا بیان

پران اسلام دیوبند کے نام سے چلا

شیخ محمد اکرام کا بصیرت افروز بیان

احمد رضا خاں عالم پیدا ہوئے تھے

فروق کے اختلافات ۲۰

جموئے التزامات سمندر کی جھاگ کی طرح

اسی سال محض التزامات ہی رہے

خاں صاحب ایک پہلوان کے روپ میں

خاں صاحب کی چند کتابوں کے نام

مولانا مرتضیٰ حسن کی جوابی کاروائی

خاں صاحب کے التزامات کی ایک جھلک ۲۳

رب العزت کے بارے میں گفتا فی

آپ کے کئی حامی بھی آپ سے ہنواوت کر گئے ۲۳

۱۔ جو عقاربے ہوں

جو مستزہ تغیر ذات ہوں

پہلے چار تحت قدرت مگر متفق الصدور

مولانا گنگوہی کا فتویٰ

خدا کی طرف وقوع کذب کی نسبت کفر ہے

خاں کے ذکر کردہ قبائح برگزشتہ قدرت نہیں

مولانا عبدالغنی کی شہادت

محال بالذات ہے کہ خدا کا کوئی بیٹا ہو

مولانا احمد رضا خاں کی فحش گوئی پر افسوس

فحش گفتگو خاں صاحب کی نجی زندگی میں ۲۷

خدا کے بارے میں خاں صاحب کی فحش کلامی

مولانا تھانوی اور مولانا گنگوہی سے دو دو ہاتھ ۲۸

سنت اور بدعت پر فحش آرائی ۲۹

خاں صاحب کا گرنے سے تحفظ رہتا ۲۹

مولانا حشمت علی خاں کی فحش کلامی ۳۰

یہ کافی نہیں تو اور سنئے ۳۱

بریلویوں کا ایک اور فحش خلیفہ ۳۱

دوسروں کی بیویوں پر فحش نظر ۳۱

ملاء دیوبند کی عبارات میں خیانتیں

مولانا احمد رضا خاں پر مجاز میں کیا گزری ۳۲

آپ کے کئی حامی بھی آپ سے ہنواوت کر گئے ۳۳

- سید احمد آخری کا نام حسام الحرمین میں
 احمد رضا خاں کا نام سید احمد کے ہاں گر گیا
 مولانا عین الدین اجمیری مخالف ہو گئے
 مولانا غلیل احمد خاں پر کافی بھی خلاف ہو گئے
 مولانا ابو الحسنات کا بیان بانی کورٹ میں ۳۴
 امرتسر میں بریلویت کا گرتا ہوا اُتراف ۳۵
 اس اختلاف کو بڑا اختلاف کہنے والے غازی ۳۶
 الہمدیٹ جدید کا اہلسنت سے اختلاف
 گستاخ رسول کہنے کا ہتھیار انہوں پر بھی چل گیا ۳۷
 ذنب کی نسبت حضور کی طرف کرنا
 بریلویوں کے ایک فرقے پر ایک عقیدے کا التزام
 حسام الحرمین پر دستخط کرنے والوں کی الہمد کی تعریف
 غلام احمد اور احمد رضا کی تحریکیں ساتھ ساتھ
 احمد رضا خاں کا صدی پہلے کا ناقابل عمل فتویٰ ۳۸
 احمد رضا خاں کا زوال خود ان کی زندگی میں ۳۹
 مولانا حسین احمد کی بروقت گرفت ۴۰
 خاں صاحب کی جہاز کی داستان غم ۴۱
 ا۔ خاں صاحب کو لینے کے دینے پر گئے ۴۲
 شیخ محمد کے پاس ایک طویل مضرنامہ
 عبد القادر آخری نے، سے شریف مکہ کو بھیجا
 شیخ محمد راجپوری اور مولانا منور علی
 مولانا احمد رضا خاں سے کئے گئے تین سوالات
 ۱۔ حضور کو زلی سے ایک کلمہ کاظم؟
 ۲۔ مشاغل و فحش بھی آپ سے بخشتے تھے؟
 ۳۔ حوالہ اول والا خروار ہوا باطن؟
 ۲۔ شریف مکہ نے ملاقات کا موقع نہ دیا ۴۳
- شریف کی طرف سے ملک سے نکلنے کا حکم
 ۳۔ احمد رضا کی مولانا غلیل احمد کے خلاف رپورٹ ۴۵
 شیخ شعیب اور شیخ احمد فقیہ کا رپورٹ سے انکار
 شیخ صالح کمال شریف کی مجلس میں شرمسار
 مولانا غلیل احمد کی شیخ صالح کمال سے ملاقات
 ۴۔ شریف مکہ پہلے سے کن عقائد پر تھے؟ ۴۶
 ۵۔ احمد رضا خاں نے کہا وہاں وہابی ہوتے تھے ۴۷
 الدواۃ الملکیہ شریف نے احمد رضا کو داپس نہ کی
 کتاب سرکاری سطح پر ضبط کر لی گئی
 ۶۔ منشی صالح کمال سے ملاقات ۴۸
 ۷۔ مولانا احمد رضا نے بندہ واپسی پر کیا بات بتائی؟ ۴۸
 اچانک ۱۳۳۸ھ میں ایک غلط کہانی وضع کی
 مولانا حسین احمد کی رپورٹ پر احمد رضا کی خاموشی
 ۸۔ علماء یوہند کے عقائد کی دستاویز جہاز میں ۴۹
 الہمد کے بعد غیر اثرات ۴۹
 بریلویت کے جاں بلب ہونے کی شبہات ۵۰
 مشہور مستشرق سمیعہ کا بریلویت پر تبصرہ
 معارف رضا کر اچھی نے بھی اسے نقل کر دیا
 شیخ اکرام بھی سچ کچھ میں بھی تھپتھپاتے ہیں
 انسائیکلو پیڈیا میں بھی بریلویت کا یہی تعارف ہے
 پروفیسر مسعود کے سوا کسی نے حمایت نہیں کی
 بریلویت پر گزروے پہلے ایک سوال ۵۲
 علماء یوہند سے کئے گئے پہلے سوالات ۵۳
 ابا بنامہ نور الحییب کی عام محافل نعت پر تنقید ۵۵
 بریلوی نعت رسالت میں افراط کی حد عبور کر گئے ۵۶

۱۔ غیر آبادی علماء بریلوی عقائد کے نہ تھے

- ۵۷..... مولانا احمد رضا خاں کی اختلاف پسند طبیعت
- ۶۹..... علامہ عربین حمدان مالکی کا فتویٰ
- شیخ احمد ابوالخیر میراد کا فتویٰ
- ۵۸..... علماء کے اختلافات صرف علمی حد تک محدود رہتے ہیں
- مولانا خیر آبادی اور مولانا اسماعیل کا اختلاف
- بریلوی علماء کی مولانا خیر آبادی سے عقیدت
- ۶۰..... مولانا مصعب الدین امیری کا تعارف
- ۶۱..... خیر آبادی علماء کا ایک مختصر شعروہ علمی
- ۶۱..... مولانا فضل امام ایسٹ انڈیا کمپنی میں
- مولانا فضل حق کمشور دہلی کے سرشید دار
- مولانا فضل حق مولانا اسماعیل کی مدح میں
- احمد رضا خاں مولانا عبدالحق کے پاس گئے
- مولانا عبدالحق بدایونی خجندی کے خلاف
- احمد رضا خاں مولانا عبدالحق کو سختی نہ سمجھتے تھے
- مولانا حکیم دائر علی مولانا محمد قاسم کے دوست تھے
- مولانا برکات احمد مولانا اسماعیل کی عقیدت میں
- صدر الصدور مفتی صدق الدین آزر دہ کی رائے
- مولانا فضل حق کے ساتھ ان کے شاگرد بھی تھے
- ۶۷..... ۲۔ مولانا احمد رضا سرزمین حجاز میں
- ۷۵..... علامہ دیوبند کی صف کا دوسرا دور
- مکہ اور مدینہ اسلام کے علمی مراکز
- مولانا احمد رضا خاں وہاں سے نکواریے گئے
- ۶۸..... حجاز میں پہلے سے دیوبند کے دو عالم موجود تھے
- ۱۔ مولانا حسین احمد مدنی
- ۲۔ مولانا فاضل احمد انصاری
- شاہراہ انجمن کا بیان
- ۷۶..... علامہ مدینہ کا پہلا مدخل
- ۷۷..... علامہ عربین حمدان مالکی کا فتویٰ
- ۷۸..... شیخ احمد ابوالخیر میراد کا فتویٰ
- ۷۹..... علامہ محمد علی بن حسین کا فتویٰ
- ۸۰..... شیخ صالح کمال کا فتویٰ
- ۸۱..... شیخ توفیق شبلی کا فتویٰ
- ۸۲..... وقت کا سیاسی پس منظر
- جنگ عظیم اول ۱۹۱۴ء میں
- علامہ دیوبند خلافت ترکی کی حمایت میں
- مولانا احمد رضا خاں ترکوں کے خلاف
- مصطفیٰ رضا کار سالانہ الد احمدہ
- مجلد معارف رضا کراچی
- موضوع وقت خلیفہ کا انتخاب نہیں
- موضوع پہلی خلافت کا بقاء تھا
- خلافت کی شرائط سیاسی بحث کی زد میں
- بریلوی مصطفیٰ کمال کی حمایت میں
- علامہ ذاکر اقبال کی رائے
- مولانا احمد رضا خاں کا آسانی دعویٰ
- ۸۵..... مولانا احمد رضا خاں کی حجاز میں پذیرائی
- ۸۶..... علماء حجاز شریعت قائم نہ کرنے تھے
- شیخ سید احمد برزنجی کی کتاب غایۃ المامول
- مولانا حسین احمد کا مسجد نبوی میں درس ہوتا تھا
- ۸۷..... علامہ دیوبند نے اپنے عقائد لکھ دیے
- ۸۸..... حسام الحرمین کا طلسم فوت گیا
- ۸۹..... مولانا مختصر علی خاں نے معنی خیز تہذیب
- ۹۰..... علامہ مدینہ کا پہلا مدخل

- مولانا محمود الحسن مالٹا میں قید ۸۶
 مولانا احمد رضا خاں کالج ۱۹۲۳ء میں ۸۶
 احمد رضا والا کام پہلے کوئی نہ کر سکا تھا ۸۶
 شریف مکہ ڈاکٹر اقبال کی نظر میں ۸۶
 مولانا دینار علی اقبال کی نظر میں ۸۶
 بریلویت مولانا ظفر علی کی نظر میں ۸۸
 علمائے عرب کی جوانی کا روایتی ۸۸
 آل سودا در آل شیخ کا اتحاد ۸۸
 محمد بن عبد الوہاب نجدی کا مسلک ۸۸
 مولانا احمد رضا خاں سے تین سوال ۸۸
 مولانا احمد رضا خاں کے تین جواب ۸۸
 علمائے عرب کے ہاں خاں صاحب کا اعزاز ۹۰
 اس کے بعد خاں صاحب ایک عام آدمی ہوئے ۹۰
 شیخ احمد برزنجی احمد رضا کی نگاہ میں کیسے تھے ۹۱
 شیخ برزنجی کی کتاب پر علماء کی تقریظات ۹۱
 حسام الحرمین پر دستخط کرنے والے بھی عقیدہ میں ۹۱
 احمد رضا خاں کے خلاف تھے ۹۱
 پروفیسر سحونے القابات کے سہارے کچھ علمی سہلا لیا ۹۱
 مولانا ظلیل احمد خاں برکاتی کا دعویٰ تو یہ ۹۱
 مولانا احمد رضا خاں آخر تک عملاً بریلوی رہے ۹۱
 جمہور نے التزامات سے تو یہ ایک الگ بات ہے ۹۱
 بریلویت کا چودہ سالہ دور رفت ۹۵
 ۱۳۲۳ء سے ۱۳۲۸ء تک ۹۵
 خاں صاحب کے لٹوفات کب ظہور میں آئے؟ ۸۳
 خاں صاحب کی اپنے کمزور حافضے کی شہادت ۸۳
 ۱۳۲۳ء کے حالات کے دو چشم دید گواہ ۸۳
 خاں صاحب کی حکایت غلط ہونے کا ایک دور قریہ ۸۳
 مکہ میں پہلے کس کے عقائد پر بحث آئے ۸۷
 پہلے احمد رضا خاں کے عقائد پر بات چلی تھی ۸۷
 حجاز میں ۱۹۲۳ء کے حالات ۷۶
 علمائے حرمین عقائد میں دیوبند کے موافق ۷۶
 خاں صاحب کے خلاف رپورٹ کر دی گئی ۷۶
 خانہ کعبہ کے کنجی بردار کو بھی اطلاع ہو گئی ۷۶
 شریف مکہ کا اس منہ پر رد عمل ۷۶
 مولانا احمد رضا خاں سے تین سوال ۷۸
 مولانا احمد رضا خاں کے تین جواب ۷۸
 علماء مدینہ کا دوسرا رد عمل ۷۸
 عربوں کی دینی سلامتی ۷۹
 اب احمد رضا خاں پر کیا گزری ۷۹
 شیخ صالح کمال کی معرفت شریف کو پیغام ۷۹
 مولانا ظلیل احمد کے خلاف رپورٹ ۷۹
 وہاں شیخ شعیب اور احمد فقیدی کی موجودگی ۷۹
 مولانا ظلیل احمد کی شیخ شعیب سے ملاقات ۷۹
 مولانا ظلیل احمد کی شیخ صالح سے ملاقات ۷۹
 ہندوستان میں بریلی میں شریف کی مدح سرائی ۷۹
 علامہ دیوبند پر فتویٰ کفر مشروط تھا ۷۹
 مشروط ہونے کی دس شہادتیں ۷۹
 خاں صاحب کی ہندوستان والہی ۸۳
 وہاں ہو کر خاں صاحب نے چپ سادہ لی ۸۳
 حسام الحرمین دو سال معرض قضائیں ۸۳
 شاہد خاں صاحب نے نوپہ گری ہو ۸۳
 ۱۳۲۷ء میں یہ دستاویز شائع ۸۳
 اکابر علماء ہند پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا ۸۳

- عاجہ المامول احمد رضا خاں کے رد میں تالیف ہوئی
 مولانا غلیل احمد کے دہاں بعد میں جانے کا جھوٹ
 مولانا سلامت اللہ رامپوری کا ایک رسالہ مل گیا
 دو بند کے حقائق پر وہاں کسی بحث کی ضرورت نہ تھی
 مولانا غلیل احمد پر ضمنہ غلط عقائد کا الزام ۱۰۰
 شریف کی مجلس ۱۲۸/۲۹ ذی الحج میں ہوئی
 مولانا غلیل احمد کی شیخ صالح کمال سے ملاقات
 شیخ صالح کمال کا خط سید اسماعیل غلیل کے نام
 اس پر تاریخ ۲۸ ذوالحجہ ۱۳۲۳ کی ہے
 شیخ صالح کو دو بند کے جو حقائق بتائے گئے
 وہ ان کے ہرگز نہ تھے
 اس تحریف کا پہلا قرینہ
 حقیقت کا دوسرا قرینہ
 ۳۔ احمد رضا خاں کی اپنی شہادت
 ۴۔ شیخ صالح کمال کا کوئی کاروائی نہ کرنا
 پرفسرسوئی مولانا غلیل احمد کے خلاف غلط بیانی ۱۰۴
 مولانا غلیل احمد کی شیخ صالح سے ملاقات کب ہوئی
 ۲۸ ذوالحجہ کے بعد کسی تاریخ کو ۱۰۵
 مولانا صالح کمال کے نام سے جعلی خط وضع کیا گیا ۱۰۶
 یہ خط حقوقات احمد رضا میں موجود ہے
 اس خط پر اٹھنے والے سوالات ۱۰۷
 احمد رضا خاں کی تحریر سے ۲۴ فقرے کہاں رہے؟
 ۲۳ کو دینہ روانہ نہ گئے
 مولانا غلیل احمد کے چہرہ جانے کی صورت خفیہ نہ تھی ۱۱۰
 شلہ مراج الحق قادری کی شہادت
 ۱۱۰۔ شلہ مراج کا روگ چھپ نہیں سکتے
- احمد رضا خاں کے چہرہ پہنچنے کی صورت حال ۱۱۱
 احمد رضا خاں کو اپنی جائیداد کی بہت محبت تھی
 شیخ احمد شریف الجبرائزی کا بیان
 علامہ سید احمد انندی کا بیان
 احمد رضا کا حرم میں نماز نہ پڑھنے کا بیان
 مولانا احمد رضا خاں کا بخار کرب اتر
 بریلی کے لوگوں کا شیخ شمس سے استفسار
 مولانا محمد طیب کاراپور سے استفسار
 معززین بریلی کا خط (عربی میں) ۱۱۳
 کعب کے گنجی دروازہ کا مولانا محمد طیب رامپوری کو جواب ۱۱۵
 احمد رضا خاں پر چودہ سال کیسے گزرے؟ ۱۱۸
 حسام الحرمین ۱۳۲۷ میں چھپی
 المہندہ کے نام سے ۱۳۲۹ میں
 مولانا احمد رضا خاں کی مسلسل خاموشی
 ۱۳۲۸ میں جعلی خط کی اشاعت
 احمد رضا کی دیانت کی قافی کل گئی ۱۱۸
 مولانا احمد رضا کے حافظہ کا ایک جائزہ ۱۱۹
 حدیث کے الفاظ میں بھول چول
 ایک اور حدیث میں بھول چول
 ایک اور حدیث میں بھول چول
 ایک اور حدیث میں بھول چول
 ایک اور حدیث میں بھول چول
 بریلویوں کا ایک جواب
 احادیث میں نہیں حصہ میں سبی حال تھا
 علامہ رشامی کے نام سے حوالہ میں غلطی
 فتاویٰ عاشقیر کی حوالہ میں غلطی

- ۱۲۵ احمد رضا صدق و دیانت کے آئینہ میں
- ۱۲۷ بریلویت سے بغاوت کرنے والے
- ۳۔ مولانا احمد رضا خاں کا حرمین کا سفر
- ۱۲۹ اسلام کا مرکز ارض حرم ہے
- ۱۲۹ مرکز میں دودین جمع نہیں ہو سکتے
- ۱۲۹ حضرت امام محمد کی شہادت
- ۱۳۰ دنیا میں حق و باطل کا آخری معرکہ
- ۱۳۰ مکہ مدینہ میں آئندہ بھی باطل نہ آئے گا
- ۱۳۱ ارض حرم سے باطل ہمیشہ کے لئے نکل گیا
- قرآن کریم سے تین شہادتیں
- ۱۳۲ مکہ مدینہ میں دجال داخل نہ ہو سکے گا
- ۱۳۲ یہاں سے کبھی ہجرت کی ضرورت نہ پڑے گی
- مستضعفین کی زندگی کا دیال
- فتح مکہ کے بعد وہاں ہجرت منقطع ہو چکی
- ۱۳۳ مکہ پر اب کبھی کفر کا قبضہ نہ ہوگا
- مولانا احمد رضا کا بھی پہلے یہی اعتقاد تھا
- احمد رضا خاں کی پیشگوئی غلط تھی
- ۱۳۵ بریلوی علماء اس وادی حیرت میں گم ہیں
- ۱۳۵ بریلویوں کی ایک نہایت غلط تاویل
- حنصور کی وہاں ادوی قبضہ کی پیشگوئی
- حاضی میاض ہاکی کی شہادت
- امام نووی کی شہادت
- مولانا غلام دہگیر قصوری کی شہادت
- مولانا دہاڑی والوں کی شہادت
- ۱۳۸ مصطفیٰ رضا خاں کا فتویٰ منسوخی حج
- ۱۳۹ رسالہ اتواج پر کن کن کے دستخط ہوئے
- مولانا عبد الحفیظ بریلوی کا عقیدہ
- ۱۴۰ بریلویوں کی دوسری غلط تاویل
- وہاں کے اماموں کے گھٹے نماز ناجائز
- عارضی طور پر کافروں کا قبضہ ہو سکتا ہے
- ۱۴۱ یزید کی حکومت سے استدلال
- حافظ ابن حزم اندلس کا قبضہ
- وہاں کافروں کو بسائے رکھنا جائز نہیں
- ۱۴۲ یزید سے ظلم و ظہور میں آیا کفر نہیں
- مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ
- مولانا محمد قاسم نانوتوی کا فتویٰ
- امام نووی کا ایمان افروز بیان
- قدرت کے ہاں وقت کا نذر ایچانہ
- آل سعود کے قبضہ کو ایک صدی ہو چکی
- ۱۴۳ امریکی فوجوں کے آنے سے استدلال
- وہاں کفر آنے سے شیطان بھی مایوس ہو چکا
- شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی گواہی
- مامہ قرطبی ہاکی اور علامہ عینی کی گواہی
- کعبہ قیام عالم کا نشان ہے
- ۱۴۶ بریلویوں کا انسانی حقوق سے استدلال
- ۱۴۶ تین سوال اور ان کے جوابات
- حافظ ابن قدامہ ضحلی اور شاہ ولی حق کی تصریحات
- روضہ رسول جنت کا ایک قطعہ ہے
- حضرت ابو بکر اور حضرت عمر جنت میں
- کا قریبی جنت میں داخل نہیں ہوتا
- ۱۴۸ بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے بھی خلاف
- آل مسعود کے خلاف آستانہ عالیہ بریلی کی صدا

مطالعہ بریلویت جلد نمبر ۸

- ۱۵۰..... حرارات پر عورتوں کا جانا منع ہے
- تاضی عیاش کی تفسیر آیت
- ۱۵۱..... روضہ رسول پر جانے کی اجازت ہے
- شیخ عز اللہ سین کے ہاں تفسیر آیت
- ۱۵۲..... محمد بریلویں کے سچے ترجمہ قرآن کا خلاصہ
- شیخ ابونصر کا پہلا فارسی ترجمہ
- ۱۵۳..... قرآن کے غلط ترجموں کی نشاندہی
- امام رازی اور حافظ ابن کثیر
- ۱۵۴..... مولانا احمد رضا خان کا غلط ترجمہ قرآن
- نسلی اسے ترک الافضل کہتے ہیں
- ۱۵۵..... بریلوی اس غلط ترجمہ کی حمایت میں
- علامہ قسطلانی اور شیخ محدث دیوبند
- ۱۵۶..... پیر کرم شاہ نے ان کی مخالفت کی
- مولانا علی خاں والدہ احمد رضا
- ۱۵۷..... یہاں لفظ ذنب اپنے اصل معنی میں نہیں
- مولانا فہیم الدین مراد آبادی
- ۱۵۸..... قرآن نے ذنب کی نسبت حضور کی طرف کی
- مولانا غلام رسول سعیدی
- ۱۵۹..... حضور اکرم نے یہ نسبت اپنی طرف کی
- مولانا ابوالخیر محمد زید کا رسالہ مفتوح ذنب
- ۱۶۰..... حضرت عائشہ نے بھی اسے آپ کی طرف نسبت کیا
- احمد رضا نے سورۃ کے ترجمہ میں ذنب کا لفظ لکھا ہے
- ۱۶۱..... حضرت مغیرہ حضرت انس عبد اللہ بن عباس
- قادی رضویہ میں پھر خود اقرار کیا
- ۱۶۲..... حضرت بلال نے بھی یہ نسبت اسی طرح بھی
- مطالعہ بریلویت کے گہرے اثرات
- ۱۶۳..... مفسر مجاہد اور حسن بصری نے بھی اسی طرح کیا
- بریلوی علماء کا فیصلہ احمد رضا خاں کے خلاف
- ۱۶۴..... شیخ عبدالحق محدث دیوبند اور مولانا عبدالمطمن جانی
- مولانا مشرف سیالوی کے پانچ افتتاحیات
- ۱۶۵..... مگر بریلویوں نے اس کی تردید کر دی
- ۱۶۶..... شاہ رفیع الدین شاہ عبدالقادر کے ترجمے
- کچھ چھوٹی برادران بھی احمد رضا کے خلاف
- ۱۶۷..... احمد رضا خاں کا ترجمہ کفر الایمان
- ۱۶۸..... اسے الہامی کہتے کا غلط نتیجہ
- ۱۶۹..... حضرت ابو ہریرہ کی حضور سے روایت
- ۱۷۰..... حضرت عائشہ کی حضور سے گم ادراش
- ۱۷۱..... حضرت مغیرہ بن شعبہ کی روایت
- ۱۷۲..... حضرت انس بن مالک کی ایک روایت
- ۱۷۳..... عمر بن ابی سلمہ کی روایت
- ۱۷۴..... حضرت عبد اللہ بن عباس کی شہادت
- ۱۷۵..... حضرت عیسیٰ بن مریم کی شہادت
- ۵۔ بریلویت پر گزری ہوئی منہجی منہجیں
- ۱۸۳..... مولانا افضل رسول فکر عیاش میں
- ۱۸۴..... گمیا دور پے روز وف و خیر
- ۱۸۵..... معلم اول اور معلم دوم کی ۱۰۰
- ۱۸۶..... بریلویت کے چند امتیازی نفعین

- دیوبند اور سیار پور کی درس گاہ میں ۱۸۶
- مولانا غلام دہلوی کی حمایت میں
- مولانا محمد حسن فیض پوری کی مولانا احمد علی کے شاگرد
- دیوبند علی مولانا احمد علی سیار پور کی کے شاگرد ۱۸۷
- مولانا ابوالبرکات سید احمد کی تقریف
- دیوبند علی شاہ کافرمان کے مولانا احمد علی نئی تھے
- مولانا محمد حسن کی بیعت مولانا عبدالحق زلدھیانوی سے
- مولانا محمد حسن فیض پوری کا عقیدہ
- مولانا احمد رضا خاں مولانا محمد حسن کی بیرونی میں
- دیوبند کا دوسرا دور ۱۸۹
- دیوبند کے عقائد غمراہی کی ترتیب نہ پائے تھے
- ۱۔ مولانا احمد رضا کا پہلا احماز
- مولانا احمد رضا کے خود راہنہ چار اثرات
- پہلا مولانا نانوتوی پر دوسرا حضرت گنگوہی پر
- تیسرا مولانا غلیل احمد پر چوتھا حضرت قاضی پر
- مولانا احمد رضا خاں کی حجاز میں ناکامی
- احمد رضا پبلن عدالت کو کفر نہ کہتے تھے ۱۹۱
- مولانا حمید پر کفر کا فتویٰ نہ دیا
- مولانا حمید علیہ السلام پر غمراہی فرقہ کی کہ ۱۹۲
- مطلق طہرہ غمراہی ان عبارات کے معنی کرنے میں
- ایک دوسری دہاکھول دی ۱۹۳
- پہلے فیض مسجد احمد کا اقرار کہ فریقین اہل سنت ہیں
- مطلق طہرہ غمراہی احمد رضا خاں کے ہم خیال نہ تھے
- مولانا احمد رضا خاں کا دوسرا احماز ۱۹۴
- ترجمہ قرآن میں تحریف کی نئی راہ
- دیوبند کا تیسرا دور ۱۹۷
- دیوبند اپنے تیسرے دور میں
- مولانا غلیل احمد اس سے ہٹ گئے
- اس دور کے دستاویز انکشاف حق
- تخصیص الحیر فی اکام الکفر
- دیوبند کے وفد عبدالرب نثر کے پاس ۲۰۰
- دیوبند کے عقائد کی سطح
- مولانا عبدالحق کوکب نے سکوت توڑا ۲۰۲
- آغا شورش کاشمیری کی تحریک
- مسجدوں میں مخالف نعت
- ماہنامہ نور العجب کا ایک مضمون ۲۰۳
- دیوبند اپنے چوتھے دور میں
- دیوبند کے پہلے دور کے عقائد ۲۰۶
- دیوبند کے احمد رضا خاں سے اختلافات
- ۱۔ مسئلہ بیعت ۲۰۶
- ۲۔ مسئلہ حاضر و ناظر ۲۰۷
- ۳۔ مسئلہ علم غیب ۲۰۷
- ۴۔ مسئلہ حجاز رک ۲۰۷
- ۵۔ عورتوں کے قبروں پر جانے پر ۲۰۸
- ختم کے وقت کھانا آگے رکھنے پر
- ختم کا کھانا آگے رکھنا ضروری نہیں
- درد و شریف بلند آواز پڑھنے پر اصرار
- اذان میں انگوٹھے چرنا
- بدی عقائد غمراہی کی ترتیب ۲۰۹
- دیوبند اپنے پانچویں دور میں ۲۱۱
- قائد اعظم پر فتوے کفر
- مسلم لیگ کی مخالفت ۲۱۲

- پنجاب کے علماء و یوہند پاکستان کی حمایت میں ۲۱۲
- پور جماعت علی شاہ نے حزب الاحناف کے خلاف
- مولانا شبیر احمد عثمانی سے عقیدت کا اظہار
- پورہ تعلیمات اسلامی میں کوئی بریلوی نہ تھا
- رسالہ النظام میں بریلویوں کی سیاسی تصویر
- بریلویوں کے انتہا پسند طبقے کے عقائد
- ان کے ہاں مولانا احمد رضا خاں کا درجہ
- بریلویت کا چھٹا دور ۲۱۳
- بریلویت کا ساتواں دور ۲۱۴
- بریلویوں کا آیت درود میں اضافہ
- آدمی آیت پڑھ کر حق نبی کی صدا لگاتا ۲۱۵
- ۶۔ شرک و بدعت کے پودے کہاں پھوٹے ہیں**
- نعت کی مبالغہ سے بھری لہروں میں ۲۱۹
- حرارات اولیاء کرام کے پہروں میں
- حضور کا اپنی مدح میں مبالغے سے روکنا
- قرآن کریم کا افراط و تفریط سے روکنا ۲۲۵
- نصفہ فرزند حق تعالیٰ اور فرزند نبی کی دونوں سے پاک ۲۲۷
- قبروں پر سجدہ کرنے پر نعت
- قبروں پر تعمیرات کرنا
- علامہ نووی کی شہادت
- علامہ شامی کی شہادت
- درود سے عقیدہ حق تعالیٰ کی مخالفت
- سلاطین کی دعا صرف مخلوق کے لئے
- شیخ عبدالحق کی شہادت
- نماز میں سلام کے ضمن مورد
- تشابہات سے بچنے کی ضرورت
- سد قلب اب بھی شرک سے بچے
- سلف کی پیروی میں رہے
- ہر مخلوق کے لئے ایک جہ ہے
- فرشتوں کے لئے اور نبیوں کے لئے بھی
- عید و درود سولہ کا اقرار ۲۲۸
- پیشہ صرف پہنچانے والے تھانے والے ہیں
- عبدیت اور عبودیت کی شرح
- حضور کو بادشاہی اور بندگی میں ایک کو لینا تھا
- حضور نے اپنے دیکھ بھولنے کی نفی کر دی
- حضور پر درود و سلام ۲۳۰
- حضور پر سلام پڑھنا اسی عقیدہ کی توثیق ۲۳۲
- صلوۃ و سلام دو مستقل عمل ۲۳۳
- صلوۃ و سلام پڑھنے میں نیست ۲۳۴
- درود و سلام بلند آواز کی غرض و غایت ۲۳۸
- صیغہ طلب صیغہ خبر سے افضل
- صلوۃ و سلام میں افراد جائز ہے
- مولانا احمد رضا قیام تعلیمی بھی خاموش رہے
- قیام کو صرف ایک رسم کا درجہ دیتے
- درود و سلام صیغہ خبر ہی پڑھتے
- صلوۃ و سلام میں جہر کیا جائے
- ابن تیمیہ اور ابن نجیم کے فتوے
- فتاویٰ عالمگیری کا فتوے
- درود کا مکمل تجزہ کسی عمل کے اول میں یا آخر میں
- درود و اذان کے آخر میں رکھا گیا
- بریلوی اسے اذان سے پہلے لے آئے
- دوران خطبہ درود بالکل نہ پڑھے ۲۳۹

مولانا امیر باز سہارنپوری کا عمل

مولانا ابو الحسنات کا عہد اہل بیان

- ۲۴۰..... قبروں پر ختم قرآن
- ۲۴۱..... قبروں پر اچھائی ختم قرآن جائز نہیں
- ۲۴۲..... آیت وردہ کے وسط میں حق نبی کی صدا
- ۲۴۳..... جی میں پڑھنے کی قید
- ۲۴۴..... حضرت قرآن و حدیث شریف میں کس کا حق مقدم
- ۲۴۵..... قرآن کے مقابل کسی کی زبان نہ کھلے
- ۲۴۶..... کیا قاری وقف پر قرأت سے نکل جاتا ہے؟
- ۲۴۷..... مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ
- ۲۴۸..... رسالہ حق نبی پر کی گئی تقریظات
- ۲۴۹..... تفسیری فوائد کا رسالہ حق نبی
- ۲۵۰..... حق سے حق نبی لینے کا استدلال
- ۲۵۱..... تہجدات
- ۲۵۲..... بریلویوں کے چودہ علماء کے دستخط
- ۲۵۳..... مولانا محمد اشرف سیالوی
- ۲۵۴..... مولانا غلام رسول رضوی
- ۲۵۵..... حلقی قلام سرور قادری
- ۲۵۶..... مولانا غلام علی اوکاڑوی
- ۲۵۷..... جنس شجاعت علی
- ۲۵۸..... تفسیری فوائد رسالہ سنو پیپ رہو
- ۲۵۹..... پاکستان میں دیوبندی بریلوی اتحاد کی بنی کو شش
- ۲۶۰..... پاکستان بننے کے بعد نئے حالات
- ۲۶۱..... ۱۔ جیل کو شش اتحاد
- ۲۶۲..... مولانا شبیر احمد اور میر تقی علی شاہ میں اتحاد
- ۲۶۳..... ۲۔ دھمیری کو شش اتحاد
- ۲۶۴..... مولانا احتشام الحق اور عبدالحامد بدایونی میں اتحاد
- ۲۶۵..... ۳۔ تیسری کو شش اتحاد
- ۲۶۶..... مولانا شمس الحق اور احمد عید گاہی (ملتان)
- ۲۶۷..... جامعہ عباسیہ بہاولپور میں اکٹھے پڑھاتے رہے
- ۲۶۸..... ۴۔ چوتھی کو شش اتحاد
- ۲۶۹..... مولانا محمد تقی عثمانی اور میر کرم شاہ کایمان افروز بیان
- ۲۷۰..... ۵۔ پانچویں کو شش اتحاد
- ۲۷۱..... بریلویوں کا انتہا پسند طبقہ ایک نئے روپ میں
- ۲۷۲..... مولانا محمد زبیر نے کھنی بھادی
- ۲۷۳..... اس نئے فرقہ کے عقائد
- ۲۷۴..... شیعہ و بریلوی سنبھل رہے ہیں
- ۲۷۵..... رسالہ نور الحیوب کا ایک مضمون
- ۲۷۶..... قومی سیاست میں دیوبندی اور بریلوی اتحاد
- ۲۷۷..... مولانا مفتی محمود اور مولانا شاہ احمد نورانی
- ۲۷۸..... ۶۔ مدارس عربی کے تحفظ میں اشراک عمل
- ۲۷۹..... ۷۔ مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا افضل الرحمن زریوی
- ۲۸۰..... ۸۔ احمد علی المصنف
- ۲۸۱..... مقدمہ
- ۲۸۲..... ۱۔ اشاعرہ اور ماترید سے انتساب
- ۲۸۳..... ۲۔ تنقید اشاعرہ اور ماترید مذہب
- ۲۸۴..... ۳۔ قبر نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنا
- ۲۸۵..... ۴۔ توسل بالصلحین میں مظہر شرک نہیں
- ۲۸۶..... ۵۔ مقام احسان پر آنے کے لئے مشائخ کی تربیت
- ۲۸۷..... الہیہ حسام الحرمین کے جواب میں لکھی گئی
- ۲۸۸..... الہیہ ۱۳۳۵ء میں نیچیں
- ۲۸۹..... دیوبند کی نہایت میں مولانا غلام دغیر قصوری

- تقدیس الکیل میں صرف اُردو کا بیان
 مولانا احمد رضا کاروم اور انضمام میں فرق ۲۷۸
- مولانا فضل رسول بدھوتی سے اختلاف کی ابتداء
 مولانا فضل رسول کو فکر معاش تھی
- انگریزوں نے قدر دانی کا ہاتھ بڑھایا
 فضل رسول کے جانشین احمد رضا خاں
- احمد رضا خاں کی پچاس سال کی محنت
 احمد رضا خاں شرق و غرب میں چاہتے
- مولانا ظلیل احمد وہاں پہلے سے تھے
 مولانا حسین احمد بھی وہاں پہلے سے تھے
- شاہ مراح العین کجا آنکھوں دیکھا حال
 علامہ حرمین نے مشرورہ لکھ دیے
- نملائے حرمین نے مجھ کو بند سواں بھیجے
 المہمد ان سوالات کا جواب ہے
- مولانا ظلیل الرحمن کا اطمینان اور بریلویت سے توبہ
 جلی جنگ عظیم کے بعد حالات کا رخ ۲۸۱
- مولانا محمود حسن کہہ سے رفقاء مانا بھیج دیئے گئے
 آستان عالیہ بریلی شریف مکہ کی حمایت میں
- ملک عبدالعزیز ساتھ سواروں کے ساتھ مکہ میں ۲۸۰
- عرب میں سعودی حکومت کا قیام
 سعودی عرب میں اسلامی حدود کا نفاذ
- غیر مقلدین وہاں سنی کے نام سے داخل ہوئے
 المہمد کے حوالے سے پانچ مسئلے اور چلے ہیں
- ۱۔ اشاعرہ اور ماتریدہ سے امتساب
 ۲۔ تقلید ائمہ اور وسعت مذاہب
- ۳۔ قبر نبوی کی زیارت کے لئے سفر
 ۴۔ توسل بالصلحین میں شرک نہیں
- ۵۔ مقام احسان کے لئے مشائخ کی تربیت
 ۱۔ اشاعرہ اور ماتریدہ سے امتساب
- عقائد کی جنگ اہل سنت اور معتزلہ میں تھی ۲۸۳
- اشاعرہ اور ماتریدہ یہ اہل سنت کی حمایت میں لکھے
 آٹھویں صدی میں حافظ ابن تیمیہ کی گواہی
- اہل سنت کے ہاں اشاعرہ کی مدح
 کتاب الابانہ میں امام احمد کی حمایت کا ذکر
- مشکمین کی کتاب وسنت پر جامع نظر
 مولانا محمد ابراہیم ہر مشکمین کی حمایت میں
- مولانا محمد ابراہیم کا ماتریدہ کا تعارف کرانا
 ضروری نہیں کہ احناف ماتریدی ہوں
- امام ماتریدی کا عقیدہ اور بارہ صفات
 استواء علی العرش میں غلو سافت کی نفی
- خدا کے لئے جویت ماننا کفر ہے
 مولانا ابراہیم ہمیشہ مشکمین کے احسان مند رہے
- علامہ دیوبند بھی عجم میں اسی راہ پر چلے ۲۸۷
- مولانا شبیر احمد عثمانی صفات کے مسئلہ میں
 امام اہل ماتریدی استواء علی العرش کے بیان میں
- ۲۔ تقلید ائمہ اور وسعت مذاہب
 سعودی عرب میں عقائد طحاوی کی تعلیم ۲۸۸
- تقلید کی حدود
 ۱۔ مسائل منصوصہ میں صرف درس
- جہاں ان کی شرح میں صحابہ میں اختلاف ہوا ہو
 ۲۔ مسائل غیر منصوصہ جن میں صحابہ اور تابعین
- میں اختلاف چلا ہو

شیخ محمد بن عبد الوہاب مقلدین کی صف میں

حدیث منع شدہ رجال کا موضوع

صحابہ بھی فرقہ مسائل میں مختلف مذاہب رکھتے تھے ۲۹۰

امام بخاری کی تشریح

۱۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا بیان

امام محمد بن ابی حنیفہ کی تشریح

۲۔ حافظ ابن تیمیہ کا بیان

امام الحرمین کا موقف

۳۔ حافظ ابن قیم کا بیان

امام غزالی کا موقف

مولانا محمد ابراہیم میر کا بیان

امام نووی کا موقف

۳۱۔ قبر نبویؐ کی زیارت کے لئے سفر کرنا

علامہ بخاری کا موقف

وہابی سے ان دنوں کون لوگ مراد ہوتے تھے ۲۹۵

حافظ ابن حجر کا موقف

مولانا سہیل شہید انگریزوں کے خلاف تھے

آیت استغفار کا حکم اب تک باقی ہے ۳۰۸

غیر مقلدین انگریزوں کے خلاف نہ تھے

حضورؐ کے روضہ پر حاضری کی روایات ۳۰۹

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی مقلد تھے

قبر والدین کی زیارت کا ثواب

تمہید سوال میں لئے چند تنقیح طلب امور

۳۲۔ توسل بالصلحاء میں کوئی مظہر شرک نہیں

بارہ نور طلب تنقیحات

توسل میں کسی دوسرے سے مانگنا نہیں ہے ۳۱۶

شرک ہمیشہ کیلئے شرک ہے شدہ رجال سے ہو یا بغیر

اپنی دعائیں اللہ کے حضور کوئی وسیلہ لانا

اکثر اسفار شدہ رجال سے ہی ہوتے ہیں

وسیلہ اپنے نیک اعمال بھی ہو سکتے ہیں

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روضہ رسولؐ پر

جتنا عمل میں اخلاص ہوگا اسی قدر جلد قبولیت ہوگی

شدہ رجال کی حدیث بروایت ابی سعید

اللہ کے حضور وسیلہ لانا متعین کا کام ہے

کوہ طور پر نماز پڑھنے کا بیان

وسیلہ لانے پر قرآن پاک کی ہدایت

حضرت ابوسعید الخدریؓ کی روایت

توسل میں کوئی مظہر شرک نہیں ہے

حدیث میں تصریح نہیں قصر اشافی ہے

حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر آیت نیک اعمال

مریت کا اکرام زندہ کے لئے ہے

غار میں گھرتے تین اشخاص کے اعمال

زیارت قبور کا حکم عام ہے

کرامت اللہ کی طرف سے اولیاء کا اکرام ہے

وہیدل ہو یا کوئی شدہ رجال سے آئے

اللہ کی صفات کا اس کے حضور واسطہ لانا

خدا سے بخشے ہوئے کیلئے حضورؐ کے پاس حاضری

حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایک نذر دیا

آیت و تو صبروا لعلکم ترضوا

سوال میں حضورؐ کی عزت کا واسطہ لانا

بارخانی مسجدوں کو دیکھنے کے لئے جانا

توسل بالاشخاص پر ایک نظر ۳۱۸

- گناہگاروں کا حضور کے پاس حاضری دینا
آپ کے حضور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا
ایک اہم سوال اور اس کا جواب
اللہ والوں کے قرب الہی کو وسیلہ میں لانا
حضرت شیخ الہند کی تفسیر
حضرت عمر کا بارش کی دعا میں حضرت عباس سے توسل
حضرت عباس کا سب کے لئے اللہ سے دعا کرنا
حضور کے مبارک چہرے کا دعا میں واسطہ لانا
توسل بالا اشخاص موجودین سے خاص نہیں
اہل کتاب اپنی دعاؤں میں حضور سے وسیلہ لاتے رہے
حضور کے وسیلہ سے اللہ سے دعائیں کرتے تھے
ان کے حضور سے وسیلہ لانے کی قرآنی شہادت
اہل کتاب کی دعا کا متن کیا تھا
حضرت ابن عباس اور حضرت قتادہ کی تفسیر آیت
حضرت شیخ الہند کی تفسیر آیت
قاضی شوکانی کی تفسیر آیت
توسل بالا اشخاص کے واقعات
حضرت عمر کا حضرت عباس سے توسل
محمد شین کے ہاں شرح حدیث استفاء
علامہ عینی، حافظ ابن حجر، قاضی شوکانی
حضرت معاویہ کا زید بن الاسود سے توسل
فقراء و مساکین کے واسطہ سے برکات
محدث کبیر ماملی قاری کی شہادت
حضور نے خود اپنے وسیلہ کی تعلیم دی ہے ۳۲۵
احادیث اور حدیث میں اثبات توسل
ضعفاء و کموینی طور پر ذریعہ برکت ہیں
- توسل بالاصلحین کو کسی نے شرک نہیں کہا
شیخ محمد بن عبد الوہاب کی برأت
ضعفاء کی برکت سے رزق و نصرت ۳۲۷
ضعفاء و کموینی طور پر ذریعہ برکت بنے ہیں
حضرت مولانا خیر محمد جالندھری کی شہادت
ایک ضروری گزارش ۳۲۸
بریلوی توسل بالاصلحین نہیں مانتے
شاہ محمد اشرف دہلوی کا فتویٰ
۵۔ مقام احسان پر آنے کے لئے عیاری کی ضرورت
بیعت تو بدسلوک ۳۲۹
بیعت کی مختلف قسمیں
قرآن کریم میں بیعت تو بکا ذکر
مردوں کے لئے بھی وہی حکم
حضرت عبادہ بن صامت کی روایت
حضور سے بچوں کی بیعت
بیعت کے بعد یہ دوسری بیعت کس لئے؟ ۳۳۰
حضرت عوف بن مالک کی روایت
کسی سے کچھ نہ مانگنے کی ہدایت
حضرت جریر بن عبد اللہ کی روایت
اصلاح کے لئے بیعت ضروری نہیں ۳۳۱
الجمہیث میں سلسلہ بیعت ۳۳۲
حضرت شیخ احمد سرہندی کی منقبت
شیخ علی نقی اہل تصوف میں سے
حافظ ابن عساکر قاری سلسلے میں
الجمہی علی المفسر

۳۳۵.....	خطبہ الخطاب	۱۲۔ سوال السابغ عشر	۳۶۰.....
۳۳۵.....	سوال الاول والثانی	فصل الاغ الا بر علی الاغ الاغ	
۳۳۶.....	۱۔ مستطرد رجال	۱۳۔ سوال الا من عشر	۳۶۲.....
۳۳۶.....	توضیح الجواب	فی علم النبی اکرم	
۳۳۳.....	۲۔ سوال الاثلاث والرابع	۱۴۔ سوال التاسع عشر	۳۶۳.....
۳۳۳.....	قول بالنبی اکرم	علم بطرس المصنف	
۳۳۳.....	۳۔ سوال الخامس	۱۵۔ سوال العشرون	۳۶۸.....
۳۳۳.....	مسئلات النبی	بحث حفظ الایمان	
۳۳۶.....	۴۔ سوال السادس	۱۶۔ سوال الواحد والعشرون	۳۷۱.....
۳۳۶.....	صورة المواجه عند السلام	فی ذکر الولادة السعيدة	
۳۳۸.....	۵۔ سوال السابع	۱۷۔ السؤال الثاني والعشرون	۳۷۲.....
۳۳۸.....	كيفية الصلوة على النبي اکرم	ولادة تنبیا	
۳۳۹.....	۶۔ سوال الثامن والتاسع والعاشر	۱۸۔ سوال الثالث والعشرون	۳۷۷.....
۳۳۹.....	مسئلة عقید	اترام عقید الكذب	
۳۵۰.....	۷۔ سوال الحادي عشر	۱۹۔ سوال الرابع والعشرون	۳۸۲.....
۳۵۰.....	فی احوال الصوفیاء بیت المشايخ	امكان وقوع الكذب	
۳۵۲.....	۸۔ سوال الاثني عشر	۲۰۔ سوال الخامس والعشرون	۳۸۲.....
۳۵۲.....	حل يجوز بحقیف السلف	فی ذکر اشاعره	
۳۵۴.....	۹۔ سوال الاثنت عشر والرابع عشر	۲۱۔ سوال السادس والعشرون	۳۹۱.....
۳۵۴.....	فرغم علی العرش استوی	فی تنفییر القادیانی	
۳۵۶.....	۱۰۔ سوال الخامس عشر	تحت جرات المہند	۳۹۲.....
۳۵۶.....	النبي افضل من جميع الانبياء	نیک فاطمی کا زلف عالم برزخ میں نفی حیات	۳۹۵.....
۳۵۷.....	۱۱۔ سوال السادس عشر	عالم برزخ کی حیات مطلق دنیوی نہیں	۳۹۵.....
۳۵۷.....	مسئلة قسم المہند	دنیوی حیات کا قیام اور نشو و نما کھانے پینے سے	۳۹۷.....

بریلویت و مٹوڑی

الحمد لله و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

رب کریم کا کس قلب سلیم سے شکرا، کروں جس نے مطالعہ بریلویت کی سات جلدوں کو برصغیر پاک و ہند میں قبولیت عام سے نوازا اور آج ہم اس سلسلہ کی آٹھویں جلد کا آغاز کر رہے ہیں۔ یہ آٹھ جلدیں دینی شغف رکھنے والے مسلمانوں میں فرقہ بندی سے تنگ آئے ہوئے اکثر مسلمانوں کے ہاتھ میں ہیں۔ یہ رد بریلویت کی نہیں صرف مطالعہ بریلویت کی تاریخی دستاویزات ہیں انگریزوں کی آمد سے پہلے برصغیر پاک و ہند میں صرف دو فرقے تھے (۱) سنی اور (۲) شیعہ۔ انگریزوں کے آنے پر تین فرقے اور بڑھے ان نواحی فرقوں میں بریلوی بھی ہیں۔ اس کے بانی مولانا احمد رضا خان بریلوی نے ایک علیحدہ دین و مذہب کو تشکیل دی۔ موصوف نے وفات کے وقت اپنے بیٹوں کو وصیت کی جو تاریخ نے محفوظ کر لی ہے آپ نے ۲۵ صفر ۱۳۳۵ھ کو اپنے بیٹوں کو یہ نصیحت کی:

میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ (وصایا شریف ص ۷ طبع آگرہ)

اگر یہ مذہب دوسرے مسلمانوں کے مذہب سے کوئی علیحدہ مذہب نہ ہوتا تو آپ اسے ”اور میرا دین مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے“ نہ کہتے اور نہ اس کی صرف اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے سب کو یہی بات کہتے (مطالعہ بریلویت جلد ۲ ص ۳۱)۔

سوا اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ فرقہ چودھویں صدی میں بنا اور یہ دین و مذہب چودھویں صدی کی ہی ایجاد ہے یہ صحیح ہے کہ مولانا احمد رضا خاں سے پہلے مولانا فضل رسول بدایونی (۱۲۷۲ھ) اور مولانا عبد السمیع رام پوری مولف انوار اساطع اس کی نیورکھ چکے تھے لیکن اسے ایک پورے دین و مذہب کی صورت مولانا احمد رضا خاں نے ہی دی انہوں نے اپنی زندگی کے پچاس سال اس پر صرف کئے

یہاں تک کہ برصغیر میں اہل سنت والجماعۃ مستقل طور پر دو حصوں میں بٹ گئے آپ کے پٹیلی بھیت کے خلیفہ قاری احمد سوانح العظمیٰ میں لکھتے ہیں :-

”مولانا احمد رضا خاں صاحب پچاس سال اسی جدوجہد میں منہمک رہے یہاں تک کہ دو مستقل مکتب فکر قائم ہو گئے، بریلوی اور دیوبندی۔“

یہاں یاد رکھئے کہ ان دو میں پہلا فرقہ کون سا بنا تھا؟ بریلوی۔ ہم نے مطالعہ بریلویت میں اس فرقے کی پوری تصویر لی ہے۔ تردید کے لئے ہم اپنا حق محفوظ رکھتے ہیں ابھی آپ اس مذہب کا صرف مطالعہ کریں اور مسلمانان ہند کی تاریخ کا ایک سرسری جائزہ لیں اور دیکھیں کہ اہل سنت کی اس تفریق نے کس طرح قادیانیت اور وسیع العقیدہ آزاد فکری کو فروغ دیا ہے۔ یہ آزاد فکری بریلویت کے بعد ایک ہیتناک دینی آوارگی میں بدل گئی ہے اور مسلمانوں میں جہاں کہیں بھی کوئی دینی آوارگی پائی گئی اس کے پیچھے مسلمانوں کی اسی فرقہ بندی کی آہ و فغاں سنی جاتی رہی ہے۔

سنی تاریخی لائن کے متوازی دولائیں اور بچھادی گئیں

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا خاندان ایک سنی تاریخی لائن تھا۔ انگریزی دور میں اس کے گرد دو اور لائیں بچھادی گئیں اور ان کو سنی مکتب فکر میں شامل کر کے اہل سنت کی طاقت کو بہ مقابلہ شیعہ کمزور کر دیا گیا۔ اس کے لئے مستشرق خاتون باہرا مؤکاف کی کتاب

Islamic Revival in British India ;Deoland

کے ساتویں باب میں یہ دو نام ملاحظہ فرمائیں :-

- Alternate tendencies within Sunni Islam

- The Ahl-i-Hadith and the Brelvi

سنی اسلام میں یہ دو متوازی لائیں قائم کی گئی گئیں اور اس طرح برصغیر میں سنی اسلام کو تقسیم کر دیا گیا۔ ان کے نکلنے کے بعد جو اہل سنت رہ گئے انہیں دیوبندی کا نام دے دیا گیا اس نئے دور میں بریلوی واقعی ایک نیا دین و مذہب لے کر اٹھے۔ پرانے دین و مذہب کو اب دیوبندی کہا جانے لگا

وگرنہ یہ کوئی نیا فرقہ نہ تھا پرانے اہل سنت و جماعت کی ہی یہ ایک نئی تعبیر تھی۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ انگریزوں نے سنی اسلام میں دینی آزادی فکری تحریک بریلویت سے بھی پہلے چلائی بلکہ قادیانیت بھی اس دینی آزادی فکری کی بنیادوں پر ہی استوار ہوئی مشہور اہل حدیث (باصطلاح جدید) عالم مولانا محمد حسین بنالوی لکھتے ہیں:-

بچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر میں اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ (اشاعت السنۃ جلد نمبر ۴) ۱۸۸۸ء

یہ اس اہلحدیث بزرگ کا اشارہ ہے مولانا بنالوی کے اپنے دوست مرزا غلام احمد اور اس کے پیروؤں کی طرف، تارکین تقلید کی طرف۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانان ہند میں تقلید پہلے سے چلی آرہی تھی اور ترک تقلید کی تحریک اس کے بعد چلی۔ اس کے نتیجہ میں مرزا غلام احمد اور اس کے پیرو آہستہ آہستہ اسلام سے ہی نکل گئے تھے۔

مولانا شاہ جہانپوری لکھتے ہیں:-

پچھلے زمانہ میں شاذ و نادر اس خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں مگر اس کثرت سے دیکھنے میں نہیں آئے بلکہ ان کا نام ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے۔ اپنے آپ کو تو وہ اہلحدیث یا محمدی یا موحد کہتے ہیں مگر مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یا لاندہب لیا جاتا ہے (الارشاد الی سبیل الرشاد ص ۱۳) اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مرزا غلام احمد نے اسلام کو جو شکل دی اس سے پہلے وہ اس دینی آزادی فکری میں آچکا تھا ترک تقلید کر چکا تھا۔ انگریزوں نے قادیانیت کا پودا اسی دینی آزادی فکری پر کاشت کیا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا دوسرا نکاح اہلحدیث کے شیخ الکل جناب میاں نذیر حسین صاحب نے ہی پڑھایا تھا۔ یہ غنیمت ہے کہ اہل حدیث کو اس کا احساس جلد ہو گیا گو کچھ دیر بعد ہوا۔ اور اب وہ رد قادیانیت میں باقی امت کے ساتھ آ شامل ہوئے۔

بابر امین کاف کے نزدیک پرانا اسلام جواب ہندوستان میں شیعہ کے بالمقابل چلا آرہا تھا وہی ہے جو

مدرسہ دیوبند نے قائم رکھا اس سے پہلے مدرسہ رحیمہ دہلی کو بیت علم الحنفیہ کہا جاتا تھا۔ شیخ محمد اکرام بھی لکھتے ہیں کہ اہل حدیث پہلے شاہ ولی اللہ کی لائن سے نکلے اور پھر کہیں مولانا احمد رضا خان نے اپنا کام دکھایا۔ آپ لکھتے ہیں:

اہل حدیث نے فروعات (جیسے رفع یدین عند الركوع، ائین بالجہر اور حیثیت وضع الیدین اور نماز تراویح) میں قوم کی دیرینہ روایات کا جس دم احترام نہیں کیا اور اس معاملے میں قوم کے سب سے بڑے عالم امام الہند شاہ ولی اللہ کے طریق کار کو ترک کر دیا تو اس سے دو قابل ذکر نتیجے نکلے ہیں جو دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں پہلا نتیجہ اصلاحی تحریک کے خلاف زبردست رد عمل اور بریلوی پارٹی کا آغاز ہے صوبجات متحدہ کی جس ہستی (رائے بریلی) میں مولانا سید احمد بریلوی پردہ عدم سے ظہور میں آئے تھے اس کی ایک ہم نام ہستی بانس بریلی میں ۱۲۷۲ھ میں ایک عالم پیدا ہوئے مولوی احمد رضا خاں نام (موج کوثر ص ۷۰)

یہ درست ہے واقعی بریلویوں کا واقعی یہ عقیدہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں عالم پیدا ہوئے تھے یہ بات انہوں نے محض اس لئے بنائی کہ انہوں نے علم کسی مدرسہ سے نہ پڑھا تھا تین برس کی عمر میں فصیح عربی میں تقریر کرتے تھے یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ وہ پیدا ہی عالم ہوئے تھے۔

اس وقت ہمارا موضوع مولانا احمد رضا خاں کی شخصیت نہیں بریلویت ہے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی علمی تصویر ہم مطالعہ بریلویت کی دوسری جلد میں دے آئے ہیں۔ یہاں ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں حنفی مکتب فکر سے ہی تعلق رکھتے تھے۔ اور اسی مکتب فکر میں انہوں نے تفرقہ کی ایک نئی راہ بنائی تھی۔ اس کے لئے انہوں نے علماء دیوبند کے خلاف اختلافات کی راہ نہیں الزامات کی راہ اختیار کی انہوں سے اختلاف کرنا بڑی کھن گھاٹی ہے اس لئے وہ الزامات لگانے پر مجبور تھے اس کی پوری بحث ہم جلد اول میں کر چکے ہیں۔

فرقوں کے اختلافات

اختلافات عقائد سے پیدا ہوتے ہیں۔ بریلوی دیوبندی اختلافات عقائد سے نہیں جھوٹے الزامات

سے پھوٹے ہیں۔ یہ الزامات صرف پڑھے لکھے لوگوں کو معلوم ہیں عوام میں ان اختلافات کی نیوچند رسوم پر رکھی گئی ہے عام لوگ بریلویت کو محض چند رسوم سے پہچانتے ہیں یہ رسوم اذان سے لے کر نماز جنازہ تک اور ختم سے لے کر جہلم تک اور مسجدوں میں منائی جانے والی گیارھویں بارھویں اور سالانہ برسیوں تک پھیلی ہیں۔ جھوٹے الزامات سمندر کی جھاگ کی طرح ہیں یہ تادیر نہیں رہتے ان کا پردہ جلد پھٹ جاتا ہے امسا الزبد فیذہب جفاء (الرعد ص ۷۱)۔ بریلویوں کا یہ الزام کہ علماء دیوبند حضور ﷺ کے معاذ اللہ گستاخ اور بے ادب ہیں یہاں نہ چل سکا اس کی کھلی شہادت یہ ہے کہ بریلویوں کو اپنے یہ الزامات دہراتے اسی سال ہو رہے ہیں اور لوگ اب بھی دیوبندی مساجد میں بلا کسی تفریق کے نمازیں پڑھ رہے ہیں اور برصغیر میں علماء دیوبند کے عظیم الشان مدارس بھی موجود ہیں اور ان میں ہزاروں طالب علم دین کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ عام سنی مسلمان وہاں بلا امتیاز اپنے بچوں کو داخل کراتے ہیں اور ان مدارس کو کوئی غیر ادارے نہیں سمجھتے۔

آپ اندازہ کریں اور خدا کے خوف سے اختلافات کی بغض پر ہاتھ رکھیں اور بتائیں کہ کیا ہندوستان میں کوئی بھی فرقہ خدا کے بارے میں ان عقائد کا حامل ہوگا جو ایک الزام کی صورت میں مولانا احمد رضا خاں نے مولانا محمد اسماعیل شہید پر لگائے۔ انہوں نے جھوٹے الزام مولانا اسماعیل شہید پر لگائے ہیں اور اعمال قبیحہ کی ایک پوری فہرست بنا کر ان خیالات کو مولانا احمد رضا خاں نے ان کے ذمہ لگا دیا ہے۔ اس سے آپ خود بخود جان لیں گے کہ مولانا احمد رضا خاں کے الزامات ضد اور تفرقے کی کتنی سرحدوں کو پار کر گئے تھے۔ اور کس طرح وہ ہر آن اس اختلاف کی ایک نئی اڑان پر کمر بستہ رہتے تھے علماء میں وہ ایک عالم نہیں ہمیشہ ایک پہلوان کا روپ دھارے دکھائی دیتے ہیں جو دوسروں کو اختلاف کرنے والا نہیں سمجھتے انہیں ہمیشہ عذو (دشمن) کہہ کر ذکر کرتے ہیں گو کچھ نہ ہوں مگر شریکی طرح دھاڑتے ہیں مولویوں والی کوئی بات ان میں دکھائی نہیں دیتی ان کا دین و مذہب بس مار دھاڑ کی ایک بازی ہے جو ایک پہلوان نیزہ سونے لگا رہا ہے۔ ان کے ان شعروں پر کان دھریے اور اس پہلوان کی اس پہلوانی کی داد دیجئے۔

وہ رضا کے تیزہ کی مار ہے کہ عذو کے سینے میں خار ہے
کے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار دار سے پار ہے

دیکھئے پہلوان کس طرح لٹھ لئے آ رہا ہے کیا یہ علماء کی شان ہے؟ اور اولیاء کا ملین کی ادا جن کا ایک
ایک سانس بندگی اور تواضع کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ وہ عہد کریم کا روپ اختیار کرتے ہیں نہ کہ پہلوان کی
طرح بار بار کروٹیں بدلتے ہیں اور دوسروں کو دھاڑتے اور پچھاڑتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کی چند کتابوں کے نام اور ان کے معانی پر غور کریں ان میں آپ کو ایک شب خون
مارنے والے پہلوان سے پاؤں پڑے گا آپ یہاں ان کے معنی جانیں تو آپ یہاں ایک عالم دین کو
ہرگز نہ دیکھ پائیں گے۔ آپ محسوس کریں گے کہ آپ کو ایک پہلوان نظر آ رہا ہے جو ایک لٹھ لئے آپ
کی طرف بڑھ رہا ہے ان کی کتابوں کے یہ چند نام ملاحظہ ہوں:

۱۔ الکوکبة الشهابیہ علی کفریات ابی الوہابیہ

۲۔ رماح القہار علی کفر الکفار

۳۔ قراع القہار علی المجسمۃ الفجار

۴۔ السہم الشہابی علی خداع الوہابی

۵۔ سل السیوف الہندیہ علی کفریات ابی التجدیہ

۶۔ ازالۃ العار لحجر نکاح الکرائم بکلاب النار

۷۔ النیر الشہابی علی تدلیس الوہابی

دیوبند کے حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن نے پھر خاں صاحب کے جواب میں انہی کی زبان استعمال
کی۔ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا۔ انہوں نے بھی بریلویوں کو پھر ایسے خطابات دیئے اور اپنے
دس نمبر پورے کر لئے۔

۱۔ الکوکب الیمانی علی اولاد الزوانی

۲۔ السہیل علی الجعیل

۳۔ الطین الآزب علی الاسود الکاذب

۴۔ الختم علی لسان الخصم

۵۔ الطامة الکبریٰ علی من کذب و تولیٰ

۶۔ نار الغضا فی جوانح الرضا

۷۔ قاصمة الطهر

۸۔ الکوکب الیمانیٰ علی الجعلان

۹۔ قطع الوتین عن بقول علی الصالحین و الخراطین

۱۰۔ رد التکفیر علی الفحاش الشنطیر

خاں صاحب نے پھر ان ناموں سے بھی بہت لطف لیا ہوگا ان کی زبان کا پٹھارہ بس اسی قسم کے الفاظ ہوتے تھے قیامت کے دن ان کا بار بھی خاں صاحب پر آئے گا۔ لان البادی اظلم
نا مناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں مولانا احمد رضا خاں کے الزامات کی ایک جھلک حد یہ قارئین کر دیں
تا کہ وہ حضرات اس کے ذیل میں خاں صاحب کا ذوق فحش گوئی بھی ملاحظہ کر لیں۔

مولانا احمد رضا خاں کے الزامات کی ایک جھلک

مولانا اسٹعلیل شہید کے عقیدہ قدرت باری (ان اللہ علیٰ کل شئی قذیر) کو مولانا احمد رضا
خاں اس طرح پیش کرتے ہیں اور پٹھارے لے لے کر بات یوں بڑھاتے چلے جاتے ہیں
اور انہیں کچھ خیال نہیں آتا کہ لوگ ان کی اس زبان سے اپنی سوچ میں کہاں تک پہنچیں گے۔ افسوس
کہ خاں صاحب کو مولانا اسٹعلیل کے ذمہ یہ عقیدہ لگاتے اور اللہ رب العزت کے بارے میں یہ زبان
استعمال کرتے خاں صاحب کو کچھ بھی حیا محسوس نہ ہوئی۔ آپ اس قدر تو بے حیاء نہ تھے۔

ان کے ان الفاظ کو پڑھئے اور ان کی بے حیائی پر سردھنسنے :-

اس کا علم اس کے اختیار میں ہے چاہے تو جاہل رہے ایسے کو جس کا بھکنا، بھولنا، سونا، اونگھنا، غافل
رہنا، ظالم ہونا حتیٰ کہ مرجانا سب کچھ ممکن ہے۔ کھانا پینا پیشاب، پاخانہ پھرنا، ناچنا، تھرکنا، نٹ کی

طرح کا کھیلنا، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی بے حیائی کا مرتکب ہونا، حتیٰ کہ منہ کی طرح خود مفعول بننا، کوئی خباثت کوئی فضیحت، اس کی شان کے خلاف نہیں۔ وہ کھانے کا منہ بھرنے کا پیٹ اور مردی وزنی کی علامتیں، آلہ تامل اور شرمگاہ بالفعل رکھتا ہے۔ صمد نہیں جو زنا رکھگل ہے سیوح مقدس نہیں خنثی مشکل ہے یا کم از کم اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا ہے اور یہی نہیں اپنے آپ کو جلا بھی سکتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۱ ص ۷۴۵)

صرف ایک جگہ ہی یہ فحش گوئی نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کا قلم جگہ جگہ ہی لاوا لگتا ہے، اور ملاحظہ کیجئے: عورت قادر ہے کہ زنا کرے تو تمہارا امام اور تمہارے پدر تعلیم کے کلیہ سے قطعاً واجب کہ تمہارا خدا بھی زنا کر سکے ورنہ دیوبند میں چکلہ والی فاحشات اس پر قہقہے اڑائیں گی کہ کھٹوتو ہمارے برابر بھی نہ ہو سکا۔ کاہے کو خدائی کا دم مارتا ہے۔ اب آپ کے خدا میں فرج بھی ضرور ہوئی ورنہ زنا کاہے میں کرا سکے گا..... تعجب تھا کہ خدا کے لئے آلہ مردی ہو تو اس کے مقابل عورت کہاں سے آئے گی۔ اندام نہانی ہو۔ تو اس کے لائق اسے مرد کہاں سے مل سکے گا۔ کہ اس کی ہر چیز نامحدود و بے اختیار ہوگی۔ یوں تو ایک خدا کن مانی پڑے گی جو اس کی وسعت رکھے اور ایک بڑا خدا ماننا ہوگا جو اس کی دوسری ہوس بھر سکے (سبحان السیوح ص ۱۴۲)

پھر آگے دیکھئے۔ آپ لکھتے چلے جاتے ہیں اور بریلویوں سے داد لیتے چلے جاتے ہیں کہ مولوی اسماعیل کو خوب پچھاڑا، مولانا احمد رضا خاں کی یہ تحریر بھی ملاحظہ ہو:-

ایک رنڈی کہ فاسقوں کی محفل میں رقص کرتی ہے لحظہ لحظہ کس قدر اپنی جہتیں بدلتی ہے اگر ان (دیوبندیوں) کا "ہود یوں ہی نہ گھوم سکا تو رنڈی سے بھی گیا گزرا..... رنڈی کے ساتھ گھومے گا بھی۔ خود بھی ناچے گا اور ڈگڈگی بجا کر بندر نچا کر اسے اپنے پاس گھمائے گا بھی۔ نہ کی طرح بانس پر چڑھ کر کلا کھیلے گا۔ (ایضاً ص ۱۴۳)

استغفر اللہ مولانا احمد رضا خاں کو یہ بے حیائی اگلنے پر کچھ بھی حیا نہ آئی۔ از کونہ ہمارا زادو کہ دوست خدا کے بارے میں اب تک یہ زبان کسی خمیٹ سے خمیٹ کجمر نے بھی استعمال نہ کی ہوگی اور پھر

دیکھئے کہ یہ عقیدہ کن کے ذمہ لگایا جا رہا ہے۔ جو اللہ رب العزت کی ہمہ گیر قدرت پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ انسوس کہ خاں صاحب ہمہ گیر قدرت کا مفہوم بھی نہ سمجھ پائے۔ وہ تو اب اس دنیا میں نہیں ہم ان کے پیروؤں کو یہ اصولی بات بتائے دیتے ہیں۔

اللہ رب العزت کی ہمہ گیر قدرت

یاد رکھئے۔ قباًح و دوطرح کے ہیں ایک وہ جو عقلاً برے ہیں جیسے جھوٹ (بمعنی خلاف صدق) سہ (بمعنی خلاف حکمت) ظلم (بمعنی خلاف عدل) اور غل (بمعنی خلاف کرم) اور ایک وہ جو بے حیائی کو شامل اور مستلزم تغیر ذات و صفات ہوں۔ پہلے چار تحت قدرت ہیں۔ گو متمنع الصدور ہیں ان کا وقوع میں آتا ہرگز اللہ رب العزت کے شایان شان نہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ وہ کبھی صدور میں آئیں۔ یہ مقدور متمنع الصدور ہیں جو ان کے وقوع کو ممکن مانے وہ کافر ہے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں۔ جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ کذب بولتا ہے وہ قطعاً کافر ہے اور مخالف قرآن و حدیث اور اجماع امت کا۔۔۔۔۔ وہ ہرگز مومن نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۸)

یہ بات ہرگز صحیح نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے قباًح پر قادر ہے۔ علمائے دیوبند ہر قسم کے کذب کو (جیسے کذب فی العلم) بھی تحت قدرت نہیں مانتے۔

ذات الہی اور اس کی صفات حقیقی احاطہ قدرت سے باہر ہیں۔ بندوں کے وہی افعال تحت قدرت باری ہیں جن سے اس کی ذات اور صفات میں کوئی تغیر لازم نہ آتا ہو۔ جو مستلزم تغیر ذات و صفات ہیں وہ تحت قدرت نہیں جو ان کے ماسوائے ہیں۔ وہ مقدور متمنع الصدور ہیں امتناع بالظیر امکان ذاتی کے خلاف نہیں ہوتا۔

مولانا احمد رضا خاں جانتے تھے کہ مولانا اسماعیل شہید کے عقیدہ میں بے حیائی کے یہ قباًح ہرگز تحت القدرت نہیں یہ مستلزم تغیر ذات و صفات ہیں اور کسی کے ہاں بھی انہیں تحت قدرت باری شمار نہیں کیا گیا۔ مگر پہلوان کی ضد دیکھئے کس طرح چٹھارے لے لے کر اس نے حضرت مولانا اسماعیل شہید پر یہ بہتان باندھا ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بے حیائی کے ان کاموں پر قادر مانتے ہیں۔ استغفر اللہ العظیم

مولانا احمد رضا خاں نے حضرت مولانا عبدالغنی صدر مدرس مدرسہ عین العلم شاہجہانپور کی کتاب ”الجنة لاهل السنة“ ضرور پڑھی ہوگی۔ یہ کتاب اہل سنت کی اہل بدعت کے مقابلہ میں ایک ڈھال ہے اس میں شیخ الحدیث مولانا عبدالغنی لکھتے ہیں:-

مشککین نے جملہ صفات سلویہ کو جن سے تزیہ باری تعالیٰ ضروری ہے باوجود غیر متناہی ہونے کے تین اقسام (۱) راجع الی الذات (۲) راجع الی الصفات (۳) راجع الی الافعال پر منقسم کیا ہے (الجہ لاهل النہ ص ۹۷)

پھر لکھتے ہیں:-

ان سلوب کو جن کے تحقق سے ذات و صفات خداوندی میں تغیر لازم آتا تھا قابل مقدوریت نہیں سمجھا اور افعال الہی چونکہ مقدور ہیں لہذا ان سلوب کو جو راجع الی الافعال ہیں تحت قدرت اور اختیاراً ممتنع الصدور قرار دیا۔ اور ایسے افعال عباد کو جو مستلزم تغیر ذات و صفات ہیں غیر مقدور اور ماقبی سب کو مقدور اور جوان میں قبیح تھے وہ مقدور ممتنع الصدور۔

بس خان صاحب نے بے سوچے سمجھے بے جا اور غلط الزام کے بہانے اللہ جل شانہ کی وسیع قدرت کا مزے لے لے کر مذاق اڑایا ہے یہ لکھتے انہیں کچھ حیا نہ آئی کہ وہ زانی ہے مرنی ہے، اچکا، ڈاکو، شرابی، کھٹکل ہے عیبی ہے، سوتا ہے، اونگھتا ہے، بہکتا ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

اس طرح یہ محال بالذات ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہو۔ بیٹا جتنا ایک عمل ہے جو راجع الی الذات و الصفات ہے سو یہ بات ہرگز تحت قدرت باری نہیں کہ اس کا حقیقی اور لغوی معنی میں کوئی بیٹا ہو۔

سوائے بات کے جاننے ہوئے کہ وہ قبائح جو راجع الی الذات و الصفات ہوں کسی کے ہاں تحت قدرت باری تعالیٰ نہیں مولانا اسماعیل پر خاں صاحب کا ان ننگے الفاظ میں برسا اور ان پر اس غلط عقیدے کی تہمت لگانا یہ ہرگز کوئی اختلاف نہیں ہے ایک الزام ہی الزام ہے۔ کوئی صاحب ہوش انسان اسے اختلاف نہیں کہہ سکے گا۔

مولانا احمد رضا خاں کی فحش گفتگوں کی زندگی میں

مولانا کی یہ فحش کلامی جو ابھی آپ نے خدا تعالیٰ کے بارے میں مطالعہ کی صرف مذہبی امور میں نہ تھی نہ وہ صرف علماء دیوبند کے خلاف یہ زبان استعمال کرتے تھے۔ بلکہ ان کے نجی حلقوں میں یہی زبان بولی جاتی تھی۔ یہ ذوق اس نورانی گھرانے کو کہاں سے ملا اس کے بارے میں یقینی پیرائے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ تاریخ میں صرف اتنی بات ملتی ہے کہ ان کے گھروں کے قریب فاحشہ عورتیں بھی رہتی تھیں اور وہ کبھی اپنے ہاں ختم شریف میں ان مولویوں کو بھی بلا لیتی تھیں۔

فحش کلامی مولانا احمد رضا خاں کی نجی گفتگو ہیں

مولانا احمد رضا خاں کے مذہب کے ایک داعی بہار (ہندوستان) کے مولانا ارشد قادری گزرے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں پہلے تو اپنے مخالفین کو اچھے الفاظ میں اپنی بات سمجھاتے تھے لیکن جب وہ نہ مانتے تو مولانا احمد رضا خاں مجبوراً اپنی گھریلو فحش کلامی پر آ جاتے۔ آپ کے مخالفین واقعی ایسا کرتے تھے یا نہیں ہم اس وقت اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن مولانا ارشد قادری کے اس بیان سے اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں اپنے گھر میں فحش کلامی کے بہت مزے لیتے تھے ارشد قادری صاحب لکھتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کو..... مجبوراً اسی زبان میں ان سے (علمائے دیوبند سے) بات کرنی پڑی جو زبان وہ اپنی نجی گفتگو میں استعمال کرتے تھے۔ (زیروز برص ۲۸۸ طبع لاہور)

اختلاف کرنے والے علماء سے کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو بات شریفانہ زبان میں کی جاتی ہے لیکن یہ پیرایہ گفتگو تو کسی عالم کو نہیں بچتا چنانچہ عید صدی کا مجدد اس زبان میں بولے جو بازاری لوگوں کی زبان ہو ذرا اس کے ان لفظوں پر غور فرمائیں۔

عورت قادور ہے کہ زنا کرے تو (اے دیوبندیو!) تمہارے امام اور تمہارے پیر تعلیم کے کلیہ سے قطعاً واجب کہ تمہارا خدا بھی زنا کر سکے ورنہ دیوبند میں جگہ والی فاحشات اس پر قبیحہ اڑائیں گی کہ کھنوں (یعنی خدا) تو ہمارے برابر

بھی نہ ہو۔ کا بھر کا ہے پر خدائی کا دم مارتا ہے۔ اب آپ کے خدا میں فرج بھی ضروری ہوئی ورنہ زنا کا ہے میں کرا سکے گا؟

مولانا احمد رضا خاں پھر آگے لکھتا ہے اور مزے لے لے کر بات بڑھاتا ہے۔

خدا کے لئے آلمہ مردی ہو تو اس کے مقابل عورت کہاں سے آئے گی۔ اندام نہانی ہو تو اس کے لائق اسے مرد کہاں سے ملے کہ اس کی ہر چیز نامحسوس ہو جائے۔ یوں تو ایک خدائن بھی ماننی پڑے گی جو اس کی وسعت رکھے اور ایک بڑا ذلیل خدا ماننا ہوگا جو اس کی ہوس پوری کر سکے۔ (سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح ص ۴۲)

مولانا احمد رضا خاں اگر یہی نجی زبان اپنے گھر میں استعمال کرتے تھے جیسا کہ مولانا ارشد القادری کہتے ہیں تو کیا ایسے گندے ماحول میں باہر کے صاحب زادے بلا دھڑک ان کے زنان خانے میں نہ آ جاتے ہوں گے ہم اس پر مطالعہ کی جلد میں کچھ حوالے پیش کر چکے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کو انہیں منع کرنے کی کبھی جرأت نہ ہوتی تھی۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے دودو ہاتھ

شریفہ رشیدہ رمیدہ نے اپنے اقبال وسیع سے ان کے ادبار پر صنیق کو فراموشی حوصلہ کی لے سکھائی ہے۔
(خالص الاعتقاد)

چند الفاظ وضاحت طلب ہیں:-

۱۔ شریفہ سے مولانا اشرف علی کی طرف اور رشیدہ سے مولانا رشید احمد کی طرف اشارہ ہے۔

۲۔ رمیدہ سے مراد بھاگی ہوئی عورت، رمیدن فارسی میں بھاگنے کو کہتے ہیں۔

۳۔ اقبال وسیع سے مراد کھلی دعوت ہے جو چاہے آئے ہم تیار بیٹھے ہیں۔

۴۔ ادبار دہر کی جمع ہے یہ پچھلے حصے کا نام ہے اور پر صنیق سے مراد راہ تنگ گزار ہے۔

۵۔ فراموشی حوصلہ سے مراد ان کا پوری طرح کھل جانا ہے۔ کہ اب کاروائی ہو چکی۔

اب پھر مولانا ارشد قادری کی مذکورہ بالا اس عبارت کو پڑھیں اور اندازہ کریں کہ اس خش کلامی کا لہجہ کمر

نہی گفتگو میں استعمال کرنے والا کس درجے کا مجہد ہوگا کیا ایسا نہیں کہ اس کے ساتھ ایسا ہی ہوتا آیا ہو۔

سنت اور بدعت پر فحش آرائی

سنت و بدعت شرعی اطلاقات ہیں اور ان کے اپنے اپنے احکام ہیں مگر مولانا احمد رضا خاں نے ان پر بھی اپنی گھریلو زندگی کی زبان لاڈالی دار العلوم ندوۃ العلماء بننا اس پر آپ کی گویا فحش حدائق بخشش کے تیسرے حصے میں ملاحظہ ہو۔

اسپ سنت مادہ خراز بدعت آوردہ ہم

استرندوہ بدست آرنده و مغرے کنند

(ترجمہ) سنت کا گھوڑا بدعت کی گدھی پر آیا تو ندوہ کا خچر پیدا ہوا اس پر یہ لوگ بڑا فخر کر رہے ہیں۔ دیکھئے مولانا احمد رضا سنت کا لفظ کس بے حیائی سے گھوڑے پر لائے ہیں گھوڑے کی یہ پذیرائی تو شیعہ کے ہاں تھی۔ مولانا احمد رضا خاں نے اسے اپنے لئے کیوں کر لیا؟ کیا یہ شریعت سے اور اس کے الفاظ سے کھلا استہزاء نہیں؟ کیا شریعت سے اور سنت سے استہزاء کرنے والا مسلمان رہ سکتا ہے؟ کہاں ہیں مفتیان شرع متین جو اس پر فتوے دینے کی ہمت رکھتے ہوں۔

گرنے کے خطرے سے تحفظ

نرمادہ کے کان میں پکڑے کہ گرنے کے خطرے سے بچے اسے اپنے اختلاف پر منطبق کرنا یہ کام مولانا احمد رضا خاں ہی کر سکتے تھے اور انہوں نے کر دکھایا اور بڑی جرأت سے کہا

تھانوی جی نہ تھان چھوڑی گئے	اور نہ ہم ان کے کان چھوڑیں گے
ہم انہیں جککائے جائیں گے	وہ کبھی تو مکان چھوڑیں گے
ہم نے کیسا چکھایا ڈنڈا کیوں	پھر اچھل کر پالان چھوڑیں گے
وہ دولتی چلائیں ہم ان کو	پینہ پر جا کے کان چھوڑیں گے

(حدائق بخشش ص ۳۹۲)

مولانا احمد رضا خاں علماء کے اختلاف میں اگر اپنے گھر کی فحش زبان اختیار نہ کرتے تو شاید دینے بندھی

مطالعہ بریلویت جلد نمبر ۸ ۲۰

بریلوی اختلافات وہ صورت اختیار نہ کرتے جس پر پیر کرم شاہ صاحب بھیروی آخر دم تک پریشان اور افسوس کناں رہے۔ دیکھیے تفسیر ضیاء القرآن۔

اعلیٰ حضرت کے بعد ان کی اس فحش کلامی کو ان کے نائب مولوی حشمت علی پٹیلی بھیتی نے قائم رکھا آپ ایک جگہ لکھتے ہیں۔

اگر سعید و حمید وغیرہ کہیں کہ جیسا علم جناب گنگوہی صاحب کو تھا ایسا علم تو ہر کسے کو ہوتا ہے۔ جیسا جناب نانوتوی کو تھا ایسا علم تو ہر آلو کو ہوتا ہے۔ جیسا جناب تھانوی کو ہے ایسا علم تو ہر گدھے کو ہوتا ہے۔ جیسا جناب امام الوہابیہ جناب دہلوی کو تھا۔ ایسا علم تو ہر سو کو ہوتا ہے۔ جناب گنگوہی صاحب کی جیسی صورت تھی ایسی صورت کسے کی بھی ہے جناب نانوتوی صاحب کی شکل جیسی تھی ایسی الوتی بھی ہے جناب تھانوی کا چہرہ جیسا ہے ایسا گدھے کا بھی ہے۔ جناب امام الوہابیہ دہلوی صاحب کا منہ جیسا تھا ایسا سونر کا بھی ہے (قبر واحد دیان ص ۲۲ مطبع اہل سنت پریس پٹیلی بھیت سن اشاعت ۱۳۳۶)

مظہر اعلیٰ حضرت عید الرضا مولانا حشمت علی خاں مصنف قبر واحد دیان کے جانشین ابوالطاهر محمد طیب ہوئے آپ نے تجانب اہل السنۃ لکھ کر پوری بریلویت ایک کتاب میں سودی آپ نے ڈاکٹر محمد اقبال، قائد اعظم محمد علی جناح، مولانا ظفر علی خاں کو بھی ہاتھوں ہاتھ لیا۔ آپ کی اس کتاب کی مولانا حشمت علی خاں نے بھی تصدیق کی۔ آپ اب ان کا یہ فحش کلام بھی ملاحظہ فرمائیں۔ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ منافق جب اختلاف دین میں آتا ہے تو گالیوں پر آ جاتا ہے۔

مولانا حشمت علی خاں کے جانشین کی شرمناک فحش کلامی

ابوالطاهر محمد طیب فاضل حزب الاحناف ہند لاہور سرسید پرنٹرز کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-
مدعیان تہذیب جدید کے اس مصاع اعظم کہلانے والے پیر نیچر (سید احمد خان) سے یہ شستہ شانستہ انتہائی مہذبانہ شریفانہ انداز گفتگو سیکھ کر اگر کوئی شخص یوں لیکچر دیتا پھرے کہ یہ سمجھنا کہ پیر نیچر کے والد بزرگوار نے ان کی مادر مہربان کے ساتھ معاملات مجامعت کئے ہوں گے کبھی ان کے گلے میں

ہاتھ ڈال کر پڑ گئے ہوں گے۔ کبھی ان کی ران پر سر دھرا ہوگا کبھی ان کو چھاتی سے لپٹایا ہوگا۔ کبھی ان کے لب جاں بخش کا بوسہ لیا ہوگا کبھی اپنے مکان کے کسی کونے میں ان کے ساتھ کچھ کرنے لگے ہوں گے۔ ایسا بے ہودہ پن کیا ہوگا جس پر تعجب ہوتا ہے اگر پیر کے والد بزرگوار اور ان کی مادر مہربان کے درمیان یہی معاملات ہوتے ہوں گے تو بے مبالغہ بازاری عورتوں اور ان کے آشناؤں کے حالات ان سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔ (تجانب اہل سہ ص ۵۵)

اگر یہ فحش کشی کافی نہیں تو اور سنئے :-

تمہارے مذہب میں تمہاری جو دو اور ماں دونوں ایک۔ تمہارا باپ اور بیٹا دونوں ایک۔ گور اور صلوہ دونوں ایک۔ فیرینی اور پاخانہ دونوں ایک، تمہارا منہ اور پاخانہ بھرنے کی جگہ دونوں ایک۔ بیوی کے حقوق زوجیت ادا کرنا اور کسی مرد سے منہ کالا کرنا دونوں ایک (ایضاً ص ۲۲۸)

بریلویوں کا ایک اور فحش چیلنج بھی سنئے جائیے

کسی میدان، کسی تاریخ، کسی وقت کا اشتہار دے کر مجمع عام میں اپنی اس ابلیسی چمڑی کے تماشے دکھاؤ حلوے کے بدلے پاخانہ کھاؤ شربت کے بدلے پیشاب نوش فرماؤ اپنی ماں، بہن، بیٹی، جو رو کے ہاتھوں پر جلی قلم سے الوتف فی سمیل الشیطان کا سائن بورڈ لکھوا کر برسر میدان پھراؤ (ایضاً ص ۲۲۸)

دوسروں کی بیویوں پر ملاجی کا فحش نظریہ

ایک اور بریلوی فتوے پر بھی نظر ہو :-

”دیوبندیوں کی بیویاں باطلاق نکاح میں لے لیا کرو“

طلاق تو نکاح کی ہوتی ہے۔ دیوبندی اگر بوقت نکاح بھی دیوبندی تھا تو نکاح منعقد ہی نہیں ہوا اور اگر اس وقت سنی تھا بعد کو دیوبندی ہوا تو اب مرتد ہو گیا اور مرتد ہوتے ہی نکاح فسخ ہو گیا۔ بہر حال کسی صورت میں طلاق کی حاجت نہیں (المعصوب السیدیہ ص ۲۹)

پیر بخش کے بیٹے ہدایت احمد اور فرید بخش کی بیٹی کریم النساء دونوں دیوبندی دھرم پر حرامی ہوئے یا نہیں؟ ان دونوں کے باہمی نکاح سے جناب گنگوہی پیدا ہوئے تو گنگوہی جی کیسے لوگوں کی کیسی اولاد

ہوئے..... آئندہ ایک ایک دیوبندی کا حرامی مجہول المنسب ہونا دیوبندی دھرم سے ثابت کر دیا جائے گا۔ (ایضاً ص ۳۱)

بریلوی اخلاق کا یہ ایک نمونہ آپ کے سامنے ہے۔ اس موضوع پر ایک مستقل کتاب ”پڑھتا جا شرماتا جا“ شائع ہو چکی ہے سو یہاں ان کے ان فتوؤں کا جواب دینے کی کوئی ضرورت نہیں برتن سے وہی کچھ نکلتا ہے جو اس میں ہو یہاں اس کے جواب میں ہم صرف ”عطاءے توبہ لھائے تو“ کہہ کر فارغ ہوتے ہیں جس جگہ میں ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان لوگوں نے علمائے دیوبند کے خلاف جو داستانیں دیا عرب میں وضع کیں اور ان سے ان غلط پیش کردہ نظریات پر فتوے لینے کی کوشش کی وہاں انہیں کس طرح لینے کے دینے پڑ گئے ہم چاہتے ہیں کہ وہ سب واقعات آپ کے سامنے آجائیں۔

مولانا احمد رضا خاں پر حجاز میں کیا گزری

مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کی اردو عبارات میں جو خیاں تیں کیں ان کا بھرم وہیں ان کے ہوتے ہوئے کھل گیا۔ ہندوستان میں اپنے آپ کو پہلوان کے روپ میں پیش کرنا ان کی عادت تھی لیکن وہاں انہیں سہارا دینے دینے والا کوئی نہ تھا۔

وہاں یہ پہلوان کس طرح اپنے سفر حجاز میں چاروں شانے چت گرا۔ اسے اس کے دو دشمنی گواہوں مولانا ظلیل احمد اور مولانا حسین احمد سے پوچھے۔ نہیں تو ان گواہوں کی تحریری شہادتیں پڑھیں جو ان حضرات نے خاں صاحب کے حجاز گھومنے پر لکھی تھیں۔

مولانا احمد رضا خاں نے ہندوستان کے علمی دائرہ میں علماء دیوبند کی جن عبارات میں تحریف کا زہر گھولا تھا اب وہ انہیں دوا تھہ کرنے کے لئے حجاز لے گئے۔ ان کا خیال تھا کہ اب وہ ان دور افتادہ علماء پر علماء حرمین کے نام سے گستاخان رسول کا لیبل لگا دیں گے لیکن ان کی بد قسمتی تھی کہ ان کی یہ چال وہیں کی وہیں دھری رہ گئی اور قریب تھا کہ ان کی مکہ میں گرفتاری عمل میں آجائے وہ وہیں روپوش ہو گئے اور جو جعلی دستاویز انہوں نے وہاں بنائی تھی اسے کشکول گدائی میں ڈال دے وہ ہندوستان واپس

آگئے یہاں وہ دو سال تک اس طرح دبے اور چپ سادھے رہے کہ گویا ان کا علماء دیوبند سے کبھی کوئی اختلاف نہ ہوا تھا۔ یہ ان کے پیدا کردہ اپنے اختلافات میں پہلی دراز تھی اور اب بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ خاں صاحب کی ضد خود ان کی اپنی زندگی میں ہی دم توڑ گئی تھی اور غالباً وہ خود بھی الہند کے قائل ہو گئے ہوں گے۔

خان صاحب کے اپنے حلقے کے ساتھی بھی ان سے بغاوت کر گئے

مدینہ منورہ کے مفتی شافعیہ مولانا سید احمد آفندی برزنجی مولانا احمد رضا خاں کی نظر میں کیا تھے؟ اسے خاں صاحب کی کتاب حسام الحرمین کے صفحہ ۳۱۳ پر ملاحظہ فرمائیں:-

جامع علوم ثقلیہ و اصل فنون عقلیہ جامع شرافت حسب و نسب آباء و اجداد و ارات علم و شرف محقق صاحب ذہن نقاد و مدقق نیز ذہن۔

اب ان پر جب مولانا احمد رضا خاں کی حقیقت کھلی تو دیکھئے انہوں نے ایک ہی عبارت میں خاں صاحب کو کج خلقی میں بٹھا دیا کہ اب ان کے اس انجام پر کوئی رونے والا بھی نہ رہا۔

شیخ سید احمد آفندی برزنجی غایہ المامول میں اب احمد رضا خاں کا ذکر اس طرح کرتے ہیں۔

ثم بعد ذلك ورد الى المدينة المنورة رجل من علماء الهند يدعى باحمد رضا خان (غایہ المامول ص ۲۹)

(ترجمہ) پھر اس کے بعد مدینہ منورہ میں ہندوستان کے علماء میں سے ایک شخص آیا جسے احمد رضا خاں کہتے تھے۔

یہودی احمد رضا خاں ہیں جو علامہ نحریر تھے اب درجہ دیلی با احمد رضا خاں ہو گئے ماوراب

انہیں اس مجہول ادا میں ذکر کیا جانے لگا

ہندوستان واپس آئے تو یہاں بھی ان کا حلقہ اثر ٹوٹنے لگا خیر آبادی سلسلہ کے مولانا حسین الدین

اجیری نے خاں صاحب کے خلاف تجلیات انوار الحسین اور القول الاکسر جیسی کتابیں لکھیں آپ

انہیں مطالعہ کی جلد ہضم میں قصیدہ دیکھ آئے ہیں۔ انہوں نے علاوہ یوہدی تکفیر کرنے میں احمد رضا

خان سے کھلا اختلاف کیا اور یہ سب باتیں تحریر میں آچکی ہوئی تھیں۔ پھر مولانا ظلیل احمد برکاتی نے انکشاف حق لکھ کر مولانا احمد رضا خان کے اختلافات کی دیوار نیکر گرا دی۔ اب خان صاحب کے پیدا کردہ فرضی اختلافات میں وہ جان نہ رہی کہ عوام انہیں دو حقیقی اختلاف رکھنے والے فرقے سمجھیں لوگ جتنے بھی ان کے قریب ہوتے گئے انہیں ان دو حلقوں میں الزامات کے کانٹوں کے سوا اور کچھ نہ نظر آیا۔ یہ صرف چند رسوم ہیں جن کے سہارے اب تک ان میں اختلافات کی دیوار کھڑی ہے۔ مولانا احمد رضا خان کے خلیفہ مولانا دیدار علی الوری کے بڑے بیٹے مولانا ابوالحسنات محمد احمد نے ۱۹۵۳ میں ایک ہائی کورٹ انکوائری میں برملا کہا۔

مجھے کہا گیا ہے کہ میں معین طور پر بیان کروں کہ بریلویوں اور دیوبندیوں کے درمیان اساسی عقائد کے اعتبار سے کیا اختلاف ہے؟ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ بریلی اور دیوبندیوں جگہ بر خیال اور عقیدہ اور پرہیز گاہی کے لوگ موجود ہیں اس لئے بریلویوں اور دیوبندیوں کے اختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں بریلی اور دیوبندیوں مقام ہندوستان میں رہ گئے ہیں اس لئے پاکستان میں ان کے اختلاف کا سوال ہی بے معنی ہے اگر موضوع سے مراد یہ ہے کہ بریلی کی دینی درگاہ اور دیوبند کی دینی درگاہ دو سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے والوں کے نظریات و افکار کے اختلاف پر روشنی ڈالی جائے تو میں اعلان کئے دیتا ہوں کہ اساسی عقائد کے اعتبار سے دونوں مکتبوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں بریلوی علماء حضرات رسول اکرم ﷺ کی ادنیٰ توہین کرنے والے کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ اور دیوبند کے علماء بھی اصولی طور پر اس کلیہ پر ایمان رکھتے ہیں دونوں سلسلوں کے علماء کے درمیان بعض عبارتوں کے متعلق رائے کا اختلاف ہے۔ بریلوی علماء دیوبندی علماء کی بعض عبارتوں پر معترض ہیں اور یہ رائے رکھتے ہیں کہ ان تحریروں کے ظاہری معانی صحیح سمجھنے والا گمراہ ہے۔ دیوبندی اپنے اکابر کی ان تحریروں کو قابل گرفت اور مورد تنقید خیال نہیں کرتے لیکن اصول و اساس میں بریلوی علماء سے سو فیصد متفق ہیں۔ (روزنامہ نوائے پاکستان ۲۰ اپریل ۱۹۵۵ء)۔

یہ تفصیلات بتا رہی ہیں کہ کس طرح بریلویت کی کڑیاں ایک ایک کر کے ٹوٹی گئیں اور اب تک قوم نے

انہیں متقابل عقائد رکھنے والی دو مستقل جماعتیں تسلیم نہیں کیا نہ انہیں کہیں دو حقیقی فرقے سمجھا گیا ہے
 رہیں کچھ کشیدہ عبارات تو انہیں اختلافات نہیں ہمیشہ الزامات سمجھا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ عقائد
 الزامات سے ثابت نہیں ہوتے تعبیر کے اختلاف سے کبھی دو فرقے نہیں بنتے۔

امرتسر میں بریلویت کا گرنا ہو اگر ارف

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے برصغیر کی تقسیم سے پہلے امرتسر میں بریلوی عقائد و نظریات کا گرنا
 ہو اگر ارف ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

اب امرتسر میں چند لوگ اس عقیدے کے ہیں جن کا اظہار ان لفظوں میں کیا جاتا ہے

وہی جو مستوی عرش ہے خدا ہو کر

اتر پڑا ہے مدینے میں مصطفیٰ ہو کر

(شیخ توحید ص ۳۶)

علماء میں بے شک یہ دو گروہ ہیں مگر عوام ان میں سے کوئی گروہ نہیں ہیں امام بریلوی آجائے لوگ
 بریلوی ہو جاتے ہیں اور دیوبندی آجائے تو لوگ دیوبندی سمجھے جاتے ہیں اور مسجدیں بھی کئی مشترک
 ہیں جن میں امام بدلتے سے لیبیل مختلف ہو جاتا ہے۔ اور یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ عوام
 نے ابھی تک دیوبندی بریلوی اختلافات میں کوئی حقیقی خلیج محسوس نہیں کی۔

مسلمانوں اور قادیانیوں کے اختلافات حقیقی اختلافات تھے نتیجہ یہ تھا کہ ابھی ان اختلافات پر چند
 سال بھی گزرنے نہ پائے تھے کہ دونوں میں نکاح و جنازہ کے سلسلے یکسر روک گئے۔ غلام احمد قادیانی
 نے خود اپنے بیٹے فضل احمد کا جنازہ نہ پڑھا محمدی بیگم کے والد نے اپنی بیٹی غلام احمد کے نکاح میں نہ
 دی گو اس نے یہاں تک بہانے بنائے کہ اس کا نکاح اس سے آسمان پر پڑھا جا چکا ہے مگر کفر و اسلام
 کے قطعی فاصلے کبھی معاشرتی فیصلوں سے کم نہیں کئے جاسکتے۔

اس کے برعکس آپ دیوبندی اور بریلوی عوام کی روز بروز کی نئی رشتہ داریاں دیکھیں آپ اس نتیجہ پر
 پہنچیں گے کہ ہمارے عوام نے اب تک اسے کوئی حقیقی اختلاف تسلیم نہیں کیا اور ماسوائے چند علماء کے

ان اختلافات کا حدود اور گہرائی نہیں دیکھا گیا۔ حج کے وزیر اقامت میں ان دو کے مابین اختلاف کا کوئی خاتمہ نہیں ہے۔ نہ اس کا اب تک کسی جانب سے کوئی مطالبہ کیا گیا ہے۔ قادیانوں سے مسلمانوں کا حقیقی اختلاف تھا ان سے امتیاز کے لئے پاسپورٹ کے اوراق میں مذہب کا خانہ موجود ہے۔ بلکہ اب تو یہاں تک طغی میان دینا پڑتا ہے کہ اس صورت حال میں یہ تسلیم کرنے سے چارہ نہیں کہ ان اختلافات کی آندھی شروع سے ہی زور سے نہیں چلی اور آج جب کہ مولانا احمد رضا خاں کو قبر میں پہنچے اسی سال ہو رہے ہیں ہم شرح صدر سے کہہ سکتے ہیں کہ بریلویت دم توڑ گئی ہے۔ اختلافات کی آندھی انہی کی طرف سے اٹھی اور اب انہی کی طرف لوٹ گئی ہے، سن عندہم تخرج الفتنہ والیہم تسعود۔ اور افسوس یہ کہ بریلوی علماء کو اس کا احساس تک نہیں ہے وہ محض لطف طبع کے پھرائے میں مطالعہ بریلویت پڑھتے ہیں اور یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوئے ہیں کہ یہ ہرگز کوئی حقیقی اختلافات نہیں ہیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اس اختلاف کو سب سے بڑا اختلاف کہنے والے غازی

مولانا ابوالحسنات کی تائید کرتے ہوئے ہم بھی کہے دیتے ہیں کہ دونوں میں اصول دین کا واقعی کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن بریلویوں میں ایسے غازیوں کی بھی کمی نہیں جو ہر دم لٹھ لئے اس اختلاف کو بنی نوع انسان کا سب سے بڑا اختلاف کہتے ہیں۔ الجھڑیٹ (باصلاح جدید) کا اہل سنت سے اختلاف تقلید اور مذاہب اربعہ پر ہے سنی اور شیعہ کا اختلاف صحابہؓ اور راشدینؓ پر ہے لیکن بریلوی مولوی کہتے ہیں دیوبندی بریلوی اختلاف ذات رسالت پر ہے اور ظاہر ہے کہ حضور اکرمؐ اور راشدین اربعہ سے بہت آگے کا محور علم ہیں۔ جب انہی پر اختلاف ہو گیا تو اور کون سا اتحاد ہے جسے باقی رکھا جاسکتا ہے ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ بریلویوں میں ایسے غالی اب بھی موجود ہیں لیکن یہ وہ لوگ ہیں جن کا ان کے اپنے مصلحتوں میں بھی بڑے بڑے مل علم میں کمی ضرور ہے۔

ہم پیچھے کہہ آئے ہیں کہ دیوبندی بریلوی نزاع اختلافات پر نہیں زیادہ تر الزامات پڑتی ہے اور اس کی کچھ تفصیل ہم مطالعہ کی جلد اول میں کر آئے ہیں جہاں ہم ایک ایک الزام کی ہم کچھ وضاحت بھی کر چکے ہیں تاہم غالی بریلوی دیوبندیوں کو گستاخ رسول کہنے سے بھر بھی نہیں رکھتے۔ یہ اس بات پر مبند ہیں کہ دیوبندی شان رسالت کو نہیں مانتے رسالت کی توہین کرتے ہیں اور یہ اندر سے رسول کو نہیں مانتے۔ (معاذ اللہ)

بریلویوں کا دوسروں کو گستاخ رسول قرار دینے کا ہتھیار خود ان کے اپنوں پر بھی چل گیا بریلویوں کا دوسروں کو گستاخ رسول قرار دینے کا ہتھیار خود ان کے ہاتھوں ان کے اپنوں پر بھی بڑی بے دردی سے چلا ہے اور ان کے عمائد بے شک ان کے زخموں سے اب تک کراہ رہے ہیں۔ اگر عوام یہ جان لیں کہ بریلویوں کا گستاخ رسول کا ہتھیار کوئی ایسا نہیں جو صرف دیوبندیوں پر ہی چلا ہو تو وہ کسی بریلوی مولوی کو بھی اپنے پاس پھکنے نہ دیں۔ ان کا یہ وہ تاریخی ہتھیار ہے جو یہ خود اپنے بھی ایک طبقے پر چلا چکے ہیں۔ یہ غالی بریلوی اپنے ان غالی بریلویوں کو بھی گستاخ رسول کہتے ہیں جو مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ قرآن کنز الایمان کو کہیں کہیں درست تسلیم نہیں کرتے۔ بریلویوں کے ان قاعدین میں ان کے شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی، مولانا ابوالخیر محمد زبیر، مولانا محمد اشرف سیالوی اور مولانا شاہ احمد نورانی بھی ہیں۔ زیادہ بریلوی علماء نے مولانا احمد رضا خاں کے سورہ الفتح پ ۲۶ کے ترجمہ کو غلط قرار دیا ہے اور اس پر رسالہ مغفرت ذنب میں ان کے تصدیقی و خطابی موجود ہیں جس میں مولانا احمد رضا خاں کی کنز الایمان کی ایک غلطی بڑے مدلل پیرائے میں تسلیم کی گئی ہے۔ اس رسالہ مغفرت ذنب میں ان غالی بریلویوں کا اپنے ان عمائد پر گستاخ رسول ہونے کا الزام ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے۔

ذنب کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قائم رکھنا یہ غلط ہے بلکہ سنگین بے ادبی، گستاخی، جہالت اور گمراہی ہے۔ ایسا کرنے والا نبی کا گستاخ ہے اور کافر ہے۔ توہین رسالت کی جو سزا ہے وہ اس پر نافذ کی جائے جہنم اس کا مقدر ہے آخرت اس کی برباد ہوگئی۔ عبد اللہ بن ابی کے ساتھ اس کا

حشر ہوگا۔ پھر بریلویوں کے رسالہ مغفرت ذنب ص ۳ تالیف مولانا ابوالخیر محمد زبیر شائع کردہ وکن الاسلام پبلی کیشنز حیدرآباد ۱۹۹۷ء پر گستاخ رسولؐ ہونے کا فتویٰ لگایا یہ لکھتے ہیں:-

یہ فرقہ عوام کو یہ کہہ کر بے وقوف بنالیتا ہے کہ اس آیت کا ترجمہ یا تشریح کرتے وقت اگر ذنب یا اس کے معنی کنہ یا خطا سے کرتے ہوئے اس کی نسبت حضور ﷺ کی طرف برقرار رکھی گئی (جیسا کہ قرآن نے رکھی ہے) تو اس سے عصمت انبیاء کا مسلمہ عقیدہ مخدوش ہو جائے گا۔ (مغفرت ذنب ص ۵)

یہاں یہ فرقہ کن کو کہا گیا ہے؟ بریلویوں کو ہی جو عوام کو بے وقوف بنا کر جو چاہیں بانک دیتے ہیں۔

پھر آپ نے ان غالی بریلویوں کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے:-

اس فرقے کا دوسرا عقیدہ جو ان کی باتوں سے پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا مرتبہ حضور اکرم ﷺ سے بڑھ کر ہے (معاذ اللہ)۔ (ایضاً ص ۲)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ دوسروں پر گستاخ رسولؐ ہونے کا الزام ان کے ہاں کوئی نئی بات نہیں اس کی طرح مولانا احمد رضا خاں نے ڈالی اور اس کا پہلا نشانہ مولانا غلیل احمد صاحب سہارنپوری اور مولانا اشرف علی تھانوی کو بنایا اور ان کے غالی اصاغراب تک اسی لکیر کو پینتے چلے آ رہے ہیں جن کے منہ کو یہ خون لگ چکا۔ اب ان کا نشانہ ان کے اپنے بھی بن کے رہے۔ ولیست بساؤل

قارورة کسرت فی الاسلام۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی پر گستاخی رسولؐ کا الزام محض ایک الزام بھی ہو سکتا ہے، ورنہ دنیا میں کوئی ایسا بد بخت نہیں ہو سکتا جس کا یہ عقیدہ ہو کہ مولانا احمد رضا خاں کا درجہ (معاذ اللہ) حضور خاتم النبیین سے بڑھ کر ہے اسی طرح کوئی بد بخت یہ عقیدہ کبھی نہیں رکھ سکتا کہ معاذ اللہ شیطان لعین کا علم حضورؐ سے بڑھ کر ہو یا آپ کا علم بہائم و جانین کے علم کے برابر ہو عقل سلیم ہر گز اجازت نہیں دیتی کہ کوئی ملعون ایسے گستاخانہ عقیدے کے باوجود زندہ رہ سکے۔ یہ سب غلط الزامات کا کردہ شمرہ ہے جس کے یہ لوگ عادی ہو چکے ہیں ورنہ دیوبندی بریلوی اختلافات ہر گز شان رسالت کی سرحدوں کو نہیں چھوتے البتہ مفت کی تہمت کا کوئی علاج نہیں۔ ہم انشاء اللہ العزیز اس جلد میں بریلویوں کے اس اپنے اختلاف کا بھی کچھ

جائزہ لیں گے جو انہوں نے قرآن کے لفظ ذنب کے حضور کے بارے میں تسلیم کرنے پر لگایا ہے۔
 ہم ان بریلویوں کے بھی ساتھ نہیں جنہوں نے مولانا ابوالخیر محمد زبیر پر محض اس جرم میں کہ انہوں نے
 مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ قرآن کنزالایمان کی غلطی کیوں پکڑی۔ گستاخ رسول ہونے کا الزام لگایا
 اور ان کا عبداللہ بن ابی کے ساتھ حشر بتایا۔ اور مولانا ابوالخیر محمد زبیر کے بھی ساتھ نہیں جو کہتے ہیں
 کہ بعض بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کا درجہ (معاذ اللہ) حضور اکرم ﷺ سے بھی
 زیادہ ہے استغفر اللہ من ذلک ایہجان العظیم۔

ہم سمجھتے ہیں کہ پوری دنیا میں کوئی ایسا بریلوی نہ ہوگا جس کا یہ عقیدہ ہو۔ ہاں الزام کی لٹک ایک ایسی
 لٹک ہے جس سے ہر شخص دوسرے کے بارے میں جو چاہے کہہ سکتا ہے۔

ہم پھر اپنے موضوع کی طرف لوٹتے ہیں

ہم پھر اپنے اصل موضوع کو لیتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے جب علماء دیوبند پر یہ ہتھیار آزمایا
 اور ان پر گستاخ رسول ہونے کے الزام لگائے تو علمائے حرمین نے حسام الحرمین میں ان کی اس شرط
 کے ساتھ تائید کی کہ یہ سوالات واقعات کے مطابق ہوں مطلق سوالات نہ ہوں اور جب بات کھلی کہ
 یہ علماء دیوبند کے عقائد نہ تھے جو مولانا احمد رضا خاں نے حسام الحرمین کے سوالوں میں پیش کئے تھے
 تو انہوں نے علمائے دیوبند کے عقائد کی دستاویز المہند علی المہند پر بھی دستخط کر دیئے جو مولانا احمد رضا
 خاں کی کتاب حسام الحرمین کا جواب تھا اور مولانا خلیل احمد برکاتی جیسے کئی حضرات ایسے بھی تھے
 جنہوں نے کھلے بندوں اب اپنے آپ کو مولانا احمد رضا خاں سے بے تعلق کر لیا اور اپنے آپ کو اس
 سے بچالیا کہ ان کی قبر پر آگ بر سے یا کہیں وہ اس میں جھلس نہ پائیں۔

گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

اس صورت حال سے ہمارے مخلص قارئین اور وہ بریلوی جن کی قسمت میں رجوع الی الحق کی
 سعادت کبھی تھی اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ دیوبندی بریلوی اختلافات کی جو تحریک مولانا فضل رسول
 بدایونی (۱۳۳۱ھ) اور مولانا عبدالسیع راجپوری نے صدی پہلے شروع کی تھی کس طرح تدریجی طور پر

کمزور ہوتی گئی ہے اور اب جب ہم اکیسویں صدی میں داخل ہو رہے ہیں فرضی اختلافات کی یہ تحریک اب بالکل دم توڑ گئی ہے۔ مرزا غلام احمد (مدعی نبوت) اور مولانا احمد رضا خاں (مدعی مجددیت) کی تحریکیں تقریباً ساتھ ساتھ شروع ہوئیں اور دونوں پر انگریزی عنایات کے گہرے سائے تھے۔ مسلمانوں اور قادیانیوں کے اختلافات حقیقی اور اصولی تھے وہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اور گہرتے ہوتے گئے اور مسلمان زیادہ سے زیادہ سنہٹتے گئے یہاں تک کہ رابطہ عالم اسلامی (مکہ) نے ستمبر ۷۵ء اسلامی تنظیمات کی تائید سے انہیں عالمی سطح پر ایک غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔

جس طرح یہ حقیقی اختلافات اس صدی کے ہر کروٹ پر اور مضبوط ہوئے ہیں دیوبندی بریلوی کے الزامی اختلافات اس صدی کے ہر موڑ پر اور کمزور ہوئے یہاں تک کہ اب برصغیر پاک و ہند میں مولانا احمد رضا خاں کے اس فتوے پر عمل کرنے والا کوئی گروہ آپ کو نظر نہ آئے گا۔

مولانا احمد رضا خاں کا صدی پہلے کا ایک غلط فتویٰ

۔۔ جس پر عمل کرنے والا آج کوئی نہیں ۔۔

جو شخص وہابیوں اور دیوبندیوں کے کفر میں شک کرے اس کے بارے میں لکھتے ہیں:-
 بلاشبہ اس سے بھاگنا اور اسے اپنے سے دور کرنا۔ اس سے بغض، اس کی اہانت، اس کا رد فرض ہے۔
 اور تو قیہ حرام موجب ہدم اسلام۔ اسے سلام کرنا حرام، اس کے پاس بیٹھنا حرام، اس کے ساتھ کھانا
 پینا حرام، اس کے ساتھ شادی بیاہ حرام اور قربت زنا خالص، اور بیمار پڑ جائے تو اسے پوچھنے جانا
 حرام، مرجائے تو اس کے جنازے میں شرکت حرام، اسے مسلمانوں کا غسل و کفن دینا حرام ہے۔
 اس پر نماز جنازہ پڑھنا حرام بلکہ کفر ہے اس کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھانا اور اس کے جنازے کی
 مشابعت حرام، اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پر کھڑا ہونا حرام، اس کے لئے
 دعائے مغفرت یا ایصال ثواب حرام بلکہ کفر۔ (عرفان شریعت)

کیا آج پورے پاکستان میں کوئی ایسا بریلوی ہے جو مولانا احمد رضا خاں کے اس فتوے پر عمل کرتا ہو۔
 اور اپنی مسجد میں اپنے مقتدیوں کو اس پر عمل کرنے کی تلقین کرتا ہو ہرگز نہیں بریلویت اگر دم نہیں توڑ گئی
 تو یہ صورت حال کیوں ہے؟

مولانا احمد رضا خاں کا یہ زوال خود ان کی زندگی میں شروع ہو گیا تھا

مسلمان صرف ہندوستان میں ہی تو مقیم نہ تھے حضور خاتم النبیین کی امت پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اس وسیع اسلامی دنیا کو ساتھ لئے بغیر محض ہندوستان میں بیٹھے محدثین کرام دہلی اور علماء دیوبند کو کافر نہیں بتایا جاسکتا تھا۔ یہ وہ ضرورت تھی جس کے لئے مولانا احمد رضا خاں نے ۱۹۲۳ء میں جاز کا سفر کیا۔ بریلوی اسے آپ کا سفر حج کہتے ہیں اور دنیا جانتی ہے کہ آپ کا یہ سفر عبادت کے لئے نہیں تھا تفریق بین المسلمین کے لئے تھا اور یہ ایک نہایت مذموم کاروائی تھی۔

ان کے اس سفر کا اصل مقصد اس تکفیری دستاویز پر علماء مکہ و مدینہ کے دستخط کروانا تھا۔ تاہم یہ صحیح ہے کہ مولانا احمد رضا خاں اپنی اس تکفیری ہم میں بری طرح ناکام لوٹے۔

جاز میں علماء دیوبند میں سے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد پہلے سے مدینہ میں موجود تھے اور آپ کا وہاں علم حدیث کا درس بہت معروف تھا۔ پھر ۱۹۲۳ء میں جلیل القدر محدث مولانا خلیل احمد سہارنپوری بھی وہاں پہنچ گئے ان دونوں بزرگوں نے مولانا احمد رضا خاں کے ان جھوٹے الزامات کو خوب طشت ازبام کیا ان کے خلاف خوب لکھا۔ سو ہم کہہ سکتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کی اس تکفیری ہم کا زوال خود ان کی زندگی میں ہی شروع ہو گیا تھا وہاں جانا کیا ہوا کہ اچانک واپسی کے حالات پیدا ہو گئے۔

تیرا آنا نہ تھا ظالم مگر تمہید جانے کی

مولانا حسین احمد مدنی کی بروقت گرفت

حضرت مولانا حسین احمد مدنی نے مولانا احمد رضا خاں کا پردہ فریب بری طرح چاک کیا اور خاں صاحب کے جھوٹے الزامات کی تردید میں ایک مستقل کتاب لکھی۔ الشہاب الناقب علی المسترق الکاذب

اس نام کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے اور خاں صاحب کے چھپے کمالات کی داد دیجئے۔ اس نام کا ترجمہ یہ ہے۔

چوری چھپے دین کی باتوں میں اپنی باتیں ملانے والے پر شہاب ناقب ٹوٹنے والے تارے۔

یہ شہاب ناقب کن پر برسائے جاتے ہیں اور کب برسائے جاتے ہیں؟ جب شیطان ملاء اعلیٰ سے

چوری چپے کچھ باتیں سن پاتے ہیں اور پھر ان میں کچھ اپنے جھوٹ ملاتے ہیں، قرآن کریم میں ہے:-

لَا تَسْمَعُونَ إِلَى الْمَلَأِ الْأَعْلَى وَتَذْفُونَ مِنْ كُلِّ جانبٍ O دحوراً ولهم

عذاب و اصاب O الا من خطف الخطفة فاتبعه شهاب ثاقب O (پ ۲۳

الصفات ۸- ۱۰)

(ترجمہ) وہ عالم بالا کی باتیں سننے کے لئے اوجھڑ کان بھی نہیں لگا سکتے اور وہ ہر طرف سے مارے جاتے ہیں بھگانے کے لئے اور ان کے لئے مسلسل عذاب ہے ہاں یہ ہے کہ کوئی ایک آدھ بات لے بھاگے تو فوراً اس کے پیچھے ایک دہکتا شعلہ لگ جاتا ہے۔

پیام خود بتا رہا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کی باتوں میں اپنی باتیں ملا کر کس طرح اپنے آپ کو شہاب ثاقب کا مورد بنایا ہے۔ یہ علماء حق کی مظلومیت تھی کہ وہ مولانا احمد رضا خاں کے پہلے حملہ میں ہی علماء عرب کے سامنے ٹکڑ کر آ گئی اور بجائے عقائد علماء دیوبند کے خود مولانا احمد رضا خاں کے اپنے عقائد وہاں زیر بحث آ گئے اور انہیں لینے کے دینے پڑ گئے۔

اما الزبد فيذهب جفاء و اما ما ينفع الناس فيمكث في الارض كدلك يضرب الله الامثال (پ ۱۳ الرعد ۱۷)

(ترجمہ) جو جھاگ ہے وہ ناکارہ جاتا ہے لیکن جو چیز لوگوں کو نفع دے وہ زمین میں ٹھہرتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ مثالیں بیان کرتے ہیں۔

نوٹ: بریلویوں کے پروفیسر مسعود احمد عربی میں کمزور ہونے کی وجہ سے اشہاب الثاقب کا ترجمہ نہ سمجھ پائے اور انہوں نے المسترق کا معنی چور کر دیا یہ چوری نہیں سینہ زوری ہے۔ چور کو عربی میں سارق کہتے ہیں المسترق جگہ جگہ سے بات اچکنے والے کو کہتے ہیں۔ پروفیسر مسعود صاحب عربی عبارات کے ترجمہ میں عام طور پر دوسروں سے مدد لیتے ہیں۔ ایک جگہ خود لکھتے ہیں۔

”ذاکر محمد ریاض صاحب کا ممنون ہوں کہ انہوں نے بعض عربی عبارات کے ترجمہ میں مدد فرمائی۔

(فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں ص ۸)

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں کچھ وہ پس منظر ذکر کر دیں جس کی وجہ سے مولانا حسین احمد، مولانا احمد رضا خاں کی اس حرکت پر اس قدر تڑپے اور پھر ان پر اس طرح پھڑکے کہ بریلویت خود ان کے سامنے دم توڑ گئی۔ اب مولانا حسین احمد کی داستان غم سنئے اور مولانا احمد رضا خاں کی جرأت خیانت پر سردھنئے۔

ہماری اس جلد کا موضوع یہی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں علماء حجاز کی نظر میں کس طرح ناقابل اعتبار ٹھہرے جس طرح ساتویں جلد کا مرکزی موضوع یہ رہا کہ مولانا احمد رضا خاں خیر آبادی علماء کی نظر میں کیا رہے۔ اس آٹھویں جلد کا مرکزی نقطہ ہے کہ احمد رضا خاں پر حجاز میں کیا گزری۔ یہ بات پوری تفصیل سے تو کتاب میں آپ کے سامنے آئے گی لیکن ہم اس مقدمہ میں اس کے یہ چند پہلو ضرور بدیہ قارئین کے دیتے ہیں، جن کے گرد مولانا احمد رضا خاں کی حجاز میں ناکامی کی یہ داستان صف ماتم بچھائے ہوئے ہیں۔ اس میں وہ پس منظر بھی آپ کے سامنے آجائے گا۔ جس کے باعث حضرت مولانا حسین احمد مولانا احمد رضا خاں پر اس قدر خشگیں نظر آتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کی حجاز کی داستان غم

مولانا احمد رضا خاں پر حجاز میں کیا گزری اسے آٹھ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے (۱) آپ کو لینے کے دینے پڑ گئے (۲) شریف مکہ نے ملاقات کا موقع نہ دیا (۳) مولانا خلیل احمد کے مکہ میں ہونے کی رپورٹ (۴) شریف کی مجلس احمد رضا خاں سے پہلے کس ماحول کی تھی (۵) مولانا احمد رضا خاں کا مکہ سے نکلنے کا حکم (۶) مولانا خلیل احمد کی مفتی صالح کمال سے ملاقات (۷) مولانا احمد رضا خاں کی ہندوستان آکر غلط بیانی (۸) علماء دیوبند کے عقائد کی دستاویز حجاز میں (۹) المصنف کے جمعہ گیر اثرات

۱۔ مولانا احمد رضا خاں کو لینے کے دینے پڑ گئے

مولانا احمد رضا خاں حجاز اس خیال سے آئے تھے کہ علماء دیوبند کے خلاف علماء حجاز سے فتوے کفر حاصل کریں مگر یہاں ان کے اپنے خلاف بات چل نکلی کہ عقائد شرک رکھنے والا ایک ہندی عالم حجاز آیا ہوا ہے وہاں لاہور کے ایک عالم مولانا شیخ محمد نقشبندی کے پاس ایک مضمر طویل آیا کہ اس قسم کا

ایک شخص یہاں آیا ہوا ہے اس کا یہاں ہونا خطرناک ہے وہ خیالات فاسدہ رکھتا ہے اور علماء کی تکفیر اس کا دن رات کا مشغلہ ہے۔

مشغلہ اس کا ہے تکفیر مسلمانان ہند۔ بے وہ کافر جس کو ہو اس سے ذرا بھی اختلاف جناب عبدالقادر آفندی شمس خان کعبہ کے کنبی بردار کو پتہ چلا تو انہوں نے وہ محضر نامہ شریف کے پاس پہنچا دیا شریف نے اس شیخ کے قید کرنے کا ارادہ کر لیا جناب شیخ محمد رامپوری اور مولوی منور علی نے مشورہ دیا کہ پہلے اس سے اس کے عقائد دریافت کئے جائیں اس وقت مولانا احمد رضا خاں کا کوئی رسالہ ان کے پاس نہ تھا البتہ کسی رامپوری مولوی سلامت اللہ کے ایک رسالہ (اعلام الاذکیاء) پر مولانا احمد رضا خاں کی ایک تقریر پڑی اس کی روشنی میں خاں صاحب کے عقائد پر تین سوال کئے گئے۔ مولانا احمد رضا خاں نے اس میں لکھا تھا کہ آنحضرت ﷺ کو ازل سے ابد تک کی جملہ اشیاء کا علم ہے (۲) مثال ذرہ بھی آپ سے مخفی نہیں اور (۲) یہ کہ آپ ہی اول و آخر اور ظاہر و باطن ہیں۔ اس تقریر کے آخر میں الفاظ لکھے تھے۔

و صلی اللہ علی من ہوا الاول و الآخر و الظاہر و الباطن
ان تینوں باتوں کے جو جوابات خان صاحب نے لکھے ان سے وہاں کے علماء مطمئن نہ ہو سکے ہم وہ جوابات کہیں پیچھے درج کر آئے ہیں شریف نے حکم دے دیا کہ ان کو آگے سفر کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔

۲۔ شریف مکہ نے ملاقات کا موقع نہ دیا

مولانا احمد رضا خاں کو شریف سے ملنے کا موقع نہ دیا گیا شریف کی مجلس میں شیخ شعیب مالکی اور شیخ احمد فقیہ اور شیخ صالح کمال کا مولانا احمد رضا خاں کے عقائد کے بارے میں کافی اختلاف ہو چکا تھا۔ پہلے دونوں عالموں کا اصرار تھا کہ مولانا احمد رضا خاں کو قید کیا جائے اور اسے اپنے عقائد فاسدہ سے توبہ کرنے کا حکم دیا جائے مگر شیخ صالح کمال کا مشورہ یہ تھا کہ غیر ملکی کی گرفتاری مناسب نہیں حضرت مولانا حسین احمد ان دنوں وہیں تھے آپ کی شہادت ملاحظہ ہو۔

شریف صاحب اپنی مجلس میں یہ جھگڑا دیکھ چکے تھے انہوں نے فرمایا اس شخص کو جلد یہاں سے نکال دینا چاہیے تاکہ عوام پر اس کا کوئی فتنہ اثر نہ پڑ جائے چنانچہ وہاں سے حکم آیا کہ تم جلد یہاں سے چلے جاؤ شریف کو جو طیش و غضب اس شخص پر تھا وہ حضار مجلس ہی بیان کر سکتے ہیں۔ (الشہاب ص ۲۰۵ طبع لاہور)

۳۔ مولانا غلیل احمد صاحب کے مکہ میں ہونے کی رپورٹ

مولانا احمد رضا خان کو جب ملک چھوڑنے کا حکم ہوا تو آپ نے کہا مجھے تو میرے عقائد کی وجہ سے نکالا جا رہا ہے حالانکہ میں اہل سنت والجماعہ سے ہوں لیکن مکہ میں ایک ایسا شخص بھی موجود ہے جس کا عقیدہ ہے کہ شیطان کا علم (معاذ اللہ) حضور اکرم کے علم سے زیادہ ہے خاں صاحب نے اپنا یہ احتجاج مفتی صالح کمال کی معرفت شریف صاحب کو پہنچا دیا شریف کی مجلس میں اس وقت شیخ شعیب مالکی اور شیخ احمد فقیہ بھی موجود تھے۔ ان سب حضرات نے یہ بات سنتے ہی اس کا رد کر دیا کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا اپنے آپ کو مسلمان کہنے والا کوئی شخص یہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا۔ یہ لازماً کوئی افتراء اور بہتان ہے جو یہ شخص کسی کے ذمہ الزام لگا رہا ہے۔ اس پر مفتی شیخ صالح کمال بہت شرمندہ ہوئے اور انہیں احمد رضا خاں کے وکیل بننے پر سخت ندامت ہوئی۔

اگر کسی کا یہ عقیدہ ہو تو وہ اپنا پیشوا شیطان کو مانے گا نہ کہ حضور گو۔ یہ بات کسی پہلو سے لائق تسلیم نہ تھی کہ کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان بھی کہے حضور اکرم کا کلمہ بھی پڑھے اور پھر شیطان کو علم میں حضور سے زیادہ مانے استغفر اللہ العظیم۔ اگر کوئی ایسا فرقہ ہوتا تو وہ فرقہ البلیسیہ ہوتا نہ یہ کہ وہ اپنے آپ کو امت مسلمہ کا ایک فرد کہے اور امام ابو حنیفہ کا پیرو کہلائے۔

مولانا غلیل احمد صاحب کو جب اطلاع ملی کہ خاں صاحب نے میرے خلاف یہ رپورٹ درج کرائی ہے تو آپ نے فوراً ان ناپاک کلمات کو افتراء و بہتان کہا آپ مفتی صالح کمال کے پاس خود شریف لے گئے اور کہا کہ میں ہی وہ شخص ہوں جس کی نسبت یہ افتراء کیا گیا ہے۔ آپ نے اسے فوراً افتراء اور بہتان کہا کیا اب بھی مولانا احمد رضا خاں کے منتری اور کاذب ہونے کا کوئی ٹک ہو سکتا ہے ان

حالات کے چشم دید گواہ حضرت مولانا حسین احمد لکھتے ہیں۔

اس وقت تک جناب مولانا خلیل احمد اور شیخ شعیب کی کوئی ملاقات نہ ہوئی تھی چنانچہ جب یہ خبر مولانا (خلیل احمد صاحب) کو پہنچی تو ایک دو آدمیوں کو ساتھ لے کر شیخ شعیب اور مفتی صالح کمال کے پاس گئے اور ہر ایک سے مل کر گفتگو کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ میں نے سنا کہ شریف صاحب کی مجلس میں کسی شخص کی نسبت یہ کہا گیا ہے میں ہی وہ شخص ہوں جس کی نسبت یہ افتراء کیا گیا ہے۔ میں ہرگز اس کا قائل نہیں ہوں یہ محض افتراء اور بہتان ہے ہاں البتہ امتناع بالقر کا بوجہ مسئلہ خلف وعید کے قائل ہوں جیسا کہ رای مشہور سلف کی ہے۔ شیخ شعیب نے بہت شد و مد سے کہا ہے میں سنتے ہی سمجھ گیا تھا کہ یہ افتراء پردازی ہے اور اس مسئلہ کے جملہ متکلمین قائل ہیں۔ بعد ازاں مولانا ان سے رخصت ہو کر مفتی صالح کمال کے پاس بھی گئے مفتی صالح موصوف سے ملاقات ہوئی اولاً مفتی صالح بوجہ ان باتوں کے کہ ان کو جھوٹ پہنچائی گئی تھیں کبیدہ خاطر معلوم ہوتے تھے اور کیوں نہ ہوں آخر ہر مسلمان پر ایسی باتوں کا اثر ہونا ضروری ہے مگر جب مولانا (خلیل احمد صاحب) نے حقیقت حال کا انکشاف فرمایا اور میدان تقریر میں جولانی فرمائی تو یہ کبیدگی مبدل بہ فرح و سرور ہو گئی اور جملہ تقریرات حضرت مولانا کو انہوں نے تسلیم فرمایا اور بہت خوش ہوئے۔ (الشہاب ص ۲۰۶)

۴۔ شریف احمد رضا کے آنے سے پہلے عقائد کے کس ماحول میں تھے

شریف صاحب علم تھا وہ کس علمی ماحول کا تھا اور اس کے عمومی حاضرین مجلس کن عقائد کے لوگ تھے اس کا پتہ وہاں مولانا احمد رضا خاں کی آمد سے چلتا ہے کہ اس کے آمد سے وہاں پہلے کے پھیلے عقائد کی توثیق کی امید تھی۔ یا اس سے وہاں نئے عقائد پھیلنے کا اندیشہ تھا؟ اسے معلوم کرنے کے لئے آپ مولانا احمد رضا خاں کی اس عبارت پر غور کریں جو ان کے ملفوظات میں موجود ہے۔ جب شیخ صالح کمال مولانا احمد رضا خاں کی کتاب الدولة المکیة بالمادة الغیبیة لکر شریف کے پاس گئے اور وہیں وہ کتاب پڑھی گئی تو اس کا حاضرین پر کیا اثر رہا۔ احمد رضا خاں کہتے ہیں۔

حضرت شریف نے کتاب پڑھنے کا حکم یاد رہا میں دو دو حالی بھی بیٹھے تھے ایک احمد فقیہ کہلاتا تھا دوسرا

عبدالرحمن اسکوبی۔ انہوں نے مقدمہ کتاب سن کر سمجھ لیا کہ یہ کتاب رنگ بدل دے گی۔ شریف ذی علم ہیں مسئلہ ان پر منکشف ہو جائے گا۔ انہوں نے کتاب پر کچھ اعتراض کئے۔ حضرت مولانا شیخ کمال نے جواب دیا آگے بڑھے انہوں نے پھر ایک مہمل اعتراض کیا۔ (ملفوظات حصہ دوم ص ۱۱-۱۲)

اس سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ شریف کی مجلس میں یہ لوگ صاحب اثر تھے اور مولانا احمد رضا خاں کی باتیں ان کے نظریات کے خلاف ہیں۔

۵۔ مولانا احمد رضا خاں کو مکہ سے نکلنے کا حکم

شریف کی مجلس میں جو علماء بیٹھتے تھے اگر وہ وہابی ہوتے تھے تو فیصلہ کیجئے کہ وہاں ان دنوں کون سا رنگ چڑھا ہوا تھا پھر احمد رضا خاں کی تحریر سے یہ اندیشہ کہ یہ دربار کا رنگ بدل دے گی صاف بتلاتا ہے کہ اس وقت مکہ و مدینہ کے عرب ان عقائد کے ہرگز نہ تھے جو احمد رضا خاں کی اس کتاب میں تھا اور اسے وہ وہاں لے کر گئے تھے۔ شریف گویا سی طور پر انگریزوں سے ساز باز رکھتا تھا۔ لیکن وہ عقائد میں عیسائیوں کی طرف جھکا ہوا نہ تھا۔ اور مولانا احمد رضا خاں کے عقائد مسیحی عقائد کے بہت قریب تھے یہی وجہ ہے کہ شریف نے مولانا کی وہ تحریر اپنے پاس ہی رکھ لی نہ اسے واپس کی نہ مولانا صالح کمال کو مولانا احمد رضا خاں اس کے پندرہ سال بعد بھی یہی کہتے ہیں۔

کتاب بغل میں لے کر بالا خانہ پر آرام کے لئے تشریف لے گئے وہ کتاب آج تک انہی کے پاس ہے۔ (ملفوظات ص ۳۱۱)

اگر شریف نے اس کتاب سے کچھ بھی موافقت کی ہوتی تو پھر مجلس علماء میں کیوں نہ پڑھی گئی۔ پھر اگر علماء نے اس کی نقلیں لیں تو احمد رضا خاں کے نسخہ سے کیوں لیں اس کتاب سے کیوں نہ لیں جو شریف نے کسی دوسرے کو نہ دی اپنے پاس رکھی۔ ان حالات میں یہ تسلیم کرنے سے چارہ نہیں کہ اس وقت مکہ و مدینہ کے وہ عقائد ہرگز نہ تھے جو مولانا احمد رضا خاں وہاں پھیلا نا چاہتے تھے۔ وہ لوگ اہل سنت عقائد کے تھے اہل بدعت نہ تھے۔

اس صورت میں اس کے سوا کیا ہو سکتا تھا کہ شریف مولانا احمد رضا خاں کو جلد مکہ سے نکلنے کا حکم دے اور وہ جلد مدینہ سے فارغ ہو کر واپس ہندوستان چلے آئیں۔ آپ نے اس لئے انہیں مقرر کر دیا کہ یہ لوگ انجمنی رعایا پر ہاتھ ڈالنا پسند نہ کرتے تھے۔ سواب انہیں صرف مکہ سے نکلنے کا حکم دینا کافی تھا۔

۶۔ مفتی صالح کمال سے ملاقات

پھر یہ بات بھی معلوم ہوئی ضروری ہے کہ شریف کی مجلس میں پہلے مولانا خلیل احمد کے عقائد زیر بحث آئے یا اس میں پہلے مولانا احمد رضا خاں کے عقائد پر سوالات کا سلسلہ اٹھا؟ مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کی شیخ صالح کمال سے پہلی ملاقات شریف کی اس مجلس سے یقیناً بعد میں ہوئی جس میں مولانا خلیل احمد کے بارے میں ایک غلط رپورٹ دی گئی تھی اور حاضرین مجلس نے جن میں شریف بھی تھے اسی وقت اسے محض ایک الزام قرار دیا تھا کیوں کہ ان کے نزدیک ایسے عقائد کسی دعوے اسلام کرنے والے کے نہیں ہو سکتے تھے سوائے بہتان کی وہاں اسی مجلس میں اسی وقت تردید ہو گئی تھی۔ مولانا خلیل احمد تو صرف شیخ صالح کمال کو حقیقت حال بتانے کے لئے وہاں اس کی مجلس میں گئے تھے اور آپ نے انہیں صاف لفظوں میں کہا کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ میرے یہ عقائد ہرگز نہیں ہیں۔

۷۔ مولانا احمد رضا خاں کی ہندوستان آ کر غلط بیانی

مولانا احمد رضا خاں اپنے اس بھگپری پروگرام میں ناکام ہندوستان واپس لوٹے آپ نے واپس آ کر کسی کو نہ بتایا کہ ان پر دیار عرب میں کیا گزری؟ وہ چھ ماہت کو چھپاتے ہی رہے پھر انہوں نے پھر وہ سال بعد جب دیکھا کہ اب لوگ ان کی اس رسوائی کو بھول چکے ہوں گے اچانک ۱۳۳۸ھ میں وہاں گزرے حالات کی ایک غلط کہانی وضع کی اور اسے الملوک حصہ دوم میں شائع کر دیا۔ پھر اس کے ستر سال بعد پروفیسر مسعود احمد صاحب نے اسے اپنے الفاظ میں فاضل بریلوی و دیار عرب میں پیش کیا یہ اتنی دیر کی کہانی اور وہ بھی صرف اپنی زبانی۔ کیا اس ایک گھڑی داستان کا پتہ نہیں دیتی؟ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت مولانا حسین احمد نے جو ان دنوں وہیں مقیم تھے صحیح صورت حال لوگوں کو انہی دنوں بتا دی تھی۔ اور پھر اسے صاحب مآقب میں شائع بھی کر دیا تھا تو اس وقت مولانا

احمد رضا خاں نے اس کی تردید کیوں نہ کی۔ ایسا ہوتا تو ان کے اپنے ساتھی مولانا غلیل احمد برکاتی تو اس غلط فہمی میں نہ پڑتے کہ شاید مولانا احمد رضا خاں نے اپنی غلط فہمی دور کر لی ہو اور مولانا غلیل احمد محدث سہارنپوری کے بیانات پر انہیں یقین آ گیا ہو..... ہم تو یہی سمجھتے رہے کہ مولانا احمد رضا خاں کا شاید حج قبول ہو گیا ہو گا اور انہوں نے اپنی اس بہتان تراشی سے توبہ کر لی ہوگی۔

۸۔ علماء دیوبند کے عقائد کی دستاویز حجاز میں

علماء حرمین نے صحیح اقدام کیا کہ جو اثرات مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند پر لگائے تھے ان کے بارے میں خود علماء دیوبند سے براہ راست سولہ سوالات کئے ان کے جوابات پھر مولانا غلیل احمد محدث سہارنپوری نے ہی لکھے جو اپنا مجمل بیان خود مکہ میں دے آئے تھے ان جوابات پر پھر یکجہاں ۲۵ علماء دیوبند نے دستخط کئے تھے جن میں شیخ البند مولانا محمود حسن حکیم الامہ مولانا اشرف علی ہفتی اعظم مفتی عزیز الرحمن عثمانی اور مفتی اقلیم ہند مفتی کفایت اللہ محدث دہلوی کے بھی دستخط تھے پھر اس کتاب پر حرمین کے بعض ان علماء کی بھی تصدیق تھی جن سے مولانا احمد رضا خاں پہلے حسام الحرمین پر دستخط لے چکے تھے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ابھی شریف تک مولانا احمد رضا خاں کے غلط عقائد کی کوئی رپورٹ نہ پہنچی تھی اور علماء حرمین ویسے ہی احمد رضا خاں کا احترام کرتے رہے وہ اردو نہ جانتے تھے حقیقت حال تو بعد میں کھلی اور ملی تھیلے سے باہر آ گئی۔

علماء دیوبند کے عقائد کی اس دستاویز کا نام المحمد علی المفسد ہے اور اس کا دوسرا نام التصدیقات لنفع التلمیسات ہے یہ ہندوستان میں ۱۳۴۵ھ میں شائع ہوئی اور پھر عرب ممالک میں بھی علم و نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا کتاب عربی میں ہے اور اس کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی دیا ہوا ہے۔ اس سوال اس کے بعد بھی طے اب کل چھبیس سوالات کے جوابات ہیں۔

۹۔ المحمد علی المفسد کے ہمہ گیر اثرات

المحمد کے ذریعہ پورے عالم اسلام میں علمائے دیوبند کا عام تعارف ہو گیا اور مصر و شام کے اکابر علماء نے بھی المحمد میں دیئے گئے عقائد کی پوری تصدیق کر دی۔ خود بریلوی حلقوں میں بھی یہ بات چل

نکلی کہ علمائے دیوبند عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ ہیں اور یہ کہ مولانا احمد رضا خاں کے ان پر عائد کردہ الزامات سب غلط ہیں اکابر علماء دیوبند ۱۸۵۷ء کی جنگ میں انگریزوں کے خلاف نکلے تھے اس لئے انگریزی سیاست کا تقاضا تھا کہ انہیں جس طرح بھی بن پڑے ہندوستانی رعایا میں بدنام کیا جائے۔ لوگ انہیں گستاخ رسول سمجھتے ہوئے ان سے کنارہ کش رہیں اور انگریز حکومت کو اپنے خلاف آئندہ کسی عام بغاوت کا اندیشہ نہ رہے۔ انگریزوں کی یہ سیاست زیادہ دیر نہ چل سکی اور الھند نے پوری دنیا میں علماء دیوبند پر عائد کردہ ان الزامات کو پوری طرح دھو دیا انگریزوں کو اب اور دروازوں سے وفاق و ميسر آنے لگے اور علمائے دیوبند کے خلاف گستاخ رسول ہونے کی آواز یکسر دب گئی۔

بریلوی کتب فکر کے جاں بلب ہونے کی ایک غیر جانبدار شہادت

مشہور مستشرق W.C. Smith اپنی کتاب ”Modern Islam in India“ میں بریلویوں کو ایک انحطاط پذیر طبقہ لکھتا ہے وہ انہیں ایک ”decadent people“ قرار دیتا ہے اس کتب کے بارے میں وہ لکھتا ہے:-

It expresses and sustains the social and religious customs of decadent people. It is society accomodating wining people at the drinking of the wine and the prevailing superstitions, saint worship and degradation.

The Brailwi clegy accepts the fiteous villages of India as they find them; and their Islam is not without qualification on criticism of the actual religion of these villages.

(MODREN ISLAM IN INDIA P-362-363, Ed, 1969)

(ترجمہ) یہ طبقہ پست رد لوگوں کے معاشرے اور ان کی مذہبی رسوم کو پیش کرتا ہے۔ اور اسی پستی کو وہ دامن میں لئے ہے۔ یہ مجلسی طور پر نچلے درجے کے لوگوں کو جو شراب پر جمع ہونے والے رہے اپنے ساتھ لئے ہوئے ہے۔ یہ لوگوں کے عصر حاضر کے توہمات جیسے پیر پستی اور انحطاط پذیریری کو اپنے دامن میں لئے ہے۔

بریلوی مذہبی قیادت ہندوستان کے پسماندہ دیہات کو اپنے تسلیم کرتی ہے اور ان کا اسلام ان دیہات میں کسی تنقیدی شان کے بغیر ہی چلتا ہے۔ اور ان کی اکثریت پر وہ بہت نازاں ہیں۔
اسمٹھ کی اس فرد جرم میں بریلویوں پر جو الزامات عائد کئے گئے ہیں ان کی بناء پر وہ انہیں مسلمانوں کا ایک انحطاط پذیر گروہ بتلاتا ہے۔ وہ ان جہلاء کے توہمات، ان کی قبر پرستی، ان کی پیروں کی پرستش اور ہندوستان کے قابل رحم دیہاتیوں کو ان کے تمام معتقدات اور رسوم و رواج کے ساتھ اسلامی معاشرہ میں گوارا کر لیتا ہے۔

اسی سے ہم ہی اس نتیجہ پر نہیں پہنچے بریلویوں کا رسالہ معارف رضا کراچی بھی اپنے ۱۹۹۲ء کے شمارے میں لکھتا ہے:

اسمٹھ نے تو بریلوی مکتب فکر کو جاں بلب یا قریب المرگ بتایا ہے
ہندوستان کے اونچے تعلیم یافتہ لوگوں میں شیخ محمد اکرام سے کون واقف نہیں انہوں نے بھی موج کوثر میں بریلویوں کو ایسی چند رسوم میں گھری ایک تنزل پذیر قوم بتایا ہے شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں۔
وہ تمام رسوم فاتحہ خوانی، جہلم، برسی، گیارہویں، عرس، تصور شیخ، قیام میلاد، استمداد از اہل قبور اور ان کی نیاز دینے کے قائل ہیں۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام پنجاب یونیورسٹی لاہور کی ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں بھی لفظ بریلوی کے تحت یہی کچھ لکھا ہے:-

بریلوی جماعت کے نزدیک اولیاء اللہ کی نیاز دینا اور ان کے مزارات پر جا کر ان سے مدد مانگنا جائز ہے..... فاتحہ خوانی، تیجے، چالیسویں اور برسی پر مرنے والوں کو ثواب پہنچانے کے لئے اچھے اچھے کھانوں پر ختم دلانا، قبر پر اذان دینا، مرنے والے کے کفن پر کلہ طیبہ لکھنا، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی گیارہویں دینا اور اولیاء اللہ کے نام پر جانور پالنا جائز اور کارِ ثواب ہے (دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۴ ص ۴۸)
ان حالات میں ہم پروفیسر مسعود احمد کی رائے سے اتفاق کرتے ہیں کہ پڑھے لکھے طبقے میں کوئی مولانا احمد رضا خاں کو جانتا ہی نہیں اور جو لوگ انہیں جانتے ہیں انہیں جابلوں کے پیشوا سے زیادہ کوئی

مقام نہیں دیتے۔

انسائیکلو پیڈیا کے ایک ڈائریکٹر کو کہا گیا کہ اس میں مولانا احمد رضا خاں کا کسی اچھے پیرایہ میں بھی ذکر آنا چاہئے تو انہوں نے کہا کہ اس پر کوئی غیر جانبدار شہادت نہیں ملتی۔ ان کا کوئی اپنا معتقد ہی اس پر کچھ لکھے تو لکھے عام اہل علم تو انہیں مانتے تک نہیں اس پر پروفیسر مسعود نے کہا ان پر میں لکھتا ہوں میرے نام سے انہیں انسائیکلو پیڈیا میں جگہ دینے پر تو آپ کو کوئی اعتراض نہ ہونا چاہئے۔

سواس میں کوئی تردید نہیں رہتا کہ بریلویت خود مولانا احمد رضا خاں کی زندگی میں ہی انحطاط پذیر ہو چکی اور اب یہ صرف ایک لکیر ہے جس پر یہ جہالت پسند طبقہ خراماں و نازاں چلا آ رہا ہے۔

ہم نے سر راہ بریلویت کو دیکھا ہے مولانا احمد رضا خاں کی خلاف تہذیب اور گھٹاؤ کی تحریرات کو دیکھنا کوئی آسان کام نہ تھا تاہم اس سے وقت کی ایک متوازی تحریک کا کچھ مطالعہ ضرور ہو گیا ہے یہ مطالعہ بریلویت ہے رد بریلویت نہیں محض بریلویت کی ایک تصویر ہے۔ ہم نے اپنا حاصل مطالعہ ان آٹھ جلدوں میں ہدیہ قارئین کر دیا ہے۔

بریلویت پر گزرے ایک سوسال

بریلویت اپنی ابتدا میں تو محض چند جھوٹے الزامات اور علماء اہل سنت کی چند عبارات کی تحریف کا نام تھا بریلویت اس پہلو سے تو ابتدا میں ہی دم توڑ گئی تھی علمائے حرمین کی حق پسندی سے حسام الحرمین کا طلسم ٹوٹا اور علمائے دیوبند کے عقائد ائمہ کے نام سے برسر عام آ گئے لیکن اس رستے کے راہی انگریز حکومت کے زیر سایہ اپنی علیحدہ جماعت بندی پر مجبور تھے اہل سنت مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کرنا انگریز حکومت کی ایک مجبوری تھی اور وہ اپنی اس پالیسی سے ہٹ نہ سکتی تھی۔

مولانا احمد رضا خاں نے الزامات میں اپنے کو ناکام ہوتے دیکھا تو انہوں نے اپنے چند عقائد کو ایک نئی تزیین دی اس پر ان کے عقائد محسوس وجود میں آئے۔ تاہم کہیں کہیں انہوں نے صحیح عقائد کی بات بھی کر دی سوان کے ان نئے عقائد کو بھی مسلمانوں نے زیادہ تر لفظی نزاع سمجھا۔ اور مولانا احمد رضا خاں حقیقی طور پر اہل سنت کو دو حصوں میں تقسیم نہ کر سکے ہم ان عقائد محسوس کا ذکر اس کتاب کی پانچویں

جلد میں کرائے ہیں جن سے عام طور پر بریلوی پہچانے جاتے ہیں۔ بعد ازاں ان لوگوں نے اپنے عوام کو علمائے دیوبند سے دور رکھنے کے لئے عملی بدعات کی ایک لمبی فہرست مہیا کر دی اور ان کو ان بدعات پر لگادیا تاکہ یہ ہمیشہ دوسرے عام مسلمانوں سے اپنے آپ کو جدا سمجھیں۔ ہم اس کتاب کی جلد ششم میں ان بدعات کا بھی کچھ ذکر کرائے ہیں ہماری اسی جدوجہد کا نتیجہ یہ ہے کہ اب ان کے علماء ان بدعات پر زیادہ مصر نہیں رہے ہاں بریلوی عوام ان بدعات کے رسیا ہو کر اہل سنت سے پوری طرح جدا ہو چکے ہیں پھر بھی عام مساجد میں یہ سب لوگ اکٹھے نماز پڑھتے دکھائی دیں گے۔ یہ صورت حال بتاتی ہے کہ بریلویت اپنے مقاصد میں اب دم توڑ چکی ہے اور عام پڑھا لکھا طبقہ کبھی ان دو حلقوں میں کوئی بنیادی اختلاف محسوس نہیں کرتا۔ مطالعہ بریلویت ان دونوں کو اور قریب کرنے کے لئے ایک تاریخی اور مصلحانہ کوشش ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کا یہ گہرا مطالعہ کرنے سے طبیعت ان کے ساتھ کچھ مانوس ہو گئی ہے جب کبھی ان کی کوئی یاد دلاتی ہے ایک جلد اور بڑھ جاتی ہے۔

کبھی چھوڑی ہوئی منزل بھی یاد آتی ہے راسی کو

دیوبندی اور بریلوی حلقوں میں پھر سے اتحاد ہو جائے اور بعض مسجدوں پر بریلوی مسلک کے لگے ہوئے بورڈ یکسر اتر جائیں تو آج بھی ٹوٹا ہوا تلامہ کامل بن سکتا ہے اور اہل سنت پھر سے ایک ہو سکتے ہیں۔

عروج عالم خاکی سے انجم ہے جاتے ہیں

کہ یہ ٹوٹا ہوا تلامہ کامل نہ بن جائے

ہم انشاء اللہ العزیز اس جلد میں اس پر بحث کریں گے کہ مولانا احمد رضا خاں پر دیار عرب میں کیا گزری اس المیہ سے ہمارے قارئین بھی کافی متاثر ہوں گے ہم اس پر بھی انشاء اللہ العزیز ایک مضمون سپرد قلم کریں گے کہ مولانا احمد رضا خاں نے حرمین کا رخ کیوں کیا۔ وہ آخر حرمین کو اپنا دینی مرکز سمجھتے تھے بھی تو انہوں نے وہاں کا رخ کیا۔ اور ان حضرات کے فتوؤں کو اسلام کی سند سمجھا۔ کیا

آج بریلویوں کی حرمین شریفین سے وہ تاریخی عقیدت باقی ہے؟ ہرگز نہیں۔ بریلویت کی ان مختلف منزلوں پر بھی ہم ایک مقالہ پیش کریں گے۔ اور آخر میں ہم انشاء اللہ عزیز پوری الھند کو بھی اپنے قارئین کے سامنے لے آئیں گے جس سے بریلویوں کی سیاسی عمارت اپنی ابتدا میں ہی دھڑام سے نیچے آگری تھی۔

یہ وہ سوالات تھے جو علماء دیوبند سے کئے گئے تھے

- ۱۔ حضور ﷺ (کے روضہ) زیارت کے لئے سفر کر کے جانا کیسا ہے؟
 - ۲۔ اس سفر میں زیارت کی نیت کرے یا مسجد نبوی کی حاضری کی بھی نیت کر لے؟
 - ۳۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد اپنی دعاؤں میں حضور ﷺ کا وسیلہ لینا کیسا ہے؟
 - ۴۔ سلف صالحین سے انبیاء یا صدیقین سے یا شہداء و صالحین سے توسل لینا کیسا ہے؟
 - ۵۔ حضور ﷺ کی قبر میں حیات کیا عام مسلمانوں کی طرح صرف برزخی ہے؟
 - ۶۔ حضور کی مسجد میں دعا کرنے والا کیا روضہ مبارک کی طرف منہ کر سکتا ہے؟
 - ۷۔ حضور ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنا اور دلائل الخیرات پڑھنا کیسا ہے؟
 - ۸۔ ائمہ اربعہ کی تقلید کرنا کس درجے میں ہے مستحب ہے یا واجب؟
 - ۱۰۔ ائمہ اربعہ میں سے تم (اے علماء دیوبند!) کس کی تقلید کرتے ہو؟
 - ۱۱۔ مشائخ کی بیعت اور صوفیہ کرام کے اختیار کردہ آداب بجالانا کیسا ہے؟
 - ۱۲۔ شیخ محمد بن الوحاب کی طرح کیا تمہارا مسلک بھی پہلوں کو برا کہنا ہے؟
 - ۱۳۔ کیا تم استواء علی العرش میں اللہ کے لئے جہت اور مکان کے قائل ہو؟
 - ۱۴۔ استواء سے استیلاء مراد لینا اور یہ سے قدرت مراد لینا کیسا ہے؟
 - ۱۵۔ کیا تم کائنات میں سے کسی کو حضور اکرم ﷺ سے افضل مانتے ہو؟
 - ۱۶۔ جو شخص خاتم النبیین کے بعد کسی کو نبوت ملنا جائز سمجھے وہ کیسا ہے؟
- اور کیا تم میں سے کسی نے کہا ہے کہ کوئی اور نبی بھی پیدا ہو سکتا ہے؟

یہ سولہ سوالات عربی میں کئے گئے اور حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری نے ان کے عربی میں جوابات دیئے ہم انہیں عربی میں مع ترجمہ اردو ہدیہ قارئین کریں گے ان پر پچیس ۲۵ علماء دیوبند کی تصدیقات بھی عربی میں ہیں۔ ضرورت ہے کہ یہ پوری کتاب ہر صاحب علم کے پاس رہے تاکہ کوئی مفتری ان علماء اہل سنت کے بارے میں کوئی بدگمانی پیدا نہ کر سکے۔

ہم ان بریلوی علماء کے بھیم قلب شکر گزار ہیں جنہوں نے مطالعہ بریلویت کی چھٹی جلد کی آخری بحث کو کہ مساجد میں اس طرح محافل نعت نہ لائی جائیں کہ وہاں سنجیدہ علمی مجالس دب کر رہ جائیں یہاں تک کہ دور سے آنے والے نمازی اپنی نماز بھی اطمینان سے نہ پڑھ سکیں۔ اپنے ہاں پذیرائی دی۔ یہ مطالعہ بریلویت کی کامیابی کا ایک اہم نشان ہے بریلویوں کے بصیر پور کے ماہنامہ نور الحیص میں ۱۳۲۲ھ کی ماہ صفر کی اشاعت میں یہ مضمون شائع ہوا۔

محافل نعت..... یا سنجیدہ علمی مجالس کے خلاف سازش

یہ خود ایک بریلوی حلقے کا ان محافل نعت کے خلاف ایک احتجاج ہے جو ان دنوں آہستہ آہستہ ان کے وجوب کے درجہ کو پہنچ رہا ہے۔

ہم آگے کہیں بریلویوں کا یہ پورا مضمون بھی ہدیہ قارئین کریں گے ہم نے مطالعہ بریلویت میں بھی تو یہی کچھ کہا تھا کہ شرک و بدعت ہمیشہ محبت و عقیدت کی راہ سے ہی داخلہ لیتے ہیں۔ جاہل نعت خواں نہیں جانتے کہ وہ نعت کی لہروں میں کہاں کہاں ایمان کی دولت کھو بیٹھتے ہیں۔ ہم محافل نعت کے خلاف نہیں لیکن اپنے قارئین کو ان خطروں سے آگاہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں جو یہ نعت خواں شریعت کی حدود میں نہ رہ کر تقریباً ہر محفل نعت میں پیدا کر دیتے ہیں۔ ان خطروں سے تحفظ کی بس ایک ہی راہ ہے کہ پڑھنے اور سننے والے اپنے عقیدہ توحید میں راسخ الاعتقاد ہوں۔ اولیاء کرام کی منقبت کی بھی ایک حد ہے کہ کہیں انہیں انبیاء کے درجہ میں نہ لے جائیں۔ نعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ایک حد ہے کہ کہیں آپ کو خدا کے درجے میں نہ لے جائیں۔

بریلوی نعت رسالت میں کس طرح افراط کی حدیں عبور کر گئے

ہمیں چاہئے کہ منقبت رسالت میں کہیں اس طرح آپے سے باہر نہ ہو جائیں کہ نعت کہنے والے کو خالق اور مخلوق میں کوئی فاصلہ ہی نظر نہ آئے اور وہ بے خودی میں یہاں تک کہہ دے۔

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
افسوس کہ حضور کو مالک یوم الدین کے درجے میں لانے کے لئے یہاں تک کہہ دیا گیا۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب

فرق محبوب و محبت میں نہیں تیرا میرا

جب کسی مذہب میں افراط اس درجے میں آجائے کہ وہ خالق و مخلوق اور مالک و مملوک میں کوئی فرق نہ رکھ سکیں تو پھر یقین کیجئے کہ آخرت میں آگ کبھی ان کے سر سے نہ بھگی۔

ہم اس پر اس مقدمہ کو ختم کرتے ہیں اور مطالعہ کی جلد ہفتم کا آغاز کرتے ہیں۔ ہم پہلے یہاں مطالعہ جلد ہفتم کا ایک باب تلخیصاً پیش کرتے ہیں تاکہ ماقبل سے پھر ایک رابطہ ہو جائے اور یہ بات مزید نکھرے کہ غیر آبادی علماء ہرگز مولانا احمد رضا خاں کے ہم خیال نہ تھے پھر یہ مضمون سمجھنے میں بہت مدد ملے گی کہ مولانا احمد رضا خاں علماء حجاز کی نظر میں کیا ٹھہرے۔

وما توفیقی الا باللہ و علیہ توکلت و الیہ انیب

اللہ بس و ما ہی ہوں

مولف عفا اللہ عنہ

حال وارد پاکستان

خیر آبادی علماء بریلوی عقائد کے نہ تھے

الحمد لله و سلام على عباده الذين اصطفى اما بعد

بریلویت اپنے آپ کو خیر آبادی علماء کا وارث قرار دیتی ہے یہ محض اس لئے کہ مولانا فضل حق خیر آبادی کے مولانا اسلمیل شہید سے مسئلہ اقتناع نظیر پر کچھ علمی اختلافات ہوئے تھے لیکن یہ درست نہیں کہ مولانا فضل رسول بدایونی یا مولانا احمد رضا خاں مولانا فضل حق خیر آبادی کے علمی وارث ہوئے اس باب میں اس موضوع کی کچھ تخصیص پیش کرتے ہیں اس کے بعد دوسرے باب میں اس پر بحث ہوگی کہ مولانا احمد رضا خاں پر دیار عرب میں کیا گزری۔ ہم ساتویں جلد میں علامہ معین الدین اجمیری خیر آبادی کی کتاب تجلیات انوار المعین جو انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے خلاف لکھی پوری پیش کر آئے ہیں ہم اس باب میں مولانا احمد رضا خاں کے کردار پر کچھ گفتگو کرتے ہیں کہ انہوں نے جس طرح محدثین دہلی اور علماء دیوبند پر جھوٹے الزامات لگائے اور انگریزی عملداری میں پاک و ہند کے اہل سنت میں ایک تفرقے کے لئے تاریخی بنیادیں مہیا کیں اور اپنی تصدیق کے لئے علماء حرمین مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے بھی استفسار چاہا۔ اور ایک تکفیری دستاویز تیار کر کے جاز پینچے۔ ان پر کیا گزری۔

ملک کے اندر انہوں نے مولانا فضل حق خیر آبادی سے نسبت قائم کرنے کی بات کی اور اب تک ان کے پیرو مولانا فضل حق کے واسطے سے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تک پہنچتے ہیں۔ ہم مطالعہ بریلویت کی ساتویں جلد میں خیر آبادی سلسلہ کے مقتدر عالم مولانا معین الدین اجمیری کی دو کتابیں (۱) القول الاظہر (۲) اور تجلیات انوار المعین۔ جو انہوں نے خاص مولانا احمد رضا خاں کے رد میں لکھیں۔ ہدیہ قارئین کر آئے ہیں۔ جو شخص بھی ان کا مطالعہ کرے گا وہ اس حقیقت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ بریلویوں نے غلط طور پر اپنے آپ کو مولانا فضل حق خیر آبادی کا وارث قرار دے رکھا ہے اور اس طرح وہ اپنے تاریخی جھوٹوں میں ایک اور جھوٹ کا اضافہ کئے ہوئے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کا صرف علماء دیوبند سے ہی اختلاف نہ تھا خیر آبادی علماء بھی ہرگز بریلویت پر نہ تھے۔ ہندوستان میں جتنے بھی علماء کے حلقے تھے ان میں بدایوں کے علماء کے سوا کسی نے مولانا احمد رضا خاں کا ساتھ نہ دیا تھا۔ اور علماء بدایوں سے بھی وہ کہاں تک بھٹک سکے۔ اس کے لئے یہی کہنا کافی ہے کہ علماء بدایوں سے ان کا اختلاف عدالت تک پہنچ گیا تھا۔ سو علماء برصغیر کا کوئی گروہ ایسا نہ ملے گا جس سے مولانا احمد رضا خاں نے اختلاف نہ کیا ہو۔

علماء فرنگی محل، علماء رامپور، علماء لکھنؤ، علمائے دہلی، علمائے علی گڑھ میں سے کسی نے علماء دیوبند کی مخالفت میں ان کا ساتھ نہ دیا تھا اور آپ بھی آخر عمر میں اس اختلاف کو چھوڑ بیٹھے تھے۔ تاہم جو طلبہ ان تاریخی حقائق میں جانا چاہتے ہیں ان کے لئے ہم ان کے اور خیر آبادی علماء کے تاریخی فیصلے پھر سے مدیہ قارئین کئے دیتے ہیں:-

ہندوستان میں خیر آبادی علماء کی معقولات میں دور دراز تک شہرت تھی اور محدثین دہلی پورے ہندوستان میں علم قرآن، علم حدیث اور علم فقہ کے امین سمجھے جاتے تھے۔ مولانا حالی محدثین دہلی کو ہندوستان میں اسلام کا قلعہ کہتے تھے ان کا دہلی کے جہاں آباد کو سلام عقیدت ملاحظہ ہو:-

اے جہاں آباد اے اسلام کے دارالعلوم اے کہ تھی علم و ہنر کی تیرے ایک عالم میں دھوم تھے ہنر و تجھ میں اتنے جتنے گردوں پر نجوم تھا افاضہ تیرا جاری ہند سے تا شام و روم
زیب دینا تھا لقب تجھ کو جہاں آباد کا

نام روشن تجھ سے تھا غرناطہ و بغداد کا

علماء کے اختلافات صرف علمی حد تک محدود رہتے ہیں

معقول و منقول کے کچھ ظاہری تضاد میں مولانا فضل حق خیر آبادی اور مولانا سلیمان شہید میں امتناع نظیر کے مسئلہ میں اختلاف چلا۔ یہ کوئی ضروریات دین کا اختلاف نہ تھا۔ اور جس طرح بڑے علماء اختلاف کو ہمیشہ اس کے اپنے درجے پر رکھتے ہیں۔ اور وہ ہر اختلاف میں کفر و اسلام کے فاصلے قائم نہیں کرتے۔ مولانا سلیمان شہید اور مولانا فضل حق خیر آبادی نے بھی اپنے اس اختلاف کو صرف

ایک علمی اختلاف کے درجہ پر رکھا تھا اور اسے اس کی حد سے آگے نہ بڑھایا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں بزرگوں کے درجے اور بڑھائے۔ اس وقت دونوں اپنے خیمے جنت میں لگائے ہوئے ہیں۔ مولانا فضل حق خیر آبادی نے اپنے موقف کی حمایت میں جو نکات اٹھائے شاہ محمد اٹحق کے ایک شاگرد مولانا سید امیر احمد سہوانی (۱۳۳۵ھ) نے نقض الا باطل فی الذب عن الشیخ اسماعیل میں ان سب کے جوابات دیئے اور معاملہ ٹھنڈا پڑ گیا مولانا فضل حق نے مولانا اسماعیل کی شہادت پر جو بیان دیا اس سے پتہ چلتا ہے کہ خیر آبادی علماء ہرگز بریلوی عقائد کے نہ تھے۔ اور ان کا مولانا اسماعیل شہید سے فاصلہ کوئی قطعی درجے کا نہ تھا۔

لیکن افسوس کہ مولانا احمد رضا خان نے ان کے ان اختلافات کو بہانہ بنا کر ایک پوری فرقہ بندی ترتیب دے دی۔ اور اپنے آپ کو مولانا فضل حق خیر آبادی سے غلط طور پر نسبت کیا، اس سے اب انہیں محدثین دہلی کے سلسلہ سے استفسار کی ضرورت نہ رہی انہوں نے حضرت شاہ عبدالعزیز کے بعد شاہ محمد اٹحق اور اس سلسلہ کے جملہ محدثین سے ٹکر لے لی اور ان کے پیرو آج تک اس لکیر کو پٹیتے چلے آ رہے ہیں۔ بریلوی علماء کی مولانا فضل حق سے عقیدت ملاحظہ ہو:-

ماہنامہ المیزان، بمبئی کے احمد رضا نمبر میں ہاشمی میاں کچھوچھوی کا یہ بیان دیکھئے:

حضرت علامہ (فضل حق خیر آبادی) اور آپ کے تمام ساتھی سنی بریلوی علماء نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ (ماہنامہ المیزان، بمبئی۔ احمد رضا نمبر ص ۳۸)

بریلویوں کو آزادی ہند کی تحریک میں داخل کرنے کے لئے یہ مکاری کا جالا بنا جا رہا ہے؟ محض اس لئے کہ کسی طرح مولانا احمد رضا خاں سے پروبرٹس ہونے کا لیبل اتاراجا سکے یا درہے کہ جس وقت مولانا فضل حق نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا تھا اس وقت مولانا احمد رضا خاں پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ نہ سنی بریلوی علماء کے نام سے اس وقت کوئی گروہ علماء موجود تھا۔

پھر اس امام احمد رضا نمبر کے آخری صفحہ پر ماہنامہ المیزان کا یہ اعلان بھی قابل مطالعہ ہے۔

اس اعلان پر ۲۶ مارچ ۱۹۷۶ء کی تاریخ درج ہے اب ہم ۱۹۹۹ء سے گزر رہے ہیں۔ بریلویوں کے اس اعلان کو پانچ ۲۲ سال ہو گئے مگر وہ علامہ فضل حق نمبر ہم نے کہیں نہیں دیکھا۔ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ علامہ فضل حق کے یہ جعلی وارث ابھی تک انہیں بریلوی قالب میں نہیں لائے۔ اور نہ وہ کبھی انہیں بریلوی عقائد کا ثابت کر سکیں گے۔ مولانا اسماعیل کی شہادت پر انہوں نے جو بیان دیا وہ تاریخ کے اندھیروں میں روشنی کا مینار ہے پیر مہر علی شاہ صاحب بھی اسی لئے ان دونوں بزرگوں کو اللہ کے ہاں اجر یافتہ کہتے تھے۔

ہم مطالعہ بریلویت کی ساتویں جلد میں خیر آبادی سلسلہ کے نامور عالم مولانا معین الدین چشتی اجیری کی دو کتابیں (۱) القول الاظہر اور (۲) تجلیات، ہدیہ قارئین کر آئے ہیں۔ جو انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے رد میں لکھیں اور انہوں نے خاں صاحب کو اس طرح بے نقاب کیا ہے کہ شاید آج تک بریلویت کے کسی مخالف نے ان کی اتنی توضیح نہ کی ہوگی۔

ان مولانا معین الدین اجیری کا تعارف بریلویوں کے مذکورہ بالا المیران بمبئی امام احمد رضا نمبر میں اس طرح دیا گیا ہے۔

شمس العلماء حضرت مولانا معین الدین اجیریؒ

حضرت مولانا معین الدین اجیری بھی انگریزوں کی مخالفت میں اور برطانوی استبداد سے مسلمانوں کی آزادی میں مولانا فضل حق مرحوم کی تحریک آزادی کے ممتاز رہنما تھے۔ مولانا مرحوم کا جو عزم جہاد انگریزوں کے خلاف تھا۔ وہ آپ کی گرانقدر کتاب ہنگامہ اجیر سے ظاہر ہے (المیران ص ۳۹۶) انہیں مولانا معین الدین اجیری نے اپنی کتاب تجلیات انوار الحقین میں مولانا احمد رضا خاں کو ایک پہلو سے مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ رکھا ہے اور اسے آپ مطالعہ بریلویت کی ساتویں جلد میں دیکھ آئے ہیں۔

اب چہ شتر اس کے کہ ہم ثابت کریں کہ مولانا احمد رضا خاں کا کوئی اعتقادی رشتہ مولانا فضل حق خیر

آبادی سے نہ تھا ہم پہلے خیر آبادی علماء کا ایک مختصر علمی شجرہ ہدیہ قارئین کئے دیتے ہیں۔ اس ترتیب سے مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں خیر آبادی علماء کے خیالات معلوم کئے جاسکتے ہیں۔

خیر آبادی علماء کا ایک مختصر علمی شجرہ

- ۱۔ مولانا فضل امام خیر آبادی
- ۲۔ مولانا فضل حق خیر آبادی
- ۳۔ مولانا عبدالحق خیر آبادی (۱۳۱۸ھ)
- ۴۔ مولانا معین الدین اجیری (۱۳۵۹ھ)
- ۵۔ مولانا برکات احمد بن دائم علی (۱۳۷۷ھ)

۶۔ حکیم محمود احمد برکاتی (کراچی) مؤلف حیات شاہ محمد الحق محدث دہلوی
مولانا فضل رسول بدایونی اور مولانا احمد رضا خاں حضرت شاہ محمد الحق پر بھی اسی طرح برستے رہے اور ان کے خلاف کتابیں لکھتے رہے۔ جس طرح وہ مولانا اسطغیل کے خلاف لکھ لئے پہلوان کا کردار ادا کرتے رہے تھے۔ اب ان خیر آبادی حضرات کا حیات شاہ محمد الحق جیسی کتابیں لکھنا تھاتا ہے کہ یہ حضرات ہرگز بریلوی عقائد کے نہ تھے۔ نامناسب نہ ہوگا کہ آپ ان حضرات سے شروع سے کچھ تعارف کرتے چلیں۔

مولانا فضل امام خیر آبادی

سید قاسم محمود انسٹیکو پیڈیا آف اسلام میں مولانا فضل امام کے ذکر میں لکھتے ہیں :-
پہلے ہندوستانی مسلمان تھے جن کو ایسٹ انڈیا کمپنی نے دہلی کے مفتی اور صدر الصدور کا منصب دیا تھا ۱۸۶۷ء میں آپ اس عہدہ سے الگ ہو گئے اور ان کے تلمیذ خاص مفتی صدر الدین آزر دہ ۱۸۸۵ء صدر الصدور کے منصب پر فائز ہوئے۔

یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ ۱۸۶۷ء میں خود برطانیہ کے اس اتحاد سے نکلے تھے ایسا ہوتا تو ان کے خاص شاگرد کبھی اس منصب پر نہ آتے۔ اور پھر ان کے بیٹے مولانا فضل حق خیر آبادی کبھی کبھار دہلی کے

سررشتہ دار کی حیثیت سے انگریزی ملازمت قبول نہ کرتے۔ اسی انسائیکلو پیڈیا کے اگلے صفحہ پر مولانا فضل حق کے تذکرہ میں ہے:-

ایسٹ انڈیا کمپنی کے دور میں کشتوردہلی کے سررشتہ دار کی حیثیت سے ملازم رہے (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ص ۱۱۶۶)

مولانا فضل حق نے جب مولانا اسماعیل شہید کی مخالفت سے رجوع کیا تو انگریز آپ سے ناراض ہو گئے تاہم یہ سعادت آپ کے نام لکھی تھی کہ آپ مجاہد فی سبیل اللہ مولانا اسماعیل شہید کی مخالفت سے رجوع کریں۔ اور علماء بدایوں کا ساتھ نہ دیں گے۔ آپ طلبہ کو پڑھا رہے تھے کہ آپ نے بالا کوٹ میں مولانا اسماعیل شہید کے شہید ہونے کی خبر سنی آپ نے سبق پڑھانا چھوڑ دیا اور فرمایا:-

اسماعیل کو ہم مولوی ہی نہیں مانتے تھے۔ وہ امت محمدیہ کا حکیم تھا کوئی شے ایسی نہ تھی جس کی انیت اور لمیت اس کے ذہن میں نہ ہو۔ امام رازی نے اگر حاصل کیا تو دو درجہ پر غرور کھا کر اور اسماعیل نے محض اپنی قابلیت اور استعداد خدا داد سے (الحیاء ص ۱۱۰)

مولانا امیر شاہ خاں مفتی عنایت اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ مولانا خیر آبادی سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا:-

مجھ سے سخت غلطی ہوئی کہ میں نے مولوی اسماعیل صاحب کی مخالفت کی وہ بے شک حق پر تھے اور میں غلطی پر تھا۔ مجھ پر جو مصیبت پڑی ہے۔ یہ میرے اپنے اعمال کی سزا ہے۔ (امیر الروایات ص ۱۶)

وہ غلطی کیا تھی جو مولانا سے سرزد ہوئی تھی وہ انگریزوں سے تعلقات تھے بریلوی اسی پہلو سے اپنے آپ کو مولانا فضل حق کا پیرو کہتے ہیں لیکن ان کا یہ زعم درست نہیں یہ اس لئے کہ وہ تو اپنے اس اساسی موقف سے رجوع کر چکے تھے۔ مولانا نے جب حق کی طرف رجوع فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حق گوئی کا یہ ثمرہ دیا کہ ان کے بیٹے مولانا علامہ عبدالحق خیر آبادی نے مولانا اسماعیل کی مخالفت کو جو علماء بدایوں رد و ہابہ کے نام سے کر رہے تھے ایک خطبہ کا نام دیا۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب جب منطق پڑھنے کے لئے حضرت علامہ عبدالحق کی خدمت میں حاضر

ہوئے تو ان کی جملہ اوقات ان سے ہوئی اس کا ذکر بریلویوں کے ماہنامہ المیزان کے امام احمد رضا نمبر میں اس طرح ہے:-

(مولانا عبدالحق نے) پوچھا بریلی میں آپ کا کیا شغل ہے؟ فرمایا تدریس و تصنیف اور افتاء پوچھا کس فن میں تصنیف کرتے ہو؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا جس مسئلہ و بیہ میں ضرورت دیکھی اور رد و حابیہ میں۔ علامہ نے فرمایا آپ بھی رد و حابیت کرتے ہیں۔ ایک وہ ہمارا بدایونی خطبی ہے کہ بروقت اسی خط میں بتلا رہتا ہے۔ (المیزان احمد رضا نمبر ص ۳۳۲)

یہ مولانا فضل رسول کے بیٹے مولانا عبد القادر بدایونی کی طرف اشارہ تھا جو دن رات بغیر سوچے کہ ہندوستان میں شیخ محمد بن عبد الوہاب کہاں سے آنکے کہ یہ لوگ رد و حابیہ میں لگے رہتے تھے۔ یہ بات سوچنے کی ہے حالانکہ اس وقت تک ہندوستان میں کوئی وہابی نہ آیا تھا۔ کہ اس سے کئی فترتے کی ابتداء کی جاسکے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ علامہ عبدالحق خیر آبادی کے نزدیک مولانا عبد القادر بدایونی ہوں یا احمد رضا خاں بریلوی یا کوئی اور جو ہندوستان میں شیخ محمد بن عبد الوہاب کے آنے اور وہابیت لانے کا دعویٰ کرے ایسا شخص علامہ عبدالحق کی نظر میں ایک خطبی سے زیادہ کسی بڑی پوزیشن میں نہیں آسکتا تھا۔

علامہ عبدالحق کو مولانا اسماعیل اور اپنے باپ مولانا فضل حق کے اختلاف کا بھی علم تھا۔ اگر وہ اختلاف مخالفت کے درجے کا ہوتا تو علامہ عبدالحق احمد رضا خاں کے اس جواب سے خوش ہوتے معلوم ہوا ان کے ہاں یہ اختلاف محض ایک علمی درجے کا تھا۔ وہی مخالفت جو اس وقت علماء بدایوں نے کرادی تھی اس میں مولانا فضل حق خود اپنی غلطی کا اقرار کر چکے تھے۔ اور اب ان کا دل مولانا اسماعیل شہید کے بارے میں بالکل صاف تھا۔

اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ مولانا احمد رضا خاں کی مولانا فضل حق خیر آبادی سے ہرگز کوئی علمی نسبت نہ تھی اور نہ مولانا احمد رضا خاں ان کے عقیدے کے تھے یہی وجہ ہے کہ آج بریلوی علامہ عبدالحق خیر آبادی کو بھی اہل سنت میں سے نہیں سمجھتے۔

ایک سوال: جس طرح بریلوی دیوبندیوں کے خلاف ہیں اسی طرح وہ خیر آبادی حضرات کے بھی خلاف ہیں وہ انہیں بھی اہل سنت میں سے نہ سمجھتے تھے۔

مولانا احمد رضا خاں مولانا علامہ عبدالحق خیر آبادی کو اہل سنت میں سے سمجھتے تھے یا نہیں اس کے لئے مولانا احمد رضا خاں کا وہ جواب ملاحظہ فرمائیں جو آپ نے ان سے منطق نہ پڑھ سکنے کے بارے میں دیا آپ نے کہا:-

آپ کی باتوں کو سن کر میں نے پہلے ہی فیصلہ کر لیا ہے کہ ایسے شخص سے منطق پڑھنی اپنے علماء اہل سنت کی توہین ہے۔

اس میں اس بات کا صاف اقرار ہے کہ وہ خیر آبادی علماء کو علماء اہل سنت میں سے نہیں سمجھ رہے۔ اس کا نتیجہ یہ رہا کہ مولانا احمد رضا خاں پھر ساری عمر کہیں منطق نہ پڑھ سکے۔ فتویٰ نویسی کا کام آپ نے درسی کتابوں کی تکمیل کے بغیر ہی شروع کر دیا تھا۔ ایسا نہ ہوتا تو ان کے فتاویٰ عام لوگوں میں ضرور مقبول ہوتے۔

علامہ عبدالحق خیر آبادی کے شاگردوں میں مولانا علامہ معین الدین اجمیری نے زیادہ شہرت پائی آپ سے مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کو کافر کہنے کی گزارش کی آپ نے اسے یکسر ٹھکرا دیا۔ اور علماء دیوبند کو برسر عام مسلمان کہا۔ آپ نے جس طرح تجلیات انوار المعین میں مولانا احمد رضا خاں کی گت بنائی ہے یہ شاید ہی آپ کو کسی دوسری کتاب میں ملے۔ علامہ عبدالحق خیر آبادی کے دوسرے نامور شاگرد مولانا برکات احمد ٹوکنی تھے مولانا برکات احمد پر ان کے پوتے مولانا حکیم محمود احمد برکاتی نے برکات احمد کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔

مولانا برکات احمد مولانا دائم علی کے بیٹے تھے آپ ۱۳۹۹ء میں ٹوکن میں پیدا ہوئے صحاح ستہ مولانا ایوب بن قمر الدین پھلتی سے پڑھیں۔ آپ غیر مقلدین کے سخت خلاف تھے تصوف میں آپ کی کتابیں الانہار الاربعہ فی التصوف اور القول الضابط فی تحقیق الوجود الرباط بہت مشہور ہیں آپ نے جامع ترمذی پر بھی ایک حاشیہ لکھا ہے آپ کے والد گرامی مولانا حکیم دائم علی

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے مخلص احباب میں سے تھے حکیم دائم علی ایک دفعہ اپنے بیٹے مولانا برکات احمد کو مولانا محمد قاسم کی زیارت کے لئے دیوبند لے گئے تھے۔ مولانا برکات احمد نے یہ قصہ اپنے بیٹے مولانا حکیم محمود احمد کو اس طرح سنایا:-

”والد ماجد (مولانا حکیم دائم علی ۱۳۲۵ھ) مولانا محمد قاسم کے خواجہ تاش تھے (مولانا حضرت حاجی صاحب کے خلیفہ تھے) اسی لئے ایک بار مجھے ان سے ملانے کے دیوبند لے گئے۔ جب ہم پہنچے تو مولانا محمد کی مسجد میں سو رہے تھے۔ مگر اس حالت میں ان کا قلب ذکر تھا اور ذکر بھی بالبحر کر رہا تھا۔“ یہ مولانا حکیم محمود احمد صاحب برکاتی مولانا اسماعیل شہید کے بارے میں اچھا اعتقاد رکھتے ہیں آپ ایک جگہ لکھتے ہیں:-

”شاہ محمد اسماعیل جید عالم تھے۔ ان کے ذہن میں حدت تھی حافظ قوی تھا علوم مختصر تھے۔ دماغ نکلتے رس تھا۔ بلند کردار اور متقی تھے اور ان کی پوری زندگی اخیار و صلحاء کی سی زندگی تھی۔ اپنی جان تو انہوں نے اس شان سے جان آفریں کے سپرد کی اور اس ذوق و شوق سے لیلائے شہادت کو لبیک کہا کہ ہر مومن کے دل سے آواز آتی ہے۔“ (یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں ہرگز خیر آبادی علماء کے ہم مسلک نہ تھے خیر آبادی علماء، علماء دیوبند سے کوئی زیادہ فاصلے پر نہ تھے یہ علماء دیوبند کو اہل سنت والجماعت میں سے سمجھتے تھے خیر آبادی علماء مولانا اسماعیل کو شہید فی سبیل اللہ سمجھتے ہیں۔ اور سکھوں کو برا سمجھتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں ان سکھوں کو اہل خیر میں سے سمجھتے تھے۔ جنہوں نے مولانا اسماعیل کو بانا کوٹ میں شہید کیا۔ مولانا احمد رضا خاں کا یہ شعر ملاحظہ فرمائیں:-

وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب ذبح و شہید کا

وہ شہید لیلائے نجد تھا وہ قتل تیغ خیار ہے

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کس طرح کھلے طور پر سکھوں کو اہل خیر میں سے سمجھتے تھے۔

2 اس تفصیل کی روشنی میں یہ کہنا کہ بریلویت خیر آبادی علماء کے سائے میں آگے بڑھی ہے۔ یہ ایک بڑا

تاریخی جھوٹ ہے اور اس کا درجہ ان جھوٹوں سے کسی درجہ کم نہیں جو مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کے خلاف گھڑے اور انہیں بیک وقت اسلام سے باہر لاکھڑا کیا۔

مولانا فضل امام خیر آبادی کے شاگرد صدر الصدور مفتی صدر الدین آزرہ (۱۲۸۵ھ) میں مولانا اسماعیل شہید کے بارے میں کیا رائے رکھتے تھے۔ اسے بھی ملاحظہ فرمائیں:-

مولوی اسماعیل کو ایسا دیکھا کہ پھر کسی کو ایسا نہ دیکھا یہ لوگ ان میں سے ہیں جن کے بارے میں حق سبحانہ و تعالیٰ نے پ ۴ آل عمران میں فرمایا:

الذین قال لهم الناس ان الناس قد جمعوا لكم فاخشوهم فزادهم ايمانا و قالوا حسبنا الله (فضائل عالم باعمل ص ۵)

(ترجمہ) یہ وہ لوگ ہیں جنہیں لوگوں نے کہا لوگ تمہارے خلاف اکٹھے ہو گئے ہیں ان سے ڈرو اس چیز نے ان کے ایمان کو اور بڑھایا اور انہوں نے کہا ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔

مولانا فضل حق خیر آبادی نے جب مسئلہ امتناع الظہیر میں مولانا اسماعیل کی مخالفت کی تو اس وقت بھی مولانا فضل حق کے کئی دوسرے شاگرد (جیسے مولانا سراج الدین لکھنوی) مولانا فضل حق کے ساتھ نہ تھے۔ مولانا محمد اسماعیل کے ساتھ تھے۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ یہ ایک محض علمی اختلاف تھا یہ کوئی دو فرقوں کا اختلاف نہ تھا جیسا کہ بریلویوں نے اسے مشہور کر رکھا ہے۔

مولانا فضل حق خیر آبادی نے زمانہ اختلاف میں جو دلائل امتناع ظہیر پر دیئے تھے مولانا سید امیر احمد سہوانی (۱۳۴۵ھ) نے اس کے جواب میں ”نقض الاباطیل فی الذنب عن الشیخ لسمعیل“ لکھی۔ اور امکان و امتناع کا یہ اختلاف یکسر ٹھنڈا پڑ گیا۔ اب مولانا فضل حق خیر آبادی بھی مولانا اسماعیل کی عظمت کے اعتراف میں ان کے کسی دوسرے معتقد سے پیچھے نہ تھے۔

مولانا احمد رضا خاں سرزمین حجاز میں

الحمد لله و سلام على عباده الذين الصطفى اما بعد

ہندوستان میں علم کی مسند حضرت شاہ عبدالعزیز کے خاندان میں چلی آرہی تھی کہ انگریز اس ملک میں داخل ہوئے آپ کے دادا شاہ عبدالرحیم اورنگ زیب کے فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں شریک رہے تھے۔ سو اس خاندان کی ایک علمی وجاہت تھی۔ ہندوستان میں جہاں بھی فقہ و حدیث کا درس تھا اس میں صرف اسی خاندان کا نام چلتا تھا یہ علماء عقیدہ میں اہل سنت کا مرکز سمجھے جاتے تھے اور ان کا فتویٰ سند تھا۔ نواب صدیق حسن خان مرحوم اس گھر کو بیت علم الحنفیہ کے نام سے ذکر کرتے ہیں حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اور حضرت شاہ محمد اسحاق اسی خاندان دہلی کے چشم و چراغ تھے حضرت سید احمد شہید، حضرت شاہ عبدالعزیز کے خلیفہ تھے حضرت شاہ صاحب کے بعد آپ کے نواسے حضرت شاد محمد اسحاق آپ کے علمی جانشین بنے ہندوستان میں اس خاندان کے خلاف اولاً صرف شیعہ ریاستیں تھیں لیکن انگریزوں کے آنے پر بدایوں شہر کے اہل سنت کو بھی اس خاندان کے خلاف کر لیا گیا مولانا فضل رسول بدایونی (۱۲۷۲ھ) سے ان اختلافات کا آغاز ہوا پھر ان کے بیٹے مولانا عبدالقادر بدایونی اور بریلی کے مولانا احمد رضا خاں نے مل کر اس محاذ کو سنبھالا۔ مولانا احمد رضا خاں نے پچاس سال اس محاذ پر لگائے یہاں تک کہ ہندوستان کے اہل سنت کے دو ٹکڑے ہو گئے ان کے اختلافات کو ختم کرنے کے لئے بڑی بڑی کوششیں ہوئیں مگر افسوس کہ ان دو کے درمیان جو دیوار کھڑی ہو چکی تھی وہ ابھی تک پوری نہیں گری اور یہ صحیح ہے کہ جس تحریک کے پیچھے خود حکومت کا ہاتھ ہو وہ کبھی ٹھنڈا ہو نہیں پاتی۔

دہلی کے اس علمی خاندان کو بے وقار کرنا کوئی آسان کام نہ تھا دہلی کے یہ علماء کرام انگریزوں کے سیاسی تسلط کے حق میں نہ تھے سوا انگریزی دستبرد سے دہلی کی یہ مسند علمی اپنی جگہ پر نہ رہی اب اس

خاندان کے علمی جانشین دیوبند چلے آئے علماء دیوبند کی دوسری صف کا دور تھا کہ بریلی سے مولانا احمد رضا خاں ان کے خلاف اٹھے اور انہوں نے محسوس کیا کہ اسلامیان ہند کے دل و دماغ سے دہلی اور دیوبند کے محدثین اور فقہاء کا اثر و رسوخ ختم نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ کسی ان سے بھی بڑے مرکز کو اپنے حق میں استعمال نہ کیا جائے ان سے بڑا مرکز اسلام مکہ اور مدینہ کے علمی مراکز تھے یہ وہ ضرورت تھی جس کے لئے مولانا احمد رضا خاں سرزمین حجاز پہنچے اور وہاں پہنچ کر انہوں نے علماء دیوبند کے خلاف وہ تلوار چلائی کہ اب ہندوستان میں اہل سنت و جماعت دو حصوں میں منقسم ہو گئے اس تلوار کا نام مولانا احمد رضا خاں نے خود ”حسام الحرمین“ رکھا یعنی ”حرم مکہ اور حرم مدینہ میں سونتی گئی تلوار“ اور انہیں یہ خیال بھی نہ آیا کہ یہاں تلوار اٹھانا جائز نہیں۔ یہ ۱۳۲۳ھ کی بات ہے اب اس وقت ہم ۱۴۲۳ھ سے گزر رہے ہیں اور اب مولانا احمد رضا خاں کے اس سانحہ کو پوری ایک صدی گزر چکی ہے۔

حجاز میں پہلے سے دیوبند کے کون لوگ موجود تھے

۱۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی (۱۳۷۱ھ) کے والد ماجد مولانا سید حبیب اللہ اپنے آبائی وطن فیض آباد کو چھوڑ کر مدینہ منورہ آباد ہو چکے تھے۔ ان کے صاحبزادے حضرت مولانا سید احمد اور مولانا حسین احمد ۱۲۹۳ھ میں حج پر حجاز آئے اور مکہ اور مدینہ میں آپ کی خاصی علمی شہرت ہوئی حضرت مولانا حسین احمد اب یہاں درس و تدریس میں مصروف ہو گئے۔ اور ان کا زیادہ وقت علماء و طلبہ میں گزرتا تھا۔

۲۔ حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری ۱۳۲۳ھ میں دوسری بار سفر حج پر حجاز آئے اس سفر میں ہردوئی (ہندوستان) کے اور ایک مشہور بزرگ شاہ سران الباقین سجادہ نشین دہگاہ کرسی شریف آپ کے ساتھ تھے انہوں نے اپنے اس سفر کے حالات میں حضرت مولانا خلیل احمدؒ تفصیل سے ذکر کیا ہے ایک جگہ لکھتے ہیں:-

میں نہیں کہہ سکتا کہ اب مدینہ کس قدر آپ کا اکرام فرماتے تھے اور ہمہ وقت آپ کا درس مدینہ میں جاری رہتا تھا حتیٰ کہ جب آپ عازم حرم محترم ہوتے تھے تو طلبہ کھلی ہوئی کتابیں ہاتھوں میں لئے ہوئے

اسباق پڑھتے جاتے تھے۔ (زیارت خانہ زیارت اولیاء کاملین صفحہ ۲۳ فخر المطالع لکھنؤ طبع ۱۹۱۴ء) سو حجاز میں علماء دیوبند پہلے پہنچے ہوئے تھے مولانا احمد رضا خاں ۱۳۲۳ھ کے اواخر میں حجاز آئے انہوں نے علماء دیوبند کے خلاف علماء حجاز کو مغالطہ دینے کے لئے علماء دیوبند کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کو ملایا اور دونوں کا اکٹھا ذکر کیا تاکہ علماء کو جو نفرت مرزا غلام احمد سے ہے اس سے علماء دیوبند کے خلاف دوری پیدا کرنے کی راہ ہموار کی جائے۔ مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کی کچھ اردو عبارات اپنے مطالب کے موافق عربی ترجمہ کر کے علماء حجاز کے سامنے پیش کیں اور ان حضرات سے مشروط پیرائے میں ان کے خلاف فتویٰ کفر حاصل کیا۔ انہوں نے لکھا تھا کہ اگر ان علماء کے عقائد واقعی وہی ہیں جو سوال میں درج ہیں تو یہ لوگ واقعی کافر ہیں یہ شرطیہ پیرایہ جواب بتلاتا ہے کہ ان علماء حجاز کو ابھی تک علماء دیوبند کے عقائد و نظریات کی پوری تحقیق نہ ہو پائی تھی اور ان کے یہ جوابات سوالات کے مطابق تھے واقعات کے مطابق نہ تھے نہ علماء دیوبند کے یہ عقائد تھے حسام الحرمین میں جواب کی ایک عبارت ملاحظہ ہو:-

هذا حکم هولاء الفرق ولاشخاص ان ثبت عنہم هذه المقالات الشنیعة
(حسام الحرمین صفحہ ۲۲)

(ترجمہ) یہ حکم ہے ان فرقوں اور شخصوں کا اگر ان سے یہ شنیع باتیں ثابت ہوں۔

لفظ ”اگر“ پر دوبارہ نظر کریں اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ علماء حرمین کا یہ فتوے کفر ”اگر“ سے مشروط ہے کہ واقعی یہ عقائد کفریہ ان حضرات سے ثابت ہوں جن کی طرف انہیں نسبت کیا گیا ہے اس شرط کے ثابت ہوتے ہوئے حسام الحرمین کے ان فتوؤں کی کوئی قیمت نہیں رہ جاتی اور یہ دیکھنا پھر سے لازم ہو جاتا ہے کہ کیا یہ عقائد واقعی ان حضرات کے ہیں جن کی طرف انہیں منسوب کیا گیا ہے یا یہ صرف مولانا احمد رضا خاں کے اپنے شوق تکفیر کی چلبلاہٹ ہے جو انگریزی دور کی ایک تاریخی یاد بن کر رہ گئی ہے۔

ایک دوسرے عالم کا جواب بھی شرطیہ پیرائے میں

ایک دوسرے عالم عمر بن حمدان الحربی المالکی بھی لکھتے ہیں:

فهؤلاء ان ثبت عنهم ما ذكره هذا الشيخ من ادعاء النبوة القادياني و
انتفاض النبي صلى الله عليه وسلم من رشيد احمد و خليل احمد و اشرف
على المذكورين فلا شك في كفرهم (ايضاً صفحہ ۲۰۶)
(ترجمہ) ان لوگوں سے اگر وہ باتیں ثابت ہوں جو اس شیخ نے ذکر کیں جیسے قادیانی کا دعویٰ نبوت
اور رشید احمد اور خلیل احمد اور اشرف علی کا حضور کی تحقیض کرنا تو کچھ شک نہیں ہو سکتا ان کے کفر میں۔
مولانا شیخ احمد ابوالخیر میرداد بھی لکھتے ہیں۔

فان من قال بهذه الاقوال معتقداً لها كما هي مبسوطه في هذه الرسالة فلا
شبهة انه من الكفرة الضالين المضلين (ايضاً ص ۱۲۰)
(ترجمہ) سو جو شخص یہ باتیں ان کا اعتقاد رکھ کر کرے جیسا کہ یہ اس رسالہ میں مبسوط ہیں تو اس میں
شک نہیں کہ وہ کافروں میں سے ہے۔ جو خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والے ہیں۔
جلیل القدر مالکی عالم علامہ محمد علی بن حسنین کا جواب بھی سنئے:

فاذا هو كما قال ذلك الهمام يوجب ارتدادهم فهم يستحقون الويل (ايضاً ص ۱۲۸)
(ترجمہ) سو جب وہ بات ایسی ہی ہے جیسا کہ اس نے کہا ہے تو اس سے انہیں مرتد قرار دینا واجب
ظہر تا ہے۔ سو وہ مزاکے مستحق ہیں۔

اب مفتی حنفی شیخ صالح کمال جو مولانا احمد رضا خاں کے دوست تھے ان کی بات بھی سن لیں، لکھتے ہیں:-
ان ائمة الضلال الذين سميتهم كما قلت و مقالک فيهم بالقبول حقيق
فيهم والحال ما ذكرت ما رقون من الدين (حسام الحرمين ص ۱۴۲)
(ترجمہ) اور بے شک گمراہی کے وہ پیشوا جن کا تم نے نام لیا ایسے ہی ہیں جیسا کہ تم نے کہا تو تم نے
ان کے بارے میں جو کچھ کہا سزاوار قبول ہے وہ دین سے باہر ہیں (اور اسلام سے نکلے ہوئے ہیں)
یہاں بھی فتویٰ اسی شرط سے مشروط ہے کہ جو باتیں تم نے ان کے بارے میں کہیں قبول کی جا سکیں تو
بے شک ان پر فتویٰ کفر ہے۔

ان فتویٰ دیئے والوں میں سے ایک نے بھی نہیں لکھا کہ ہم نے علماء دیوبند کی یہ اصل کتابیں دیکھی ہیں اور ہم اردو جانتے ہیں اور ہم نے ان حوالوں کو ایسا ہی پایا ہے۔

یا یہ کہا ہو کہ ہم نے اس ترجمہ کے صحیح ہونے کی کسی دوسرے اردو دان سے تصدیق کرائی ہے اور مولانا احمد رضا خاں نے جو ترجمہ کیا ہے وہ صحیح ہے۔

جب علماء حرمین کو علماء دیوبند کی اصل کتابوں کو دیکھنے اور ان کے ترجمہ کی تصدیق حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا تو پھر ان شروط فتویٰ کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے؟ یہ اب آپ ہی سوچیں۔

شیخ توفیق شبلی کی تقریظ حسام الحرمین کی آخری تصدیق ہے انہوں نے بھی صاف لکھ دیا ہے کہ جب وہ باتیں جو ان علماء کی طرف منسوب ہیں واقعی ان میں پائی جائیں تو ان پر حکم کفر لازم سمجھا جائے۔

فاذا ثبت و تحقق ما نسب الی هؤلاء القوم و ہم غلام احمد القادیانی و قاسم النانوتوی و رشید احمد الکنکوبی و خلیل احمد الانبہتی و اشرف علی التانوی و اتباعهم مما هو مبین فی السؤال فعند ذلک یحکم بکفرهم و اجراء احکام المرتدین علیهم (حسام الحرمین ۲۳۸)

(ترجمہ) پس جب ثابت ہو جائے اور تحقیق میں آجائے کہ جو عقائد ان لوگوں کی طرف (علمائے دیوبند کی طرف) منسوب کئے گئے ہیں وہ واقعی ان کے عقائد ہیں جیسا کہ سوال میں بیان کئے گئے ہیں تو اس صورت میں ان کے کفر کا حکم کیا جائے گا اور مرتدوں کا جو حکم ہے ان پر جاری کیا جائے۔

اس آخری تقریظ نے ساری حسام الحرمین پر پانی پھیر دیا ہے اس سے پہلے کسی عالم نے جلدی میں اتنی وضاحت نہ بھی کی ہو تو یہ آخری تقریظ پہلی سب غلطیوں کو دھو گئی۔ اہل علم کے ہاں اعتبار آخری بات کا ہوتا ہے سو یہ علماء حرمین کے فتاویٰ آخر تک شروط ہی رہے۔ جس نے بھی بغیر تحقیق ان پر حکم کفر کیا یہ آخری تقریظ ان سب کو بہا کر لے گئی ہے۔ موصوف اس پر یہ شرط لگانے کی وجہ بھی بیان فرماتے ہیں۔

و انما قیدنا بالثبوت و التحقیق لان التكفير فجاجة خطر و مهابة و عرة

(ترجمہ) ہم نے ثبوت ملنے اور تحقیق ہونے کی قید اس لئے لگائی ہے کہ تکفیر ایک بڑی خطرناک راہ ہے اور ایسی راہ ہے جو بہت دشوار گزار ہے۔

یہ حضرات تو اپنے جوابات میں ان شرائط و قیود کو لانے میں اصل صورت حال کی ذمہ داری سے فارغ ہو گئے لیکن جوں جوں یہ شروط و قیود سامنے آتی رہیں ان سوالات کے مطابق واقعات ہونے کا بوجھ مولانا احمد رضا خاں پر اور بڑھتا گیا رہی یہ بات کہ خاں صاحب کو اپنے اس جملہ تکفیر کی کیا ضرورت تھی اس کے لئے اس دور کے سیاسی پس منظر اور انگریزوں کی اس پالیسی کو جاننا بہت ضروری ہے کہ رعایا کو تقسیم کرو اور اپنے ہاتھ مضبوط کرو۔

وقت کا سیاسی پس منظر

جنگ عظیم اول ۱۹۱۴ء میں شروع ہوئی علماء دیوبند کا موقف یہ تھا کہ جس طرح بھی بن آئے مسلمانوں میں خلافت ٹوٹنے نہ دی جائے سو وہ خلافت عثمانیہ کی حمایت میں کھڑے ہو گئے ترکی اس بین الاقوامی جنگ میں جرمنی کے ساتھ تھا ترک اس لئے جرمنوں کے ساتھ تھے کہ کوئی تو یورپ سے انگریزوں کے خلاف اٹھا ہے ان کے پیش نظر اصل مخالفت انگریزوں کی تھی اور ہندوستان کے مسلمان انگریزوں کو خوب سمجھتے تھے کسی مغالطے میں نہ تھے۔

دیوبندی ہندوستان میں

شیخ الہند مولانا محمود حسن تحریک خلافت کے سربراہ تھے اور خلافت عثمانیہ کو باقی رکھنے میں پورے ہندوستان کے قائم تھے ترکی دور حکومت میں آپ مکہ گئے مگر اب وہاں ترکوں کے خلاف بغاوت ہو چکی تھی اور آپ مالٹا میں قید کر لئے گئے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں خلافت عثمانیہ کے خلاف شریف مکہ کے حلیف تھے جس نے ترکوں کے خلاف بغاوت کی تھی اور خلافت کو توڑا تھا سیاسی دنیا میں اسی لئے ان کو پروپرتس کہتے تھے جرمنوں کی شکست کے ساتھ ہی ترکی خلافت ٹوٹ گئی اور مکہ میں چند دنوں کے لئے شریف کی اپنی حکومت قائم ہو گئی مولانا احمد رضا کے بیٹے مصطفیٰ رضا خاں نے شریف کے حق میں "الحجة الواہرہ مطبع حسنی بیروت ۱۳۴۲ھ" کے سرورق پر یہ الفاظ لکھے تھے:

حضرت شریف بورک فی شرفہ

(ترجمہ) شریف کے شرف میں برکتیں ہی برکتیں ہیں۔

ڈاکٹر اقبال شریف مکہ کے سخت خلاف تھے اور اس بات کو بالکل ناپسند کرتے تھے کہ انگریزوں کی حمایت میں ترکوں کی مخالفت کی جائے، مولانا احمد رضا خاں کھلے طور پر ترکوں کی مخالفت کر رہے تھے۔ اور آستانہ بریلی اس میں پیش پیش تھا اور ان کے سامنے صرف انگریزوں کا استحکام وقت کی سیاسی ضرورت تھی۔

کراچی کے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے مجلہ معارف رضا کے شمارہ ۱۴۱۳ھ میں ہے:-

امام احمد رضا خاں سے ترکی کے حکمرانوں کی حالت چھپی نہ تھی وہ اسے سلطان (جس نے غلبہ کیا ہو) تو سمجھتے تھے مگر خلافت اسلامیہ کا سربراہ ہونے کے ناطے خلیفہ المسلمین ماننے کو تیار نہ تھے شریعت اسلامیہ میں خلیفہ اسلام کے لئے شرائط ہیں (جیسے قریشی ہونا) اور اس کی اتباع و حمایت کے احکام جہاں جدا ہیں۔ (ص ۱۸۷)

اس وقت موضوع خلیفہ کا انتخاب نہ تھا کہ شرائط کی بحث چلائی جائے موضوع وقت خلافت کا تھا تھایہ خلافت اس جہت سے آئینی تھی کہ آخری عباسی خلیفہ نے خودیہ ذمہ داری آل عثمان کے سپرد کی تھی اور وہ مدت سے خلافت کا پرچم اٹھائے چلے آ رہے تھے ایسے وقت میں خلافت کی شرائط کو چھیننا ایک سیاسی کاروبار تو ہو سکتا ہے کوئی مسلمان اسے کوئی علمی خدمت نہیں کہہ سکتا۔

جب مصطفیٰ کمال نے خلافت کے خاتمہ کا اعلان کیا تو بریلویوں نے اس کا کس طرح خیر مقدم کیا اسے مجلہ معارف رضا کے مذکورہ پرچے میں ہی دیکھئے:-

ترکی کے اندر مصطفیٰ کمال نے باطل قوتوں کے خلاف آگ اور خون کے دریا عبور کرتے ہوئے ترکی کی نشاۃ ثانیہ کی بنیاد رکھ دی اور خودی خلافت کے خاتمہ کا اعلان کر دیا۔ (ایضاً ص ۱۸۷)

یہ ترکی کی نشاۃ ثانیہ کیا تھی جس کا مولانا احمد رضا خاں کے صاحبزادے خیر مقدم کر رہے ہیں یہ افواہ اور غلو اور خطبہ کو عربی سے نکالنا ہے عربوں (شریف) نے ترکوں کو عرب سے نکالا مصطفیٰ کمال

نے اپنی سیاست کی ابتدا عربی کو دین سے نکالنے سے کی۔ بریلویوں کا موقف یہی رہا تھا مصطفیٰ کمال نے آگ اور خون کے دریا کو عبور کر لیا ہے۔

ہم اس کی پوری تفصیل مطالعہ کی جلد دوم میں دے آئے ہیں یہاں بس اتنا یاد رہے کہ مولانا احمد رضا خاں اور ان کے صاحبزادوں نے جس طرح خلافت عثمانیہ کی مخالفت کی اسلام کا کوئی بھی خواہ اس کی تائید نہیں کر سکتا وقت کے دانشور اور سب سیاسی عمائد اس وقت خلافت کی بقاء چاہتے تھے۔
ڈاکٹر اقبال نے خلافت کی مخالفت اور حمایت کا یہ حاصل بیان کیا ہے:-

پچتا ہے ہاشمی ناموس وین مصطفیٰ خاک و خوں میں مل رہا ہے ترکمان سخت کوشش اس وقت ان حالات میں حجاز کی سیاسی صورت حال مولانا احمد رضا خاں کے حق میں تھی شریف مکہ کو ترکوں کی طرف سے مکہ کا حکمران بنا تھا مگر اندر سے وہ انگریزوں کے ساتھ ملا ہوا تھا یہی وہ وقت تھا جب مولانا احمد رضا خاں علماء دیوبند کے خلاف ایک تکفیری دستاویز تیار کر کے حجاز پہنچے اور حکومت کے اثر و رسوخ کو علماء دیوبند سے نفرت پیدا کرنے کے لئے استعمال کرنے کی کوشش کی۔ ہندوستان میں علماء دیوبند نے ترکوں کا ساتھ دیا شریف مکہ کا نہیں انگریز حکومت چاہتی تھی کہ ہندوستان میں جس طرح بھی ہو سکے علماء دیوبند کا اثر و رسوخ کم کیا جائے اور لوگ زیادہ سے زیادہ مولانا احمد رضا خاں کو اس صدی کا مجدد مان لیں قادیان میں مرزا غلام احمد نے نبوت کے منصب کو سنبھالا ہوا تھا اور وہ اس سے بھی آگے جا رہا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو خواب میں خدا بنے دیکھا ہے مولانا احمد رضا خاں نے اپنے پیروؤں کو کہا کہ میں بھی خدا کی طرف سے تمہاری پیشوائی کرنے آیا ہوں:-

ولاہل السنۃ من اللہ احمد رضا

(ترجمہ) اور تمہارے لئے خدا کی طرف سے احمد رضا مقرر ہوا ہے۔ (رماح القہار علی کفر الکفار تاریخ ۳۳۸ ص ۶ مطبع اہل سنت جماعت بریلی)

آسانی قیادت کے یہ دونوں دھویدار اپنے اپنے دائروں میں انگریزوں کی پوری پشت پناہی کر رہے تھے۔

مولانا احمد رضا خاں کی حجاز میں پذیرائی

مولانا احمد رضا خاں جب علماء دیوبند کے خلاف تکفیری دستاویز تیار کر کے حجاز گئے تاکہ وہاں کے علماء سے اس کی تصدیقات حاصل کر سکیں تو اس وقت وہاں شریف کا اقتدار تھا یہ وہی ہاشمی تھا جس پر ڈاکٹر اقبال نے تنقید کی تھی۔

علمائے حرمین نے شریف کے زیر اثر مولانا احمد رضا خاں کو بڑے بڑے القاب سے نوازا لیکن یہ بات ان کے سامنے نہ تھی کہ علماء دیوبند وہی عقائد رکھتے ہیں جو علماء حجاز کے ہیں سیاسی اختلاف نے مسلمانوں کے عقائد میں کوئی تقسیم روا نہیں رکھی سیاسی طور پر عرب گوتزکوں کے خلاف ہو رہے تھے۔ مگر وہ کسی قیمت پر توحید و سنت کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علماء حرمین نے مولانا احمد رضا خاں کے شرکیہ عقائد کا ساتھ نہ دیا اور انہوں نے علماء دیوبند کے عقائد خود ان سے معلوم کئے اور مولانا احمد رضا خاں کے نقل کردہ حوالوں پر اعتماد نہ کیا۔ حقیقت حال کھلنے پر انہوں نے مولانا احمد رضا خاں سے کھلے طور پر بیزارگی کا اظہار کیا۔ بلکہ بعض علماء نے مولانا احمد رضا خاں کے شرکیہ عقائد پر وہاں کتابیں بھی لکھ دیں۔ ان میں مدینہ منورہ کے بڑے عالم حضرت الشیخ سید احمد برزنجی کی کتاب ”غایۃ المامول“ لائق مطالعہ ہے۔

علماء حرمین اور علماء دیوبند میں اعتقاد کی ہم آہنگی

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی مدت سے حجاز میں رہ رہے تھے اور مسجد نبوی میں درس حدیث دیتے تھے۔ آپ نے دیوبند میں سات آٹھ سال تعلیم میں گزارے تھے اور آپ نے علمائے دیوبند کو بہت قریب سے دیکھا ہوا تھا علمائے حرمین کے عقائد بھی آپ سے چھپے نہ تھے۔ آپ اپنے تجربہ اور مشاہدہ کو ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں:-

حضرات علماء کرام مدینہ منورہ پوری طرح سے عقائد وغیرہ میں اہل السنۃ والجماعہ اور اکابر اصناف کے متبع ہیں اور حضرات اکابر علماء دیوبند سہارنپور کے جملہ عقائد میں موافق ہیں جزئیات و کلیات میں سر موافقات نہیں اس صورت حال میں یہ ناممکن تھا کہ علماء دیوبند سے ان کے عقائد دریافت کرنے

کے بعد بھی ان میں اور علماء دیوبند میں کچھ تفاوت رہے اور ایسا ہی ہوا۔ (الشہاب صفحہ ۱۹۹ طبع لاہور)

علماء دیوبند نے انہیں اپنے عقائد لکھ دیئے ان کی اس دستاویز کا نام ”المہند علی المہند“ ہے اس پر اکابر علماء دیوبند نے دستخط کئے اس سے حسام الحرمین کا ظلم کلیہً ٹوٹ گیا اور سوائے شیعہ کے ان بریلویوں کی حمایت میں کوئی نہ رہا۔ مولانا ظفر علی خاں اس۔۔۔ سے یوں پردہ ہٹاتے ہیں۔

شیعہ بریلوی سے گھٹل رہا ہے آج
لکھنؤ میں ہے دونوں کا قارورہ مل گیا
کندھادیا جنازہ ملت کو ایک نے
اور ایک جا کے قبر پہ پتھر کی سل گیا
کھوئی گئی ملت بیضا کی آبرو
اور سنت مطہرہ کا پایہ بل گیا

علماء مدینہ کا پہلا رد عمل

شریف مکہ میں اور مولانا احمد رضا خاں ہندوستان میں انگریزوں کے دل سے وفادار تھے اور انگریز مشرق وسطیٰ میں شریف کو اندر سے اپنا ساتھی بنا چکے تھے مسلمانوں کی خلافت نوٹنے کے قریب تھی اس کے جلدی بعد مولانا محمود حسن مالٹا میں قید کر لئے گئے اس دوران ہندوستان میں علماء دیوبند کے اثر و رسوخ کو کم کرنے کی سخت ضرورت تھی اسی لئے مولانا احمد رضا خاں اس لئے اس تکفیری دستاویز (علمائے دیوبند کو کافر قرار دینے کی سکیم) کو لے کر علمائے حرمین کے پاس پہنچے تھے آپ نے ۱۹۳۳ء میں یہ سفر حج اختیار کیا اور حج کے بعد ربیع الاول تک وہیں اپنی سیاسی محنت میں لگے رہے آپ نے ایک دو علماء کو اپنے ساتھ ملایا اور ان کے ذریعہ دوسرے علماء حرمین کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہا۔ مکہ کے شیخ صالح کمال اس مہم میں مولانا احمد رضا خاں کے خصوصی وکیل بنے۔

حجاز میں ۱۹۳۳ء کے حالات

علماء حرمین اصل معتقدات میں علماء دیوبند کے موافق تھے گویا سیاسی وجہ سے وہ مولانا احمد رضا خاں کی عزت کرتے تھے لیکن خاں صاحب کے شرک و بدعت کے خیالات کو وہ کسی طرح ماننے کو تیار نہ تھے

علماء کی اکثریت مولانا احمد رضا خاں کے خلاف ہو چکی تھی انہوں نے خاں صاحب کے خلاف ایک طویل مختصر نامہ تیار کیا انہوں نے وہ جناب شیخ محمد صاحب نقشبندی کو دیا کہ وہ اسے شریف تک پہنچا دیں ان حالات کا ایک چشم دید گواہ بیان کرتا ہے۔

اس محضر نامہ پر بہت سے علماء حضرات کے دستخط اور مہر تھیں کہ فلاں بن فلاں، فلاں شبر کار بنے والا وہاں (جس جگہ مولانا احمد رضا خاں بیٹھے تھے) حاضر ہوتا ہے یہ محض اعلیٰ درجہ کی خواہشات نفسانی اور بدعات شیطانی میں مبتلا ہے۔ مسلمانوں کی عموماً اور علماء کرام اور فضلاء عظام کی خصوصاً تھلیل و تقصیق کرتا ہے اپنی شہرت اور خیالات فاسدہ سے سینکڑوں علماء کی تکفیر اور سب و شتم میں رسالے لکھتے ہیں اور عقائد فاسدہ لوگوں میں پھیلاتا رہتا ہے۔

جناب شیخ احمد صاحب نقشبندی رامپوری اور مولوی منور علی صاحب گو مولانا احمد رضا خاں کے ہم خیال نہ تھے لیکن وہ یہ نہ چاہتے تھے کہ ہندوستان سے آئے ایک عالم کی برسر عام بے عزتی ہو۔ انہوں نے اسے اپنی قوی حیثیت کے خلاف جانا۔

خانہ کعبہ کے گنجی بردار شیخ شبلی کو بھی اطلاع ہو گئی۔

حضرت آفندی عبدالقادر اور شبلی کو جب اطلاع ہوئی کہ ایک شخص جاز میں اس قسم کے عقائد پھیلا رہا ہے تو وہ بہت پریشان ہوئے انہوں نے شیخ محمد نقشبندی سے وہ محضر نامہ لے لیا اور کہا میں خود اسے شریف تک پہنچاؤں گا وہ چشم دید گواہ بیان کرتا ہے۔

شریف مکہ کا اس محضر پر رد عمل

الحاصل وہ محضر شریف کی خدمت میں پہنچا شریف بھی نہایت غضبناک ہوئے اور ارادہ اس شخص (مولانا احمد رضا خاں) کو قید کرنے کا کیا مجھے متعدد صحیح خبروں سے معلوم ہوا ہے کہ اس ارادے پر شریف اور شبلی صاحب عزم بالجزم کئے ہوئے تھے مگر جناب شیخ محمد نقشبندی اور مولوی منور علی صاحب نے شبلی صاحب کو بہت سمجھایا کہ آپ ایسا نہ کریں بلکہ اس سے اس کے خیالات و عقائد دریافت کریں شاید کہ اس نے ان سے توبہ کر لی ہو۔

چنانچہ شریف نے کہا کہ ان کے عقائد کے بارے میں ان سے سوال کرو چونکہ کوئی رسالہ اس مجدد بریلوی کا اس وقت موجود نہ تھا اس لئے فقط اس تقریظ کی نسبت جو انہوں نے کسی لاہوری مولوی کے رسالہ کے اخیر میں لکھی تھی اس میں ان سے تین سوال قائم کئے گئے تھے۔ (رجوم المذنبین ص ۲۰۳) مولوی منور علی کو اندیشہ تھا کہ اگر احمد رضا خاں گرفتار کر لیا گیا تو انگریز کہیں شریف کے خلاف نہ ہو جائیں جس طرح انگریزوں کو حجاز میں شریف کی ضرورت تھی ہندوستان میں ان کو احمد رضا خاں کی ضرورت تھی اس وجہ سے مولوی منور علی نے شریف کو احمد رضا خاں کے گرفتار نہ کرنے کا مشورہ دیا۔

سوال جو مولانا احمد رضا خاں سے کئے گئے

- ۱۔ تم نے یہ لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اول سے ابد تک کی جملہ چیزیں معلوم ہیں
- ۲۔ تم نے یہ لکھا ہے کہ مشقال ذرہ بھی آپ سے غائب نہیں ہے۔ (آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں)
- ۳۔ تم نے آخر میں لکھا ہے: صلی اللہ علی من ہو الاول و الآخر و الظاہر و الباطن

مولانا احمد رضا خاں کے جوابات

مولانا احمد رضا خاں نے ان سوالوں کے یہ تحریری جوابات داخل کئے

- ۱۔ ازل و ابد سے میری مراد وہ نہیں جو کتب دینیہ اور دفاتر کلامیہ میں لی جاتی ہے میری مراد ازل سے ابتدائے دنیا ہے۔ (جب سے یہ دنیا بنی) اور ابد سے انتہائے دنیا میری مراد ہے۔
- ۲۔ میں نے مشقال ذرہ نہیں کہا ہے ترجمہ اردو سے عربی میں غلط کیا گیا ہے اس عبارت میں لفظ ذرہ بھرتھا۔

۳۔ عبارت میں چھاپہ والوں سے غلطی ہوئی ہے میں نے لکھا تھا ”صلی اللہ علی من ہو مظہر الاول و الآخر“ مگر لفظ ”مظہر“ کا ردہ گیا ہے۔

یہ تینوں جواب علی سطح کے نہ تھے اس لئے علماء مدینہ ان سے مطمئن نہ ہو سکے سو فیصلہ یہی رہا کہ اس شخص کو یہاں سے نکال دیا جائے یہ صحیح ہے کہ علماء پہلے اس کفر کی دستاویز پر دستخط کر چکے تھے لیکن ان کا یہ عذر معقول تھا کہ وہ اردو نہ جانتے تھے کہ ان عبارات کو اصل کتابوں سے ملا کر دیکھ سکیں اور

انہوں نے اس کے عربی ترجمہ پر اعتماد کر لیا تھا اور یہ نہ جانتا تھا کہ یہ ترجمہ اس شخص کا اپنا کیا ہوا ہے جو یہاں کسی نیک ارادہ سے نہیں آیا اور اس نے یہ ترجمہ نیک نیتی سے نہیں کیا تاہم انہوں نے چاہا کہ براہ راست علماء دیوبند سے ان کے عقائد پر سوالات کریں بہت سے علماء نے کہا ہم نے اس شخص کی دستاویز پر ایک شرط سے دستخط کئے کہ ان علماء (دیوبند) کے عقائد اگر ایسے ہی ہیں جیسا کہ اس تحریر میں لکھا گیا ہے۔ تو ان پر یہ فتویٰ کفر صحیح ہے اور ان علماء کی ان تحقیقات سے مولانا احمد رضا خاں کی کتاب حسام الحرمین کا بالکل تیاپانچا ہو گیا۔

عربوں کی دینی سلامتی اور اعتقادی صلاحیت

عربوں کے اطوار اپنے اپنے ہوتے ہیں مختلف قوموں کے مختلف اطوار ہیں۔ عربوں میں شرک و بدعت سے نفرت عام پائی جاتی ہے۔ سیاسی سوچ میں یہ غلط ہو سکتے ہیں۔ مزاج میں بھی کبھی یہ سخت اور کبھی اکھڑ ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی طبائع تاویل رکیک کو بہت کم قبول کرتی ہیں۔ شرک و بدعت کی لائن تاویل کی زمین پر ہی پھنستی ہے۔ سو بہت کم ہوگا کہ آپ کو کوئی عرب بریلوی ملے۔ بریلوی زیادہ تر انہی لوگوں میں ملیں گے جن کے آباء و اجداد ہندو تھے۔ اہل جہاز میں آپ کو ایسے لوگ بہت کم ملیں گے۔ شریف مکہ نے جہاز میں بے شک انگریزوں سے اندرونی مفاہمت کر رکھی تھی مگر وہ عقائد میں احمد رضا خاں کا ہم خیال ہونے کو تیار نہ تھا۔ خاندان رسالت کا اثر تھا کہ اس کی فطرت مولانا احمد رضا خاں کے شرک و بدعت کو برداشت نہ کر سکی۔ اور اس نے حکم دیا کہ مولانا احمد رضا خاں مکہ سے نکل جائیں مولانا احمد رضا خاں کا خیال غلط نکلا کہ انگریزوں کی حمایت میں مشترک ہونے کی وجہ سے شریف عقائد میں بھی ان کی راہ پر آجائے گا۔ خدا کا شکر ہے کہ شریف اپنی اعتقادی صلاحیت میں نہ ڈگمگایا اور مولانا احمد رضا خاں اسے اپنے دام تزدیرین میں نہ لاسکے۔

اس صورت حال میں مولانا احمد رضا خاں پر کیا گزری

مولانا احمد رضا خاں نے چلتے چلتے ایک اور بات چلائی اپنے دکیل شیخ صالح کمال کی معرفت شریف کو پیغام بھیجا۔ افسوس مجھ پر اس طرح لے دے ہو رہی ہے میں خواص اہل السنۃ والجماعہ سے ہوں لیکن ایک شخص

یہاں ایسا موجود ہے جو خدا کو جھوٹا شیطان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلم کہتا ہے اور اس پر کسی قسم کا مواخذہ نہیں ہوتا (رجوع ص ۲۰۶)

جب شریف کو یہ بات پہنچی وہاں شیخ شعیب اور شیخ احمد نقیہ بھی موجود تھے دونوں شیخ صالح کمال پر برس پڑے کہ کوئی مسلمان ایسی بات نہیں کہہ سکتا شریف نے بھی یہی کیا اور اس طرح مولانا احمد رضا خاں کی سکیم بالکل ناکام ہو کر رہ گئی۔

حضرت مولانا ظلیل احمد محدث سہارنپوری کو جب یہ خبر پہنچی تو ایک دن آپ شیخ شعیب اور حنفی صالح کمال کو خود آئے اور کہنے لگے شریف کی مجلس میں جس شخص کے بارے میں غلط بیانی کی گئی ہے وہ میں ہی ہوں میں ہرگز ان باتوں کا قائل نہیں جو میری طرف منسوب کی گئی ہیں۔ شیخ شعیب نے کہا میں یہ باتیں سنتے ہی سمجھ گیا تھا کہ یہ افتراء پردازی ہے مولانا ظلیل احمد نے اس پیرائے میں اپنے

عقائد بیان فرمائے کہ شیخ صالح کمال کو بھی حقیقت کا اعتراف کرنا پڑا یہ وہی بزرگ تھے جنہیں مولانا احمد رضا خاں نے آل کار بنا رکھا تھا کہ ان کے واسطے سے شریف تک بازیابی حاصل کر سکیں اب جب یہ بھی ساتھ نہ رہے تو مولانا احمد رضا خاں کو بوجہ اپنے شریک عقائد کے شریف حکومت کے ہاں رسائی نہ ہو سکی عرب اپنے سیاسی تقاضوں میں تو کئی دفعہ مفاد پرست ہو جاتے ہیں لیکن اپنے عقائد میں وہ شرک و بدعت سے فطرۃ نفور ہیں سیاسی نقطہ نظر سے شریف اور احمد رضا خاں دونوں انگریزوں کے ساتھ تھے لیکن عقائد میں شریف احمد رضا خاں کو کسی درجے میں بازیابی نہ دے سکا۔ مولانا احمد رضا خاں اور ان کے بیٹے مصطفیٰ رضا خاں نے علی الاعلان شریف کے لئے دعائیں کیں ان کی خوشامد میں کوئی کمی نہ کی اس کی حمایت میں دوام العیش جیسی کتابیں لکھیں پروپرش ہونے کے طعنے برداشت کئے لیکن پھر بھی شریف کے ہاں انہیں کچھ عزت نہ ملی۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ اس وقت تک مولانا احمد رضا خاں شیخ کمال کے ذریعہ سے بعض علماء حرمین سے علماء دیوبند کے خلاف کفر کے مشروط فتوے (کہ سوال میں بیان کردہ عقائد اگر واقعی ان کے ہوں) حاصل کر چکے تھے وہ علماء اردو نہ جانتے تھے اور ان کے لئے شیخ کمال کی سفارش بھی کچھ کم وزنی نہ تھی

تاہم انہوں نے سوالوں کے مطابق فتاویٰ اور کر دیئے۔ وقائع کی پڑتال انہوں نے نہ کی اور جوہی انہیں حقیقت حال کا پتہ چلا وہ کہنے لگے۔ ہم نے علماء دیوبند کے خلاف مطلق فتویٰ کفر نہیں دیا سوالات میں جو کچھ لکھا گیا تھا اس کے مطابق ہم نے جوابات لکھے ہیں۔ اگر وہ سوالات واقعات کے مطابق نہ ہوں تو ان فتوؤں کو نافذ نہ سمجھا جائے۔ اور نہ انہیں کچھ اہمیت دی جائے انہیں حرمین کا فتویٰ تبھی کہا جائے کہ اس پر حکومت کی مہر ہو اور حکومت کا مفتی اعظم ان کے مطابق واقع ہونے کی تصدیق کرے۔

ہم اس پر کچھ حوالے پیچھے درج کر آئے ہیں کہ ان علماء نے فتویٰ دیتے ہوئے یہ شرط ذکر کر دی کہ اگر یہ بیان کردہ عقائد واقعی ان کے ہوں تو ان پر کفر کا حکم عائد کر دیا جائے مسجد نبوی کے فاضل جلیل شیخ عمر بن حمدان الحرمی المالکی کے الفاظ بھر ملا حظہ ہوں ہیں :-

فہؤلاء ان ثبت عنہم ما ذكره هذا الشيخ من ادعاء النبوة للفا دياني و انتقاض النبي صلى الله عليه وسلم فلا شك في كفرهم (۲۰۶)

(ترجمہ) اگر ان لوگوں سے ثابت ہو جائے جو احمد رضا خاں نے کہا ہے تو پھر ان کے کفر میں شک نہیں علماء دیوبند عالمی سطح پر کوئی غیر معروف حلقہ علم نہ تھا اگر یہ واقعی ان کے عقائد ہوتے جو حسام الحرمین میں ان کے ذمہ لگائے گئے تو ان کی کچھ نہ کچھ شہرت پہلے بھی تو یہاں پہنچی ہوتی تمام علماء دیوبند کے شیخ و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر کی برسوں مکہ میں قیام پذیر رہے ان کے پاس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی بھی حاضری ہوئی۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی بھی حاضری ہوئی۔ اور آپ وہاں کئی مہینے مسجد صولئہ میں مراقب رہے پھر حضرت مولانا حسین احمد مدنی مدینہ منورہ میں سالہا سال درس حدیث دیتے رہے اگر یہ حضرات واقعی غلط عقائد کے تھے تو کیا ان کی خبر علمائے حرمین کو اور مختلف ذرائع سے بھی تو ہوئی ہوتی۔ صرف مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں علم تھا کہ ہندوستان میں یہ شخص نئے ملحدانہ عقائد پر اٹھا ہے اور وہ اپنے لئے امام زمان ہونے کا مدعی ہے مولانا احمد رضا خاں نے یہ ہوشیاری کی کہ علماء دیوبند کی تکفیر کو مرزا غلام احمد کی تکفیر سے جوڑ دیا۔

مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند پر غلط عقائد کا الزام لگانے سے پہلے مرزا غلام احمد کا بھی ذکر کیا تا کہ اسی مخالفہ میں علماء دیوبند کو بھی کچھ نئے عقائد کا حامل سمجھ لیا جائے حرمین میں مولانا احمد رضا خاں کے آنے سے پہلے علماء دیوبند کے بارے میں کسی غلط عقیدہ کی کوئی افواہ نہ تھی مولانا احمد رضا خاں نے ہی علماء حرمین کو ان نئے آوردہ عقائد کی اطلاع کی۔ اس سے پہلے علماء کے کسی حلقہ میں ان عقائد کا کوئی وجود نہ تھا نہ کوئی مسلمان یہ باتیں سوچ سکتا ہے جو احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کے ذمہ لگائیں حرمین کے برتقریظ نگار نے اس مسئلہ میں اپنا ماخذ علم مولانا احمد رضا خاں کو ہی ٹھہرایا اور ان عقائد کی پہلی اطلاع اس مفتری سے پائی اتنے کھلے الحاد کا کسی مدعی اسلام کے بارے میں تصور ہی نہیں کیا جاسکتا آپ کتاب حسام الحرمین میں ان علماء عرب کی یہ عبارتیں ملاحظہ فرمائیں کہ ان کو ان نئے آوردہ عقائد کی اطلاع مولانا احمد رضا خاں سے ہی ہوئی۔

۱۔ فان من قال بهذه الاقوال معتقداً لها كما هي مبسوطة في هذه الرسالة لا شبهة انه من الكفرة الضالين المضلين (۱۲۰)

۲۔ الولی احمد رضا خان اطلعنی علی وریقات بین فیہا کلام من حدث فی الہند من ذوی الضلالات و ہم غلام احمد قادیانی و رشید احمد و خلیل احمد (ص ۱۴۸)

- ۳۔ فانی قد اطلعت علی کلام المضلین الحادثین لان فی بلاد الہند (الخ ۱۵۶)
- ۴۔ من وجوه هولاء الاصناف الذین حکمی عنہم حضرة الفاضل احمد رضا (الخ ۱۷۲)
- ۵۔ فقد اطلعت علی ما حرره العالم التحریر والدراکة الشہیر (الخ ۱۸۶)
- ۶۔ فقد اطلعت علی ما تضمنه هذا السؤال مع الامعان (الخ ۱۸۶)
- ۷۔ فقد اطلعت علی ما سطره العلالة التحریر والدراکة الشہیر (۲۰۸)
- ۸۔ ان شئت عنہم ما ذکره هذا الشیخ من ادعاء النبوة للقادیانی والتقاضر النبی (۲۰۶)

۹۔ انہی قد وقفت ایہا العلمہ النحریر والعلم الشہیر (الخ ۲۱۴)

۱۰۔ فقد طالعت ما حرره فی هذه الرسالة السنیة (الخ ۲۲۴)

یہ عبارات پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ عرب میں ان عقائد ضالہ کی اطلاع مولانا احمد رضا خاں سے ہی ہوئی کسی اور ذرائع سے انہیں ہندوستان میں اٹھنے والی ایسی کسی تحریک کا علم نہ ہوا تھا نہ اس سے پہلے ان لغو عقائد کا دنیا میں کہیں وجود تھا۔ چہ جائیکہ کسی جگہ اہل علم کا ایک پورے کا پورا گروہ ان خرافات و ضلالت کا نہ صرف موجود ہو بلکہ ان کے وہ عام حلقہ بائے درس جاری کرے۔

علمائے دیوبند کے خلاف یہ سب افتراء و بہتان انگریز حکومت کو خوش کرنے کے لئے علماء دیوبند کے کھاتہ میں ڈالا گیا تھا اور یہ سارا غیظ و غضب محض ان سیاسی حالات کی وجہ سے تھا کہ ہندوستان میں علماء دیوبند ترکوں کے ساتھ مل کر خلافت کی گرتی دیوار کو کیوں سہارا دے رہے ہیں۔

یہ تو خدا کا کرنا ہوا کہ مولانا غلیل احمد محدث سہارنپوری ان دنوں اپنے دوسرے سفر حج پر وہاں پہنچے ہوئے تھے اور انہوں نے براہ راست شریف کو پیغام بھیج دیا تھا کہ جس شخص کے خلاف احمد رضا خاں آپ کو غلط باتیں پہنچا رہا ہے وہ میں ہی ہوں اور آپ کی اس مملکت میں حاضر ہوں۔

مولانا احمد رضا خاں کے انہیں نام تمام فتوؤں کی دستاویز کا نام حسام الحرمین ہے جس پر آج بریلویت کی تمام عمارت قائم ہے آپ ابھی حجاز میں ہی تھے کہ ان کی اس تلوار (حسام الحرمین) کا بھرم کھل گیا اور مولانا غلیل احمد نے ان کی ہر ادا کو ناکام بنا دیا۔ آپ کے لئے اب حجاز میں حسام الحرمین کا نام لینے کی بھی ہمت اور جرأت نہ تھی اب جلی تھیلے سے باہر آ چکی تھی۔

خاں صاحب اپنا پول کھلتے ہی ہندوستان واپس آ گئے

مولانا احمد رضا خاں کو جب شریف کے ہاں باریابی نہ ہوئی نہ علماء مدینہ کے ہاں ان کا کوئی وقار رہا اور وہ علماء جو پہلے ازراہ اخلاقی حسنہ ان کے لئے عزت کے کلمات استعمال کرتے تھے اب انہیں ان کی جڑ سے جان گئے تو اب مولانا احمد رضا خاں کے لئے وہاں رہنا مشکل ہو گیا اور وہ اسی سال ربیع الثانی میں ہندوستان واپس آ گئے ایک مدت تک انہوں نے اپنے اس تکفیری کارنامے کو ہندوستان میں

چھپائے رکھا تا کہ لوگ مزید صورت حال جاننے کے لئے علماء حرمین سے مراجعت نہ کر سکیں علماء دیوبند اور سہارنپور میں سے جن حضرات کو ۱۳۲۳ھ اور ۱۳۲۴ھ کے ان واقعات کا علم تھا انہوں نے سمجھا کہ شاید مولانا احمد رضا خاں اپنے کئے پر نادم ہو گئے ہیں اور اب وہ یہ جھگڑے چھوڑ چکے ہیں ان کا پہلا حج تھا شاید قبول ہو چکا ہو اب کیا ضرورت ہے کہ ہم ان کے ان سیاسی کاموں کا عام تذکرہ نہ کریں یہ ان کے عالی ظرف کا تقاضا تھا ورنہ فحوائے

لا یحب اللہ العجھر بالسوء من القول الا من ظلمہ (ب ۲ النساء ۴۸)
انہیں بحیثیت مظلوم اس ظالم کے خلاف آواز اٹھانے کا پورا حق تھا۔

مولانا احمد رضا خاں کی اس تکفیری مہم کی خبریں ہندوستان میں

مولانا احمد رضا خاں پر یہاں جو گزری تھی کیا اس کی خبریں ہندوستان بھی پہنچ رہیں تھیں؟ اس کے ایک عینی گواہ حضرت مولانا حسین احمد خاں ان دنوں مدینہ منورہ قیام پذیر تھے آپ حرمین کے ان حالات کے عینی گواہ تھے آپ لکھتے ہیں:-

مولانا شیخ محمد معصوم نقشبندی اور مولانا منور علی محدث لاہوری ہندوستان میں اپنے ملنے والوں کو اس مجدد بریلوی کے احوال لکھ چکے تھے اور ہندوستان کے ان لوگوں نے ان کے جملہ واقعات کو اخباروں میں شائع کر دیا تھا۔ (الشہاب ص ۲۰۱ طبع لاہور)

تاہم یہ صحیح ہے کہ شرک و بدعت کی یہ تحریک مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں آندھی کی طرح آئی اور گولے کی طرح لوٹ گئی مولانا احمد رضا خاں ہندوستان پہنچ کر بھی اس کے حق میں کوئی آواز نہ اٹھا سکے اور دو سال تک اسی طرح چپ سادھے رہے گویا سانپ سونگھ گیا ہو۔

حسام الحرمین کیوں دو سال معرض خفاء میں رہی

حسام الحرمین ۱۳۲۴ھ میں تیار ہوئی مگر حقیقت حال کھلنے کی وجہ سے اس کا چھپنا جلد نہ ہو۔ یکا دو سال تک یہ ایک مخفی خزانہ رہا یہاں تک کہ ۱۳۳۶ھ آگیا مولانا احمد رضا خاں نے اب ایک اور نقد لگائی اور اسے ایک دوسرا نام دیا ”مبین احکام و تصدیق اعلام“۔ یہ تاریخی نام تھا مگر اس کے اعداد ۱۳۲۵

جنے تھے اور ۱۳۲۵ میں بھی آپ اسے شائع نہ کر پائے تھے اور اب ۱۳۲۶ ہو چکا تھا پھر آپ نے اسے ایک اور نام دیا ”تمہید ایمان بآیات القرآن“۔ اس کے اعداد ۱۳۲۶ بنتے ہیں چلو وہ نہ سہی یہی سہی ہمیں اسے چلانے سے غرض ہے بات بنے نہ بنے۔

حضرت مولانا حسین احمد، احمد رضا خاں کو اس تدبیر پر کہ دو سال تک اس دستاویز کو چھپائے رکھا ان الفاظ میں داد دیتے ہیں:-

واہ رے ہوشیاری جب دیکھا کہ لوگ ان باتوں کو فراموش کر چکے ہیں اور وہ اخبارات بھی ضائع ہو چکے ہیں تب اس زہر کو اُگلا جس کو وہ اپنے ہمراہ وہاں سے لائے تھے اور جس کے واسطے یہ سفر مبارک طے کیا تھا اور ہزاروں روپے اس کوشش میں برباد کئے تھے۔ (الشہاب الثاقب ص ۲۰۱)

مولانا احمد رضا خاں دو سال تک اس وادی حیرت میں سرگرداں رہے شیعہ حضرات تو پہلے سے تنقید کی چادر زیب تن کرتے آرہے ہیں اب مولانا احمد رضا خاں نے بھی اسی چادر میں امان پائی اس دوران انہوں نے علماء دیوبند کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی حتیٰ کہ ان کے بعض اپنے پیر و بھی سمجھے کہ مولانا احمد رضا خاں اب اس تکفیری شغل سے باز آگئے ہیں شاید آپ نے توبہ کر لی ہے۔

اب ۱۳۲۷ھ بھی آگیا

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد لکھتے ہیں:

۱۳۲۷ھ میں یہ احقر اپنی بعض ضروریات ذاتیہ کے لئے وارد دیار ہند یہ ہوا تھا دیکھا کہ وہی مجموعہ دشنام و تکفیر کا برمچ ان مہروں کے طبع کیا ہوا چند جہلاء ادھر ادھر لئے پھرتے تھے عام مسلمانوں کو اہل حق کی طرف سے درغلالتے اور بدعقیدہ کر رہے تھے اور اپنے لقمہ جب حاصل کرنے کی طرح طرح سے فکر کر رہے تھے اس کے دیکھتے ہی یقین ہو گیا کہ میرا پہلا خیال اصلاح کا بہ نسبت مجدد الکفر بالکل غلط تھا بلکہ وہ

”فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضاً“ میں برابر مبتلا ہیں۔ (الشہاب ص ۲۰۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تکفیری دستاویز ۱۳۲۶ھ ہی میں کسی وقت چھپی ہے مگر یہ ۱۳۲۶ھ میں اہل

علم کے کسی حلقے میں نہیں ملتی۔ ۱۹۲۷ء میں بھی یہ چند جہلاء کے ہاتھوں میں ہی دیکھی گئی ہندوستان میں اس وقت بڑے بڑے اہل علم موجود تھے مگر حسام الحرمین کی چند جہلاء کے سوا اور کہیں پذیرائی نہ ہو سکی۔ مولانا عبدالحق خیر آبادی، مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی، مولانا انوار اللہ حیدر آبادی، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، علامہ معین الدین اجیری میں سے کسی پر حسام الحرمین کا پرکاش کے برابر اثر نہ ہوا جس طرح یہ جماعت اپنی ابتداء میں چند جہلاء کے ہاتھ میں تھی۔ آج بھی آپ کو چند جہلاء کے سوا اس کا کوئی مدح سرائے ملے گا۔

مولانا احمد رضا خاں کی پچاس سالہ محنت

مولانا احمد رضا خاں نے ہندوستان میں اپنی اس تکفیری محنت سے اہل سنت والجماعۃ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا بڑی درگاہوں میں اور درگاہوں کے علماء اور مشائخ نے تو ان کا ساتھ نہ دیا لیکن انہوں نے اپنے گرد اپنے چند مرید اور شاگرد ضرور کھڑے کر لئے جو عوام اہل سنت میں ایک بڑی تفریق کا سبب بنے یوں سمجھئے کہ ہندوستان کے اہل سنت میں ایک لمبی دیوار کھڑی کر دی گئی جن میں چند رسوم کو حد فاصل بنا کر دو نئے فرقوں کا آغاز کر دیا گیا مولانا احمد رضا خاں کا سوانح نگار قاری احمد پبلی بھیتی لکھتا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں پچاس سال اسی جدوجہد میں منہمک رہے یہاں تک کہ دو مستقل مکتب فکر قائم ہو گئے۔ (سوانح اعلیٰ حضرت ص ۸)

اس وقت ہمیں اس سے بحث نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کی جدوجہد سے کس طرح سواد اعظم اہل سنت والجماعۃ دو کڑوں میں تقسیم ہوئی ہم یہاں صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کس طرح اپنے سفر حجاز میں ناکام ہوئے اور باوجود مکہ شریف مکہ سیاسی طور پر انگریزوں کے ساتھ تھا اور یہ حضرت بھی ترکوں کے خلاف خلافت عثمانیہ توڑنے کے درپے تھے پھر بھی حجاز میں مولانا احمد رضا خاں کو اپنے شرکیہ عقائد کی وجہ سے پذیرائی نہ ہوئی سرزمین عرب اب شرک و بدعت کے لئے کبھی ہموار نہیں کی جا سکتی۔ ہندوستان میں آپ نے بے شک اہل سنت مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔

مولانا احمد رضا خاں اپنے اس عمل میں پھولے نہیں سماتے تھے کہ میں نے وہ کام کیا جو پہلے لوگوں میں سے کوئی نہ کر سکا شیعہ لوگوں نے کتنی کوششیں کی کہ کسی طرح اہل سنت کی مرکزی طاقت کمزور کریں مگر وہ نہ کر سکے مولانا احمد رضا خاں نے ہمیشہ کے لئے ان کے دو ٹکڑے کر دیئے مولانا احمد رضا خاں خود فرماتے ہیں:-

زمانے میں میں گر چہ آخر ہوا وہ لاؤں جو پہلوں سے ممکن نہ تھا

(حسام الحرمین)

مولانا احمد رضا خاں اسی اساس پر بریلویوں کے ہاں چودھویں صدی کے مجدد سمجھے جاتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا عقیدہ تھا کہ چودھویں صدی آخری صدی ہے اور مجددین کی فہرست میں شاید میں آخری ہوں۔

شاعر لوگ اپنے دور کی آواز ہوتے ہیں اس دور کے بڑے قومی شاعر بھی یہ دو تھے، (۱) ذاکر محمد اقبال اور (۲) مولانا ظفر علی خاں۔ یہ دونوں مولانا احمد رضا خاں کے خلاف تھے ذاکر محمد اقبال مولانا احمد رضا خاں کے خلاف تھے تو شریف مکہ کے بھی خلاف تھے اور ترکوں کے حق میں تھے۔ آپ کا یہ شعر آپ نے بار بار سنا ہے:-

بیچتا ہے ہاشمی ناموس دین مصطفیٰ خاک و خوں میں مل رہا ہے ترکمان بخت کوش

ذاکٹر صاحب پر مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مولانا دیدار علی الوری نے کفر کا فتویٰ لگایا تو ذاکٹر صاحب نے کہا:-

گر فلک در الور اندازد ترا اے کہ مے داری تمیز خوب و زشت

گو نعمت در مصرعہ برجست آنکہ بر قرطاس دل باید نوشت

آدمیت در زمین او مجو آسمان ایں دانہ در الور نہ کشت

(ترجمہ) اگر قسمت تجھے الور لے جائے تو اے وہ شخص جو اچھے برے کی تمیز رکھتا ہے تجھے میں ایک مصرعہ میں وہ بات کہتا ہوں جو دل کی تختی پر لکھنے کے لائق ہے کہ الور کی زمین میں انسانیت کی تلاش

نہ کرنا قسم ازل نے انسانیت کا بیج اس زمین میں بویا ہی نہیں۔ (روزگار فقیر جلد ۲ ص ۲۲۴)

یہ الور کی زمین کہاں ہے جہاں سے مولانا دیدار علی، مولانا احمد رضا خاں سے خلافت لے کر لاہور آئے تھے اور مسجد وزیر خاں سے اپنے اس پروگرام کو شروع کیا تھا اسے بھی جاننے کی ضرورت ہے۔

ابوالہرکات مولانا سید احمد الوری اور آپ کے شاگرد مولانا ابوطیب دانا پوری کی پوری زندگی کس طرح اس تحریک تفریق میں گزری اور ڈاکٹر اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح پر کس طرح ان لوگوں نے کفر کے گولے برسائے یہ چیز کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ اب آئیے بریلویت پر مولانا ظفر علی خاں کی رائے بھی سن لیجئے۔

شیعہ بریلوی سے گلے مل رہا ہے آج لکھنؤ میں ہے دونوں کا قاورہ مل گیا اور سنئے:-

اوڑھ کر حامد رضا خاں آئے بدعت کا خلاف ذات ان کی ہے مجددات ان کی امام و کاف
علمائے عرب کی جوابی کاروائی بہ طور تحقیق

چودھویں صدی میں سرزمین عرب بری طرح انگریزی استبداد کا شکار تھی شریف مکہ کی بغاوت سے خلافت عثمانیہ نوٹنی اور انگریزی سیاست سے عرب سلطنت کتنے چھوٹے چھوٹے ملکوں میں تقسیم ہو گئی شریف مکہ بھی وہاں زیادہ دیر نہ ٹھہر سکے پھر آل سعود نے وہاں قبضہ کر لیا ملک عبدالعزیز آل سعود ساٹھ سو اوروں کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے شریف کو شکست ہوئی (جس راہ سے ملک عبدالعزیز مکہ میں داخل ہوئے تھے وہ راہ اب تک شارع ستین کہلاتی ہے) آل سعود اور آل شیخ نے مل کر وہاں حکومت قائم کی وہاں کی سیاسی قوت آل سعود ہیں اور علمی قیادت آل شیخ کرتے آرہے ہیں۔

آل شیخ عقیدۃ اہل السنۃ والجماعہ ہیں اور فقہی پیرائے میں حنبلی مذہب ہیں۔ شریف کے وفاداروں نے ان پر بہتان باندھا کہ یہ مذاہب اربعہ کو برا کہتے ہیں اور تقلید احمد کو برا سمجھتے ہیں یہ اس لئے کہ شاید اس پروپیگنڈا سے وہ آل سعود کو کمزور کر سکیں۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے کھل کر اس کی تردید کی اور آپ نے لکھا:-

ان الرجل افتتری علی اموراً لم اقلها ولم یأت اکثرها علی بالی (منہا)
 قوله انی مبطل کتب المذاهب الاربعة وانی اقول ان الناس من ستماء
 لیسوا علی شئی وانی ادعی الاجتهاد وانی خارج عن التقليد وانی اقول ان
 اختلاف العلماء تقمة وانی اکفر من توسل بالصلحین
 (مولفات الشیخ الامام محمد بن عبد الوحاب جلد ۱۱ ص ۶۳)

(ترجمہ) اس شخص نے مجھ پر کئی افتراء باندھے ہیں میں نے ان میں سے کوئی بات نہیں کی اور نہ ان
 میں سے بیشتر کی کوئی ذمہ داری مجھ پر آتی ہے ان میں سے ایک افتراء یہ ہے کہ میں مذاہب اربعہ کی
 کتابوں کو جھٹلاتا ہوں اور میں کہتا ہوں کہ لوگ چھ سو سال سے کتاب و سنت کی راہ سے اکڑے
 ہوئے ہیں ایک الزام مجھ پر یہ بھی ہے کہ میں خود مستبد ہونے کا مدعی ہوں (ائمہ اربعہ کی) تقلید سے
 نکلا ہوا ہوں مجھ پر ایک الزام یہ ہے کہ میں اختلاف علماء کو مصیبت سمجھتا ہوں (اختلاف فقہاء کے
 رحمت ہونے کا قائل نہیں) اور مجھ پر ایک الزام یہ بھی ہے کہ میں اسے کافر کہتا ہوں اللہ کے حضور صالحین
 امت کا وسیلہ لائے۔

جب مولانا احمد رضا خاں حجاز گئے تھے تو ابھی وہاں آل سعود کا قبضہ نہ ہوا تھا یہ شریف کا دور تھا۔
 سعودی قبضہ سے پہلے علماء حرمین نے احمد رضا خاں کے الزامات کی تحقیق کے لئے براہ راست علماء
 دیوبند سے سولہ سوالات کئے۔ شارح ابی داؤد حضرت مولانا ظلیل احمد محدث سہارنپوری نے ان کے
 جوابات لکھے اور ان پر پچیس علمائے دیوبند نے دستخط کئے یہ رسالہ ”الہمد علی المقعد“ اور
 ”التصدیقات لدفع التلبیسات“ کے نام سے موسوم ہے اور بار بار چھپ چکا ہے۔

اس پر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علماء اعلام کے بھی تصدیقی دستخط ہیں ان میں بعض ان حضرات کے
 بھی دستخط ہیں جنہوں نے پہلے غلط فہمی میں حسام الحرمین پر دستخط کر دیئے تھے سو یہ بات اسی دور میں
 کھل گئی تھی کہ حسام الحرمین کے جوابات سوالات پر ہیں واقعات پر نہیں اور یہ عقائد علمائے دیوبند
 کے ہرگز نہیں جو حسام الحرمین کے سوالات میں مذکور ہیں۔

علمائے عرب میں احمد رضا خاں کا پہلا اعزاز و اکرام

حسام الحرمین کا طلسم ٹوٹنے سے پہلے

علمائے عرب میں مولانا احمد رضا خاں کا اعزاز و اکرام صرف ایک اخلاقی کاروائی تھی۔ عرب مہمان نوازی میں وسیع دل واقع ہوئے ہیں عالموں کے لباس میں جو ان کے ہاں مہمان بنے وہ اس کی بہت عزت و اکرام کرتے ہیں۔ سو عرب علماء کے کسی کا اعزاز و اکرام کرنے سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ شخص واقعی ان کے ہاں کوئی معزز شخصیت ہے۔ مہمان نوازی اہل عرب کی فطرت ہے۔

مدینہ منورہ کے مفتی شافعیہ شیخ شریف احمد برزنجی پہلے از راہ اخلاق فاضلہ مولانا احمد رضا خاں کو کیا سمجھ بیٹھے تھے اسے حسام الحرمین کی تقریظ میں دیکھیں۔ ان کے آپ سے القاب و خطاب ملاحظہ ہوں:-

ایہا العلامة التحریر والعلم الشہیر ذو التحقیق والتحریر والتدقیق والتجیر
عالم اہل السنۃ والجماعۃ جناب الشیخ احمد رضا خان ہریلوی ادام اللہ
توفیقہ وارتقاہ (ص ۲۱۴)

پھر جب ان پر خان صاحب کی قلمی کھلی تو احمد رضا خاں ان کے ہاں یہ ایک عام مجہول شخص ہو گئے جیسے کوئی نہ ہو آپ اپنے رسالہ غایۃ المامول میں لکھتے ہیں:-

ثم بعد ذلك ورد الى المدينة المنورة رجل من علماء الهند يدعى احمد
رضا خان فلما اجتمع بي اخبرني اولا بان في الهند اناسا من اهل
الكفر والضلال منهم غلام احمد القادياني ومنهم اشرف علي التهانوي
القائل ان صبح الحكمة على ذات النبي بعلم الغيبات كما يقول به زيد فا
لمستول عنه انه ماذا اراد بهذا ؟ بعض الغيوب ام كلها ثم بعد ذلك اضلعتني
احمد رضا خان المذكور على رسالة له ذهب فيها الى انه صلى الله عليه
وسلم علمه محيط بكل شئ حتى المغيبات الخمس وانه لا تستثنى من
ذلك الا العلم المتعلق بذات الله تعالى وصفاته المقدسة--- فلم يرجع من

ذلك و امره عائد ولما كان زعمه هذا غلطاً و جراً على تفسير كتاب الله
بغير دليل اجبت الآن ان اجمع كلاماً مختصراً فيه بيان بطلان استدلال
لنلا يظن من اطلع على تقريرنا المذكور و اتنا وافقناه في هذا المطلوب -

(ترجمہ) پھر ہندوستان سے ایک شخص احمد رضا خاں نامی مدینہ منورہ آیا جب وہ میرے پاس آیا تو
اس نے مجھے بتایا کہ ہندوستان میں کچھ لوگ اہل کفر و ضلال اٹھے ہیں۔ ان میں مرزا غلام احمد بھی
ہے۔ اور اشرف علی تھانوی بھی جو اس بات کا قائل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر کل
مغیبات کے جانے کا حکم کرنا اگر بقول زید صحیح ہوتا ہے تو پھر بتایا جائے کہ اس سے اس کی مراد کل
غیوب ہیں یا بعض..... اس کے بعد مجھے احمد رضا خاں نے اپنا ایک رسالہ دکھایا کہ آنحضرت ﷺ کا
علم ہر چیز کو محیط ہے یہاں تک کہ مغیبات خسہ بھی آپ کے علم میں ہیں آپ کے علم سے صرف وہ علم
باہر ہے جو اللہ کی ذات اور اس کی صفات مقدسہ کا ہے۔ اس نے اپنے اس عقیدہ سے رجوع نہ کیا اور
وہ اس پر برابر مصررہا اور عناد پر آگیا چونکہ اس کا یہ عقیدہ غلط تھا اور وہ بغیر دلیل قرآن کی تفسیر پر جرات
کئے ہوئے ہے میں نے چاہا کہ ایک مختصر رسالہ قلمبند کروں جس میں احمد رضا خاں کے استدلال کا
بطلان واضح کیا جائے اور وہ شخص جو میری تقریظ پر جو حسام الحرمین پر میں نے لکھی، مطلع ہو تو وہ یہ
گمان نہ کر سکے کہ ہم احمد رضا خاں سے اس مسئلہ پر موافقت رکھتے ہیں۔

شیخ احمد برزنجی مولانا احمد رضا خاں کی نظر میں کیا تھے

مفتی مدینہ منورہ شیخ سید احمد برزنجی مولانا احمد رضا خاں کی نظر میں کس مرتبہ علمی کے مالک تھے۔ اسے
مولانا احمد رضا خاں کی کتاب حسام الحرمین میں ملاحظہ فرمائیں۔

صبورة ماكتبه حائز العلوم الثقلية و فائز الفنون العقلية الجامع بين شرف
النسب و الحسب و ارث العلم و المجد اباعن جد المحقق الالمعي
و المصدق اللودعي مفتي الشافعية بالمدينة المحمية مولانا السيد الشريف
احمد برزنجي عمت فيوصنه كل رومي و زنجي (حسام الحرمین ۲۱۲)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کس قدر اس عالم باعمل کے حق میں تھے اور انہیں کس درجہ کا عالم دین جانتے تھے لیکن جب شیخ برزنجی نے مولانا احمد رضا خاں کو سمجھ لیا کہ وہ کس قبیل کے آدمی ہیں تو انہوں نے احمد رضا خاں کی اس مدح سرائی سے کچھ اثر نہ لیا جو انہوں نے شیخ برزنجی کے بارے میں لکھی تھی۔ اب دیکھئے حضرت الشیخ البرزنجی نے احمد رضا خاں کو راجل من علماء الہند کے معمولی الفاظ میں ذکر کر کے ان سے پورا پردہ اٹھا دیا ہے آپ نے یہ کب کیا؟ جب ان پر مولانا احمد رضا خاں کا غلط عقیدہ کھلا اور آپ نے اسے بدعت میں ڈوبا ہوا پایا آپ کے اس رسالہ غایۃ المامول پر پھر علامہ عبدالقادر شبلی مدرس مسجد نبوی کی بھی تقریظ ہے۔ پھر اس پر شیخ فالح بن محمد ظاہری نے بھی اور علامہ تاج الدین الیاس مفتی مدینہ منورہ نے بھی مہر تصدیق ثبت کی ہے اس پورے پس منظر میں مولانا احمد رضا خاں کو کسی درجے میں اہل سنت مسلمانوں کی دینی قیادت کرتے نہ پائیں گے اگر یزیدوں نے ان سے تفریق بین المسلمین کا کام لینا تھا لے لیا۔ سانپ نکل گیا اب ہم کب تک لکیر پینتے رہیں گے۔ پھر اس رسالہ غایۃ المامول پر ان بارہ علماء اعلام کی تصدیقات اور مہر ثبت ہیں ہم یہاں ان کے نام دیئے دیتے ہیں۔

ان میں آٹھ وہ حضرات بھی ہیں جن کی تقریظات مولانا احمد رضا خاں نے بڑے القابات کے ساتھ حسام الحرمین کے لے لی تھیں دیکھئے یہ حضرات مولانا احمد رضا خاں سے بغاوت کر گئے اور اسی عالم بے بسی میں مولانا احمد رضا خاں کو حجاز سے ہندوستان آنا پڑا۔

- ۱۔ شیخ محمد سعید بن سید محمد
- ۲۔ سید محمد امین بن سید احمد رضوان
- ۳۔ سید عبداللہ اسعد
- ۴۔ عباس بن سید محمد رضوان
- ۵۔ عمر بن حمدان المالکی مدرس مسجد نبوی
- ۶۔ احمد بن محمد خیر العباسی السنادی
- ۷۔ محمد عزیر الوزیرائی التونسی
- ۸۔ موسیٰ علی الشامی الازہری
- ۹۔ محمد بن احمد العری
- ۱۰۔ محمد محمدی بن احمد
- ۱۱۔ السید احمد الجزائری
- ۱۲۔ غلیل بن ابراہیم خرہوتی

اس فہرست میں بھی نمبر ۱۲، ۱۱، ۹، ۵، ۴، ۱ کو لیجئے

مولانا احمد رضا خاں کی یہ ناکامی اس دور میں ہو گئی جس میں انہوں نے علماء دیوبند کے خلاف نکلی تکیفیری دستاویز تصدیق لینے کے لئے علمائے حرمین کے سامنے رکھی تھی علماء حرمین پر جب مولانا احمد رضا خاں کے علم و دیانت کی قلعی کھلی تو انہوں نے براہِ راست علماء دیوبند سے ان کے عقائد کے بارے میں سولہ سوالات کئے ہم انشاء اللہ العزیز آخر میں انہیں بھی ایک مقدمہ کے ساتھ بدیہ قارئین کریں گے۔

حسام الحرمین کا ظلم ٹوٹنے سے مولانا احمد رضا خاں کا کتنا گراف گرا

حسام الحرمین جب تک ایک حقیقت سمجھی گئی عرب علماء نے مولانا احمد رضا خاں کو ایک بڑا عالم سمجھا اس کی بڑی عزت کی اور اسے بڑے بڑے القابات دیئے لیکن جب ان پر حسام الحرمین کی حقیقت کھلی کہ اس میں علمائے حرمین کے فتوے سوالات کے مطابق ہیں واقعات کے مطابق نہیں اور علمائے دیوبند کے وہ عقائد ہرگز نہیں جو اس کتاب میں ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں یہ جوابات صرف ان منسوب کردہ عقائد پر ہیں نہ کہ ان کے اصل عقائد پر۔ تو اس سے کتاب (حسام الحرمین) کا ظلم ٹوٹ گیا اور مولانا احمد رضا خاں ان عزت کے القاب سے نکل کر ایک عام مجہول شخص کے پیرائے میں دھکیل دیئے گئے اور غایہ المامول میں ان کا ذکر رجل من علماء الہند کے الفاظ سے کیا گیا۔

اس سے یہ بات آسانی سے سمجھ میں آ جاتی ہے کہ علمائے عرب نے انہیں بڑے بڑے القابات سے محض حسن ظن کی بناء پر نواز ا تھا نہ یہ کہ مولانا احمد رضا خاں واقعی ان کے ہاں کوئی بڑے عالم تھے۔ یہ پروفیسر مسعود احمد صاحب کی غلطی ہے کہ انہوں نے محض القابات کے سہارے مولانا احمد رضا خاں کو ایک بڑا فاضل سمجھ لیا اور اس پر ایک کتاب ”فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں“ قلمبند کر ڈالی۔ پھر ان کا ہندوستان آ کر دو سال تک چپ رہنا اور کسی کو یہ ماجرا نہ بتلانا کہ وہاں ان پر کیا گزری بتلاتا ہے کہ واقعی وہ اپنے اس کردار پر نادم اور شرمندہ تھے آپ کا ایک پرانا معتقد ظلیل احمد برکاتی آپ کی اس خاموشی سے استدلال کرتا ہے کہ آپ بریلویت سے رجوع کر گئے ہیں۔ (دیکھئے انکشاف حق

تصنیف مولانا خلیل احمد برکاتی

ہم مولانا خلیل احمد برکاتی کی اس بات سے اتفاق نہیں کرتے صرف یہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے جھوٹے الزامات سے توبہ کی ہو کیونکہ مولانا احمد رضا خاں نے اپنی وفات سے دو گھنٹے پہلے عمدہ کھانوں کی جو فہرست بنائی کہ یہ مجھے ہفتہ میں ایک دو بار بھیج دیا کریں وہ بتاتی ہے کہ آپ بریلویت سے عملاً رجوع نہ کر پائے تھے اور اسے ہی آپ اپنا دین و مذہب سمجھتے تھے۔ آپ نے اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے اپنے اس نئے دین کا اس طرح ذکر کیا ہے:-

میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔
(وصایا شریف ص ۱۰ طبع آگرہ)

سوا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ آخر دم تک بریلوی رہے اپنے ترکوں کی مخالفت اور انگریزوں کی حمایت آپ کا سیاسی کردار تھا اور اس پر آپ کے بیٹے بھی آپ کے بعد غیر جانبدار اور انگریز مورخ بھی آپ کو پروبرٹش لکھتے ہیں۔ یہی ان کی علمائے دیوبند سے مخالفت کی اصل وجہ تھی گو آپ کے حمایتیوں نے اسے عشق رسول کا نام دے رکھا تھا جبلاء کے حلقے میں بریلویت اب اسی کو سمجھا جاتا ہے۔

اس سے یہ بات آپ کو برابر سمجھ آگئی ہوگی کہ عرب ممالک میں بریلویت کا وجود کیوں نہیں وہاں اور سارے فرقے ہیں مگر بریلوی فرقہ وہاں کہیں نہیں سنا گیا۔ مولانا احمد رضا خاں بریلویت لے کر عرب پہنچے تو وہ اپنے پروگرام میں بالکل کامیاب نہ ہو سکے عرب فطرۃً توحید پر ہیں۔ اور ان کے لئے شرک کسی طرح لائق پذیرائی نہیں۔ رہیں بدعات تو یہ ہر ملک کی اپنی اپنی ہوتی ہیں۔ جہاں جہالت ہو یہ پھیلتی ہیں۔ اور جہاں جہالت کے اندھیرے اٹھتے جانتیں نور سنت خود روشن ہوتا جاتا ہے یہ دین فطرت ہے اور فطرت روشنی چاہتی ہے اندھیرا نہیں۔ سوا اس میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ مولانا احمد رضا خاں اپنے دورہ حجاز میں نا کام رہے اور عرب دنیا میں جس طرح آج بریلویوں کا کوئی پرسان حال نہیں مولانا احمد رضا خاں کا وہاں گرفتاری سے بچ نکلنا بھی ان کی ایک بڑی خوش قسمتی تھی۔

بریلویت کا چودہ سالہ دور فترت

بریلویت کا نقطہ آغاز حسام الحرمین سے ہوا۔ یہ دکنگیری دستاویز ہے جو مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کے خلاف لکھی اور اس پر تصدیقات لینے کے لئے وہ ۱۳۲۳ھ میں مکہ پہنچے۔ حج کے بعد انہوں نے اپنے اس پروگرام کا آغاز کیا۔ ۱۹۲۳ء ربیع الثانی میں آپ ناکام واپس لوٹے کچھ تصدیقات آپ لے چکے تھے آپ کی مخالفت شروع ہو گئی وہ تصدیقات جواب آپ کو حسام الحرمین میں ملتی ہیں صرف حسن ظن پر دی گئی تھیں بیشتر وہ حضرات اردو نہ جانتے تھے اور نہ ان زیر بحث عبارتوں کا عربی ترجمہ کسی غیر جانبدار اردو دان عالم سے لیا گیا تھا۔

ان حالات میں وہاں مولانا احمد رضا خاں پر کیا گزری یہ آپ پڑھ چکے ہیں حضرت مولانا حسین احمد مدنی جو وہاں (سرزمین حجاز میں) موقع کے گواہ تھے انہوں نے ۱۹۲۷ء میں الشہاب الثاقب لکھ کر مولانا احمد رضا خاں پر وہاں گزرے حالات کا بھانڈا پھوڑ دیا تھا علمائے حجاز نے براہ راست علماء دیوبند سے ان کے عقائد معلوم کئے اور مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری نے ۱۹۲۵ء میں المہند کے نام سے ان کے نہایت اطمینان بخش جواب دیئے۔ اس سے مولانا احمد رضا خاں کا پورا دریائے سراب خشک ہی خشک نظر آیا۔ سو ان کا یہ دور فترت ۱۹۲۳ء سے ہی شروع ہو گیا تھا پھر پورے چودہ سال بعد مولانا احمد رضا خاں نے ۱۳۳۸ھ میں اپنے وہاں کے حالات پر قبولیت اور پذیرائی کی ایک نئی داستان ترتیب دی۔ جو ان کے ملفوظات حصہ دوم کے ص ۱۱۱ تک درج ہے۔ پروفیسر مسعود احمد صاحب نے بھی فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں انہی معلومات سے لکھی ہے جو انہیں مولانا احمد رضا خاں کے ملفوظات سے ملے اور وہ بھی بڑے بڑے القابات سے نہ کہ حقائق و واقعات سے اور ان میں بھی مولانا احمد رضا خاں نے بار بار اپنے بھولنے کا ذکر کیا ہے۔ دروغ گور حافظہ نباشد۔

انسان کب بھولتا ہے؟ جو کوئی پرانا گزرا واقعہ اسے بیان کرنا ہو اس میں وہ بہت رک رک کر چلتا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں بہت مدت کے گزرے واقعات کو اب پہلی بار بیان کر رہے ہیں اور ساتھ وہ اپنے حافظہ کی کمزوری بیان کر رہے ہیں۔ اس چودہ سالہ فاصلے سے

آپ نے ایسی داستان گھڑی کہ شریف مکہ جس نے مولانا احمد رضا خاں کو مکہ سے جلد نکلنے کا حکم دیا تھا اب چودہ سال کے بعد ان کا مرید ہو گیا ہے۔ یہ چودہ سال بعد کی وضع کردہ داستان کہاں تک قابل یقین ہو سکتی ہے یہ آپ خود فیصلہ فرمائیں خصوصاً جب کہ پہلی تمام شہادتیں قاطعہ اس کی تردید کر رہی ہیں۔

۱۳۳۲ھ میں مکہ میں گزرے حالات کے دو چشم دید گواہ

۱۔ حضرت مولانا غلیل احمد محدث سہارنپوری ۱۳۳۲ھ شارح سنن ابی داؤد و مصنف المہند علی المہند

۲۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد دہلوی (۱۳۷۷ھ) مدرس حدیث حرم نبوی المدینہ المنورہ۔

دونوں نے اپنے اپنے معلومات کو ۱۳۲۵ میں اور ۱۳۲۷ھ میں عوام کے سامنے رکھ دیا۔ ان حضرات نے متعدد کچھ اور لوگوں کے نام بھی بطور گواہ ذکر کئے ہیں جو ان مجالس میں وہاں بیٹھے ہوتے تھے سو یہ باتیں خبر واحد کے درجہ میں نہیں خبر مستفیض ہو گئی تھیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے پہلی مرتبہ اپنے وہاں کے گزرے حالات کو ۱۳۳۸ھ میں اپنے تذہذب اور بھول جانے کے اندھیرے میں بیان کیا۔ اب آپ ہی غور کریں کہ یہ چودہ سالہ دور فترت کے بعد کی بنائی بات تحقیق کے معیار پر کیسے اتر سکتی ہے؟

مولانا احمد رضا خاں کی حکایت غلط ہونے کا ایک اور قرینہ

مولانا احمد رضا خاں حج کے بعد مکہ میں ٹھہرے تو اس ارادہ سے تھے کہ جس طرح بھی ہو سکے علماء دیوبند کے خلاف فتوے تکفیر حاصل کریں ان کے اپنے عقائد تو وہاں زیر بحث نہ تھے۔ یہ کیسے ہوا کہ وہاں ان کے پہنچنے ہی ان کے اپنے عقائد زیر بحث آ گئے۔

گئی یک بیک جو ہوا پلٹ نہیں دل کو میرے قرار ہے

کروں حال دل میں کیا بیان میرا غم سے سینہ نگار ہے

حکومت کی طرف سے مولانا احمد رضا خاں سے ان کے اپنے عقائد کے بارے میں تین سوالات کئے گئے آپ نے ان کے جو جوابات دیئے ان سے وہاں کے علماء اور شریف مطمئن نہ ہو پائے پھر کہیں جا کر علمائے دیوبند کے عقائد پر بحث چلی یہ تر حیب خود بتاتی ہے کہ وہاں پر گزرے حالات پر مولانا احمد رضا خاں کی وہاں کے حالات پر اپنی وضع کردہ حکایت ہرگز درست نہیں۔

اب تم ہی کہو کس کی صدا دل کی صدا ہے

یہ مولانا احمد رضا خاں کے حافظہ اور یادداشت کی ایک دلسوز داستان ہے جو ان کے ملفوظات حصہ دوم کے ص ۱ پر درج ہے ہم آگے انشاء اللہ العزیز ان کے علم و دیانت کا بھی کچھ حال گزارش کریں گے۔ یہاں آپ پہلے یہ معلوم کریں کہ وہاں پہلے کن کے عقائد زیر بحث آئے۔

مکہ مکرمہ میں کس کے عقائد اولاً زیر بحث آئے

احمد رضا خاں کے یا مولانا ظلیل احمد کے؟

مولانا احمد رضا خاں ۱۳۲۳ھ میں حج کے لئے مکہ مکرمہ آئے یہاں وہ ایک خفیہ دستاویز ساتھ لائے جس پر وہ وہاں کے علماء سے فرداً فرداً تصدیقات لینا چاہتے تھے۔ علمائے دیوبند یہاں پہلے سے موجود تھے مولانا حسین احمد مرحوم مدینہ میں حدیث کا درس دیتے تھے۔ ان کے عقائد و نظریات حجاز میں کسی سے چھپے ہوئے نہ تھے سالہا سال کے اس درس عام میں ان کے کسی عقیدے پر کبھی کوئی سوال نہ اٹھا تھا۔ پھر مولانا ظلیل احمد بھی مولانا احمد رضا خاں سے پہلے وہاں موجود تھے اور علماء عرب میں ان کا درس حدیث خاصاً مقبول تھا۔ علماء دیوبند کے عقائد سرسوم بھی اہل سنت عقیدہ سے مختلف نہ تھے اگر ایسا ہوتا تو وہ وہاں ۱۳۲۳ھ سے پہلے ہی کھل چکے ہوتے۔ مولانا احمد رضا خاں کے وہاں آتے ہی وہاں ان کے عقائد پر لے دے شروع ہو گئی۔ یہاں تک کہ معاملہ شریف تک پہنچا شریف کی طرف سے مولانا احمد رضا خاں سے ان کے عقائد پوچھے گئے۔ مولانا احمد رضا خاں نے اپنا جواب لکھ کر شریف کو بھیج دیا۔ ۲۸ اور ۲۹ ذوالحجہ کی درمیانی شب وہ جوابات شریف کو سنائے گئے مولانا احمد رضا خاں بیان فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے کتاب سنائے کے ضمن میں حضرت شریف سے ظلیل احمد کے عقائد ضالہ اور اس کی کتاب براہین قاطعہ کا بھی ذکر کر دیا تھا۔ (ملفوظات حصہ ۲ ص ۱۲)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں علماء دیوبند کے عقیدہ پر بات بعد میں چلی مولانا احمد رضا خاں کے عقائد پہلے زیر بحث آئے تھے اور ان کے شرکیہ ہونے کی آواز عام لگ چکی تھی۔ اور یہ خود مولانا

احمد رضا خاں کے اپنے ملفوظات کی شہادت تھی۔ مولانا احمد رضا خاں کے عقائد اگر اہل سنت کے عقائد ہوتے تو ان کے مکہ آتے ہی ان سے ان کے عقائد کے بارے میں باز پرس نہ ہوتی اور یہ عقائد حکومت کی سطح پر نہ پوچھے جاتے اور نہ انہیں حکم دیا جاتا کہ وہ جلد سے جلد مکہ سے چلے جائیں جو نبی ان کے شرکیہ عقائد کا علماء مدینہ کو پتہ چلا تو ان کے مفتی اعظم علامہ سید احمد برزنجی نے احمد رضا خاں کے خلاف ”غایۃ المامول فی تتمہ منہج الوصول فی تحقیق علم الرسول“ ایک مستقل کتاب لکھ دی۔

پروفیسر مسعود احمد اس پر پردہ ڈالنے کے لئے تاریخ میں یہ تحریف کرتے ہیں کہ وہاں مولانا احمد رضا خاں پہلے پہنچے تھے اور مولانا خلیل احمد ان کے تعاقب میں بعد میں گئے۔ آپ مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں لکھتے ہیں:-

جب دوسری بار حج پر تشریف لے گئے تو غیر معمولی اعزاز و اکرام سے نوازا گیا۔ غالباً غنائین کو اسی کا پہلے سے اندازہ تھا اس لئے انہوں نے اپنا کام شروع کیا اسی زمانہ میں مولانا خلیل احمد انیسٹھوی بھی وہاں تشریف لے گئے۔ فاضل بریلوی کے زمانہ قیام میں موصوف کا وہاں جانا معنی خیز معلوم ہوتا ہے (فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص ۹۹)

معلوم نہیں پروفیسر صاحب تاریخ بدلتے میں کیوں اس قدر کوشاں ہیں کاش کہ انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کا یہ بیان ہی پڑھا ہوتا آپ فرماتے ہیں۔

اس بار سرکار حرم میں میری حاضری بے اپنے ارادے کے جس غیر متوقع اور غیر معمولی طریقوں پر ہوئی اس کا بیان اوپر ہو چکا ہے وہ حکمت الہیہ یہاں آکر کھلی۔ سننے میں آیا کہ وہاں پہلے سے وہاں آئے ہوئے ہیں جن میں خلیل احمد انیسٹھوی اور بعض وزراء ریاست اور دیگر اہل ثروت بھی ہیں (ملفوظات حصہ ۲ ص ۸)

حضرت مولانا حسین احمد سالہا سال سے وہاں مقیم تھے آپ لکھتے ہیں کہ جب شریف کے ہاں مولانا احمد رضا خاں کے عقائد زیر بحث آئے تو شریف نے انہیں نئے عقیدے پر پایا اور انہیں عقائد اہل

سنت سے دور جانا آپ اس مجلس کی جس میں احمد رضا خان کے عقائد پڑھے گئے اس طرح اطلاع دیتے ہیں۔ شریف کا رد عمل ملاحظہ کیجئے۔

انہوں نے فرمایا کہ اس شخص کو جلد یہاں سے نکال دینا چاہئے تاکہ عوام پر اس کا کوئی اثر قبیح نہ پڑ جائے چنانچہ وہاں سے حکم آیا کہ تم جلد یہاں سے چلے جاؤ شریف کو جو طیش اور غضب اس شخص پر تھا وہ حضار مجلس ہی بیان کر سکتے ہیں۔ مگر خوف انتشار عوام دوم بغرض رعایا کے اجتہاد مناسب جانا کہ اس سے تقاض کرنا بہتر نہیں اس تمام قصہ کو احقر نے مجملہ عرض کیا ہے۔ (الشہاب الثاقب ص)

وہاں ان دنوں مولانا احمد رضا خاں کی کوئی کتاب موجود نہ ملی صرف ہندوستان کے مولوی سلامت اللہ رامپوری کا ایک رسالہ ”اعلام الازکیاء“ دستیاب ہوا اس پر مولانا احمد رضا خاں کی تقریبات تھیں جس کے آخر میں لکھا تھا و صلی اللہ علی من ہو الاول و الآخر و الظاہر و الباطن۔ اس میں مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ حضور کے ازلی ابدی ہونے کا پتہ دے رہا تھا۔ حالانکہ ازلی اور ابدی ہونا تو اللہ رب العزت کی شان ہے مولانا احمد رضا خاں سے تین سوال پوچھے گئے تھے۔ یہ سوالات مفتی صالح کمال نے ۲۵ ذوالحجہ کو کتب خانہ حرم میں مولانا احمد رضا خاں کو حکومت کی طرف سے دیئے تھے۔ محافظ کتب خانہ سید اسماعیل خلیل بھی وہاں موجود تھے۔ مولانا احمد رضا خاں نے جو جوابات لکھے وہ اطمینان بخش نہ تھے۔

حضرت مولانا حسین احمد نے اپنے بیان کی تصدیق کے لئے شریف کی اس مجلس کے یہ گواہ بھی پیش کئے: جس کا جی چاہے تفصیل وار شیخ شعیب مالکی مدرس شریف مکہ معظمہ یا شیخ احمد فیتہ یا شیخ عبدالقادر الشیخی یا شیخ محمد معصوم یا مولوی منور علی محدث رامپوری سے یا ان لوگوں سے جو شریف کے اس زمانہ میں مصاحب تھے پوچھ لیوے۔ (ایضاً ص ۲۰۵)

اس واقعہ کو سو سال ہونے کے قریب ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ اب تک کسی نے ان گواہوں پر کوئی جرح نہیں کی۔

دیوبند کے عقائد پر وہاں کسی بحث کی ضرورت نہ تھی

دیوبند کے عقائد وہاں کے لئے کوئی نئے نہ تھے اہل علم کے کسی حلقے سے یہ پوشیدہ نہ تھا کہ مولانا حسین احمد دیوبند کے پڑھے ہوئے ہیں۔ ان کا مسجد نبوی میں حدیث کا درس عام یہ بات جاننے کے لئے کافی تھا کہ علماء دیوبند عقیدۂ اہل سنت ہیں کسی نئے مذہب کے داعی نہیں۔ شیخ صالح کمال نے جب شریف کی احمد رضا خاں کے عقائد پر ناراضگی دیکھی تو انہوں نے صرف وزن بیت کے طور پر مولانا غلیل احمد کے عقائد کی بحث چھیڑ دی جسے اسی وقت رد کر دیا گیا۔ شریف کو اس میں کسی تحقیق کی ضرورت نہ تھی۔ یہ وہاں کے بعض علماء کی ایک اپنی رائے تھی کہ دیوبند کے عقائد کا خود مد رس دیوبند سے براہ راست استفسار کر لیا جائے تاکہ ان کے ہاتھ عقائد دیوبند کی ایک تاریخی دستاویز آجائے۔

مولانا غلیل احمد پر غلط عقائد کا جھوٹا الزام

شریف کی مجلس میں ۱۲۹-۱۳۸ ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ کو مولانا احمد رضا خاں کے عقائد قابل اعتراض ٹھہرے اور وہ مولانا احمد رضا خاں کے اپنے الفاظ میں وہاں پڑھے گئے تھے۔ شیخ صالح کمال نے جو مولانا احمد رضا خاں کے دوست تھے وزن بیت پورا کرنے کے لئے وہاں مولانا غلیل احمد کے عقائد کی بحث چھیڑ دی اور اسی مجلس میں کہہ دیا گیا کہ کوئی مسلمان ایسے عقائد رکھنے والا نہیں ہو سکتا یہ سب جھوٹ معلوم ہوتا ہے یہ کہہ کر اسے رد کر دیا گیا یہ نہ کہا گیا کہ اس سے بھی اس کے عقیدے پوچھو۔ شیخ صالح کمال خاموش ہو کر رہ گئے۔ یہ مولانا غلیل احمد کی اپنی اچھلتی سچائی تھی کہ مولانا شیخ کمال کو خود ملنے گئے۔ بریلویوں کے پروفیسر مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں :-

مولوی غلیل احمد صاحب کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو صفائی پیش کرنے شیخ موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے ان دونوں کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس کی تفصیلات شیخ کمال رجز ذیل مکتوب سے معلوم ہوتی ہیں۔ جو موصوف نے سید اسماعیل غلیل محافظ کتب حرم کو تحریر فرمایا تھا۔ (فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص ۱۷۳)

یہاں ایک غیر جانبدار مصریہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جب شریف کی مجلس میں ان کے عقائد پر جو بات چل وہ محض زبانی تھی۔ اور مولانا غلیل احمد نے بھی شیخ صالح کمال سے جو بات کی وہ بھی محض

زبانی تھی تو اب شیخ صالح کمال کو کیا ضرورت پڑی کہ انہوں نے اپنی ملاقات کی تفصیلات سید اسماعیل کو زبانی کہنے کی بجائے خط کے ذریعہ بتلائیں۔ اور اگر انہوں نے واقعی ان کے (مولانا غلیل احمد کے) عقائد میں کوئی غلط پہلو دیکھا تھا تو انہوں نے اس کی اطلاع شریف کو دینے کی بجائے اسے سید اسماعیل غلیل محافظ کتب خانہ حرم کو لکھنے پر ہی کیوں اکتفا فرمائی۔ معلوم ہوتا ہے یہ کہانی کوئی بعد کی ترتیب دی ہوئی ہے۔ جسے ایک خط کے پیرائے میں اب سامنے لایا گیا ہے۔ اور یہ خط جعلی ہے۔

یہ خط حسب تحریر ۲۸ ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس خط پر ہم آگے چل کر بحث کریں گے۔ کہاں تک یہ کوئی اصلی دستاویز ہے۔ یہاں صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ جب مولانا غلیل احمد محدث سہارنپوری کو یہ اطلاع ملی کہ شریف کی مجلس میں ان کی طرف کچھ عقائد ضالہ منسوب کئے گئے۔ تو وہ خود مولانا صالح کمال سے ملنے چلے گئے۔ انہوں نے اپنے آپ کو چھپایا نہیں۔ اس مقام پر یہ چند امور قابل غور ہیں۔ اور فریقین کے اس حرم کے اختلاف میں فیصلہ کن ہیں۔

۱۔ مولانا احمد رضا خاں نے مولانا غلیل احمد صاحب کے جو عقائد مولانا صالح کمال کو بتا رکھے تھے اگر وہ واقعی ان کے عقائد ہوتے تو وہ (مولانا غلیل احمد) چپکے سے ان ارکان حکومت سے بھاگتے۔ آپ تصور دار ہوتے تو آپ بھی وطن لوٹنے کی سوچتے۔ ہر مجرم اپنے جرم کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ اپنے عقائد ضالہ سمیت ہندوستان روانہ ہو جاتے۔ کیا کوئی مجرم خود ہی حکومت کے سامنے پیش ہونے کی ہمت کرتا ہے؟ اور کہتا ہے کہ میں ہی وہ شخص ہوں جس کے بارے میں آپ کو یہ اطلاعات پہنچائی گئی ہیں؟ ہر گز نہیں ایسا کبھی نہیں ہوتا آپ کا خود انہیں ملے جانا اس بات کی شہادت ہے کہ حضرت محدث سہارنپوری کے وہ عقائد ہرگز نہ تھے جو مولانا احمد رضا خاں نے ان کی طرف منسوب کئے تھے اور شیخ صالح کمال کو بتا رکھے تھے۔

۲۔ محدث سہارنپوری شیخ صالح کمال کے پاس ان کے اپنی طرف منسوب شدہ عقائد پر دلائل پیش کرنے نہ گئے تھے۔ بقول پروفیسر محمد مسعود اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے گئے تھے۔ یعنی کہ یہ میرے عقیدے نہیں ہیں۔ سو آپ کا صفائی پیش کرنا اس بات پر بدھان قاطع تھے کہ آپ کے وہ

عقائد ہرگز نہیں جو ان کی طرف احمد رضا خاں نے منسوب کئے تھے ورنہ آپ کا صفائی پیش کرنا چہ معنی دارد؟ یہ صفائی تو اسی بات کی ہوتی ہے جو کسی نے کسی کو کوئی غلط بات بتا رکھی ہو یہ بات صحیح ہے کہ ان کے وہ عقائد ہرگز نہ تھے جو خاں صاحب نے بطور الزام ان کی طرف منسوب کئے تھے اور ان پر ان کا بہتان باندھا تھا۔ اب اگر مولانا خلیل احمد صاحب الہند نہ بھی لکھتے تو ان کا یہ جرأت مندانہ عمل کہ یہ اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے خود حکومت کے ریڈر کے پاس چلے گئے۔ آپ سے اس تہمت کو اٹھانے کے لئے کافی ہے۔ آپ خود پیش ہو کر اپنے خلاف ان تمام الزامات کو دھو گئے۔ جب آپ پیش ہوئے تو آپ نے صاف صاف کہا:۔

جو باتیں میری طرف نسبت کی گئی افتراء ہیں میری کتاب میں نہیں ہیں۔ (ملفوظات احمد رضا ص ۱۴)

یہ خود مولانا احمد رضا خاں کی اپنی شہادت ہے کہ مولانا خلیل احمد نے ان عقائد سے صاف طور پر لاتعلقی کا اظہار کیا تھا۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

۴۔ کیا شیخ صالح کمال نے آپ کے خلاف کوئی کاروائی کی؟ بالکل نہیں آپ کے جوابات سے وہ بالکل مطمئن ہو گئے تھے۔ حضرت مولانا حسین احمد جو ان دنوں حجاز میں تھے لکھتے ہیں۔

اس وقت تک جناب مولانا خلیل احمد کی شیخ شعیب احمد صاحب سے کوئی ملاقات بھی نہ ہوئی تھی چنانچہ جب یہ خبر مولانا کو پہنچی تو ایک دو آدمیوں کو ساتھ لے کر شیخ شعیب اور مفتی صالح کمال کے پاس گئے اور ہر ایک سے مل کر گفتگو کی۔ مفتی صالح کمال کے پاس بھی گئے مفتی صاحب سے ملاقات ہوئی اولاً مفتی صاحب بوجہ ان باتوں کے جو ان کو جھوٹ پہنچائی گئی تھیں کبیدہ خاطر معلوم ہوتے تھے اور کیوں نہ ہوں آخر ہر مسلمان پر ایسی باتوں کا اثر ہونا ضروری ہے۔ مگر جب مولانا نے حقیقت حال کا انکشاف فرمایا اور میدان تقریر میں جولانی فرمائی تو وہ کبیدگی مبدل بہ فرح و سرور ہو گئی۔ اور جملہ تقریرات حضرت مولانا کو انہوں نے تسلیم فرمایا اور خوش ہوئے۔ (الشہاب ص ۲۰۶)

اس بیان میں مفتی صالح کمال کا حضرت محدث سہارنپوری کے بیان سے مطمئن ہو جانا صراحت سے

مذکور ہے۔ اب مفتی صاحب کو ان پر کوئی اعتراض باقی نہ رہا۔ اور اسی لئے آپ نے ان کے خلاف حکومتی سطح پر کوئی کارروائی نہ کی۔

اب اگر کوئی شخص مولانا حسین احمد کے اس بیان پر اعمتہ نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ یہ یکطرفہ شہادت ہے اس پر کوئی دوسرا گواہ نہیں تو ہم پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ تمہیں اختلاف صرف شیخ صالح کمال کے مطمئن ہونے سے ہے یا یہ کہ مولانا خلیل احمد مفتی صالح کمال سے ملے ہی نہیں؟ محدث سہارنپوری کا خود شیخ صالح کمال کے پاس جانا اور اپنے عقائد پر گفتگو کرنا اور اپنی صفائی پیش کرنا یہ تو پروڈیوسر مسعود احمد صاحب نے بھی ذکر کیا ہے اور ہم اس پر ان کا اپنا حوالہ پیش کر آئے ہیں سو یہ شہادت یکطرفہ نہ رہی پہلی بات کہ مولانا صالح کمال حضرت کے جوابات پر مطمئن ہوئے؟ اس میں اگر وہ بات صحیح نہیں جو حضرت مولانا حسین احمد نے لکھی ہے تو بتلایا جائے کہ اگر شیخ صالح کمال کی نظر میں محدث سہارنپوری واقعی تو ہیں رسول کے مرتکب تھے تو آپ نے انہیں اس وقت جانے کیوں دیا گرفتار کیوں نہ کیا۔ اسلام میں تو بین رسالت کے مرتکب کو کھٹا چھوڑا جاسکتا ہے؟ کہ وہ آرام سے جدہ چلا جائے۔ مفتی صالح کمال اگر یہ ہاں میں فتوے دیں تو کوئی دوسرا مفتی ان سے اس بات پر اتفاق نہ کر سکے گا۔

اگر کہا جائے کہ انہوں نے مفتی صالح کمال سے توبہ کا وعدہ کیا تھا تو ہم یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ کیا مرتد کو توبہ کرنے میں اتنی مہلت دی جاسکتی ہے کہ وہ جدہ چلا جائے۔ یا اسے علی الفور توبہ کرانی ضروری ہے اگر توبہ کا ارادہ کرنے والا مرتد بلا توبہ مر جائے تو کیا اس کا گناہ مفتی صالح کمال پر نہ آئے گا۔ کیا ایسا عالم جو بقول مولانا احمد رضا خاں مکہ معظمہ کا سب سے بڑا عالم ہوفتویٰ و قضاء میں اتنی بڑی غلطی کر سکتا ہے؟ ایسی غلطی کی توفیق کے کسی ادنیٰ درجہ کے طالب علم سے بھی امید نہیں کی جاسکتی۔ ناظرین کچھ غور کریں یہ صرف اسی صورت میں تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ مفتی صالح کمال واقعی ان سے ہر طرح سے مطمئن ہو چکے ہوں۔

پروفیسر مسعود احمد کی مولانا خلیل احمد کے خلاف غلط بیانی

ہم پیچھے مولانا صالح کمال کے حوالہ سے ایک خط کا ذکر کر آئے ہیں۔ جو خود مولانا احمد رضا خاں نے ترتیب دیا ہے اور اسے ۱۳۳۸ھ میں اپنے ملفوظات میں جگہ دی ہے۔ بریلوی حضرات اس میں عجیب الجھن کا شکار ہیں۔ جب وہ ہماری گرفت سے کسی جہت سے نکل نہ پائے تو پروفیسر مسعود احمد صاحب نے اپنی بات بتانے کے لئے اس جعلی خط کا سہارا لیا ہے۔ آپ اس کے حوالہ سے لکھتے ہیں:-

شیخ صالح کمال کا مطمئن ہونا درکنار موصوف تو مولانا خلیل احمد سے کلمات کفریہ کا اقرار کر کے ان سے توبہ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن یہ اس لئے ممکن نہ ہوسکا کہ مولانا خلیل احمد دوسرے ہی روز جدہ تشریف لے گئے۔ (فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں)

ان الفاظ پر غور کریں ”موصوف تو ان سے کلمات کفریہ کا اقرار کرنا چاہتے تھے۔“ یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ مفتی صاحب ان سے کلمات کفریہ کا اقرار نہ کرایا ہے۔ وہ صرف چاہتے ہی رہے کہ کسی طرح یہ عقائد ضالہ ان پر لازم کئے جاسکیں مگر وہ انہیں ان کی کتابوں سے ثابت نہ کر سکے۔ مولانا خلیل احمد صاحب نے ان عقائد ضالہ کا کھلے طور پر انکار کیا اقرار نہ کیا۔ اور نہ مولانا صالح کمال ان سے کسی کفر کا اقرار کروا سکے۔ بات حقیقت میں یہ ہے کہ مفتی صاحب ان سے پوری طرح مطمئن ہو گئے تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حکومت کی طرف سے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی۔ نہ انہیں جدہ جانے سے روکا۔

سو اگر حضرت مولانا حسین احمد کے مندرجہ بیان میں کوئی بات غلط ہوتی تو مولانا مفتی صالح کمال کا کوئی عمل تو مولانا خلیل احمد صاحب کے خلاف ہوتا۔ ان کا عمل بتا رہا ہے کہ وہ واقعی ان سے پوری طرح مطمئن ہو گئے تھے ہم اس پر کچھ گفتگو پہلے بھی کر آئے ہیں۔

مولانا خلیل احمد کی مولانا صالح کمال سے ملاقات کب ہوئی تھی

مفتی صالح کمال مولانا احمد رضا خاں کے جوابات (جوان سے ان کے اپنے عقائد کے بارے میں پوچھے گئے تھے) لے کر شریف صاحب کی مجلس میں کب گئے؟ اور کب یہ جوابات اس مجلس عالی

میں پڑھے گئے؟ یہ جوابات ۲۸ اور ۲۹ ذوالحجہ کی درمیانی رات شریف کی مجلس میں پڑھے گئے اور پھر ابھی تک مفتی صاحب کی مولانا ظلیل احمد سے ملاقات نہ ہوئی تھی۔ ورنہ وہ دیتا اپنی ملاقات کا وہاں ضرور ذکر کرتے۔

سویہ بات یقینی ہے کہ مولانا ظلیل احمد صاحب کا مفتی صالح کمال کے پاس اپنی صفائی کے لئے جانا یہ ۲۸ ذوالحجہ کے بعد ہی کسی تاریخ کو ہو سکتا ہے نہ کہ اس سے پہلے۔ اسے اس سے پہلے کی کسی تاریخ کا واقعہ نہیں بنایا جاسکتا۔ یہ لازماً ۲۸ تاریخ کے بعد کا ہی کسی تاریخ کا واقعہ ہے۔

مولانا احمد رضا خاں اس بات کے مدعی ہیں کہ جب مولانا صالح کمال نے ان سے اپنی مولانا ظلیل احمد صاحب سے ملاقات اور بات کا ذکر کیا تو انہوں نے (مولانا صالح کمال نے) اس کی اطلاع حرم شریف کے کتب خانہ کے محافظ سید العلیل ظلیل کو ایک خط کے ذریعہ دی۔ پروفیسر مسعود صاحب اب اس خط کے سہارے اپنے جواب کو مکمل کرتے ہیں (دیکھئے فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص ۱۷۳)

مولانا صالح کمال کے نام سے یہ جعلی خط وضع کیا گیا

اس خط میں جس کاروائی کا ذکر ہے وہ ۲۹ تاریخ کے بعد کی ہے اب اس کا ذکر ۲۸ کو کیسے درست ہو سکتا ہے؟

جب کہ اس خط پر ۲۸ ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ کی تاریخ لکھی ہے۔ جب یہ خط ۲۸ تاریخ کو لکھا گیا تو مفتی صالح کمال کی مولانا ظلیل احمد صاحب سے یہ ملاقات یقیناً اس سے پہلے ہی کسی تاریخ کو ہوئی ہوگی۔ مفتی صالح کمال کا شریف کی مجلس میں جو یقیناً ۲۸ اور ۲۹ ذوالحجہ کی درمیانی شب ہوئی۔ مولانا ظلیل احمد صاحب کا اس طرح ذکر کرنا گویا وہ انہیں جانتے نہیں۔ نہ انہوں نے ان سے خود کبھی عقائد پوچھے ہیں بتلاتا ہے کہ وہ خط بالکل جعلی ہے جو مفتی صالح کمال کے نام سے اس واقعہ کے چودہ سال بعد ۱۳۳۸ھ میں گھڑا گیا۔ اور اسے مولانا احمد رضا خاں کے ملفوظات حصہ دوم پر اس طرح جگہ دی گئی ہے۔

مفتی صالح کمال کے نام سے تیار کردہ جعلی خط

مولانا احمد رضا خاں نے عربی میں یہ خط وضع کیا:-

صاحب الفضيلة والمحبة الجميلة حضرت السيد اسمعيل أفندي محافظ
الكتب! حضر عندنا قبل تاريخ رجل من اهل الهند- يقال له خليل احمد مع
بعض علماء الهند المجاورين بمكة يستعطف خاطرنا عليه لانه قد بلغه اني شديد
الغيط عليه وانا لا اعرفه شخصاً وقال يا سيدى بلغنى انكم واجدون على ذلك
بسبب انى ذكرت ما وقع منه فى البراهين القاطعة لدى حضرة الامير حفظه الله
واردت ان احضرها و احضر من يفهم ذلك اللسان لا قرره وما فيها واستشيه لكنه
فى ثانى يوم من سجيته عندنا هرب الى جده ولا حول ولا قوة الا بالله اجبنا
اعلامكم بذلك ما دتم محمد صالح كمال ٢٨ ذى الحجة ١٣٢٣ هـ
(ملفوظات احمد رضا خاں ٢ ص ١٦)

(ترجمہ) جناب سید اسماعیل آفندی محافظ الکتب!

ہمارے پاس اس سے پہلے ایک ضدی شخص جسے خلیل احمد کہا جاتا ہے بعض دوسرے علماء جو مکہ میں
رہتے ہیں کی معیت میں آیا تا کہ ہمیں اپنے اوپر کچھ نرم کر سکے کیونکہ اسے یہ بات پہنچی تھی کہ میں اس
پر بہت غصے میں ہوں اور میں اسے ذاتی طور پر نہیں جانتا اس نے کہا:-

”میرے آقا! مجھے خبر پہنچی ہے کہ آپ مجھ پر بہت ناراض ہیں اور یہ اس لئے تھا کہ میں
نے اس کی وہ بات جو اس نے براہین قاطعہ میں کہی ہے حضرت امیر کے سامنے کہہ دی ہے۔ اور میں
نے ارادہ کیا تھا کہ میں اسے پیش کروں اور اسے بھی جو اس زبان کو سمجھ پائے یہ اس لئے کہ میں اس
سے اقرار کروں اور اسے اس سے توبہ کے لئے کہوں لیکن وہ اس سے اگلے دن ہی جدہ کو بھاگ گیا
ہم نے مناسب جانا کہ آپ کو اس کی اطلاع کر دیں۔“

محمد صالح کمال

۲۸ ذوالحجہ ۱۳۲۳

اس خط پر اٹھنے والے سوالات

۱۔ اس خط پر پہلا سوال یہ ابھرتا ہے کہ خط لکھنے والا (مفتی صالح کمال) اور جس کو یہ خط لکھا گیا (مولانا سید اسماعیل ظلیل صاحب) جب دونوں مکہ معظمہ کے رہنے والے ہیں اور دونوں کی روزانہ عام ملاقات بھی ہو جاتی ہے اور نمازوں میں بھی وہ اکثر ملتے رہتے ہیں تو اب کیا ضرورت پڑی تھی کہ مفتی صالح کمال انہیں بالمشافہ مولانا ظلیل احمد سے ملاقات کی اطلاع نہیں دیتے بذریعہ ڈاک انہیں مطلع کرتے ہیں اور عرب میں ڈاک کا انتظام کتنا باقاعدہ ہے اس کی ہرج کرنے والے کو خبر ہے خصوصاً حج کے موسم میں۔

بات کرنے کی بجائے بذریعہ خط اطلاع دینا کیا کسی خاص کاروائی کی نشاندہی نہیں کرتا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار یہ کس بات کی نشاندہی کرتا ہے؟

۲۔ مولانا ظلیل احمد کی جب مفتی صالح کمال سے ملاقات ہوئی اور مفتی صاحب نے اس کی اطلاع اگلی صبح مولانا احمد رضا خاں کو بھی کر دی تو اس پر مولانا صالح کمال کا بیان ہے کہ مولانا ظلیل احمد رات ہی جدہ کو چلے گئے، کس بات کی نشاندہی کرتا ہے؟ مولانا احمد رضا خاں کہتے ہیں مولانا مفتی کمال نے چاہا کہ کسی اردو جاننے والے کو بلائیں اور انٹھٹھی صاحب کو براہین قاطع دکھائیں مگر انٹھٹھی صاحب رات ہی جدہ کو فرار ہو گئے۔ (ملفوظات ص ۱۴)

سو اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کو اس ملاقات کی اطلاع ۲۹ کے بعد ہی کسی تاریخ کو ہوئی اس پر یہ سوال ابھرتا ہے کہ اس ملاقات کا یہ ذکر ۲۸ ذوالحجہ کے خط میں کیسے آگیا؟ یہ خط اس اندرونی شہادت سے بالکل جعلی ثابت ہوتا ہے۔

۳۔ مفتی صالح کمال کی جو گفتگو مولانا احمد رضا خاں سے اس واقعہ کے دوسرے روز صبح کے وقت ہوئی اس میں بھی یہی ہے کہ مولانا ظلیل احمد رات ہی جدہ چلے گئے لیکن اس جعلی خط میں مفتی صالح کمال کا بیان یہ ہے:-

لیکن جس روز وہ میرے پاس آیا تھا اس کے دوسرے روز وہ (مولانا ظلیل احمد)

بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص ۱۷۴)

پہلے دعوے یہ تھا کہ مولانا ظلیل احمد اسی روز جدہ چلے گئے اس خط میں ہے کہ اگلے دن گئے۔ اب بتائیے کون سی بات صحیح ہے؟ کیا یہ کھلا تعارض نہیں۔ بات کس کی غلط ہے؟ ہم سمجھتے ہیں بات اس خط کی غلط ہے اس سے واضح ہوتا کہ یہ خط اس وقت کا نہیں ہے کسی بعد کے وقت میں تیار کیا گیا ہے۔ یہ خط ۲۸ ذوالحجہ کا کسی طرح نہیں ہو سکتا ہے۔

۴۔ اس خط میں مفتی صالح کمال کی یہ عبارت بھی قابل غور ہے۔

آج کی تاریخ سے پہلے ہمارے پاس ایک ہندوستانی آیا جسے ظلیل احمد کہا جاتا ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ۲۸ ذوالحجہ جس تاریخ کو یہ خط لکھا جا رہا ہے اس سے کئی دن پہلے مولانا صالح کمال کی حضرت مولانا ظلیل احمد سے ملاقات ہوئی تھی۔ اگر یہ اس سے صرف ایک دن پہلے کی بات ہوتی تو مفتی صاحب نے اسے یوں لکھا ہوتا۔

”کل ہمارے پاس ایک ہندوستانی آیا جس کا نام ظلیل احمد تھا“

اس کی تائید پروفیسر مسعود احمد صاحب کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے اس عبارت سے سمجھا۔ وہ مفتی صالح کمال کی یہ بات اپنے الفاظ میں اس طرح لکھتے ہیں:-

چند روز ہوئے ظلیل احمد نامی ایک ہندوستانی مکہ کے چند مجاور علماء ہند کے ساتھ میرے پاس آیا تھا۔

(فاضل بریلوی ص ۱۷۴)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مفتی صالح کمال اور مولانا ظلیل احمد کی یہ ملاقات اس خط کے لکھنے سے چند روز پہلے کہیں ہوئی ہے اس خط پر ۲۸ ذوالحجہ کی تاریخ دی گئی ہے تو اس کی رو سے یہ ملاقات ۲۵ یا اس سے پہلے کسی تاریخ کو ہوئی ہوگی۔ لیکن اس کے برعکس مفتی صالح کمال کی شریف سے ملاقات یقیناً ۲۸ اور ۲۹ ذوالحجہ کی درمیانی رات کو ہوئی اور اس وقت تک مفتی صالح کمال کی مولانا ظلیل احمد سے کوئی ملاقات نہ ہوئی تھی۔

۵۔ مفتی صالح کمال نے وہ سوالات جو حکومت کی طرف سے مولانا احمد رضا خاں سے ان کے عقائد

کے بارے میں کئے گئے تھے۔ ۲۵ ذوالحجہ کو بعد نماز عصر کتب خانہ حرم میں دیئے تھے وہاں محافظ کتب خانہ مولانا اسماعیل بھی یقیناً موجود ہوں گے۔ یہ واقعہ ۲۵ تاریخ کا ہے (دیکھئے ملفوظات مولانا احمد رضا خاں ۲ ص ۹) ان سوالوں کے جوابات ۲۸-۲۹ تاریخ کی درمیانی رات شریف کی مجلس میں پڑھے گئے۔ لیکن پورے نہ پڑھے جاسکے اور شریف نے انہیں کسی دوسرے وقت دیکھنے کا کہا اب جوابات مکمل دیکھے بغیر مولانا احمد رضا خاں وہاں سے نہ جاسکتے تھے۔ انہیں دیکھنے کے بعد انہیں مکہ سے نکلنے کا حکم دے دیا گیا تاہم یہ حقیقت ہے کہ آپ جلدی مدینہ منورہ نہ جاسکے۔ آپ ۲۴ مفر کو مدینہ گئے۔

اس تاریخ کو اس زیر بحث خط کا مکتوب نگار (مفتی صالح کمال) اور مکتوب الیہ (مولانا اسماعیل خلیل) دونوں حرم میں موجود تھے۔ بلکہ مولانا احمد رضا خاں بھی وہاں آئے ہوئے تھے۔ اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اسی تاریخ کو (۲۵ ذوالحجہ) مولانا خلیل احمد مفتی صالح کمال کو ملنے آئے ہوں۔ اور اس روز مفتی صالح کمال نے مولانا خلیل احمد صاحب سے اپنی ملاقات کی خبر تک مولانا اسماعیل کو نہ ہونے دی ہو نہ اس پر ان کے سامنے کوئی بات کی ہو۔ بلکہ اس کے لئے ہی خط لکھا گیا ہو جب کہ دونوں مکتوب نگار اور مکتوب الیہ مکہ معظمہ میں ہی رہتے تھے۔ کیا کوئی عقلمند ان دونوں میں کسی درجہ میں خط و کتابت کی ضرورت محسوس کر سکتا ہے؟

ان تفصیلات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس خط کی تحریر ہرگز درست نہیں۔ یہ خط کسی بعد کے وقت میں بنایا گیا ہے جس میں مولانا احمد رضا خاں کی حجاز میں گزری حالت زار پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس میں اس غلط بیانی کو جگہ دی گئی ہے کہ شریف مولانا احمد رضا خاں کا مرید ہو گیا تھا۔

نستغفر اللہ من ذلک الکذب القبیح

سو یہ بات کسی طرح باور کرنے کے لائق نہیں کہ مولانا خلیل احمد ۲۹ یا ۳۰ ذوالحجہ کو چھپے طور پر جدہ چلے گئے ہوں اور وہاں سے ہندوستان لوٹ آئے ہوں پر دینر مسعود احمد صاحب کا یہ پیش کردہ خط ہرگز لائق پذیرائی نہیں یہ سراسر ایک جعلی کاروائی ہے۔

یہ مولانا احمد رضا خاں تھے جو اس وقت حکومت کے عتاب میں تھے اور انہیں جلد مکہ مکرمہ سے نکل

جانے کا حکم ہو گیا تھا۔ مولانا احمد رضا خاں اب یکم محرم سے ۲۴ صفر تک کس حال میں چھپے رہے اسے ان کے کے ملفوظات میں ملاحظہ فرمائیں۔ آپ ۲۴ صفر کو مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ آپ ان دونوں حضرات کے اپنے اپنے وقت جدہ روانہ ہونے کا تقابلی مطالعہ کریں۔

مولانا خلیل احمد کے جدہ جانے کی صورت واقعہ

اگر محدث سہارنپوری واقعی چھپے جدہ کی طرف نکلے ہوں جیسا کہ اس جعلی خط میں مرقوم ہے تو شیخ صالح کمال نے مدینہ منورہ میں ان کا تعاقب کیوں نہ کیا۔ مدینہ منورہ آپ کس عزت و احترام سے رہے اس کے لئے ہم شاہ سراج العقیقین قادری سجادہ نشین درگاہ کرسی شریف ضلع ہردوئی (بھارت) کی ایک غیر جانبدارانہ عصری شہادت پیش کرتے ہیں۔ موصوف اس حج میں آپ کے رفیق سفر ہے اور مدینہ منورہ میں حضرت محدث سہارنپوری نے آپ کو اپنی قیام گاہ میں ہی ٹھہرایا تھا۔ آپ نے وطن جا کر زیارت نامہ کے نام سے ایک کتاب لکھی اس میں آپ لکھتے ہیں:-

مکہ معظمہ سے تا مدینہ منورہ برابر آپ کے حالات فقیر کے پیش نظر رہے اور مدینہ منورہ میں آپ نے اپنی ہی قیام گاہ پر فقیر کو جگہ عنایت فرمائی اسی وجہ سے ہر وقت آپ کے حالات فیض سلامت پیش نظر رہتے تھے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ارباب مدینہ کس قدر آپ کا اکرام فرماتے تھے اور ہمہ وقت آپ کا درس مدینہ منورہ میں جاری رہتا تھا۔ حتیٰ کہ آپ جب عازم حرم محترم ہوتے تھے تو طلبہ کھلی ہوئی کتابیں ہاتھوں پر لئے ہوئے اسباق پڑھتے جاتے تھے۔ اور بے تکلف آپ کا درس جاری رہتا تھا۔ (زیارت نامہ ص ۲۲، فخر المطالع مکھنوی)

اب آپ ہی غور فرمائیں کیا یہ اس شخص کا حال ہو سکتا ہے جو مکہ مکرمہ سے بھاگ نکلا ہو پروفیسر مسعود احمد کے پیش کردہ خط میں صداقت ہوتی تو محدث سہارنپوری اس عزت و احتشام سے مدینہ منورہ میں درس حدیث دیتے نظر نہ آتے۔

مدینہ میں غلط کار لوگ چھپے نہیں رہ سکتے

چھپ کر مدینہ رہنے والے غلط لوگوں کو مدینہ منورہ کی پاک مٹی خود مدینہ سے نکال باہر کرتی ہے۔ مگر

محدث سہارنپوری سے وہ اتنا انس پا چکی تھی کہ بالآخر مدینہ منورہ نے ۱۵ ربیع الثانی کو مولانا غلیل احمد کو اپنی آغوش میں جگہ دی اور آپ کی نماز جنازہ روضہ رسول کے قریب باب جبریل کے باہر ادا کی گئی اور آپ کو جنت البقیع میں امہات المؤمنین کے مزارات کے قریب دفن کیا گیا۔

بچٹی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

مولانا احمد رضا خاں کے جدہ بچنے کی صورت حال

مولانا احمد رضا خاں کی بھی خواہش تھی کہ جنت البقیع میں جگہ ملے مگر آپ پر ملی میں اپنی جائیداد چھوڑ کر نہ جانا چاہتے تھے۔ آپ کو اپنی خواہش پورا کرنے میں یہ جائیداد ہی لے بیٹھی۔ آپ کے آخری الفاظ ملاحظہ ہوں۔ انگریزوں کی حمایت سے جو دولت حاصل ہو وہ خیر کی ساری راہیں روک لیتی ہے آپ کے آخری لمحات ملاحظہ ہوں:-

وقت مرگ قریب ہے اور میرا دل ہندو ہند مکملہ معقلہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا ہے اپنی خواہش یہی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایمان کے ساتھ موت اور جنت البقیع میں دفن نصیب ہو مگر جائیداد کی جدائی یہ لوگ (اعزہ و اقارب) کسی طرح نہ کرنے دیں گے۔ خریدار کو مجھ تک پہنچنے ہی نہ دیں گے۔ (حیات اعلیٰ حضرت ص ۳۱۶)

مدینہ منورہ میں دفن ہونا ہر کسی کا نصیب نہیں مدینہ منورہ کے شیخ احمد الجزازی مالکی کی تقریظ حسام الحرمین میں لکھے گئے ان الفاظ کو دیکھیں مولانا احمد رضا خاں نے بھی کہیں حاشیہ میں انہیں رد نہیں کیا سو اس مسئلہ میں کسی کو تردد نہیں ہو سکتا۔ نہ مولانا احمد رضا خاں اس کا انکار کر سکتے تھے۔ شیخ الجزازی لکھتے ہیں:-

الا و ان بمكة بلد الله الامين طائفة منهم شياطين فليحذر العوام من مخالطتهم بالكلية فانها اشد من مخالطة المجدوم في الاذية و منهم بالمدينة النبوية شر ذمة قليله مستتره بالتحية فان لم يتوبوا فعن قريب تنفيمهم بالمدينة عن سجارو تھا لما عو ثابت في الحديث الصحيح من خاصيتها (حسام الحرمین ص)

مدینہ منورہ میں چند گنتی کے افراد تقیہ کی آڑ میں چھپے ہوئے ہیں۔ (یہ مہلت خدا نے اس لئے ان کو دے رکھی ہے کہ شاید توبہ کر لیں) اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو عنقریب مدینہ منورہ ان کو اپنی مجاورت سے نکال باہر کرے گا۔ اس کی یہی خاصیت ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ (تقریظ بر حسام الحرمین ص)

مدینہ منورہ کے ایک اور بڑے عالم علامہ سید احمد آفندی برزنجی نے مولانا احمد رضا خاں کے عقیدہ علم غیب پر ایک ”تعلیل کتب“ ”غایۃ المامول“ لکھی۔ جس کی بہت شہرت ہوئی ان حالات میں آپ کے لئے وہاں رہنا بہت مشکل تھا۔ پھر حکومت کی طرف سے بھی وہاں آپ کی پذیرائی نہ تھی جلد نکلنے کا حکم تھا۔

مکہ معظمہ میں حکومت کو ۲۹-۲۸ ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ آپ کے عقیدہ علم غیب کی خبر پہنچ چکی تھی۔ اور بالآخر آپ کو مکہ سے نکلنے کا حکم ہو چکا تھا۔ لیکن مکہ مکرمہ میں آپ یکم محرم سے اواخر محرم تک ایسے چھپ کر رہے کہ حرم شریف کی نماز میں بھی آپ نہ ہوتے تھے۔ اس ایک مہینے کی کہانی ذرا غور سے سنئے اور غور کیجئے کہ کیا واقعی آپ بیمار تھے۔ اوائل محرم سے ختم محرم تک وہ اس قدر شدید بیمار رہے کہ کئی ہفتہ مسجد حرام میں نماز تک پڑھنے نہ جاسکے اور جس بالا خانے میں موصوف مقیم تھے چالیس زینے کا تھا۔ اس سے نیچے اتر کر آنا بھی ان کی قدرت سے باہر ہو گیا تھا۔ (ملفوظات ص ۲۴)

محرم کے بعد پھر ۲۴ صفر تک آپ پر کیا گزری اسے بھی آپ سن لیں۔

مولانا احمد رضا کتنا عرصہ لوگوں سے چھپے رہے

مولانا احمد - رضا خاں فرماتے ہیں :-

جب اواخر محرم میں بفضلہ تعالیٰ صحت ہوئی وہاں ایک سلطانی حمام ہے میں اس میں نہایا باہر نکلا ہوں کہ ابرو دیکھا حرم شریف پہنچنے پہنچنے پر سنا شروع ہوا۔ بارش میں ہی سات پھیرے طواف کیا پھر بخار عود کر آیا۔ (ملفوظات ص ۲۷ مجموعہ ص ۱۶۷)

یہ بخار کب اترتا؟ معروف بریلوی عالم بدر الدین رضوی لکھتے ہیں :-

مکہ شریف میں اعلیٰ حضرت کا قیام متواتر علالت شدیدہ کے باعث ۲۴ صفر ۱۳۲۴ھ تک رہا (سوانح اعلیٰ حضرت ص ۲۷۹)

بہت سے لوگ مدینہ منورہ سے فارغ ہو کر ہندوستان واپس جا چکے تھے اور وہاں یہ بات عام پھیلی ہوئی تھی کہ مولانا احمد رضا خاں کو وہاں سے نکلنے کا حکم ہو چکا ہے۔ آپ نے جدہ پہنچتے اپنے چند آدمیوں کو خطوط لکھے کہ یہاں ان کی بہت پذیرائی ہوئی ہے اور حضرت شریف بھی آپ کے ارادہ مند ہو گئے ہیں۔ جب یہ خبریں بریلی اور رام پور پہنچیں تو وہاں کے لوگوں نے صحیح صورت حال معلوم کرنے کے لئے شیخ عبدالقادر شمش (کلید بردار خانہ کعبہ) کو خط لکھا کہ اصل صورت حال پر مطلع فرمائیں۔ حضرت شیخ نے انہیں صحیح صورت حال سے مطلع کر دیا اس سے وہاں بریلویت پر اوس پڑ گئی۔ مولانا احمد رضا خاں ہندوستان آکر دو تین سال بالکل خاموش رہے تاکہ لوگ اس بات کو اور مکہ کی ان واردات کو بھول جائیں یہ نہ جان پائیں کہ مکہ معظمہ میں ان پر کیا صورت حال گزری تھی۔ بریلی کے بہت سے لوگوں نے شیخ عبدالقادر شمش سے استفسار کیا اور رام پور سے مولانا محمد طیب مدرس مدرسہ عالیہ رامپور نے بھی آپ سے یہی استفسار کیا شیخ نے مولانا محمد طیب کو پوری صورت حال لکھی۔ ساکنان بریلی کا وہ سوال اور شیخ کا مولانا محمد طیب کی کو جواب یہ دونوں خطوط مولانا محمد اہلق بلیاوی نے اپنی کتاب "قواطع الوریث من المبتدع العنید" میں شائع کر دیے ہیں۔ ہم وہیں سے ان کو ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے متوازی داستان ۱۳۲۸ھ میں وضع کی۔ آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں یہ اتنی مدت کیوں خاموش رہے۔ اس وقت ہم یہ دونوں خطوط آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

معززین بریلی کا خط شیخ عبدالقادر شمش کے نام (عربی مع ترجمہ)

اہل بریلی کا خط اور "شیخ عبدالقادر شمش کلید بردار خانہ کعبہ" کے نام

خلاصہ حال و تشکر من جانب ساکنان بریلی۔ الحمد للہ العلی العظیم و الصلوٰۃ والسلام علی نبیہ الکریم و علیٰ آلہ وصحبہ ذوی الجہ العمیم۔ اما

بعد فہذا تشکر من اہالی بریلی واسترحام من دولة سيدنا نائب خليفة المسلمين في بلد الله الامين۔

يترجون من سيدنا و سيد الجميع ان يشرفهم بمرسوم من مجلسه السامي يتضمن شرح ما حكمت به دولته المستورة على احمد رضا ليكون مكذبا لما اشاعه في مكاتيبه حيث زعم ان دولة سيدنا قد جنحت الى معتقده۔ وايضاً لا يخفى على سعادة دولة سيدنا ان التقيظ الذي كتبه بعض العلماء على كتابه الذي رد فيه على المسيح القادياني سيحرفه هذا الملبس الى ما يريد فانه دجال مكار يصور الامهار و ربما الصق ورقة التقيظ بكتاب غير الكتاب وهذا الرجل ليس بادننى من المسيح القادياني۔ ذاك يدعى الرسالة ظاهراً وهذا يتستر بالمجددية والحاصل ان الاسلام انما عرف من بيتكم وانتم اعوانه والسلام۔

(ترجمہ) اہل بریلی کی طرف سے شریف مکہ کی خدمت میں عرض حال۔

بعد حمد و صلوة کے اہل بریلی کی طرف سے نائب خلیفۃ المسلمین شریف مکہ کی خدمت میں درخواست کی جاتی ہے اور امید کی جاتی ہے کہ ازراہ مہربانی ہم کو اس حکم نامہ سے مطلع فرمایا جاوے جو حضور نے مجلس شوریٰ میں احمد رضا پر صادر فرمایا۔ اس لئے کہ اس نے یہاں اپنی بعض تحریرات (مکاتیب) میں شائع کیا ہے کہ مکہ معظمہ میں حضور شریف صاحب نے میرے اعتقاد سے خوشی اور موافقت ظاہر فرمائی۔ ہم چاہتے ہیں کہ حضور کے حکم نامہ سے احمد رضا کی تحریرات کی تردید و تکذیب کی جائے اور اس کا جھوٹ کھول دیا جائے۔ نیز حضور پر یہ امر مخفی نہ ہوگا کہ احمد رضا کے اس رسالہ پر جو اس نے مسیح قادیانی کی تردید میں لکھا ہے مکہ معظمہ کے بعض علماء نے جو تقریظ لکھی ہے عنقریب احمد رضا دعا باز اس کو بدل کر اپنے غرض و مطلب کی طرف لے جاوے گا۔ کیونکہ یہ شخص دجال و مکار ہے۔ طرح طرح کی مہرین بنا لیتا ہے اور ایک کتاب کی تقریظ کو دوسری کتاب میں شامل کر دیتا ہے اور یہ شخص مسیح

قادیانی سے کسی طرح کم نہیں اس لئے کہ قادیانی پیغمبری کا مدعی ہے اور احمد رضا مجددیت کا۔ حاصل یہ ہے کہ اسلام آپ ہی کے گھر سے پھیلا ہے اور آپ ہی اس کے مددگار ہیں۔ والسلام۔

نقل کرامت نامہ مولانا شیخ عبدالقادر شبلی کلید بردار کعبہ شریفہ

جواہل بریلی کی عرضداشت کے جواب میں بنام مولوی محمد طیب صاحب مکی مدرس مدرسہ عالیہ رام پور صادر ہوا
قدوة الفضلاء وعمدة العلماء جنابه الفاضل محبنا الشيخ محمد طيب
سلمه الله وابقاه۔ امين۔ وبعد السلام التام مع التحية ولاكرام۔

اول السؤال عن كمال صحتكم نرجوا دوامها وثانيا قد وصلنا كتابكم وفي
طيه رسالتكم المفلحة للشيخ الناري وبواسطة مولانا الشيخ محمد
معصوم فهمنا حقيقة الرجل ابي المولوي احمد رضا خان البريلوي و
عرضنا على دولة سيدنا الشريف وصدرا مره على مفتي الاحناف ان لا
يجيبه بشئ في كل ما يسأل وقد حصل وسأل الشيخ على ترفيظة في قول
"انه صلى الله عليه وسلم يعلم ما كان وما يكون من الازل الى الابد وهو بكل
شيء عليم" فاذا كذا لك ووجه لها توجيهات اظهرت عناده وضلالته۔

وبعد ما اظهر رسالته فيها رد على المدعى ان عيسى في الهند فقرضوا
رسالته بعض العالم وكانت بالغفلة عن اطلاعنا وعند سماعنا اطلعنا دولة
الامير وكان عزم على اخذها ولكن تحققت ان ما فيها يخل بالشرع ابقاها
في يده ولأن خرج الى المدينة لمنورة۔

دستخط

عبدالقادر الشيبی

فاتح بیت الله الحرام

الثاني ربيع الاول ۱۳۲۳ھ

(ترجمہ) محبت کرم شیخ محمد طیب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سلام مع الاکرام کے بعد اول آپ کی صحت و تندرستی کی کیفیت دریافت کی جاتی ہے ہم امید کرتے ہیں کہ آپ ہمیشہ تندرست رہیں گے۔ دوسرے یہ کہ آپ کا خط پہنچا اور اس کے ساتھ وہ رسالہ جو آپ نے شیخ ناری کے رد و قدح میں لکھا ہے۔ موصول ہوا۔ ہم کو مولوی احمد رضا خاں بریلوی کی اصلی حالت مولانا شیخ محمد معصوم کے ذریعہ سے معلوم ہوئی۔ ہم نے اس کو شریعت کے حضور میں پیش کر دیا۔ وہاں سے مفتی احناف کے نام حکم صادر ہوا کہ وہ اس کی کسی بات کا جواب نہ دیں۔ مولوی احمد رضا خاں نے شیخ محمد معصوم کے رد و رد اپنا وہ رسالہ پیش کیا جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ آں حضرت ﷺ عالم الغیب تھے ازل سے ابد تک جس قدر امور ہو چکے ہیں اور ہوں گے ان سب کو آپ جانتے تھے۔ اور تقریظ لکھنے کی درخواست کی۔ شیخ محمد معصوم نے اس سے انکار کر دیا۔ اور اس مسئلہ کے متعلق چند باتیں بیان کیں۔ جن سے ظاہر ہوا کہ مولوی احمد رضا گمراہ اور دشمن دین ہے۔ اس کے بعد احمد رضا نے اپنا دوسرا رسالہ پیش کیا۔ جس میں انہوں نے قادیانی پر رد کیا ہے۔ سو اس پر بعض علماء نے تقریظ لکھ دی۔ اور یہ اس سبب سے ہوا کہ ہم سے انہیں اطلاع کرنے میں غفلت ہوئی۔ ہم نے جب یہ بات سنی تو شریف مکہ کو اس سے مطلع کیا۔ انہوں نے ارادہ کیا تھا کہ رسالہ مذکورہ کو احمد رضا سے لے لیں۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ اس رسالہ میں شرع کے خلاف باتیں ہیں تو انہوں نے نہیں لیا۔ اور اسی کے پاس چھوڑ دیا اس لئے بھی کہ اب وہ مدینہ کی طرف چلا گیا ہے۔

ناظرین کرام! ان دونوں خطوں کو ملاحظہ فرما کر نتیجہ نکال لیجئے کہ احمد رضا بریلوی کہاں تک سچا ہے اور اس کے معاونین کیسے راست باز ہیں۔ (قاطع الورید من البدع العید ص ۷۰ تا ۷۱ مطبوعہ ۱۳۳۳ھ) امید ہے کہ قارئین کرام اس ساری صورت حال کے سمجھ لینے کے بعد شیخ صالح کمال کی طرف منسوب جعلی خط کی تیاری کے پس منظر سے بخوبی واقف ہو گئے ہوں گے۔

ان حالات میں مولانا احمد رضا خاں (۱۳۴۰ھ) کو سخت ضرورت تھی کہ مکہ معظمہ سے آمدہ ان اطلاعات کے جواب میں وہ انہی دنوں کے حوالہ سے کوئی تحریر تیار کریں۔ جس سے مولانا احمد رضا

خاں کا مکہ معظمہ اکرام و احترام اور مولانا ظلیل احمد کا جدہ بھاگ جانا وہ ثابت کر سکیں۔ اسی کشاکش میں مولانا احمد رضا خاں کے ملفوظات شائع ہونے کا وقت آگیا۔ ۱۳۳۸ھ میں مولانا احمد رضا خاں کے ملفوظات شائع ہوئے المفلوظ کے عدد ۱۳۳۸ بجتے ہیں اس میں مولانا احمد رضا خاں زندہ تھے۔ مولانا احمد رضا خاں نے اس شیخ صالح کمال کی طرف سے ایک جعلی خط بنا کر اپنے ملفوظات حصہ دوم میں ڈال دیا۔ اس وقت نہ صالح کمال زندہ تھے کہ وہ اس کی تردید کر سکیں نہ مکتوب الیہ مولانا اسلمعلیل ظلیل محافظ کتب خانہ حرم کہہ کہیں یہ خط تو میں نے دیکھا تک نہیں۔ نہ میں مولانا احمد رضا خاں اور مولانا ظلیل احمد کے ساتھ ان اختلافات میں کسی درجہ شریک تھا۔ اب یہ کاروائی میرے نام سے کیوں کی جا رہی ہے۔ شیخ صالح کمال اس وقت دنیا سے جا چکے تھے اس کے ثبوت کے لئے مولانا احمد رضا خاں کا یہ خط ملاحظہ ہو۔ شیخ صالح کمال کو اللہ تعالیٰ جنت عالیہ عطا فرمائے۔ (مکتوبات مولانا احمد رضا خاں حصہ ۲ ص ۲۲)

بہر حال اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ مولانا احمد رضا خاں نے یہ کاروائی ۱۳۳۸ھ میں کی اور ایک جلی خط مفتی صالح کمال کے نام سے لکھ کر ملفوظات مولانا احمد رضا خاں میں ڈال دیا گیا۔ خاں صاحب نے اسی سے اپنے ملفوظ حصہ دوم کا آغاز کیا ہے اس کے ص ۱۶ کے آخر میں لکھا ہے۔ محمد صالح کمال..... ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کلید بردار کعبہ شیخ عبدالقادر شیبی نے مولانا احمد رضا خاں پر مکہ معظمہ میں گزرے جن حالات کی اطلاع محمد طیب مکی مدرسہ عالیہ رام پور کو بذریعہ خط خبر دی تھی۔ یہ جواب ۲ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ کا لکھا ہوا ہے۔ ساکنان بریلی کا وہ استفسار اور مولانا محمد طیب کا وصول کردہ جواب یہ دونوں مولانا محمد اسلمعلی صاحب بلیادی کے پاس محفوظ رکھے تھے۔ آپ نے انہیں ۱۳۳۳ھ میں قاطع الوریہ من البتدک البعید کے نام سے شائع کر دیا۔ اور اختلافات کی جو آگ آٹھ برس سے سرد پڑی ہے پھر سے بھڑک اٹھی بریلوی حضرات پانچ سال اس پر بہت پریشان رہے کہ مولانا احمد رضا خاں پہلے میں گزرے حالات اب منظر عام پر کیوں آ گئے۔ انہوں نے وزن بیت پورا کرنے کے لئے مولانا صالح کمال

کے نام سے ایک خط ترتیب دیا اور اسے ۱۳۳۸ھ میں شائع کر دیا۔

حرمین سے واپسی پر احمد رضا خاں پر چودہ سال کیسے گزرے؟

مولانا احمد رضا خاں نے اپنی حقیقت کھلنے سے پہلے حرم کے جن علماء و مشائخ سے ان کی سادگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے حسام الحرمین پر کچھ دستخط حاصل کر لئے تھے گو ان میں بہت سے اس شرط سے مشروط تھے کہ اگر علمائے دیوبند کی عبارات ایسی ہی ہوں جیسا کہ یہ شخص بتلا رہا ہے تو ان پر قوے کفر ہے ہندوستان آ کر دو سال بعد مولانا احمد رضا خاں نے اپنی وہ تکفیری دستاویز شائع کر دی اور گمان کیا کہ ان پر وہاں کے گزرے حالات کو لوگ بھول چکے ہوں گے۔ اس کتاب کی اشاعت پر علمائے دیوبند کی طرف سے اس کا جواب ”المہند علی المہند“ ۱۳۲۹ھ میں دیا گیا ہے۔

اس پر اور تعلیقات بھی حاصل کیں۔ اس سے مولانا احمد رضا خاں ۱۳۲۹ھ میں بالکل ٹھنڈے پڑ گئے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جان گئے تھے کہ علمائے دیوبند کے صحیح عقائد وہی ہیں جو المہند میں واضح کر دیئے گئے ہیں۔ یہ بریلویت کے اس چودہ سالہ دور فترت کی یاد ہے جو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ پھر مولانا احمد رضا خاں نے ۱۳۳۸ھ میں اچانک اپنی فتح کا اعلان کر دیا اور شریف کو اپنا مرید بنالیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب شریف اپنے سفر آخرت پر جا چکے تھے۔

مولانا احمد رضا خاں کے علم و دیانت کی قلعی کیسے کھلی؟

محدثین کے ہاں اسباب جرح متعدد ہیں مگر وہ سب ان دو امور کے گرد گھومتے ہیں (۱) علم و حافظہ اور (۲) صدق و دیانت۔ اس دور میں بھی ہم انہیں انہی دو جہات سے علماء کو جانتے ہیں۔ ہم نے مولانا احمد رضا خاں کو ہندوستان اور حجاز دونوں جگہ ان دائروں میں کیسے پایا اسے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ علم و حافظہ کی رو سے

مولانا احمد رضا خاں اپنے سفر حجاز میں گزرے واقعات کو کیسے یاد رکھ سکے اسے انہیں کے چند فقرات میں ملاحظہ فرمائیں (۱)۔ اس سفر حجاز میں کوئی ان کی یادداشتوں کو قلمبند کرنے والا نہ تھا آپ اپنے حرمین میں گزرے واقعات کے بارے میں اس طرح حسرت کے ہاتھ ملتے دکھائی دیتے ہیں۔ خود کہتے ہیں۔

یہ تمام وقائع ایسے نہ تھے کہ ان کو میں اپنی زبان سے کہتا۔ ہمارے ہوں کو تو فیق ہوتی اور آتے جاتے اور ایام قیام ہر دوسرے کے واقعات روزانہ تاریخ دار قلمبند کرتے تو اللہ اور رسول کی بے شمار نعمتوں کی عمدہ یادگار ہوتی ان سے رہ گیا اور مجھے بہت کچھ سہو ہو گیا جو یاد یا بیان کیا۔ (ملفوظات حصہ دوم ص ۴۲، ۱۸۲)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:-

اس قسم کے وقائع بہت تھے کہ یاد نہیں اگر اسی وقت منضبط کر لئے جاتے محفوظ رہتے۔ مگر اس کا ہمارے ساتھیوں میں سے کسی کو احساس بھی نہ تھا۔ (ملفوظات حصہ دوم ص ۲۶، ۱۶۶)

آپ کا حافظہ واقعی بہت کمزور تھا حافظہ کی کمزوری آپ کی دوسری کتابوں میں بھی جلی طور پر دکھائی دیتی ہے۔ چند شواہد ہم یہاں بھی پیش کر دیتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کے حافظہ کا ایک سرسری جائزہ

کمزوری حافظہ

بریلوی اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کی یہ بھول چوک صرف واقعات میں ہوتی تھی۔ حدیث و فقہ میں نہ بھولتے تھے نہ وہ ان میں یہ غلطیاں کرتے تھے ہم کہتے ہیں محدثین کے ہاں جو راوی سنی الحفظ (برے حافظے والے) ہوتے ہیں وہ واقعات کی غلط بیانی سے ہی پہچانے جاتے تھے جو اس طرح سنی الحفظ قرار دیئے گئے اور ان کی روایات قابل قبول نہ ٹھہریں کیا ان کی واقعات کی غلطی ان کے سنی الحفظ ہونے کا سبب نہ ٹھہری؟ بریلوی حضرات کچھ انصاف کریں۔

لیجئے ہم حدیث اور فقہ میں بھی آپ کو مولانا احمد رضا خاں کے کمزور حافظہ کا پتہ دیئے دیتے ہیں:-

۱۔ حضرت ابو بکر گو ان کے والد بت خانہ لے گئے اور بتوں کی طرف اشارہ کر کے آپ کو کہا۔

هؤلاء الهتك الشم العلوى فاسجدلهم (ملفوظات مولانا احمد رضا خاں حصہ اول ص ۱۲)

بحوالہ معالی القرش

روایت کے اصل الفاظ یہ تھے

هذه الهتك الشم العلوى فاسجدلها

علامہ قسطلانی نے یہ روایت ارشاد الساری جلد ۶ ص ۱۸۸ میں درج کی ہے انہوں نے اسے کتاب معالیٰ العرش دلی عوالیٰ العرش سے لیا ہے مولانا احمد رضا خاں نے خذہ کو طہو لاء سے بدلا فاجد لھا کو فاجد ہم ہم بنادیا اور کتاب کا نام عوالیٰ العرش بتلایا۔

۲۔ خان صاحب نے ایک حدیث اس طرح بیان کی ہے

اتقوا فراسة المومن فانه ينظر من نور الله (ملفوظات حصہ اول ۱۰۸)

حدیث کے اصل الفاظ یہ تھے

اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله (الجامع الصغير للسيوطي جلد ۱ ص ۹)

مولانا احمد رضا خاں نے بنظر بنور اللہ کو بنظر من نور اللہ سے بدل دیا اردو میں سے کا ترجمہ من سے کیا جاتا ہے مولانا احمد رضا خاں یہاں اردو محاورے میں بہہ گئے اور حدیث کے اصل الفاظ بھول گئے۔

۳۔ حضور ﷺ نے ایک دفعہ شدت حرارت میں موذن سے کہا ابرد (وقت ذرا ٹھنڈا پڑ جائے)

حضرت ابو ذر نے اسے اس طرح روایت کیا ہے

ثم اراد ان يوذن فقال له ابرد حتى ساوى الظل التلول (صحیح بخاری جلد ۱ ص ۸۸)

مولانا احمد رضا خاں نے کول کو جمع دیکھ کر بھی غلال بنا دیا حضورؐ کے الفاظ کو اپنے الفاظ سے بدلنا کتنی بڑی جسارت ہے۔

فقال ابرد حتى ساوى الظلال التلول (ملفوظات حصہ اول ۳۳)

۴۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا

غيروا هذا بنشئ واجتنبوا السواد (صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۹۹)

(ترجمہ)

خاں صاحب نے اس حدیث کے بیان میں یہ غلطی کی ہے:-

غيروا هذا الشيب ولا تقربوا السوار (ملفوظات مولانا احمد رضا خاں حصہ ۲ ص ۹۶)

مولانا احمد رضا خاں کہتے ہیں حضورؐ نے فرمایا

يأتى ناس يخضبون بأسواد كحواصل الحمام لايريحون رائحة الجنة
(ملفوظات حصہ ۲ ص ۹۷)

(ترجمہ)

حدیث کے اصل الفاظ یہ تھے:-

قوم يخضبون بهذا السواد آخر الزمان كحواصل الحمام لايريحون رائحة
الجنة (سنن نسائی جلد ۲ ص ۲۷۷)

لفظ قوم کی یاتی ناس سے اصلاح کر دی بخذ السواد کو بالسواد سے بدلا اور حدیث کے آخر الزمان کے
الفاظ کو یکسر اڑا دیا۔

۶۔ مولانا احمد رضا خاں کہتے ہیں حضور اکرمؐ نے فرمایا:-

من عقد لحيته فاخبروه ان محمداً صلى الله عليه وسلم منه برى (ملفوظات
حصہ ۲ ص ۱۰۵)

حدیث کے اصل الفاظ یہ تھے جنہیں خاں صاحب نے اس ڈھٹائی سے بدلا حضورؐ نے ایک صحابیؓ
حضرت رومضج کو کہا تھا کہ لوگوں کو خبر کر دو۔

فاخبر الناس انه من عقد لحيته اور تقلد وترأ او استنجی برجميع دابة او عظم
فان محمداً برى منه

(ترجمہ) جس نے اپنی ڈاڑھی بانمھی یا کسی چوپائے کی ہڈی سے یا لید سے استنجا کیا تو میں اس سے
پوری طرح بے زار ہوں۔

۷۔ مولانا احمد رضا خاں کہتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا سودر گناہوں کے برابر ہے جن میں
سب سے ہلکا یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔ خاں صاحب نے حضورؐ سے یہ الفاظ نقل کئے
ہیں:-

الربوا ثلث وسبعون حوباً السيرهن ان يقع الرجل على امه (ملفوظات حصہ ۱ ص ۵۶)

(ترجمہ) ربو میں بہتر گناہ ہیں جن میں سب سے چھوٹا یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔
حدیث کے اصل الفاظ یہ تھے:-

الربا سبعون حوباً اليسر ها ان ينكح الرجل امه (جمع القوائد جلد ۱ ص ۴۳۲)
خاں صاحب نے یہ الفاظ کا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت کر کے بیان کئے ہیں:-

من اكل درهم ربو وهو يعلم انه ربوا فكانما زني بامه ستاً وثلثين مرة
(ملفوظات حصہ ۲ ص ۱۰۶)

یہ زنا کے الفاظ ہمیں اصل حدیث میں نہیں ملے۔

۸۔ مولانا احمد رضا خاں نے یہ حدیث بھی اپنے ملفوظات میں بیان کی ہے

تداووا عباد الله فان الذي انزل الداء انزل الدواء لكل داء (ملفوظات حصہ سوم ص ۳۹)
(ترجمہ) اے اللہ کے بندو! دوا کرتے رہو وہ ذات جس نے بیماری بنائی ہے اس نے اس کی دوا بھی
تاری ہے ہر بیماری کی۔

یہ حدیث ہمیں ان الفاظ میں کہیں نہیں ملی خاں صاحب نے اس میں تین حدیثوں سے الفاظ لے کر
ایک عبارت بنادی ہے اس کے لئے قارئین سنن ابی داؤد جلد ۲ ص ۱۸۵ سنن ترمذی ۲ ص ۲۵)
اور کنوز الحقائق جلد ۱ ص ۱۰۵ کا مطالعہ کریں سنی الحفظ راوی اسی طرح حدیثوں میں اختلاط کرتے ہیں۔
۹۔ کہتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے نشہ آور اور فاجر کرنے والی چیزوں سے منع فرمایا ہے۔

نہی رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كل مسكر و نقر (سنن ابی داؤد جلد ۲
ص ۱۶۳)

مولانا احمد رضا خاں نے اسے حضور کے نام سے اس طرح ترتیب دیا ہے:-

اننى حرمت كل مسكر و مستقر (ملفوظات حصہ ۲ ص ۴۳)

۱۰۔ مولانا احمد رضا خاں نے ایک حدیث ان لفظوں سے بیان کی ہے۔

حمدقة السر تدفع مبتة السوء و تطفئ غضب الرب (ملفوظات حصہ ۳ ص ۴۹)

یہ حدیث ان الفاظ میں کہیں نہیں ملی صدقة السر تطفئ غضب الرب کے الفاظ جامع صغیر جلد ۲ ص ۴۴ میں ملتے ہیں اسی طرح ایک روایت میں الصدقة تطفئ غضب الرب وتندفع ميتة السوء کے الفاظ بھی ملتے ہیں مگر مولانا احمد رضا خاں نے یہ حدیث جن الفاظ میں نقل کی ہے وہ الفاظ ہمیں کہیں نہیں ملے۔ یہ سب صورتیں اس لئے ہوئیں کہ مولانا احمد رضا خاں کا حدیث کا ضبط بہت کمزور تھا ان کی زبان سے صحیح حدیث بہت کم نکلتی تھی۔

ہم نے بریلوی علماء سے کئی دفعہ نیاز مندانہ پوچھا کہ فتح القدیر میں یہ عبارت اس طرح کہاں ہے وہ مل کر بھی مولانا احمد رضا خاں کو غلط حوالے کے اس بوجھ سے فارغ نہیں کر سکے۔

برسر مطلب آدمیم

ہم مولانا احمد رضا خاں کے علم و فضل پر بحث نہیں کر رہے اس موضوع سے ہم مطالعہ دوسری جلد میں فارغ ہو چکے وہاں ہم نے کنز الایمان کی متعدد غلطیوں کی نشاندہی کی ہے اور اب تک کوئی بریلوی عالم اس میں احمد رضا خاں کی صفائی نہیں دے سکے اس کے برعکس کئی بریلوی علماء کنز الایمان کی ان بنیادی غلطیوں میں خود کنز الایمان کے خلاف ہو گئے ہم یہاں مولانا احمد رضا خاں کے علم کو نہیں تول رہے یہاں ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کا حافظہ کمزور تھا انہوں نے حجاز سے ہندوستان واپس آ کر مدتوں ان اختلاف پر چپ تان لی یہاں تک بعض حلقوں میں یہ بھی سمجھا گیا کہ مولانا احمد رضا خاں بھی علم دیوبند کی اس صفائی سے جو انہوں نے الہند میں پیش کی ہے مطمئن ہو چکے ہیں۔

سو صحیح یہی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں پر وہاں گزرے حالات کے بارے میں جو لکھا ہے وہ ان کے کمزور حافظے کی بنیاد پر زیادہ لائق اعتبار نہیں اور وہاں ان دنوں کے حالات جو مولانا خلیل احمد مصنف المحمد اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی مصنف الشہاب الثاقب نے لکھے ہیں۔ وہ زیادہ لائق اعتبار ہیں یہاں صرف یادداشت کی ہی بحث نہیں مولانا احمد رضا خاں صدق و دیانت کے پہلو سے بھی ثقہ درجے کے راوی نہیں ہیں۔

بریلویوں کا ایک جواب

مولانا احمد رضا خاں کے حدیث بیان کرنے کے یہ چند حوالے ایک دفعہ ہم نے ان کے ایک معروف عالم کو دکھائے تو انہوں نے کہا خاں صاحب تصنیف کرتے حدیث کی کتابیں سامنے نہ رکھتے تھے محض یادداشت سے لکھتے تھے؟ ہم نے کہا اسی لئے تو ہم نے ان کے کمزور حافظے کے ذیل میں لار ہے ہیں اگر وہ حدیث کی کتابیں سامنے رکھ کر حدیثیں اس طرح لکھتے تو ہم اسے ان کی کمزور نظر کی دلیل بناتے ہم اسے ان کی کمزور یادداشت کے ذیل میں اسی لئے لار ہے ہیں کہ وہ اپنے کمزور حافظے کی وجہ سے نقل احادیث میں غلطیاں کر جاتے تھے اور ممکن ہے اس کی وجہ یہ بھی ہو کہ انہوں نے حدیث باقاعدہ کسی استاد سے نہ پڑھی تھی ان کے حلقے کے لوگ ان کے علم لدنی کا عقیدہ رکھتے ہیں اور یقین کئے ہوئے ہیں کہ آپ چھ سال کی عمر میں فصیح عربی میں تقریر کرتے تھے کتاب پڑھتے جب انہیں کوئی سبق نہ آتا تو والد محترم تسلی دیتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں پڑھا دیں۔

احادیث ہی نہیں فقہ میں بھی یہی حال تھا

نامناسب نہ ہوگا اگر ہم ان کے کتب فقہ سے دیئے چند حوالے بھی ہدیہ ناظرین کر دیں۔

۱۔ خاں صاحب سے پوچھا گیا کہ حقیقہ کا گوشت ماں باپ، نانائانی، دادا دادی، ماموں چچا وغیرہ کھا سکتے ہیں؟ خاں صاحب نے کہا۔

سب کھا سکتے ہیں۔

عقود الدریہ میں ہے:-

احکامہا احکام الاضحیہ

(ترجمہ) حقیقہ کے احکام وہی ہیں جو قربانی کے ہیں۔

یعنی جو حکم قربانی کے گوشت کا ہے وہی حقیقہ کے گوشت کا ہے۔

عقود الدریہ علامہ شامی کی کتاب ہے اس میں عبارت یہ ہے۔

حکمہا کا احکام الاضحیہ (عقود الدریہ جلد ۲ ص ۲۱۳)

احناف کے ہاں قربانی واجب ہے مگر عقیدہ واجب نہیں اور اگر عقیدہ کے سارے احکام قربانی کے ہوں تو عقیدہ بھی ہر صاحب نصاب پر واجب ٹھہرتا ہے۔ خاں صاحب کو حکمہا کے الفاظ احکامہا سے مراد لینے چاہئیں تھے مولانا احمد رضا خاں نے رافضیوں کے کفر کا فتویٰ دیا ان کی فتاویٰ عالمگیری سے پیش کردہ یہ عبارت ہمیں فتاویٰ عالمگیری میں نہیں ملی معلوم نہیں خاں صاحب کو اس عبارت میں گڑبڑ کرنے سے کیا ملا؟ سوائے اس کے کہ بس عادت پوری کر لی ہو۔ مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں:-
 آج کل کے رافضی تو عموماً ضروریات دین کے منکر اور قطعاً مرتد ہیں ان کے مرد یا عورت کا کسی سے نکاح نہیں ہو سکتا، عالمگیری میں ظہیر یہ ہے احکام المرتدین
 اسی میں ہے:

لا يجوز نكاح المرتد مسلمة ولا كافرة اصلية ولا مرتدة وكذا لا يجوز نكاح المرتدة مع احد (ملفوظات ۲ ص ۱۶)

اب فتاویٰ عالمگیری کی اصل عبارت دیکھئے اور مولانا احمد رضا خاں کے حافظے پر سردھنئے۔

ولا يجوز للمرتدون ان يتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا كافرة اصلية وكذلك لا يجوز نكاح المرتدة مع احد (فتاویٰ عالمگیری جلد ۱ ص ۲۸۳)
 اب یہ آپ دیکھیں کہاں کہاں سے عبارت ملی ہوئی ہے اور کہاں کہاں سے کٹی ہوئی ہے۔
 تنہم داغ داغ شد پنہ کجا کجا نہم

۲۔ مولانا احمد رضا خاں اپنے صدق و دیانت کے آئینہ میں

مولانا احمد رضا خاں نے اپنی اس تکفیری دستاویز (حسام الحرمین) میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی جو عبارت تحذیر الناس کے حوالہ سے لکھی ہے۔ وہ عبارت تحذیر الناس میں ہمیں کہیں نہیں ملی۔
 مولانا احمد رضا خاں نے مختلف مقامات سے ان کی تین عبارتیں اٹھائی ہیں اور انہیں بڑی محنت سے ایک عبارت بنایا ہے۔ آپ نے انہیں اس طرح ایک عبارت بنایا کہ اس سے ختم نبوت زمانی کا انکار سمجھا جائے اور ظاہر ہے کہ ختم نبوت زمانی کا انکار کفر ہے مولانا احمد رضا خاں نے تحذیر الناس کے

حوالے سے یہ عبارت اس طرح ترتیب دی ہے کہ ان کی علمی دیانت بالکل بے نقاب ہو جاتی ہے انہوں نے درمیان کی عبارت کو شروع میں رکھا اور آخری عبارت کو درمیان میں لائے اور شروع کی عبارت کو آخر میں رکھ کر ایک اچھے درجے کی کفری عبارت ترتیب دے لی۔

جب حضرت مولانا حسین احمد مدنی نے وہ عبارت تحذیر الناس سے تین مقامات سے لی ہوئی وہاں کے علماء کو دکھائی جسے ایک عبارت بنالیا گیا تھا تو مولانا احمد رضا خاں کے وہاں ہوتے ہی ان کے علم و دیانت کی قلعی کھلی گئی۔ آپ نے شروع کی عبارت جو آخر میں لگائی تو اس کے ترجمہ میں بھی ایک اور کمال دکھایا جس سے یہ بات بنی کہ ختم نبوت زمانی میں کوئی فضیلت نہیں ہے۔

تحذیر الناس کی ص ۳ سے یہ عبارت ملاحظہ ہو:-

”اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں ہے“

اس میں اس بات کی نفی نہ تھی کہ اس تاخر زمانی میں بالعرض بھی کوئی فضیلت نہیں آپ کی نبوت کو اس لئے تاخر زمانی میں رکھا گیا کہ اسے کسی پہلے دور میں رکھ کر اونی سے اعلیٰ کا نسخ لازم نہ آئے لیکن مولانا احمد رضا خاں نے اپنے حسن ترجمہ سے اس عبارت میں بھی تحریف کر دی اور یہ ترجمہ کیا

مع انه لا فضل فيه عند اهل الفہم اصلاً (حسام الحرمین ص)

مولانا احمد رضا خاں نے یہاں لفظ اصلاً اپنی طرف سے لا کر اسے مولانا محمد قاسم کے ذمہ لگا دیا اس کا مطلب یہ ہو گیا کہ تاخر زمانی میں بالکل کوئی فضیلت نہیں اب تک بریلوی مذہب کی اصل خیانت سے ہی چلی آ رہی ہے۔ یہی جرح کے دو بنیادی وجوہ ہیں (۱) حافظہ (۲) دیانت۔ ہم مولانا احمد رضا خاں

کی یہ دونوں کمزوریاں آپ کے سامنے لائے چکے ہیں (۱) حافظہ کی کمزوری اور (۲) دیانت کا نہ ہونا

مطالعہ بریلویت کی پہلی جلد میں ہم اس پر کئی مثالیں پیش کر آئے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے کن کن علماء پر بہتان کے بند باندھے اور پھر آرام سے ان پر کفر کا لیبل چسپاں کر دیا۔ یہاں ہم صرف یہ بتا رہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے علم و دیانت کی قلعی جہاز میں ان کے ہوتے ہی کھل گئی تھی اور آپ وہاں سے بری طرح ناکام ہو کر ہندوستان واپس لوٹے تھے۔ ہندوستان آ کر دو سال تک انہوں نے

ایسی چپ سادھی کہ بریلی کے آس پاس بھی کہیں ان علماء دیوبند کے خلاف کوئی بات نہ سنی گئی۔ وہ اپنے کئے پر بری طرح نادم معلوم ہوتے تھے۔

ان کی اس خاموشی پر ہم پہلے کچھ بحث کرائے ہیں۔ ان کی اس خاموشی سے کچھ ان کے اپنے دوستوں نے بھی یہی سمجھا کہ آپ علمائے دیوبند کے خلاف اپنے سابقہ موقف سے رجوع کر چکے ہیں ان کے پرانے ساتھی مولانا غلیل احمد برکاتی کو ہم اس کی تصدیق کے لئے بجا طور پر پیش کر سکتے ہیں۔

ہندوستان میں بریلویت سے بغاوت کرنے والے

مطالعہ بریلویت کی جلد چہارم میں ہم نے ایک رسالہ ”اعلیٰ حضرت کے باغی“ کے عنوان سے پیش کیا ہے۔ اس میں ہم نے اس موضوع پر خاموشی اختیار کرنے والے اعلیٰ حضرت کے باغیوں کا ذکر کیا ہے۔ ان کا تاثر مولانا احمد رضا خاں کے ہندوستان واپسی پر یہی رہا کہ آپ اپنے کئے پر بہت نادم رہے اور پھر علماء دیوبند کے خلاف اور ائمہ کے خلاف آپ نے ایک لفظ بھی نہ لکھا۔

مولانا غلیل احمد رضا خاں برکاتی نے مولانا احمد رضا خاں کے تمام متوسلین سے مطالبہ کیا کہ جواز سے واپس لوٹنے پر مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کے خلاف کبھی کفر کا فتویٰ دیا ہو اس پر کوئی شہادت پیش کریں تو پورا آستانہ بریلی اس پر کوئی شہادت پیش نہ کر سکا۔ مولانا غلیل احمد برکاتی آخر تک اس توقف پر رہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے ائمہ کی اشاعت کے بعد علماء دیوبند کی تکفیر سے یکسر رجوع کر لیا تھا۔

مولانا احمد رضا خاں کے ایک خط سے جو انہوں نے ڈیرہ غازی خاں (پاکستان) کے مولانا محمد نعیم کو لکھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں اپنی ان تحریروں کو جو انہوں نے اختلاف پر لکھیں وہ آخر عمر میں انہیں پسند نہ کرتے تھے وہ لکھتے ہیں کہ لوگ میری اختلافات پر لکھی گئی تحریروں کو تو پڑھتے ہیں لیکن میری علمی کتابوں کو نہیں دیکھتے۔ اس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کا یہ کھلا اقرار ہے کہ ان کی اختلافات پر لکھی تحریروں ہرگز کوئی علمی تحقیقات نہ تھیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم کی تحریرات ۱۹۳۱ء کی ہیں انہیں پبلشر نے اب ۱۹۳۹ء بنا دیا ہے۔

۱۹۳۰ء میں مولانا وفات پا گئے ۱۹۳۱ کو ۱۹۳۹ بنانے کی یہ کاروائی محض اس لئے کی گئی کہ بریلوی حلقوں میں یہ بات قائم رہے کہ مولانا احمد رضا خاں آخر دم تک اپنے فتویٰ تکفیر پر قائم رہے اور المہند کی اشاعت کے بعد ان کا اتنی مدت خاموش رہنا کسی مصلحت کے لئے تھا۔ کچھ بھی ہو اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ المہند کی اشاعت کے بعد ان کا اتنی مدت خاموش رہنا کسی مصلحت کے لئے تھا۔ المہند کی اشاعت سے جب علماء دیوبند کے عقائد نکھر کر سامنے آئے تو علمائے دیوبند کے خلاف تاج برطانیہ کے جان مولویوں کے جھوٹے الزامات یکسر ٹھنڈے پڑ گئے اور برصغیر پاک و ہند کے علم دوست حلقوں میں بریلویوں کے اس فتویٰ تکفیر کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ بلکہ ڈاکٹر اقبال جیسے تعلیم یافتہ حضرات علماء دیوبند کے بہت قریب ہو گئے۔



قدسۃ الحرمین

مولانا احمد رضا خاں نے حرمین کی طرف رخ کیوں کیا

الحمد لله و سلام على عباده الذين الصطفى اما بعد

اسلام ایک عالمی دین اور اس کا مرکز ارض حرم ہے یہ کعبہ کی زمین اس وقت سے حرم چلی آ رہی ہے جب اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو تخلیق بخشی تھی جب آنحضرت ﷺ نے مکہ جانے کا ارادہ کیا تو ایک مختصر مدت کے لئے آپ کو ادھر اختیار لے کر چلنے کی اجازت دی گئی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا:-

ان هذا بلد حرمه الله يوم خلق السموات والارض وهو حرام بحرمة الله الى يوم القيمة (صحيح البخارى جلد ۱)

(ترجمہ) اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن سے حرم بنا دیا تھا جب اس نے آسمانوں اور زمین کو تخلیق بخشی اور یہ شہر اسی احترام سے قیامت تک حرم ہے نہ اس میں مجھ سے پہلے کسی کے لئے قتال جائز ہو نہ میرے بعد کو ایک گھڑی جس کی اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت دی۔

ارض حرم مرکز اسلام ہے اس میں دو دین جمع نہیں ہو سکتے اب اس سرزمین میں لکم دینکم و لى دین کا حکم منسوخ ہو چکا۔ دنیا کے ہر خطے میں کفر اور اسلام دو دین رو سکتے ہیں لیکن ارض حرم میں نہیں اس میں صرف ایک ہی دین رہ سکتا ہے اور وہ اسلام ہے اسلام کے سوا کسی اور دین کو وہاں قرار نہیں مل سکتا۔ یہ ارض حرم ہے اور اس کی حرمت فتح مکہ سے لے کر قیامت تک کے لئے ہے یہاں کفر کا داخلہ (قبضہ) قیامت تک نہ ہو سکے گا الہی حفاظت اس کے شامل حال ہے امام الاثر امام محمد (۱۸۹ھ) لکھتے ہیں:-

ان مكة والمدينة وما حولهما من جزيرة العرب وقد بلغنا عن النبي ﷺ انه لا

یبقی دینان فی جزیرۃ العرب فأخرج عمر من لم یکن مسلماً من جزیرۃ العرب لهذا الحدیث (موطا امام محمد ص ۳۷۳)
 (ترجمہ) بے شک مکہ اور مدینہ اور ان دو کے ارد گرد کے علاقے جزیرہ عرب ہیں اور ہمیں حضورؐ سے یہ بات پہنچی ہے کہ جزیرہ عرب میں دو دین کبھی نہ رہ سکیں گے۔ حضرت عمرؓ نے اس حدیث کی بناء پر ان لوگوں کو جزیرہ عرب سے نکال دیا جو مسلمان نہ تھے۔

دنیا میں حق و باطل کا آخری معرکہ دجال کے وقت لگے گا

دنیا کے آخر میں دجال کا ظہور ہوگا مشرق و مغرب میں اس کا فساد پھیلے گا لیکن وہ بھی مدینہ منورہ میں داخل نہ ہو سکے گا اللہ تعالیٰ مدینہ کی سرحدوں پر فرشتوں کو مقرر کر دیں گے۔ اور اس پاک جگہ میں اس ناپاک کا داخلہ نہ ہو سکے گا۔

خیال کیجئے جب اللہ تعالیٰ اس سے راضی نہیں کہ کوئی کافر اس خطہ پاک میں رہ سکے یا دو دین کفر اور اسلام یہاں ہو سکیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پورا جزیرہ عرب کافروں کے قبضہ میں چلا گیا ہو وہابی کافر قرار دیئے جائیں اور کہا جائے کہ مکہ و مدینہ کے اماموں کے پیچھے نماز جائز نہیں، اب ارض حرم پر کفر کا قبضہ ہو چکا ہے (استغفر اللہ)۔ ایسا کہنا ہرگز روا نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے اسی لئے حرمین کا رخ کیا تھا تاکہ وہ مرکز اسلام ہیں وہاں کافر قبضہ نہیں پاسکتے۔

مکہ و مدینہ میں آئندہ بھی باطل نہ آ سکے گا

یہ نہ کہا جائے کہ مکہ و مدینہ صرف حضورؐ کے اپنے دور میں مرکز اسلام بنے تھے مکہ و مدینہ کا حرم ہونا قیامت تک کے لئے ہے۔ قیامت تک یہاں دو دین راہ نہ پائیں گے۔ اسلام کا یہ اساسی عقیدہ ہے یہ احترام حرمین ہی ہے جس کے لئے مولانا احمد رضا خاں علماء دیوبند کے بارے میں ان سے فتوے لینے گئے تھے اور اسی عقیدہ سے وہ اس دستاویز کو فتاویٰ علماء حرمین کے نام سے عزت دیتے رہے۔ پھر بھلا ان کا یہ عقیدہ کیسے قائم ہو سکتا ہے کہ اب وہاں کافروں کا قبضہ ہو چکا ہے اور یہ کہ وہابیوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔

قیامت سے پہلے دجال کا ظہور ہوگا اور سب مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ دجال اس پاک زمین میں داخل نہ ہو سکے گا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حرمین پر اسلام کا قبضہ ہمیشہ کے لئے ہوا تھا وہاں کسی دور میں بھی دودین کفر اور اسلام جمع نہیں ہو سکتے، کفر ہمیشہ کے لئے وہاں سے نکلا ہے اب وہ پھر کبھی یہاں پر قابض نہ ہو سکے گا۔

ارض حرم سے باطل ہمیشہ کے لئے نکل چکا

دست نبوت پر مکہ کی فتح وہاں سے باطل کے نکلنے کی آسمانی آواز تھی قرآن پاک میں اسے ہمیشہ کے لئے حق کا غلبہ کہا گیا ہے یہاں تک اعلان کیا گیا کہ شیطان یہاں سے مایوس ہو گیا ہے یہاں شرک اب کبھی نہ آ سکے گا۔

و قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً (پ ۱۵ بنو اسرائیل ۸۱)
(ترجمہ) اور آپ کہہ دیں کہ حق آ گیا ہے اور باطل جا چکا اور باطل ہے ہی اس لئے کہ وہ جائے (اور) یہ کہ یکے پاؤں جائے پھر یہاں کبھی غلبہ نہ پاسکے۔
پھر یہ بھی کہا گیا

بل نقذف بالحق علی الباطل فاذا هوز اهق و لكم الویل مما تصفون
(پ ۱۷ الانبیاء ۱۸)

(ترجمہ) ہم پھینک مارتے ہیں سچ کو جھوٹ پر پھر وہ اس کا سر پھوڑ ڈالتا ہے اور تمہارے لئے خرابی ہے ان باتوں سے جو تم کہتے ہو۔

سچائی کا چڑھتا ہوا سورج جب اس شان سے چمکے تو کیا پھر ہو سکتا ہے کہ اس کفر کا گھٹا ٹوپ اندھیرا پھر سے یہاں چھا جائے۔ اور اسلام کے نور پر پھر سے کفر کی ظلمت چڑھ آئے ایسا ہرگز نہ ہوگا قرآن کریم ایک اور مقام پر کہتا ہے:-

قل ان ربی یقذف بالحق علام الغیوب قل جاء الحق و ساء لئدی الباطل ذی
ما یعید (پ ۲۲ سبا ۲۸)

(ترجمہ) آپ کہہ دیں میرا رب پھینک رہا ہے سچا دین (باطل پر) اور وہ جاننے والا ہے (آئندہ کی) چھٹی باتوں کو، آپ کہہ دیں آیا ہے سچا دین اور اب باطل وہاں ہرگز کوئی نئی صورت پیدا نہ کر سکے گا اور نہ پہلی صورت ہی پھر سے واپس آ سکے گی۔

مکہ مدینہ میں دجال داخل نہ ہو سکے گا

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں حضورؐ نے فرمایا:-

ليس من بلد الا سيطر الدجال الا مكة والمدينة وليس له من نقابها الا عليه
الملثكة صافين يحرسونها (صحیح بخاری جلد ۱)

(ترجمہ) ہر شہر کو دجال روندنا آئے گا ماسوائے مکہ اور مدینہ کے۔ کوئی ایسا رستہ نہیں مگر یہ کہ اس پر اللہ کے فرشتے پہرہ دیں گے کہ یہاں دجال داخل نہ ہو سکے گا۔

باطل کے وہاں سے کلایہ نکلنے کا مطلب یہ ہے کہ شرک وہاں سے کلایہ ختم ہوا شرک کو اب وہاں کبھی راہ نہ مل سکے گی۔ رہیں دوسری برائیاں یہ وہاں ہوں بھی تو ساتھ ساتھ ان کا ازالہ ہوتا رہے گا باطل کے پاؤں کبھی وہاں جمنے نہ پائیں گے۔

اب یہاں سے کبھی ہجرت کرنے کی ضرورت نہ پڑے گی

کسی جگہ سے ہجرت کی ضرورت تب پڑتی ہے کہ باطل کا اس پر مضبوط قبضہ ہو جائے اور حق پرست ہانکس مستضعفین کے درجہ میں آجائیں قرآن کریم کسی کو مستضعفین کی حالت میں زندگی گزارنے کی اجازت نہیں دیتا۔ وہاں سے ہجرت کرنا ضروری ہو جاتا ہے اور ایسا نہ کرنے پر قرآن کریم میں جہنم کی وعید ہے۔

ان الذين توفاهم الملائكة ظالمى انفسهم قالوا فيما كنتم قالوا كما
مستضعفين فى الارض قالوا لى لم تكن ارض الله واسعة فتهاجروا فيها
فاولئك ما واهم جهنم وساءت نصيرا (پ ۵ النساء ۹۷)

(ترجمہ) وہ لوگ جو اپنے اوپر زیادتی کرتے رہے جب فرشتے ان کی جان نکالتے ہیں تو کہتے ہیں تم کس حال میں رہے وہ کہتے ہیں ہم کمزور تھے زمین میں بے بس۔ فرشتے کہتے ہیں۔ کیا اللہ کی زمین

کھلی نہ تھی کہ تم ہجرت کر جاتے سو ایسوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

ہاں ایسے ہوں جو ہجرت کے لئے کوئی حیلہ نہ کر پائیں گے اور وہ کمزور ہوں جیسے عورتیں اور بوڑھے، ان کے بارے میں امید کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مستضعفین کی صورت میں رہنا معاف کر دیں گے۔ مکہ کے بارے میں کہا گیا کہ اب وہاں سے کبھی ہجرت کی ضرورت درپیش نہ ہوگی یہ اس صورت میں ہی ہو سکتا ہے کہ اب وہاں اسلام کا غلبہ ہمیشہ کے لئے ہو کفر کسی طرح وہاں قرار نہ پکڑ سکے حضرت ام المومنین کہتی ہیں۔

انقطعت الهجرة منذ فتح الله على نبيه صلى الله عليه وسلم
(صحیح بخاری ص ۱)

(ترجمہ) جب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ پر فتح دی اس وقت سے وہاں سے ہجرت کا سلسلہ منقطع ہو چکا۔

یعنی اب وہاں سے کبھی ہجرت کی ضرورت پیش نہ آئے گی وہاں اسلام کا قبضہ ابدی ہے اور ہمیشہ کے لئے ہے وہاں دوسرا کوئی دین غالب نہ آ سکے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی کہا
لا هجرة بعد فتح مكة (صحیح بخاری جلد ۱)

یعنی نہ وہاں کبھی کفر کا قبضہ ہو گا نہ وہاں سے کبھی مسلمانوں کو کلنا پڑے گا

یہ وہ پس منظر ہے جس نے مولانا احمد رضا خاں کو حرمین کی طرف رخ کرنے پر آمادہ کیا ہندوستان میں بریلوی دیوبندی کی جنگ نہ لڑی جاسکتی تھی جب تک کہ مرکز اسلام (مکہ اور مدینہ) علماء دیوبند کے خلاف نہ ہو سو مکہ و مدینہ کے علماء کو دیوبند کے خلاف کرنے کے لئے مولانا احمد رضا خاں نے ان پر حسام الحرمین کی تلوار چلانا چاہی۔ اس وقت تک مولانا احمد رضا خاں کا اپنا عقیدہ بھی یہی تھا کہ ارض حرم مرکز اسلام ہے اس لئے وہ مکہ اور مدینہ کی سند سے علماء دیوبند پر چڑھائی کرنا چاہتے تھے حسام الحرمین کی تصدیق کرنے والوں میں شیخ مالکیہ سعید احمد الجزائری کا نام نمایاں ہے انہوں نے اپنی تقریظ میں خود اس مسئلے کو بھی واضح کر دیا ہے مولانا احمد رضا خاں کا بھی اس پر اعتقاد رہا ہے اور آپ

نے اسے حسام الحرمین میں جگہ دی ہے۔

الا وان بمكة بلد الله الامين طائفة منهم شياطين فليحذر العوام من مخاللتهم بالكلية فانها اشد من مخالطة المجدوم في الاذية ومنهم بالمدينة النبوية شرذمة قليلة مستترة بالتقية فان لم يتوبوا فعن قريب تنفيهم المدينة عن مجاروتها لما هو ثابت في الحديث الصحيح من خاصيتها (حسام الحرمین ص)

(ترجمہ) خبردار رہیں مکہ مکرمہ میں بھی شیاطین کا ایک گروہ ہے عوام کو ان سے بچنا چاہئے ان کی اذیت مجذوم سے بھی زیادہ خطرناک ہے ان میں سے کچھ مدینہ منورہ میں بھی ہیں لیکن یہ سب تقیہ کئے ہوئے ہیں۔ (کھلے طور پر وہاں کفر کے ساتھ نہیں رہ سکتے) اگر انہوں نے اپنے غلط عقیدوں سے توبہ نہ کی تو مدینہ انہیں وہاں سے نکال پھینکے گا کیونکہ یہ بات صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ وہاں کافر نہیں رہ سکتے۔

مولانا احمد رضا خاں کا یہ عقیدہ اتنا مضبوط تھا کہ آپ نے کہا کہ ارض حرم تو کجاری محمد بن عبد الوہاب نجدی کے ہم خیال دنیا کے کسی خطے پر ایک ٹرپہ کے مالک نہیں ہو سکتے۔ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:-

نصرانی اور یہودی کافر دونوں ہیں ایک محبوبان خدا کی محبت میں، اور دوسرے عداوت میں۔ قرآن عظیم میں یہودیوں کو مغضوب علیہم اور نصاریٰ کو ضالین فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ آج روئے زمین پر کوئی یہودی ایک گاؤں کا بھی حاکم نہیں۔ خلاف نصاریٰ کے کہ ان کی سلطنت ظاہر ہے اور بعینہ یہی مثال روافض وہابیہ کی ہے کہ روافض مثل نصاریٰ کے محبت میں کافر ہوئے اور وہابیہ مثل یہود کے عداوت میں چنانچہ روافض کی حکومت میں ایران کا تخت موجود ہے اور وہابیہ کی کہیں ایک ٹرپہ جھونپڑی بھی نہیں۔ (احکام شریعت ۲۲۳ کراچی)

اب اگر آل سعود اور آل شیخ دنیا میں ایک عظیم سلطنت قائم کر پائے ہیں جسے سعودی عرب کہا جاتا ہے اور ان کے قبضے کے بعد یہاں کی زمین نے پٹرول کے دریا بہائے ہیں اور سونے کی کانیں اگلی ہیں تو کیا یہ اس امر الہی کی تصدیق نہیں کہ یہاں کے لوگ کافر نہیں ہیں کیونکہ یہاں شرک و بدعت کو کبھی راہ

نہیں مل سکتی۔ نہ وہاں کافر بھی ائمہ مساجد ہو سکتے ہیں۔ اب بریلوی علماء کا اپنے عوام کو یہ سمجھانا کہ مکہ و مدینہ کے اماموں کے پیچھے نماز جائز نہیں کسی پلانے پر صحیح نہ ٹھہرا۔ مکہ و مدینہ پاک جگہیں ہیں جہاں کافروں کی حکومت کبھی قائم نہیں ہو سکتی۔ بریلوی علماء کا وہابیوں کو کافر بتلانا علم و فکر کی کسی کسوٹی پر درست نہیں ہو پاتا۔ جن کے ہاں مکہ و مدینہ کے اماموں کے پیچھے نماز جائز نہیں ان کی نماز کہیں نہیں ہوتی۔ نہ ان کی نماز، نماز ہے یہ تو قادیانی عقیدہ ہے کہ اب مکہ و مدینہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو چکا ہے۔ دیکھیے حقیقت الروایہ ص ۳۸ تالیف مرزا بشیر الدین محمود)

بریلوی علماء اب اس وادی حیرت میں گم ہیں

مولانا احمد رضا خاں کی اس تحریر نے کہ وہابیہ دنیا میں ایک پتھر یہ کے بھی مالک نہیں ہو سکتے۔ موجودہ دور میں بریلویوں کو ایک بڑی مصیبت میں ڈال دیا ہے کہ دنیا کا کوئی اور خطہ تو درکنار آل شیخ محمد بن عبدالوہاب تو مکہ اور مدینہ میں ایک بڑی سلطنت پاگئے اور اب تو ان کے قبضے پر ایک صدی بھی ہو گئی جو نظام قدرت میں وقت کا سب سے بڑا پتھر نہ ہے کیا اب بھی دنیا کو ہوش نہیں آیا کہ اگر یہ لوگ واقعی مجوبان خدا کے دشمن تھے اور کافر تھے تو یہ حرمین شریفین پر جس سے بہتر کوئی خطہ زمین نہیں کیسے قابض ہو گئے۔ بریلوی علماء اب تک اس وادی حیرت میں گم ہیں پھر بھی وہ اہل حرمین کی تکفیر سے باز نہیں آتے۔

بریلوی علماء کی ایک غلط تاویل

مولانا ابوالبرکات سید احمد الوری ناظم حزب الاحناف اور مولانا سر دار احمد گورداسپوری نے عوام کو اپنے ساتھ رکھنے اور توبہ سے بچانے کے لئے تدبیر کی کہ یہ بشارت کہ اب مکہ و مدینہ پر کفار کبھی قابض نہ ہو سکیں گے حضور کی حیات طیبہ تک مخصوص تھی یہ نہیں کہ کبھی بھی کافروں قابض نہ ہو سکیں گے۔ یہ بات کہ یہ مکہ اور مدینہ کا دائمی شرف ہے صحیح نہیں حضورؐ نے جب یہ آیت پڑھی تھی قل جاء الحق و زهق الباطل تو یہ بامید و امان نہ پڑھی تھی۔ کہ اب کفار کبھی بھی مکہ و مدینہ پر قبضہ نہ پا سکیں گے۔

المجواب بعون الملک الوہاب

مکہ و مدینہ پر کبھی کفار قبضہ پا سکیں یہ بات صحیح حدیث کے خلاف ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:-

من اراد اہل هذه البلدة بسوء (یعنی المدینہ) اذابہ اللہ کما یذوب الملح
(صحیح مسلم جلد ۱ ص ۴۴۵)

(ترجمہ) جو لوگ بھی مدینہ میں رہنے والوں سے کسی طرح کی برائی کا ارادہ کریں اللہ تعالیٰ انہیں اس
طرح پگھلا دیں گے جس طرح نمک پگھل جاتا ہے۔ اب آپ ہی سوچیں اس سے بڑھ کر مدینہ والوں
سے برائی اور کیا ہوگی کہ مسجد نبوی کا امام و حاکم ہو جس کے پیچھے یہ بریلوی نماز پڑھنا جائز نہ سمجھیں۔
قاضی عیاض (۵۴۴ھ) لکھتے ہیں کہ مکہ و مدینہ کا یہ شرف صرف حضور کی حیات طیبہ تک مخصوص نہیں
مکہ و مدینہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ان پر کافر قبضہ نہ پاسکیں گے اور مسلمان قیامت تک وہاں نمازیں
جماعت سے پڑھ سکیں گے۔

فکان کل ثابت الایمان منشرح الصدر یرحل الیہا ثم بعد ذلک فی کل وقت
الی زماننا ہذا فلا یاتیہا الا مومن (مقول از نووی شرح مسلم جلد ۱ ص ۸۴)
(ترجمہ) ہر شخص جو ثابت الایمان ہے اور ایمان پر اسے شرح صدر حاصل ہے وہ اس وقت سے لے
کر اب تک وہاں اسی طرح حاضری دیتا چلا آ رہا ہے سو وہاں ایمان والوں کے سوا اور کوئی راہ نہ
پاسکے گا۔

قاضی عیاض کی یہ بات ہم ساتویں صدی میں امام نووی سے سن رہے ہیں۔ اس میں آئندہ کے لئے
بھی اس بشارت کو قائم رکھا گیا ہے کہ فلا یاتیہا الا مومن۔ سو مولانا سید احمد اور سردار احمد کی یہ
تاویل غلط ٹھہری کہ غلبہ اسلام کی وہ بشارت صرف حضور کے عہد تک تھی بعد میں کافر وہاں رسائی
پاسکیں گے۔ استغفر اللہ العظیم
امام نووی (۶۷۱ھ) ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:-

ان هذا الفضل باق مستمرا الی یوم القیمة (شرح صحیح مسلم جلد ۱ ص ۴۴۴)
(ترجمہ) مدینہ شریف کی یہ فضیلت اب بھی اسی طرح ہے (جس طرح وہ حضور کے دور میں تھی) اور
قیامت تک بطریق دوام چلے گی۔ (مدینہ کی یہ شان کبھی کم نہ ہو سکے گی۔)

تیرہویں صدی کے مولانا غلام دہلوی قصوری تک تمام اہل حق کا یہی عقیدہ رہا ہے کہ مکہ مدینہ میں جہاں الحق و زہق الباطل کے کھلے اعلان کے بعد باطل کبھی وہاں راہ نہیں پاسکے گا آپ ایک جگہ لکھتے ہیں:-

وہ کون سے مسلمان ہیں جو حرمین شریفین کے علماء پر طعن دھریں اور ان کے قول اور فعل کو مخالف قرآن اور حدیث کے تصور کریں (تصریح اباحت فرید کوٹ مطبوعہ ۱۳۰۲ھ اور مطبع محمدی لاہور)

کاش کہ مولانا ابوالبرکات سید احمد ناظم حزب الاحناف یہ غلط تاویل کرنے سے پہلے اپنے باپ مولانا دیدار علی الوری (۱۳۰۴ھ) کے رسالہ رسول الکلام کو ہی دیکھ لیتے۔ مولانا دیدار علی نے سورہ سبا کی آیت ۲۸ کے ترجمہ میں لفظ (بامید دوام) لکھ کر ہمیشہ کے لئے اس غلط تاویل کا پتہ کاٹ دیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:-

آگیا حق اور نکل گیا باطل۔ بے شک باطل (یعنی کفر و شرک) ہو گیا گیا گزرا اور نہیں ظاہر ہو کر رہے گا باطل اور نہ عود کر آئے گا۔ (بامید دوام)

(رسول الکلام فی بیان المولد والقیام ص ۲۹ مرتومہ ۱۳۰۰ھ)

یہ بریکٹ کے الفاظ ”بامید دوام“ خود مولانا دیدار علی کے ہیں یہ ہمارا اضافہ نہیں۔

اب یہ فیصلہ تو بریلوی عوام کریں کہ وہ باپ کی بات کو بہتر سمجھتے ہیں یا بیٹے کی بات کو..... ہم سمجھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کا اپنا عقیدہ بھی پہلے صحیح تھا تبھی تو وہ حسام الحرمین کو درست کہنے کے لئے علماء حرمین سے تصدیق لینے لگے تھے۔ مگر جب وہاں حسام الحرمین کا پوچھ لکھا اور ان علماء نے براہ راست علماء دیوبند سے ان کے عقیدے پوچھ لئے تو اب مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ یہ ہو گیا کہ وہاں کافروں کے قبضہ کے خیالات بالکل صحیح ہیں (استغفر اللہ) اب آپ نے مکہ سے ہجرت کرنے کی راہ پھر سے کھولی دی آپ سے سوال کیا گیا۔

اگر ہجرت میں یہ نیت کرے کہ جب تک بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ پر کفار کا قبضہ ہے اتنی مدت اپنے وطن میں واپس نہ لوئے گا ایسی نیت اس کی درست ہوگی یا نہیں؟

جبل: زید کے بالائی خیالات سب صحیح ہیں (احکام شریعت حصہ ۲ ص ۱۴۷۔ تالیف مولانا احمد رضا خاں) اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ مولانا احمد رضا خاں کے نزدیک مکہ پر کافروں کا قبضہ مدینہ منورہ پر کافروں کا قبضہ اور فتح مکہ کے بعد پھر سے مکہ سے ہجرت کرنے کی اجازت یہ سب خیالات صحیح ہیں اور یہی عقیدہ بریلویت ہے یہ اب بھی وہاں جا کر وہاں کے اماموں کے پیچھے نماز نہ پڑھیں گے۔ مولانا احمد رضا خاں تو فوت ہو گئے ان کے بیٹے مصطفیٰ رضا خاں نے حج کی منسوخت کا اعلان کر دیا انہیں اس بات کا بہت غصہ رہا کہ حج مکہ (عرفات) میں کیوں ہوتا ہے اب اسے بھی وہاں نہ ہونے دیا جائے۔

فریخت حج کے خلاف بریلوی فتویٰ

مولانا مصطفیٰ رضا خاں نے حج کے فتویٰ ہونے پر ایک رسالہ لکھا ہے آپ اس میں لکھتے ہیں:- جب تک نجدی لعین (ملک عبدالعزیز بن آل سعود) علیہ ماعلیہ کا فتنہ حجاز مقدس میں ہے اس وقت تک حج یا ادائے حج فرض نہیں (نور النبی لسن بحوزہ التواء الحج ص ۲۱ طبع آستانہ عالیہ رضویہ بریلی) اس زمانے میں جہاد اور حج کے خلاف خوب محنت ہوئی جہاد کے خلاف قادیان سے لکھا جاتا رہا اور حج کے خلاف یہ رسالہ بریلی سے شائع ہوا جہاد کے بعد اب حج ایک معرکہ الاراء موضوع بناؤ اکثر اقبال مرحوم نے بریلویت کو قادیانیت سے اس طرح جوڑا ہے۔

رد جہاد میں تو بہت کچھ لکھا گیا تردید حج میں کوئی رسالہ رقم کریں

مرزا غلام احمد قادیانی نے حج نہ کیا تھا مسلمان اس پر معترض تھے کہ حدیث میں ہے کہ حج آئے گا تو وہ حج بھی کرے گا اور حج روحاء سے وہ حج اور عمرہ کا احرام باندھے گا۔ یہ کیسا مسخ موعود ہے جو حج نہیں کر پایا اس پر مرزا غلام احمد کہتا تھا کہ وہاں اسے امن نہیں کہ وہ حج کر سکے بریلویوں نے اسی دلیل سے حج کو ملتوی کیا قادیانی اور بریلوی اسی عقیدہ سے چلتے رہے کہ اب مکہ و مدینہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو چکا ہے بریلویوں نے آل سعود کو عادی و شہرہ رایا ہے (استغفر اللہ العظیم) آستانہ بریلی کی یہ تاریخی و معاملہ حلقہ ہو:-

اے ختم جبار! جلد سے جلد ابن سعود مخدول و مطرود اور اس کے ہر حامی نامحود و ناسعود کو عاود و شعود کی طرح ہلاک فرما۔ اٹھی جلد از جلد اپنے حبیب پاک صاحب لولاک کے دیار پاک کو ان غصوں کی نہاست سے پاک فرما ان لعینوں پر اپنے قہر و غضب کی بجلیاں گرا۔ (تنویر المجہد ص ۲۱)

معلوم نہیں بریلوی کس قلب و جگر اور سنگ دلی سے مدینہ منورہ پر بجلیاں گرنے کی دعا کر رہے تھے مسلمان کا دل تو مدینہ منورہ کا نام آتے ہی موم ہو جاتا ہے۔ وہ اس میں خدا کے قہر و غضب کو اترنے کی کیوں کہ آواز دے سکتا ہے آغا تنق در میان کن۔ ہم سے تو مدینہ کے بارے میں یہ بد دعائی نہیں جاتی۔

رسالہ التواء حج پر کن کن کے دستخط ہوئے

یہ بریلی کے مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خاں کا بی فتوے نہیں اس پر ان کے بہت سے دوسرے علماء کی تصدیق ثبت ہے جن میں مولوی حامد علی خاں، حشمت علی ظفر الدین قادری، امجد علی اعظمی، اولاد رسول قادری سید احمد اشرف کچھوچھوی، نعیم الدین مراد آبادی سب کے دستخط بھی ہیں۔ مولانا ابوالبرکات سید احمد اپنی تصدیق میں لکھتے ہیں کہ آل سعود کے قبضہ سے اب حجاز کی زمین پاک نہیں رہی۔ ابوالبرکات کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔

ابن سعود کا اخراج حجاز مقدس سے واجب ہے اور اس کی بہترین تدبیر ہے کہ جب تک ابن سعود کے ناپاک قدم سے ارض مقدس حجاز پاک نہ ہو جائے حج ملتوی کر دیا جائے۔ (تنویر ص ۳۲)

اس کا معنی اس کے سوا کیا سمجھا جاسکتا ہے کہ اب ارض حرم پاک نہیں رہی مدینہ کی زمین کو پاک نہیں کہا جاسکتا۔ افسوس اس بریلوی عقیدے پر افسوس۔

ان کے مولانا عبدالحمید بریلوی نے لکھا:-

حج کے ملتوی ہونے سے نجد یہ کہ ناپاک قدموں سے نشاء اللہ حرمین طہین طیبہ ظاہر ہو جائیں گے (تنویر ص ۳۱)

اس کا مطلب اب یہی سمجھا جاسکتا ہے کہ سعودی قبضہ میں مکہ اور مدینہ طیبہ و طہر نہیں رہے (استغفر اللہ العظیم) حالانکہ یہ تمام مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ وہاں دو دین جمع نہیں ہو سکتے وہاں کفر پھر سے کبھی عود نہ کر سکے گا۔

بریلویوں کی دوسری غلط تاویل

بریلویوں کی دوسری تاویل یہ ہے کہ سعودی قبضے کی وجہ سے مکہ و مدینہ کی زمین ناپاک نہیں ہوئی انہیں ناپاک کہنے والوں کا فتویٰ غلط ہے اور وہاں حج کے لئے جانا درست ہے ہاں وہاں جا کر نماز وہاں کے اماموں کے پیچھے نہ پڑھیں اس عقیدے کے حاملین مولوی عبد الغفور ہزاروی اور مولوی محمد عمر اچھروی تھے۔ مولوی محمد عمر اچھروی لکھتے ہیں:-

وہاں کے مقیمین احناف کو میں نے اپنے اپنے گھروں میں نماز ادا کرتے دیکھا سوال کرنے پر یہی جواب ملتا تھا کہ نجدیوں کی اقتداء ہمارے علماء کے فتوے سے از روئے احادیث صحیحہ کسی صورت میں جائز نہیں۔ بلکہ گناہ ہے۔ (مقیاس حقیقت ص ۴)

ان کا عقیدہ یہ رہا کہ یہاں عارضی طور پر مخالف قبضہ ہو سکتا ہے مگر کفر یہاں قرار نہیں پکڑ سکتا وہ کہتے ہیں کیا وہاں یزید کی حکومت نہیں رہی واقعہ حرہ میں کیا وہاں بہتر گھنٹے تک اذان بند نہیں رہی، مصر کے فاطمی دور میں کیا وہاں کچھ دن شیعہ حکومت نہیں رہی جب ان کی یہ حکومتیں کچھ دیر وہاں رہ سکتی ہیں تو سعودی عرب کی حکومت بھی وہاں عارضی طور پر ہو سکتی ہے۔

الجواب: مسئلہ زیر غور ہے کہ کیا وہاں سے ایک دفعہ کفر کا قبضہ اٹھ جانے کے بعد پھر سے وہاں کفر کا قبضہ ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہرگز نہیں امام ابو حنیفہ امام مالک اور امام احمد کے ہاں وہاں سے کفار کا ہٹایا جانا واجب ہے یہ کوئی صرف مستحب کام نہیں واجب ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا آخری پیغام یہی تھا کہ کافر وہاں نہ رہ سکیں گے۔ یہ صرف مرکز اسلام رہے۔ علامہ ابن حزم اندلسی (۴۵۶ھ) لکھتے ہیں:-

فلا يمكن الكافر مشركاً كان او يهودياً او نصرانياً من السكنى فى ارض العرب و يجب اخراجهم منه و به اخذ ابو حنيفه و مالك و هو قول الشافعى (المحلى جلد ۷ ص)

(ترجمہ) وہاں کسی کافر کو وہ مشرک ہو یا کتابی، رہنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی وہاں سے ان کا نکالنا واجب ہے امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا فتویٰ یہی ہے اور امام شافعی کا ایک قول بھی یہی ہے۔

ہم یہاں کسی کافر کے وہاں آجینے یا چھپ کر رہنے کی نفی نہیں کر رہے ہم پاک ارض حرم میں کافروں کی حکمین کی نفی کر رہے ہیں۔ حضور کے عہد میں بھی جب وہاں سے کفر نکلا اور حق آیا اس وقت سے لے کر قیامت تک کفر کو وہاں پھر سے چھپنے قرار پکڑنے کا موقع نہ ملے گا۔ یہ کافروں کے اس ارض مقدس میں حکمین پکڑنے کی نفی ہے امام نووی نے بھی وہاں کافروں کے حکمین سے رہنے کی نفی کی ہے۔

اخذ بهذا الحديث مالك و الشافعي وغيرهما من العلماء فاحبوا اخراج الكفار من جزيرة العرب و قالوا لا يجوز تمكينهم من سكناها وما والاها (شرح صحيح مسلم ۲ ص ۴۳ مرقاۃ جلد ۸ ص ۹۵)

(ترجمہ) اس حدیث سے امام مالک اور امام شافعی اور کئی دوسرے علماء نے استدلال کیا ہے سوانہوں نے کفار کا وہاں سے نکالا جانا واجب کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ انہیں وہاں اور اس کے ارد گرد پاؤں جمانے کی کسی طرح اجازت نہیں دی جاسکتی۔

حافظ ابن قدامہ الحنبلی (۶۶۰ھ) امام احمد بن حنبل کا مسلک اس طرح بیان کرتے ہیں:-

قال احمد بن حنبل جزيرة العرب المدينة وما والاها معاني ان الممنوع من سكني الكفار المدينة وما والاها و هو مكة واليمامة و خيبر و اليمن و فذلک و سخاليفها و ما والاها (المعنى ۸ ص ۵۲۹)

(ترجمہ) امام احمد کہتے ہیں جزیرہ عرب مدینہ اور اس کے ارد گرد کے سب علاقوں کو شامل ہے۔ وہ زمین جہاں کافروں کو سکونت اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی اس میں مدینہ اس کے مضافات مکہ یمامہ خیبر یثرب اور مذکورہ اس کے اطراف شامل ہیں۔

یزید کے چند سالہ اقتدار سے بریلویوں کا استدلال

بریلوی کبھی یہ کہہ دیتے ہیں کہ کیا حرمین پر یزید کا قبضہ نہیں رہا اگر وہاں یزید کی حکومت رہ سکتی ہے تو سعودی حکومت کیوں نہیں رہ سکتی۔ ہم کہہ سکتے ہیں یزید سے جو کچھ ظہور میں آیا اسے ظہور کہا جاسکتا ہے کفر نہیں۔ قل جاء الحق و زهق الباطل سے کفر کا وہاں سے نکلنا مذکور ہے کہ اب

قیامت تک مکہ اور مدینہ پر کفر قبضہ نہ پاسکے گا۔ رہا ظلم تو ہم نہیں کہتے کہ وہاں سے ظلم بھی ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا ہاں یہ بات ضرور ہے کہ وہاں جو شخص یا حکمران لوگوں پر ظلم چاہے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے لمبی مہلت نہ دیں گے۔ اسے وہاں حکمین (جماؤ) حاصل نہ ہو سکے گی۔ ہلاکت اس کا نصیب ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔

من اراد اہل هذه البلدة بسوء یعنی المدینة اذا به الله كما يذرب الملح
(صحیح مسلم جلد ۱ ص ۴۴۵)

(ترجمہ) جو شخص مدینہ رہنے والوں سے کوئی برائی چاہے اللہ تعالیٰ اسے اس طرح برباد کریں گے جیسے نمک پگھلتا ہے۔ وہ کھلا کفر ہو یا چھپا کفر اس کا اقتدار وہاں پر کبھی نہ ہو سکے گا۔ رہا کفر تو یہ کسی حال میں بھی حرمین پر قبضہ نہ پاسکے گا۔

یزید کے بارے میں کفر کا قول درست نہیں

یزید کے بارے میں کوئی بھی کفر کا قائل نہیں مولانا احمد رضا خاں نے یزید کے بارے میں فرمایا:۔
اگر کوئی کافر (اسے) کہے (جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں) ہم منع نہ کریں گے اور خود کہیں گے نہیں
(ملفوظات حصہ اول ص ۱۲۴)

حضرت مولانا قاسم نانوتوی (۱۲۹۷ھ) سے یزید کے کفر و اسلام کے بارے میں پوچھ لیا گیا آپ نے فرمایا:۔

اپنے خیال ناقص میں قطعی کافر تو وہی ہے جن کو خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں یا رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے کافر فرمایا۔ ہاں ظاہر میں جس سے افعال کفر و کلمات کفر صادر ہوں۔ اگر ہم کو ان باتوں کے دیکھنے سننے کا خود اتفاق ہو یا روایت متواترہ تک پہنچ جائے تو اس وقت بظاہر ہم کو اس کے ساتھ معاملات کفر ہی کرنے چاہئیں۔ یزید کا ذکر قرآن و حدیث میں تو کہیں نہیں البتہ متواتر کہئے یا جس طرح کہئے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت سید شہداء (کربلا) امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان اور ہمراہیوں پر اس کے عہد میں ظلم شد ید ظہور میں آیا۔ (فیوض قاسمیہ ص ۳۲ طبع انبالہ ہند)

اس نے ابن زیاد کو انہیں شہید کرنے کا حکم نہ بھی دیا ہو تو اس سے تو کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اس کے عہد میں اہل بیت کے اس قافلے پر ظلم شدید ظہور میں آیا۔
امام نووی لکھتے ہیں کہ یزید کو گروہاں چند سالہ اقتدار ملا لیکن یہ مخفی نہ رہنا چاہئے کہ اس کا اپنا انجام کیا ہوا۔ اس نے اپنی طرف سے مسلم بن عقبہ کو مدینہ بھیجا تھا تو اس پر وہاں لوٹتے ہی کیا گزری امام نووی لکھتے ہیں۔

اذا به الله ذوب الرصاص في النار و يكون ذلك من ارادها في الدنيا فلا يمهله الله ولا يمكن له سلطان بل يذهب عن قرب كما انقضى شان منها ربها ايام بنى امية مثل مسلم بن عقبه فانه هلك في منصرفه عنها ثم هلك يزيد بن معاوية برسلة على اثر ذلك و غيرها ممن صنع صنع صنعيهما (شرح صحيح مسلم ص ۴۴۱ جلد ۱)

(ترجمہ) جو شخص اہل مدینہ سے کوئی برائی چاہے اسے اللہ تعالیٰ اس طرح بگھلا دیں گے جیسے سکہ آگ میں بہہ نکلتا ہے یہ اس کی سزا ہے جو دنیا میں اہل مدینہ سے اس طرح کرے اللہ تعالیٰ ظلم کو بھی وہاں مہلت نہیں دیتے اور وہاں اسے کبھی مضبوط تسلط نہیں ملتا اسے جلدی اٹھایا جاتا ہے۔ جیسا کہ ان کا حال ہوا تھا جنہوں نے بنو امیہ کے دور میں اہل مدینہ سے جنگ کی مسلم بن عقبہ کو ہی دیکھئے وہ وہاں سے لوٹتے میں ہلاک ہو گیا پھر اس کے بھیجنے والے یزید بن معاویہ کو دیکھئے اور ان جیسے دوسروں کو بھی جو مدینہ والوں سے کسی برائی کے ارادہ سے نکلے۔

بریلوی یزید کے چند سالہ اقتدار سے وہاں کی سعودی حکومت کے اقتدار پر استدلال نہیں کر سکتے وہ (۱) وہ شیخ محمد بن عبد الوہاب کے پیروؤں کو کافروں میں جگہ دیتے ہیں۔ علی الاعلان کہتے کہ وہابی کافر ہیں مگر وہ یزید کو کافر نہیں کہتے۔ (۲) یزید چند سالہ اقتدار کے بعد ہلاک ہوا حکومت اس کی نسل سے نکل گئی۔ ملک عبدالعزیز آل سعود کو سعودی حکومت قائم کئے ایک صدی ہو گئی ہے۔ جو قدرت کے ہاں وقت کا سب سے بڑا پیمانہ ہے اس دوران اس امت میں جو غلطی بھی راہ پائے اللہ تعالیٰ اس کی

اصلاح کے لئے کسی مجدد کو بھیجتے ہیں۔ یہ کیسے مان لیا جائے کہ یہ صدی کا طویل اقتدار بھی چند روزہ اقتدار ہے وہاں تو دجال بھی داخل نہ ہو سکے گا۔ اس امت میں کتنے لوگوں نے مرزا غلام احمد کی طرح نبوت کے دعوے کئے اور دجال کہلائے کیا مدینہ منورہ سے بھی کوئی مدعی نبوت اٹھا۔ ایسا نہیں ہوا کیونکہ مکہ اور مدینہ کی پاک زمین کو دجال کے ناپاک قدموں سے حفاظت دی گئی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: لا یدخل المدینۃ رعب المسیح الدجال لہا یومئذ سبعة ابواب علی کل باب منکمل (رواہ البخاری جلد ۲)

امریکی فوجوں کے آنے سے بریلویوں کا استدلال

بریلوی مکہ و مدینہ پر کفر کا قبضہ ماننے کے لئے بری سے بری چال چلنے سے بھی نہیں ہٹکتے۔ حالانکہ یہ وہ حرم پاک ہے جس میں کفر و شرک کو دوبارہ لانے سے خود شیطان بھی مایوس ہو چکا۔ مگر بریلویوں کی سوچ اتنی غلط ہے کہ وہ وہاں نصاریٰ کا قبضہ ثابت کرنے سے بھی شرم محسوس نہیں کرتے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ (۵۷۳ھ) کہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:-

ان الشیطان قد ایس من ان یعبده المصلون فی جزیرۃ العرب (مشکوٰۃ ص ۱۹) (ترجمہ) بے شک شیطان مایوس ہو چکا کہ اہل عرب پھر کفر و شرک میں عود کریں۔ اور وہاں شیطان کی عبادت ہونے لگے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ) اس حدیث کا حاصل ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔ ان الشیطان قد ایس من ان یتبدل دین الاسلام و یظہر الاشراک و یستمر و یسیر الامر کما کان من للمعات (التنقیح جلد ۱ ص ۱۲۷)

اس سے پتہ چلا کہ اب کبھی وہاں دین اسلام کی اور دین سے تبدیل نہ کیا جاسکے گا اور مشرکوں کو کبھی وہاں قبضہ نہ مل سکے گا شرک آئے بھی تو اسے استمرار نصیب نہیں ہو سکتا۔

امریکی فوجیں وہاں خود آئی ہیں یا سعودی حکومت نے انہیں اجازت دی ہے؟ اگر وہ سعودی حکومت کی اجازت سے وہاں آئی تھیں تو جزیرہ عرب پر قبضہ سعودی حکومت کا تسلیم کیا جائے گا یا امریکہ کا؟

بریلوی جب اس کے جواب سے عاجز آ جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اگر مکہ اور مدینہ میں دونوں قبضے مانے جائیں تو کیا حرج ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ مانا جائے کہ وہاں کافروں کی حکومت قائم ہو چکی ہے تو اس سے حضور اکرم کی بے شمار احادیث کی تکذیب ہوگی۔ معلوم نہیں یہ بریلوی کیوں کوششیں کر رہے ہیں کہ (معاذ اللہ) حضور کی باتیں غلط ثابت ہوں ہم یقین کرتے ہیں کہ حضور کا یہ ارشاد بالکل برحق ہے اور کبھی یہ غلط ثابت نہ ہوگا۔ امام مالک (۱۷۹ھ) روایت کرتے ہیں۔ کہ حضورؐ نے فرمایا:-

لا تجتمع دینان فی جزیرۃ العرب (موطا امام مالک ص ۳۶۰)

امام ابوحنیفہ کے شاگرد محدث عبدالرزاق (۲۱۱ھ) بھی روایت کرتے ہیں:-

ان السنی صلی اللہ علیہ وسلم قال فی حجۃ الذی مات فیہ لا یجتمع ہارض
الحجاز دینان (المصنف ۴ ص ۱۲۶)

(ترجمہ) آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا حجاز کی زمین میں دو دین نہیں رو سکتے۔
قیامت واقع ہونے سے مکہ اور مدینہ میں تباہی تو ہوگی لیکن کفر و شرک وہاں تب بھی قبضہ نہ پاسکے گا۔
اور یہ کب ہوگا؟ جب حافظوں کے سینوں سے قرآن اٹھالیا جائے گا علامہ یعنی ۸۵۵ھ قمری مآلکی
(۶۷۱ھ) سے نقل کرتے ہیں

ان خرابہ یکون بعد رفع القرآن من الصدور والمصاحف وذلك بعد موت
عیسیٰ علیہ السلام و هو الصحيح

(ترجمہ) یہ بڑی بڑی عرب کی بربادی اس وقت ہوگی جب قرآن سینوں اور تحریرات سے اٹھالیا جائے گا
اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے بعد ہوگا یہی بات صحیح ہے۔ (یعنی علی البخاری جلد ۹ ص ۲۳۳)
امام بخاری نے ذوالسویقین کی اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاساً للناس (پ المائدہ آیت ۹۷)

۱ (ترجمہ) اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ اس نے بیت اللہ کعبہ شریف کو لوگوں کے باقی رہنے کا نشان بنایا ہے۔

۲ اس سے پتہ چلا کہ کعبہ قیام عالم کا نشان ہے جب تک کعبہ آباد ہے یہاں دینی اور دنیوی برکتیں سب

اسلام کی ہیں بریلویوں کو نہ چاہئے کہ وہ اپنے عقیدہ بریلویت کو ثابت کرنے کے لئے مکہ و مدینہ کی آبرو سے کھیلیں اور عوام میں یہ غلط بات پھیلائیں کہ اب ہمیشہ کے لئے سعودی عرب پر امریکہ کا قبضہ ہو چکا یا یہ کہ وہاں ڈبل عملداری ہے سعودی حکومت اور امریکی فوجیں دونوں مل کر وہاں نظام چلا رہی ہیں۔ اور وہاں اب دو دین جمع ہو چکے ہیں (استغفر اللہ العظیم)

یاد رکھئے وہاں سے امریکی فوجیں جا کر رہیں گی اسلام کا وہاں قبضہ فتح مکہ سے ملے کر قیامت تک موعود ہے۔ اب بھی امریکی فوجیں وہاں ازراہ اجازت ہیں۔ ازراہ حکومت نہیں اور نہ وہاں کوئی غیر مسلم حکومت کبھی ہو سکے گی۔ بریلوی اپنے غلط عقیدے کو ثابت کرنے کے لئے (کہ وہابی کافر ہیں اور مکہ و مدینہ میں کافر حکومت ہو سکتی ہے) سعودی عرب میں امریکی فوجوں کا استقبال کر رہے ہیں اور دل سے چاہتے ہیں کہ امریکی فوجیں وہاں استحکام سے رہیں تاکہ انہیں یہ پراپیگنڈہ کرنے کا موقع ملے کہ مکہ و مدینہ پر پھر سے کافروں کا قبضہ ہو چکا ہے۔

آغا تنج در میان کن

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بند قباد کیکھ

انسانوں کے بنیادی حقوق سے بریلویوں کا استدلال

کبھی بریلوی انسانوں کے بنیادی حقوق کے حوالے سے مکہ و مدینہ میں کافروں کا داخلہ درست قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں اگر کوئی ایسی صورت ہو بھی تو یہ داخلہ ازراہ اجازت ہو گا بہ طریق حکومت نہ ہو گا۔ اور ہم اس کے خلاف نہیں لیکن اس سے یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ مکہ و مدینہ پر کافروں کی حکومت ہو سکتی ہے اور یہ کہ وہابی کافر ہیں جو مکہ و مدینہ پر حکمران ہیں اور یہ کہ ان کے مقرر کردہ اماموں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

تین سوال اور ان کے جواب

۱۔ مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ کے کسی ہسپتال میں کسی مریض کے آپریشن کے لئے کسی غیر مسلم ڈاکٹر کو جو عالمی شہرت رکھتا ہے وہاں لانا ہو تو کیا اس کی اجازت ہے؟

الجواب:

۲۔ بین الاقوامی تجارت کے ماہرین حجاز میں اپنی منڈیاں تلاش کرنے آتے ہیں تو کیا انہیں روکا جائے۔
یا ارض حرم میں داخلہ کی اجازت دی جاسکے گی۔ پہلی صورت میں کیا یہ اس علاقے پر زیادتی نہ ہوگی کہ
ان پر ایک بین الاقوامی تجارتی راہ بند کر دی گئی ہے؟

۳۔ سائنسی ترقی کے اس دور میں حجاز میں کارخانوں اور ملوں کی نئی تعمیر میں غیر مسلم ماہرین فن کو یہاں
لانابا میں صورت کہ اس تجربہ کے لوگ اس وقت مسلمانوں سے اس قیمت پر نہ مل سکیں کیا ممنوع رہے
گیا انہیں اس ضرورت سے یہاں لانے کی اجازت ہوگی؟

جوابات

۱۔ اجازت وہ بنیاد ہے جس پر کسی بھی غیر مسلم کو کسی کام کے لئے لایا جاسکتا ہے کوئی اجازت سے آنے
والا غیر مسلم بیمار پڑ جائے تو اسے اور اس کے ساتھ اس کے کسی دیکھ بھال کرنے والے کو یہاں
نہرے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔
حافظ ابن قدامہ الحنبلی (۶۲۰ھ) لکھتے ہیں:-

و اذا مرض فی الحجاز جازت له الاقامة لانه يشق الانتقال الى المریض و
تجوز الاقامة لمن یمرضه لانه لا یستغنی عنه (المغنی جلد ۸ ص ۳۵۰)
(ترجمہ) جب کوئی غیر مسلم حجاز میں بیمار پڑ جائے تو اسے وہاں نہرنا جائز ہوگا کیونکہ مریض کو کہیں
لے جانا بہت مشکل ہوتا ہے اور اسے نہرنا جائز ہے جو اس کی تیمارداری کرے کیونکہ اس سے استغناء
نہیں رہتا جاسکتا۔

۲۔ یجوز لهم دخول الحجاز للتجارة لان النصارى كانوا یتجرون الى
المدينة فی زمن عمر (ایضاً ص ۵۲۹)
(ترجمہ) غیر مسلموں کا تجارت کے لئے حجاز آنا جائز ہے حضرت عمرؓ کے زمانے میں عیسائی مدینہ میں
تجارت کے لئے آتے تھے۔

حنفیہ میں سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں:-

الحجّاز یجوز للکافر دخولها بالاذن ولا یقیم بها اکثر من مقام السفر فان عمر لما اجلاهم اجل لمن یقدم منهم تاجراً ثلثاً (المسوی جلد ۲ ص ۱۶۹)
(ترجمہ) کافر کا حجاز میں اجازت لے کر داخل ہونا جائز ہے لیکن وہ وہاں اقامت سفر سے زیادہ نہ ٹھہرے کیونکہ حضرت عمرؓ نے جب انہیں وہاں سے نکالا تھا تو جو وہاں تجارت کے لئے آئے والوں کو تین دن ٹھہرنے کی اجازت دی تھی۔

ان سب صورتوں میں کوئی بھی ایسی نہیں جس سے ارض حرم پر کافروں کا قبضہ جائز ٹھہرے اور بریلوی شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے پیروؤں کو کافر بھی کہتے ہیں۔ حجاز پر ان کا قبضہ بھی مانتے ہیں تو اب یہ تجارت کے لئے ان کے ٹھہرنے کی راہ بھی نہیں نکال سکتے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ وہاں کافروں کا قبضہ بھی مانیں اور ارض حرم سے ان کی حاضری بھی نہ چھوٹے اور ان کی روضہ رسول کی جانی کے گرد عاشقانہ ادائیں بھی قائم رہیں۔ بایں ہمہ وہ وہاں کے اماموں کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور انہیں پوری زندگی مسجد حرام یا مسجد نبوی کا جمعہ نصیب نہ ہو۔

حسرت ہے اس مسافر بے بس کے حال پر

جو تھک کے رہ جائے منزل کے سامنے

واہ رے! بریلوی عاشق کہ تیرے ذہن میں ارض حرم کا معنی اترتا نہیں اور تو اسلام کی جرنیلی سڑک پر کبھی آتا ہی نہیں۔ وہابیوں کا بغض تیرے ہاں تجھے مکہ و مدینہ کی حرمت سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ اور تیرے سینے میں یہ آگ کبھی بجھتی نہیں۔

اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ کافر کبھی جنت میں نہ چا سکیں گے اور یہاں تو کھلی جنت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی جنت کا ایک ٹکڑا بھیج دیا یہ وہ خطہ زمین ہے جو حضور اکرمؐ کے منبر سے لے کر حضور کی قبر مبارک کے مابین ہے اسے روضۃ من ریاض الجنۃ کہتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن زید المازنی کہتے آئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

ما بین یمنی و منبری روضة من ریاض الجنة (صحیح مسلم جلد ص ۴۶۶)
(ترجمہ) میرے گھر اور منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

روضہ باغ کو کہتے ہیں حضور کی قبر مبارک یہیں ہے اور حضرت ابو بکر اور اس باغ جنت میں ہے
حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ اس خطہ سر زمین میں دفن ہوئے ان کا جنت میں جانا ساری دنیا نے دیکھ
لیا۔ جہنم میں جانے والے تو کبھی سزا پوری کر کے نکلیں گے۔ لیکن جنت میں جا کر کوئی وہاں سے نکلے
یہ کسی اثر اور روایت میں نہیں دیکھا گیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

قرآن کریم کا اعلان کہ کافر کبھی جنت میں نہ داخل ہو پائے گا اب یہ وہاں دفن ہونے والے جنتی نہیں
تو اور کیا ہیں۔

اب اس جنت پر کس کا قبضہ ہے جو روضہ رسول اور منبر رسول کے مابین ہے؟ وہ کون خوش نصیب ہیں
جو ہمیشہ اس روضہ جنت میں نماز پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مسجد نبوی کے امام کی اقتداء میں جو
صف یہاں بنتی ہے کیا یہ انہی لوگوں کی نہیں جو وہاں کے اماموں کی اقتداء جازر سمجھتے ہیں اور ان کا
عتقیدہ ہوتا ہے کہ وہابی کافر نہیں ہیں اور جو وہابیوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ معلوم نہیں وہ وہابیوں کا جنت میں
داخلہ کیسے مان لیتے ہیں۔ قرآن کریم تو یہ کہتا ہے

لَا یَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ یَبْلُغَ الْجَمَلَ فِی سَمِ الْخِیَاطِ (پ ۸ الاعراف ۴۰ ع ۵)
(ترجمہ) کافر نہ داخل ہوں گے جنت میں یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں گھس جائے۔

جب اونٹ سوئی کے ناکے سے نہیں گزر سکتا تو تو کافر بھی کبھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ نے
دنیا میں جنت کا صرف ایک ٹکڑا ظاہر فرمایا اور وہ روضہ جنت مدینہ منورہ میں ہے۔ جہاں ہر وقت وہ
وہابی انتظامی خدمت پر کھڑے نظر آتے ہیں۔ اس پر عام و مانعوں میں سوال ابھرتا ہے کہ وہابی کافر
کیسے جنت میں داخل ہو گئے یہاں بریلوی فکر و دانش سرخ کر رہ جاتی ہے۔ اور کوئی دیندار ایسا نہیں
رہتا جو اس غلط عقیدے کو نہ چھوڑے کہ وہابی (شیخ محمد بن عبد الوہاب کے پیرو) کافر ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں اس عقیدے کے نہ تھے کہ وہ مدینہ کے حکمران اور علماء کرام کافر بھی ہو سکتے ہیں

ورنہ وہ اپنی کفری دستاویز کی تصدیق حاصل کرنے کے لئے ارض حرم کا سفر نہ کرتے حج بھی انہوں نے ضمنہ کیا تھا۔ ان کے اس سفر کی اصلی غایت علماء حرمین سے علماء دیوبند کی تکفیر کی سند لینا تھی افسوس جب علماء کی سوچ مرکز اسلام کے لئے اس درجہ گر جائے تو اسلام کے اخلاق فاضلہ کے پھول کہاں کھلیں گے۔

مولانا احمد رضا خاں کا یہ عقیدہ ہرگز نہ تھا افسوس ان بریلویوں پر ہے جو رضوی بھی کہلاتے ہیں اور پھر مکہ اور مدینہ کے اماموں اور حکمرانوں کو کافر بتاتے ہیں۔ عورتوں کا عرسوں پر جانا جائز سمجھتے ہیں۔ اور اس مسئلے میں مولانا احمد رضا خاں کو غلط سمجھتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے عورتوں کا عرسوں پر جانا حرام قرار دیا ہے۔ ان کے ہاں عورتوں کو ماسوائے روضہ رسول کے اور کسی قبر پر جانے کی اجازت نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:-

عورتوں کو مزارات اولیاء اور مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔ (احکام شریعت ۲ ص ۱۵۵)

عورتوں کی مزارات پر حاضری

جس وقت گھر سے (مزارات پر جانے کا) ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملکہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔ سوائے روضہ انور کے اور کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں (ملفوظات ۲ ص ۱۱۵-۲۵۵)

روضہ انور کی حاضری کے لئے ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤ والک کا عموم موجود ہے۔ اور حضور کی خدمت میں (زندگی میں) حاضری اور بعد الوفا حاضری دونوں ایک حکم میں ہیں۔ سو عورتوں کو جہاں کسی اور مزار پر جانے کی اجازت نہیں روضہ الطہر پر حاضری کی عام اجازت ہے آپ لکھتے ہیں:-

”جب گھر سے چلتی ہے سب طرف سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں۔ اور جب قبر پر آ جاتی ہے میت کی روح اسے لعنت کرتی ہے اور جب پٹتی ہے اللہ کی لعنت کے ساتھ پھرتی ہے۔“ (فتاویٰ افریقہ ص ۸۲)

بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے ان دونوں مسئلوں کو نہیں مانتے (۱) مکہ و مدینہ پر پھر سے کفر کا قبضہ

نہیں ہو سکتا۔ وہ کہتے ہیں کہ وہاں کفر کا قبضہ پھر سے ہو سکتا ہے بلکہ ہو گیا ہوا ہے اور اب وہاں کے اماموں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (۲) عورتوں کو عرسوں اور قبروں پر جانے کی اجازت نہیں۔ بریلوی عورتیں وہاں جانے سے نہیں رکتیں بریلوی ان دونوں مسکوں میں مولانا احمد رضا خاں کے خلاف ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں مکہ و مدینہ سے ناکام لوٹنے پر اپنی بریلویت میں خاصے کمزور پڑ گئے تھے۔

تاہم یہ جذبہ ان میں پھر بھی رہا کہ ان کی مجددیت اپنی جگہ نمایاں ہو کر رہے گو اس میں انہیں امت کے پہلے چودہ سو سال کے مستند علماء سے کتنا ہی اختلاف کیوں نہ کرنا پڑے اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لئے انہوں نے محدثین دہلی کے علمی اعتماد کو مجروح کرنے کے لئے ایک نیا ترجمہ قرآن لکھا اور مترجمین دہلی کے پہلے تراجم قرآن پر عقیدہ عصمت کو مجروح کرنے کی تہمت لگادی۔ اعاذنا اللہ منھا۔ مولانا فضل حق رسول بدایونی ان کے فرزند مولانا عبدالقادر بدایونی اور مولانا احمد رضا خاں نے دہلی کی علمی مسند کو جسے بیت علم الحنفیہ کہا جاتا تھا بدنام کرنے کی بہت کوشش کی علماء دیوبند نے محدثین دہلی کے تراجم قرآن کو اپنے ہاں پورا اعتماد دیا یہ تھی ایک وجہ تھی جس کے باعث مولانا عبدالقادر بدایونی اور مولانا احمد رضا خاں علماء دیوبند کے خلاف اٹھے ان کا اصل مقصد پہلے دور کے علماء اہل سنت سے عوامی اعتماد کو اٹھانا تھا۔

اب ان کا یہ عقیدہ بن گیا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے مولانا حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی اور حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی عقیدہ عصمت انبیاء کے خلاف تھے آپ نے اپنے اس عقیدہ کو منوانے کے لئے کس طرح محنت کی یہ ایک طویل داستان ہے۔

آپ اسے مطالعہ کرنا چاہتے ہیں تو یہاں مولانا احمد رضا خاں کا اس نئے ترجمہ قرآن کے حوالے سے ایک اور تعارف کرتے جائیں ہاں وہ بریلوی علماء لائق تبریک ہیں جنہوں نے کھلے بندوں مولانا احمد رضا خاں کے اس ترجمہ کو غلط کہا۔

تذکرہ شاہ ولی اللہؒ

مصنف: حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی

حضرت شاہ ولی اللہؒ بارہویں صدی ہجری کی ان ممتاز شخصیات میں سے ایک تھے، جن کی ذات سے ہندوستان کی تعمیر و ترقی اور سیاسی انقلاب کے کئی اہم واقعات وابستہ ہیں، موجودہ وقت میں ہندوستان کے اندر چاہے علمی گفتگو کی جائے یا سیاسی اس کے سلسلہ نسب کا ایک موزہ حضرت شاہ صاحب پر جا کر رک جاتا ہے۔

ابتدائی وقت میں ہی انہوں نے مسلمانوں کو سیاسی حالات کے بھنور سے نکالنے اور ان کے اندر نئی سیاسی روح پھونکنے کی کوشش کی، عوام کو ایک صف میں کھڑا کر کے برطانوی حکومت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا ان کے اندر جذبہ بیدار کیا۔

ظاہر ہے کہ ان کو ایسے وقت میں قدم قدم آزمائش دور سے گزرنا پڑا ہوگا۔ لیکن وہ آزمائشیں ان کی کیسی۔ آخر ان کو اس صورت حال میں کیسے کیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑا، کیسی کیسی رکاوٹیں سامنے آئیں۔ کن کن مراحل سے آپ کو گزرنا پڑا۔ حضرت مولانا گیلانیؒ کی یہ کتاب دراصل ایسے ہی بیشمار سوالوں کا جواب ہے مولانا گیلانیؒ نے اس کتاب میں حضرت شاہ صاحب اور ہندوستان کی سیاسی حالت کے تعلق سے جن حقائق کی نقشہ کشی کی ہے حقیقت یہ ہے کہ اتنے خوبصورت انداز میں اس پوری تفصیل کا لکھ دینا یہ ان کا ہی حق تھا۔

مولانا کو اللہ نے بے پناہ قلمی صلاحیت سے نوازا ہے، ان کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا اور قلم کا رخ جس سمت بھی کیا۔ اسی کا حق اسی طرح ادا کیا کہ بعد والوں کے لیے اس پر کچھ لکھنے کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ یوں تو حضرت شاہ صاحب کی سیاسی زندگی پر بہت سے لوگوں نے لکھ کر ان کے احسانات کا اعتراف کیا مگر سچ یہ ہے کہ انہوں نے جس مرتبہ انداز میں حضرت شاہ صاحب کی سیاسی زندگی کا خاکہ پیش کیا ہے اس سے جہاں حضرت شاہ صاحب کی سیاسی زندگی کی پوری تصویر سامنے آ جاتی ہے وہیں اسی سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مولانا کو آزادی کی تاریخ اور ہندوستان کے اندر مسلمانوں کے عروج و زوال کے واقعات سے خاصی دلچسپی رہی ہے۔

اس لیے بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کی زندگی کو جاننے کے لیے یہ کتاب حد درجہ مفید ثابت ہوگی۔

حافظی بک ڈپو دیوبند ۲۲۷۵۵۲ (یو پی)

بریلویوں کے نئے ترجمہ قرآن کا تعارف

الحمد لله و سلام على عباده الذين الصطفى اما بعد

بریلویوں کی سکھر کی جماعت نے اپنے مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر سے ایک پمفلٹ بنام ”قرآن کے غلط ترجموں کی نشاندہی“ شائع کیا ہے۔ مولف لکھتا ہے:

یوں تو آپ (مولانا محمد رضا خاں) کے علمی کارناموں کی تفصیل بوی طویل ہے لیکن ان میں سب سے بڑا علمی کارنامہ ترجمہ قرآن مجید ہے ترجمہ کیا ہے؟ قرآن حکیم کی اردو میں ترجمانی ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ آپ کا یہ ترجمہ الہامی ترجمہ ہے تو کچھ غلط نہ ہوگا۔

پھر اس کے صفحہ ۷ پر ایک سرفی ملاحظہ ہو، ”حضور معصوموں کے سردار تھے یا گناہ گار تھے“ اس عنوان کے تحت مولف محدثین دہلی کے تراجم پر اس طرح عمل درآمد ہوتا ہے۔

پہلے تمام تراجم سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی معصوم ماضی میں بھی گناہ گار تھا اور مستقبل میں بھی گناہ کرے گا مگر فتح مبین کے صدقہ میں پہلے تمام گناہ معاف ہو گئے اور آئندہ بھی گناہ رسول معاف ہوتے رہیں گے۔ کاش یہ فتح مبین آپ کو نہ دی گئی ہوتی تا کہ آپ کے گناہوں پر شکاری کا پردہ پڑا رہتا اس معصوم رسول کے گناہ گار ہونے کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا۔ کھلم کھلا فتح کیا ملی کہ رسول معصوم کے تمام غلط گناہ ترجمہ پڑھنے والوں کے سامنے آشکار ہو گئے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آئندہ بھی گناہ سبزد ہوتے ہیں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان گناہوں کی پیچیدگی معافی ہو گئی ہے۔ ان مترجمین سے آپ دریافت کیجئے جب نبی معصوم گناہ گار ہو تو لفظ عصمت کا اطلاق آخر کس پر ہوگا؟ عصمت انبیاء کا تصور اگر جزو ایمان ہے تو کیا گناہ گار خطا کار نبی ہو سکتا ہے؟

یہ پوری عبارت تنہا داغ داغ شدہ پنہ کجا کجا نبہیم کی مصداق ہے پورا بدن وخی ہے ہم کہاں کہاں مرہم رکھیں۔ قرآن کریم کی اس آیت میں (ذنبک) میں تو لفظ ذنب حضور کی طرف مضاف ہو کر

صرف ایک جگہ آیا ہے مولف نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ لفظ گناہ سات دفعہ دہرایا ہے اس پر بھی معلوم ہوتا ہے اسے سکون نہیں ملا اور وہ ابھی عصمت انبیاء کی تصدیق نہیں پاسکا۔ عصمت انبیاء کے تصور میں گھر خود غوطے کھا رہا ہے۔

پھر اس پوری عبارت میں کہیں بھی اس نے لفظ گناہ کو نرم کرنے کی کوشش نہیں کی حالانکہ جن تراجم پر وہ چھینے ڈالے آ رہا ہے ان میں کئی مترجمین نے گناہ کی بجائے لفظ خطا اختیار کیا ہے (جیسے مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا عبدالماجد دریادادی) معترض اندھا ہوا کر چل رہا ہے اسے معلوم نہیں آگے کوئی بے گناہ بھی آ رہا ہے میں اس لفظ کو کیوں نہ نرم کرتا چلوں افسوس یہ اس کے نصیب میں نہ تھا۔ مولانا احمد سعید کاظمی نے بھی لفظ گناہ نرم کر کے اس کا ترجمہ خلاف اولیٰ کام کیا ہے مگر ذنب کی نسبت ذنبک میں حضور کی طرف ہی رکھی ہے۔

آپ نے نسبت ذنب میں صرف پہلے مترجمین سے اختلاف نہیں کیا (دیکھئے البیان ترجمہ قرآن ص ۶۶۳) پیر کرم شاہ بھیروی نے بھی گناہوں کی بجائے لفظ کوتاہی اختیار کیا ہے مگر ذنب کی نسبت میں پہلے مترجمین کی پوری متابعت کی ہے اس میں کسی پر عقیدہ عصمت انبیاء کو مجروح کرنے کا چھینٹا نہیں ڈالا۔ سو اس نسبت میں احمد رضا خاں پیر کرم شاہ صاحب پر بھی عصمت نبوت کے انکار کا الزام لگا رہے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کا غلط ترجمہ قرآن

مولانا احمد رضا خاں نے اس محاذ پر بھی شکست کھائی۔ بریلوی علماء نے فیصلہ دیا کہ لفظ ذنب گناہ کی نسبت حضور کی طرف کرنے سے عصمت انبیاء کا عقیدہ ہرگز مجروح نہیں ہوتا اور ذنب کے معنی گناہ کرنے میں بھی اکابر امت نے کوئی باک نہیں سمجھا۔ بشرطیکہ یہ کہہ دیا جائے کہ یہاں لفظ گناہ اپنے اصل معنی پر نہیں ہے جیسا کہ احمد رضا خاں نے خود بھی کہا ہے۔

ذنبک میں ذنب کی نسبت خود حضور ﷺ نے اپنی طرف کی ہے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے بھی اسے اسی طرح سمجھا ہے۔ صحابہ کرامؓ میں حضرت مغیرہ بن شعبہ (۵۰ھ)، حضرت انس بن مالکؓ

(۹۳ھ)، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ (۶۸ھ)، حضرت بلالؓ (۷۱ھ) کھل کر اسے حضورؐ کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ تابعین اور تبع تابعین میں امام المفسرین حضرت مجاہد (۱۰۰ھ)، امام حسن بصری (۱۱۰ھ) اور سفیان الثوری (۱۶۱ھ) جیسے بزرگ لفظ ”ذنب“ کی نسبت واضح طور پر حضور ﷺ کی طرف ہی لواتے ہیں اور عصری علماء کے جم غفیر میں سے بھی کوئی اس کی تردید نہیں کرتا۔

بریلویوں کے اس سے اختلاف کا باعث مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ قرآن کنز الایمان ہے جس میں قرآنی لفظ ذنبک میں ذنب کی نسبت حضورؐ کی طرف نہیں خلاف قواعد عربی دوسروں کی طرف کی گئی جو بریلوی عربی سے ناواقف ہیں وہ مولانا احمد رضا خاں کی اس غلطی کو سمجھنے کی استعداد نہیں رکھتے۔ لیکن ان کے ہاں ترجمہ کنز الایمان پر ایمان لانا بلا شرطی لازم ہے وہ کہتے ہیں ہم اس کے خلاف کسی کی نہ سنیں گے۔ اعلحضرت سے کوئی غلطی ہو ہی نہیں سکتی۔

جب ان کو بتایا گیا کہ کنز الایمان کے اس ترجمہ میں (۱) خود حضور ﷺ کی مخالفت کی گئی ہے (۲) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی مخالفت کی گئی ہے (۳) بڑے بڑے طویل القدر صحابہؓ کی مخالفت کی گئی ہے (۴) امام مجاہد (۱۰۰ھ) اور امام حسن بصری (۱۱۰ھ) جیسے کبار تابعین کی مخالفت کی گئی ہے (۵) امام سفیان ثوری (۱۶۱ھ) جیسے تبع تابعین کی مخالفت کی گئی ہے (۶) امت کے بڑے بڑے علماء جیسے امام غزالیؒ، امام رازیؒ، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، علامہ قسطلانیؒ، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور مولانا عبدالرحمن جامیؒ کی مخالفت کی گئی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اعلحضرت سے کوئی غلطی نہیں ہو سکتی ہم ان کے خلاف کسی کی نہ سنیں گے گو ساری امت ایک طرف ہو جائے۔ اس پر حیدرآباد کے مولانا ابوالخیر محمد زبیر نے ان غالی بریلویوں کے بارے میں مسلمانوں کو بتایا۔

ان (بریلویوں) کے نزدیک اعلحضرت فاضل بریلوی کا مرتبہ حضور اکرم ﷺ سے بڑھ کر ہے۔ استغفر اللہ العظیم (معفرت ذنب ص ۶، سطر ۴)

پیش تر اس کے کہ ہم ان غالی بریلویوں سے کتنے والے ان کے معتدل علماء کو ان کی اس حق پرستی پر داد دیں اور بیشتر اس کے کہ ہم ان دو مخلوقوں کا نقطہ اختلاف آپ کے سامنے لائیں مناسب ہو گا کہ ہم

آپ کے سامنے پہلے مولانا احمد رضا خان سے سو سال پہلے کے اردو تراجم رکھ دیں اور پھر مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ کنز الایمان رکھیں آپ کو اختلاف خود بخود کچھ میں آجائے گا یہ پہلے تراجم اس عہد کے ہیں جب مدرسہ عربیہ دیوبند ابھی قائم نہیں ہوا تھا سو ان تراجموں کو دیوبندی تراجم کہہ کر غلط نہیں کہا جاسکتا اور نہ انہیں رد کا جاسکتا ہے حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی (۱۲۳۳ھ) اور حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی (۱۲۳۰ھ) کے یہ دو ترجمے ملاحظہ ہوں۔

۱۔ تاکہ بخشے واسطے تیرے خدا جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں تیرے سے اور جو کچھ پیچھے ہوا۔

۲۔ تاکہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔

اب مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ کنز الایمان بھی ملاحظہ فرمائیں:-

تاکہ اللہ تمہارے سب گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے (کنز الایمان)

اس غلط ترجمے پر اب بریلویوں کے فخر و مباہات اور ان کی غلط فہمی ملاحظہ کریں سکھر سے ان کے مکتبہ نور یہ رضویہ نے اس سلسلہ میں ایک پمفلٹ شائع کیا ہے اس میں مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں لکھا ہے۔

یوں تو آپ کے علمی کارناموں کی تفصیل بڑی طویل ہے لیکن ان میں سب سے بڑا علمی کارنامہ ترجمہ قرآن مجید ہے ترجمہ کیا ہے قرآن حکیم کی اردو میں ترجمانی ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ آپ کا یہ الہامی ترجمہ ہے تو کچھ غلط نہ ہوگا۔ (قرآن کے غلط تراجموں کی نشاندہی ص ۷)

اگر یہ الہامی ترجمہ ہے تو کیا اس کا یہ مطلب نہ لیا جائے گا کہ مسلمانوں کو بذریعہ الہام مطلع کیا گیا کہ اب تک امت مسلمہ اس آیت کا غلط ترجمہ کرتی آئی ہے اور اجماع امت پر ہرگز عصمت کی کوئی چھتری نہیں ہے۔

اس وقت ہمیں کنز الایمان کے دیگر غلط تراجم سے بحث نہیں صرف آپ کو مغفرت و نسیء کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے اس میں آپ یہ دیکھیں کہ کنز الایمان کے اس غلط ترجمہ نے کس طرح خود حضور اکرم ﷺ کی مندرجہ ذیل حدیث کا رد کیا ہے، حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے ذہب کے لفظ میں ذہب کی

نسبت اپنی ذات گرامی کی طرف فرمائی ہے اور مراد الہی کو آپ نے کسی طرح ضائع ہونے نہیں دیا۔
حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

فضلت علی الانبیاء بست لم یعطھن احد تبلی (۱) غفر لی ما تقدم من
ذنبی و ما تاخر (۲) احللت لی الغنائم و لم تحل لاحد کان قبلی (۳) و
جعلت امتی خیر الامم (۴) وجعلت لی الارض مسجداً و طهوراً و (۵)
اعطیت الکوثر و (۶) نصرت بالرعب رواہ البزار و اسنادہ جید (مجمع
الزوائد جلد ۸ ص ۲۶۹)

(ترجمہ) مجھے دیگر انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی یہ چھ فضیلتیں مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ دی
گئیں ان میں پہلی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے ہونے والے اور بعد میں ہونے والے ذنب
سب معاف فرمادیئے (پھر آپ نے دیگر پانچ باتیں بیان فرمادیں)
اب ظاہر ہے کہ جس طرح یہ پانچ فضیلتیں اس امت کی نہیں خود حضور کی ہیں یہ پہلی فضیلت مغفرت
ذنب بھی اس امت کی نہیں۔ اس امت کے پہلے اور پچھلے گناہوں کی عام معافی کا عقیدہ ائمہ اربعہ
اور بعد میں سے کسی کا نہیں ہے۔ امت کے کئی افراد کو سزا بھی ملے گی ان کے تمام گناہ معاف ہوئے
اس کا امت میں کوئی تصور نہیں نہ قرآن میں ہر امتی کی معافی کی کوئی گارنٹی دی گئی ہے۔
حضرت ام المومنین نے بھی ذہک کی نسبت آپ کی طرف بتائی ہے

عن عائشة رضی اللہ عنہا ان نسی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقوم من
اللیل حتی تتفطر قدماہ فقالت عائشة لم تصنع هذا یا رسول اللہ و قد
غفر اللہ لك ما تقدم من ذنبك و ما تاخر قال افلا احب ان اکون عبداً
شکوراً (صحیح بخاری جلد ۲ ص ۷۱۷)

(ترجمہ) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور رات کو اس قدر قیام فرماتے (اس قدر لمبی نماز
پڑھتے) کہ آپ کے قدم مبارک پھٹ جاتے آپ نے حضورؐ سے کہا آپ اتنی مشقت کیوں کرتے

ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پہلے اور پچھلے ذنب معاف کر دیے ہوئے ہیں آپ نے فرمایا کیا مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اللہ کا شکر گزار بندہ بنوں؟ (آپ نے حضرت عائشہ کے استدلال کی تردید نہیں کی) نہ یہ کہ ذنب سے میرے گناہ مراد نہیں یہ میری امت کے گناہ ہیں۔

یہ قریب قریب وہی الفاظ ہیں جو قرآن پاک کے ہیں۔ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر انہیں حضرت عائشہ نے حضورؐ کے سامنے اس طرح پیش کیا ہے کہ یہاں حضورؐ کی اپنی مغفرت ذنب مذکور ہے حضورؐ نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ اس میں میرے ذنب مراد نہیں میرے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ مراد ہیں۔ یہ کہنا کہ ذنب کی نسبت حضورؐ کی طرف کی جائے تو اس سے عصمت نبوت مجروح ہوتی ہے کسی ایسے شخص کا کام نہیں ہو سکتا جو حضرت ام المومنین سے کچھ بھی عقیدت رکھتا ہو سو اس آیت کا کنز الایمان میں دیا ترجمہ کسی طرح بھی درست نہیں۔ اب دیکھئے کہ دوسرے صحابہ کرامؓ نے اس آیت میں مغفرت ذنب سے کیا سمجھا وہ حضرات جن میں قرآن کریم اترا وہ اسے مولانا احمد رضا خاں سے تو یقیناً بہتر سمجھتے تھے۔

صحابہ کرامؓ نے ذنب میں ذنب کی نسبت کدھر بھی اسے غور سے ملاحظہ فرمائیں۔
۱۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ (۵۰ھ) کہتے ہیں۔

قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی تورمت قدماہ فقیل لہ غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر قال افلا اکون عبداً شکوراً (ایضاً جلد ۲ ص ۶۱
صحیح مسلم ۲ ص ۳۷۷)

(ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک قیام اللیل کیا کہ آپ کے دونوں قدم مبارک پھول گئے آپ سے کہا گیا (تمام صحابہؓ نے کہا ہوگا) آپ کے تو اگلے پچھلے سب ذنوب کی مغفرت ہو چکی (آپ اتنی مشقت کیوں فرماتے ہیں) آپ نے جواب میں کہا کیا میں اپنے پروردگار کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

اس سے بھی واضح ہوا کہ حضورؐ اس آیت میں مغفرت ذنوب اپنے ہی سمجھتے ہیں نہ کہ اپنے اگلوں

بچھلوں کے لئے جیسے کہ احمد رضا خاں نے سمجھا ہے۔

۲۔ حضرت انس بن مالکؓ (۵۹۳) کہتے ہیں۔

نزلت علی النبی لیغفر اللہ ما تقدم من ذنبك وما تاخر مرجعه من الحديدية قال النبی لقد انزلت علی الليلة آية احب الی مما علی الارض ثم قرأها عليهم النبی فقالوا هنيئاً مريئاً یا نبی اللہ بین اللہ عزوجل ما یفعل بك فماذا یفعل بنا فنزلت علیه صلی اللہ علیہ وسلم لیدخل المومنین و المومنات جنات تجری من تحتها الانهار (اخرجاه فی الصحیحین من روایة قتاده تفسیر ابن کثیر ص ۱۲۳۲)

(ترجمہ) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر حدیبیہ سے واپسی پر آیت اتری۔ لیغفر اللہ ما تقدم من ذنبك وما تاخر تو حضورؐ نے فرمایا آج رات مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے کل زمین پر پھیلے خزانوں سے زیادہ محبوب ہے پھر آپؐ نے وہ آیت پڑھی صحابہؓ نے آپؐ کو مبارک باد دی اور کہا اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو تو آپؐ کا انجام بتا دیا ہے، ہمارا کیا ہوگا، اس پر بھی کیا کوئی آیت اتری ہے؟ اسی اثنا میں حضورؐ پر یہ آیت اتری۔

اللہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں لے آئے گا جن کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی۔ (ص ۲۶ الفتح)

اس سے پتہ چلا کہ آپؐ کے اگے پچھلے امتیوں کے انجام کی خبر اس آیت میں دی گئی ہے۔ سو پہلے حصہ میں آپؐ کے اپنے مغفرت و ذنب کی بشارت ہے نہ کہ آپؐ کی امت کی مغفرت و ذنب، جیسا کہ مولانا احمد رضا خاں نے اس آیت سے سمجھا ہے:

۳۔ ابوسلمہ کے بیٹے عمرؓ نے حضورؐ سے پوچھا کیا روزہ دار روزے کی حالت میں بیوی کا بوسہ لے سکتا ہے؟ آپؐ نے اسے کہا یہ اپنی والدہ ام سلمہ سے پوچھو۔ حضرت ام سلمہ نے اسے بتایا کہ حضورؐ بھی ایسا کر لیتے تھے اس پر عمرؓ نے حضورؐ سے کہا

یا رسول اللہ! قد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر (صحیح مسلم

جلد ۱ ص ۳۵۳)

حضور نے اس پر انکار نہ فرمایا اور یہ کہا:

انا واللہ انی لا تقاتکم و اخشاکم لہ

بخدا میں تم سب سے زیادہ تقویٰ والا ہوں اور خدا سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔

یہاں بھی حضور نے حضرت عمر بن ابی سلمہ کی اس بات کی تصدیق کہ کہ آیت لیغفر لک اللہ ما

تقدم من ذنبک میں حضور کی اپنی مغفرت ذنب مراد ہے نہ کہ امت کے اگلوں پچھلوں کی۔

جیسا کہ احمد رضا خاں نے کنز الایمان میں سمجھا ہے امام نووی بھی اسے اسی طرح تسلیم کرتے ہیں۔

لا حرج علیہ فیما یفعل لانه مغفور لہ

(ترجمہ) آپ جو بھی کریں وہ آپ کے لئے نقصان دہ نہیں کیونکہ آپ کی مغفرت ہو چکی ہے۔

پوچھنے والے کی مراد یہ تھی کہ آپ پر کوئی حرج نہیں آپ جو بھی کریں قرآن پاک میں آپ کے لئے

مغفرت ذنب کی بشارت آچکی ہے۔

آپ نے اس پر فرمایا میں تقویٰ اور خشیت کے سب سے اونچے مقام پر رہنے کے لئے کوئی ایسی

بات نہیں کرتا جس سے اللہ راضی نہ ہو (اور کما قال النبیؐ)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بہتر ترجمان القرآن اور کون ہو سکتا ہے امام بیہقی اور امام طبرانی

روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔

قال اللہ تعالیٰ لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم انا فتحنا لک فتحاً مبیناً

لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر (دلائل النبوة جلد ۵ ص ۳۸۳)

مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۲۵۴)

۵۔ حضرت ابائلؓ (۱۷۰)

آپ نے فرمایا تو کیا میں اپنے پروردگار کا شکر گزار بندہ نہ بنوں اور شکر یہ میں گریہ و زاری کیوں نہ

کروں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آج کی شب مجھ پر یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی ہے:

ان فی خلق السموات والارض واختلاف الليل والنهار لآية
بڑی بتائی ہے اس شخص کے لئے جس نے ان آیتوں کو پڑھا اور ان پر غور نہیں کیا (صحیح ابن حبان جلد
تاریخ ابن عساکر جلد معارف القرآن جلد ۱ ص ۲۶۱)

ایک رات حضور ﷺ بستر سے اٹھے وضو فرمایا پھر نماز کے لئے کھڑے ہوئے ام المومنین حضرت
عائشہ کہتی ہیں۔

آپ قیام میں اس قدر روئے کہ آپ کے آنسو سبز مبارک پر بہہ گئے پھر رکوع فرمایا اور اس میں بھی
روئے پھر سجدہ کیا اور سجدہ میں بھی روئے پھر سر اٹھایا اور مسلسل روتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔
حضرت بلال آئے اور حضور کو نماز کی اطلاع دی بلال کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ حضور اس قدر
کیوں گریہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف فرما دیے ہیں۔

صحابہ کرام کی ان پانچ کھلی شہادتوں کے بعد اب حضرت عیسیٰ بن مریم کی ایک اور شہادت بھی لیجئے
ابھی آپ پیدا بھی نہ ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو بتا دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ تیرے اس بچے کو
تورات و انجیل کے علاوہ کتاب و حکمت کی تعلیم بھی دیں گے۔

و یعلمہ الكتاب والحكمة والتوراة والانجيل ورسولاً الی بنی اسرائیل (پ ۳
آل عمران ۴۸)

(ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ اسے کتاب و سنت کی تعلیم بھی دیں گے اور تورات اور انجیل بھی سکھائیں گے
اور رسول آپ صرف بنی اسرائیل کی طرف ہی ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ کی شہادت کہ یہاں حضور ہی کی مفقوت ذنب مراد ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حشر کے دن جب اتیس اپنے اپنے پیغمبروں سے شفاعت
کے لئے کہیں گی تو ہر پیغمبر اپنی طرف سے کچھ معذرت کرے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب کہیں
گئے کہ میں اس مقام پر نہیں کہ آج اللہ رب العزت کے حضور کچھ عرض کر سکوں تم حضرت محمد ﷺ کے

پاس جاؤ اللہ تعالیٰ آپ کے سب اگلے پچھلے ذنوب کی مغفرت فرما چکا ہے اس لئے آپ کو آج اللہ کے حضور حاضر ہونے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ آپ کی مغفرت آپ کی ہر معذرت کو بہالے گئی ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان آنے والوں کو یہ کہیں گے۔

فيا نون عيسى روح الله و كلمته فيقول لست هناكم ولكن انتوا محمداً صلى الله عليه وسلم عبداً قد غفر الله له ما تقدم من ذنبك وما تاخر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فياتوني فاستاذن على ربي تعالى فيؤذن لي (صحیح مسلم ۱ ص ۱۰۹)

(ترجمہ) سو تو میں حضرت عیسیٰ روح اللہ کے پاس آئیں گی آپ کہیں گے میں اس کام کے لئے نہیں تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ آپ اللہ کے وہ بندے ہیں جن کے اگلے پچھلے سب ذنوب اللہ معاف فرما چکا حضورؐ نے فرمایا۔ پھر وہ لوگ میرے پاس آئیں گے۔ میں اپنے رب سے شفاعت کرنے کی اجازت مانگوں گا۔ اس پر پھر مجھے اجازت دی جائے۔

قاضی عیاض (۵۴۱ھ) کہتے ہیں۔ ما تقدم سے مراد وہ ذنب ہیں جو اعلان نبوت سے پہلے کے ہوں (گو ان کی حقیقت گناہ کی نہ ہوگی) اور ما تاخر سے مراد وہ ذنوب ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے بطریق عصمت آپ کو بچا لیا وہ آپ سے ہوئی نہ پائے۔

قال القاضی قبل المتقدم ما كان قبل النبوة والمتاخر عصمتك بعد ها (نوی شرح مسلم)

سو ذنب کو اس بحث میں اسی حد تک جگہ دی جاسکتی ہے کہ اس سے کسی پیرائے میں عصمت نبوت مجروح نہ ہو۔ انبیاء کی عصمت کا عقیدہ ضروریات مذہب اہل سنت سے ہے تاہم اس میں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ بالا آیت میں قاضی عیاض نے ذنب کی نسبت حضور اکرمؐ کی طرف ہی کی ہے۔ اور اس کے لئے ہم احادیث صحیحہ کی رو سے سات قوی شہادتیں آپ کے سامنے لاکچے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے ان احادیث صحیحہ قویہ کی جو صریح مخالفت کی

ہے اس پر ہم افسوس کے سوا اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ صحابہؓ کے بعد تابعین کی شہادت کہ مغفرت کی نسبت حضورؐ کی طرف ہی ہے ملاحظہ فرمائیں:-

امام فقیر امام مجاہد (۱۰۰) فرماتے ہیں:-

ما تقدم من ذنبك قبل الرسالة وما تاخر بعدها قاله مجاهد (بحوالہ تفسیر قرطبی جلد ۹ ص ۶۰۸۴)

امام حسن بصری (۱۱۰ھ) لکھتے ہیں:-

ليغفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر- قال الحسن كان النبي تأخذه العبادة حتى يخرج على الناس كأنه الشن البالي و كان اصبح الناس فقيل له يا رسول الله البس قد غفر الله لك قال افلا اكون عبداً شكوراً (تفسیر امام حسن بصری جلد ۵ ص ۴۴)

اس میں حضورؐ نے صراحت سے تسلیم فرمایا ہے کہ یہاں لیغفر الله لك الله میں حضورؐ کی ہی مغفرت ذنب مراد ہے۔

امام سفیان الثوری بھی اسی کی تائید کرتے ہیں:-

و قال سفیان الثوری (۱۶۱ھ) لیغفر الله لك ما تقدم من ذنبك ما عملته فی الجاهلیة من قبل ان یوحى الیک و ما تاخر کل شئی لما تعمله (ایضاً)

ان اعیان امت کی شہادت بھی ملاحظہ کیجئے

۱۔ شیخ عزالدین بن عبدالسلام نہایہ الرسول فیما سمع من تفضیل الرسول میں لکھتے ہیں:-

ففضل الله نبیاً صلی الله علیه وسلم علی سائر الانبیاء بوجوه منها ان الله تعالیٰ اخبر انه غفر له ما تقدم من ذنبه وما تاخر (جواہر البحار۔ علامہ یوسف بن اسمعیل جلد ۴)

۲۔ شیخ ابونصر احمد بن الحسن البخاری (۵۴۰ھ) پہلے فارسی مفسر ہیں وہ اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:-

ما ربه وما تاخر من امرأة زيد (ایضاً ص ۱۶۶)

یہ دونوں واقعات گناہ کے ذیل میں نہیں آتے تاہم حضورؐ انہیں خلاف اولیٰ سمجھتے تھے بھی تو آپؐ چاہتے تھے کہ یہ بات چھپی رہے قرآن کریم میں ہے

و تخفى فى نفسك ما الله مبديه و تخشى الناس (پ ۲۲ الاحزاب ۳۷)
حضورؐ کا استغفار ان خلاف اولیٰ امور کے واقع ہونے سے تھا اس آیت کا ترجمہ یہ ہے۔

(ترجمہ) اور تم اسے چھپاتے تھے جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنے کا اندیشہ تھا۔

ترجمہ مولانا احمد رضا خاں و تفسیر نور العرقان

(اور اللہ سے ڈر) اپنی بیوی پر الزام نہ لگا دیا اسے بدنام نہ کرو۔

اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنے کا اندیشہ تھا اور اللہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس کا خوف رکھو (کنز الایمان)

کیا یہ حضورؐ کی ایک اپنی خلاف اولیٰ بات پر مغفرت کا پیرایہ نہیں مولانا احمد رضا خاں کے پیرو یہاں حیران ہیں کہ آپؐ یہاں یہ ترجمہ کیسے کر گئے۔

متاخرین میں بھی بزرگوں نے ذنب کی نسبت حضورؐ کی طرف کی ہے۔

۱۔ علامہ قسطلانی (۹۳۳ھ)

مواہب اللدینہ میں آنحضرت ﷺ کے خصائص کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

و منها أنه غفر له ما تقدم من ذنبه وما تاخر بالخصوصية اخباره بذلك تعظيماً له بادخاں السرور عليه (مواہب اللدینہ جلد ۱)

۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ)

وازاں جملہ آنت کہ آمد زیدہ شد آنحضرت علیہ السلام را ما تقدم من ذنبه و ما تاخر یعنی اگرچہ انبیاءؑ مغفورانہ و تعذیب انبیاءؑ جائز نیست لیکن تہتہ خبر ندادہ شد بیچ کیے راہاں فضیلت (مدارج النبوة جلد ۱ ص ۱۲۳)
بہترین اقوال آنت کہ ایں کلمہ تشریف است مرا آنحضرتؐ را از جانب مولیٰ تعالیٰ بے آں کہ ذنب

وجود داشت باشد چنانچہ صاحب امر بندہ خود را بگوید کہ گناہاں ترا بخسیدم تو فارغ البال باش و بیج اندیش کن اگر چہ آن بندہ گناہ نہ داشت باشد (اشعۃ اللمعات جلد ۱ ص ۱۲)

(ترجمہ) اس موضوع میں بہترین بات یہ ہے کہ یہ حضور کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک کلمہ تشریف ہے بغیر اس کے کہ آپ سے کوئی گناہ صادر ہو جیسا کہ مالک نے اپنے بندے کو کہا ہے کہ میں نے تیری سب لغزشیں معاف کیں اب تو بے فکر رہ کسی قسم کا غم نہ کر اگر چہ اس بندے سے کوئی گناہ واقع نہ ہوا ہو۔

۳۔

۴۔

۵۔ مولانا تقی علی خاں (ھ) والد گرامی مولانا احمد رضا خاں

آپ لکھتے ہیں :-

دیکھو آیت مبارکہ لیغفر اللہ لک اللہ ما تقدم وما تاخر باوجود عصمت انبیاء کے وارد کبھی بادشاہ اپنے کسی خاص مقرب کو ایک قسم کی خصوصیت کے ساتھ ممتاز فرماتا ہے اور اس سے مقصود صرف عزت بڑھانا ہے نہ وقوع اس کا جیسے بعض مصاحبوں اور وزیروں کے لئے حکم ہوتا ہے ہم نے تین خون تجھے معاف کئے حالانکہ بادشاہ جانتا ہے کہ ایسے مہذب شخص سے خون کبھی واقع نہ ہوگا۔ یہاں بھی عزت اپنے محبوب کی بڑھانا مقصود ہے۔ (سرور القلوب ص ۲۲)

پھر ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں :-

خدا نے اگلے پچھلے قصور آپ کے معاف کر دیئے۔ (الکلام الاوضح مولانا تقی علی خاں ص ۳۲۳)

یہاں قصور کا لفظ عام گناہ کے معنی میں نہیں خلاف اولیٰ کے معنوں میں ہے۔

۶۔ مولانا نعیم الدین مراد آبادی

بریلویوں کے صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی آیت وما ادری ما یفعل بی ولا حکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

یہ آیت منسوخ ہے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرک خوش ہوئے۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے لیغفر اللہ ما تقدم من ذنبك وما تاخر نازل فرمائی صحابہ نے عرض کیا یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور کو مبارک ہو آپ کو تو معلوم ہو گیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ یہ انتظار ہے کہ ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنت تجری من تحتها الانهار
یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔ تو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا کہ حضورؐ کے ساتھ کیا کرے گا۔ اور مؤمنین کے ساتھ کیا کرے گا۔

۷۔ مولا نا غلام رسول سعیدی

مولا نا غلام رسول سعیدی بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ کنز الایمان کے خلاف لکھتے ہیں:-
اگر اگلوں پچھلوں اور پوری امت کی مغفرت کر دی گئی ہے تو کیا اگلوں پچھلوں اور امت سے ان کی بد اعمالیوں کا محاسبہ اور مواخذہ اور ان میں سے بعض کو عتاب اور عذاب نہیں ہوگا؟ قرآن کی بہت سی آیات اور احادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت ہے کہ بعض گناہ گار مسلمانوں کو ان کی بد اعمالیوں پر عذاب ہوگا اگرچہ یا آخر ان کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ اور اگر یہ مطلب بیان کیا جائے کہ انجام کار ان کی مغفرت ہو جائے گی اور وہ سزا بھگت کر جنت میں چلے جائیں گے۔ تو یہ کوئی ایسی فضیلت کی بات نہیں جو آپ کی بدولت اور آپ کے سبب سے اگلوں پچھلوں اور امت کو حاصل ہو کیونکہ جس شخص کا خاتمہ ایمان پر ہو اس کی نجات بہر حال ہو جائے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی بدولت اگر اگلوں پچھلوں کی مغفرت سے مراد یہ ہے کہ ابتداء ان کی مغفرت ہو جائے گی۔ تو یہ بات نہیں اور اگر یہ مراد ہے کہ بالآخر ان کی مغفرت ہو جائے گی تو اس میں کوئی خصوصیت اور فضیلت نہیں اور اگر یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کی امت کے بعض گناہ گار افراد کی مغفرت آپ کی شفاعت کی بدولت ہوگی تو یہ مطلب حق ہے لیکن اس صورت میں اس آیت میں تین مضامین کا مخدوف ماننا لازم آئے گا۔ اور تقدیر عبارت یوں ہوگی۔

سخت فتوے سے کیسے بچاؤ گے۔ مولانا احمد رضا خاں کے ان فتوؤں کو ملاحظہ کیجئے نامناسب نہ ہوگا کہ پہلے اس آیت پر بھی ایک نظر کر لیں۔

فاعلم انه لا اله الا الله واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات (پ ۲۶ محمد ۱۹)
(ترجمہ) تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو (کنز الایمان)

یہاں تو مولانا نے نہایت ہوشیاری سے ذنبک کے معنی چھوڑ دیئے ہیں۔ صرف اس کے معطوف (خاص و عام مؤمنین اور مومنات) کے گناہوں کی بخشش مانگنے کا حکم بیان کر دیا۔ لیکن فتاویٰ رضویہ میں آپ نے ذنب کی نسبت صریح طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دی ہے الحق یعلیٰ ولا یعلیٰ علیہ دیکھئے حق کس طرح ظاہر ہو کر رہتا ہے اب آپ ہی سوچیں انہیں کنز الایمان میں سورۃ الفتح کی آیت کا ترجمہ بگاڑنے سے کیا ملا اور یہاں ترجمہ چھوڑنے سے کیا ملا؟ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:-

یعنی اللہ عزوجل نے آپ پر اور آپ کے اصحاب پر جو نعمتیں فرمائیں ان کے شکر میں جس قدر کی واقع ہوئی اس کے لئے استغفار فرمائیے..... شکر میں ایسی کمی ہرگز گناہ بمعنی معروف نہیں بلکہ لازمہ بشریت ہے..... اس کمی کو تقصیر اور اس تقصیر کو ذنب سے تعبیر فرمایا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۹ ص ۷۵)

ناظرین کرام خدا را انصاف فرمائیں کیا اس عبارت میں مولانا احمد رضا خاں نے ذنب کی نسبت حضورؐ کی طرف تسلیم نہیں کی اگر وہ اسے کنز الایمان میں بھی تسلیم کر لیتے اور سورۃ الفتح کی آیت کا ترجمہ نہ بگاڑتے تو آج بریلوی علماء اعلام کو مولانا احمد رضا خاں کو اس ترجمہ کے دو کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔

مطالعہ بریلویت کے گہرے اثرات

ہم نے ۱۹۸۰ء میں مطالعہ بریلویت کی دوسری جلد میں مولانا احمد رضا خاں کے اسی غلط ترجمے پر توجہ اور اٹھائی تھی۔ ہم نے اپنی تائید میں مولانا احمد رضا خاں کے والد علامہ نقل علی خاں کو، بچے گواہوں میں پیش کیا تھا اور ان کی کتاب سرور الجموب سے حوالہ پیش کیا تھا ہماری اسی تحریر کا بہت اچھا اثر پڑا کہ

مولانا ابو الخیر محمد زبیر نے ۱۹۹۸ میں مغفرت ذنب کے نام سے ۶۰ صفحات کا ایک رسالہ لکھا اور اس میں کھلے طور پر مولانا احمد رضا خاں کے الفاظ ترجمہ قرآن کنزالایمان کی تردید کی اور مولانا مفتی علی خاں کے رسالہ سرور المحبوب کو اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔

ربال مغفرت ذنب نے بریلویوں میں ایک تہلکہ مچا دیا ہے اور بریلوی علماء کی ایک بڑی تعداد مولانا محمد زبیر کی حمایت میں اٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ معاملہ مولانا محمد اشرف سیالوی کے سپرد کیا گیا کہ وہ بطور حکم فیصلہ صادر کریں کہ اس اختلاف میں مولانا احمد رضا خاں حق پر ہیں یا مولانا محمد زبیر اور مولانا غلام رسول سعیدی اور اس پر مولانا اشرف سیالوی نے جو فیصلہ صادر کیا وہ فیصلہ مغفرت ذنب کے نام سے حیدرآباد سے چھپ چکا ہے اور اس پر مولانا شاہ احمد نورانی اور علماء پاک و ہند و کشمیر کی سینکڑوں تصدیقات درج ہیں۔

اس فیصلے میں اتنی بات تو مولانا محمد زبیر کے خلاف جاتی ہے کہ انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے خلاف سخت زبان استعمال کی ہے۔ انہیں ان سخت الفاظ سے رجوع کرنا چاہئے لیکن نفس مسئلہ میں ان سب علماء نے مولانا محمد زبیر کو حق پر اور مولانا احمد رضا خاں کو غلط ٹھہرایا ہے۔ اور ذنبک میں ذنب کی نسبت حضور ہی کی طرف تسلیم کی ہے۔

مولانا اشرف سیالوی کے فیصلے کے پانچ اقتباسات

۱۔ التزام کہ وہ (مولانا محمد زبیر) انبیاء کرام کو بالعموم اور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بالخصوص گناہ گار مانتے ہیں سراسر بے بنیاد التزام ہے اور اس کے افتراء و بہتان ہونے میں قطعاً کوئی شک و تردد نہیں ہو سکتا۔

۲۔ صحابہ کرام کو گناہوں میں ڈوبا ہوا ماننا اس التزام کا بھی حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کو صاحب زادہ صاحب کا عقیدہ قرار دے کر گستاخ صحابہؓ کی صف میں لا کھڑا کرنا تحکم اور سبند زوری ہے۔

۳۔ ان کو گستاخی رسول کا مرتکب ٹھہرانا سراسر زیادتہ ہے۔ البتہ اعلیٰ حضرت کے متعلق الفاظ کی سنگینی نظر انداز نہیں کی جاسکتی۔

مولانا محمد زبیر کا رجوع ان سخت الفاظ سے مجبوز ہوا نہ کہ نفس اختلاف سے کہ مولانا احمد رضا خاں کا

ترجمہ احادیث کے خلاف ہے۔

۴۔ اسلاف کرام کے کلام سے منجملہ دیگر تاویلات کے یہ تاویل (کہ ذنب کی نسبت خود حضور کی طرف ہو) بھی ثابت ہے اب تو اس کو گستاخی قرار دے کر تکفیر و تفسیق و تھلیل سے کام لینا سراسر زیادتی اور تحکم اور سینہ زوری ہے۔

۵۔ صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر صاحب سے اگر اعلیٰ حضرت کے ساتھ اختلاف اور زبان کی ورستی پر مواخذہ ضروری ہے تو اس سے شدید تر مواخذہ کے حقدار وہ حضرات بھی ہیں جنہوں نے بلا تحقیق و تفتیش اس قدر سنگین فتویٰ مولانا محمد زبیر صاحب پر لگائے اور ان کو اہل سنت سے خارج کرنے کی سعی فرمائی۔

یہ اقتباس ان اقتباسات کا خلاصہ ہیں جو مولانا اشرف علی سیالوی کے اس فیصلے کے پہلے اور دوسرے صفحے پر درج ہیں اب وہ سنگین فتوے جو ان غالی بریلویوں نے مولانا محمد زبیر پر لگائے وہ بھی ایک دفعہ پڑھ لیں۔ اس فرقے (غالی بریلویوں) کے اس نظریہ کی رو سے یہ تمام صحابہؓ اولیاء اور مفسرین محدثین کافر ہو گئے ان کا جہنم مقدر ہو گیا ان کی آخرت برباد ہو گئی ان کا عبد اللہ بن ابی جیسا حشر ہو گا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ (مغفرت ذنب ص ۴)

ان غالی بریلویوں کی ان صحابہؓ اولیاء سے کوئی عداوت نہیں لیکن وہ ان پر اتنا سخت فتویٰ کیوں لگا رہے ہیں صرف اس لئے کہ جس طرح بھی بن پڑے مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ کنز الایمان درست ثابت ہو سکے۔ مولانا احمد رضا خاں کے اس ترجمہ پر خود ان بریلویوں کے بھی دو موقف ہیں اور ان سے وہ سر مو پیچھے ہٹنے کے لئے تیار نہیں۔ محض ان کی بناء پر وہ پہلے تمام تراجم قرآن کو غلط ثابت کرنے کے در پے ہیں۔

۱۔ اس آیت میں ذنب کی نسبت حضورؐ کی طرف نہ کی جائے یہ بے ادبی اور گستاخی ہے اس سے عصمت نبوت مجروح ہوتی ہے۔

۲۔ ذنب کا ترجمہ گناہ سے نہ کیا جائے اس میں حضورؐ کے گناہ گار ہونے کا اقرار ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ

ان کے اس پہلے موقف کے جواب میں ہم آپ کے سامنے چودہ حوالے معترکتوں سے پیش کر آئے ہیں رہا دوسرا موقف تو ہم اس پر بھی اپنے پاس ان گواہوں کی ایک طویل فہرست رکھتے ہیں جنہوں نے ذنب کا ترجمہ گناہ کا کیا ہے۔

یہاں یہ ضروری ہے کہ گناہ کو اس کے اصل معنی میں نہ رہنے دیا جائے اس کی تاویل (۱) خلاف اولیٰ سحیٰ کی جائے (۲) یا اسے حسات الامراضات المقرین کے قبیل سے لیا جائے (۳) یا یہ کہ آپ اسے اپنے اعلیٰ مقام کی نسبت محض اضافی طور پر گناہ سمجھتے رہے یہ تمام مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء کرام (۱) بعثت سے قبل اور بعثت کے بعد (۲) صغیرہ اور کبیرہ دونوں طرح کے گناہوں سے اور (۳) کسی نادانستہ خطا اور بھول پر باقی رہنے سے کھلیہ پاک رہے۔

لیکن اس کا مطلب نہیں کہ قرآن وحدیث کی ان نصوص کا انکار کر دیا جائے جن میں آپ یا کسی دوسرے پیغمبر کے لئے لفظ ذنب وارد ہے۔ ان نصوص پر ہمارا ایمان ہونا چاہیے رضی تاویل تو اس کا دروازہ وسیع ہے اور تشابہات کوحکمات کے تابع رکھنا ضروری ہے۔ عصمت انبیاء کا عقیدہ محکمات اسلام میں سے ہے اور اس کے خلاف جو بات بھی ملے اس میں تاویل کرنا ضروری ہوگی ذنب کا ترجمہ گناہ کرنے میں حرج نہیں لیکن پھر گناہ کو اس کے حقیقی معنی سے بدلنا ضروری ہوگا۔ اور اس میں تاویل کو وسیع راہ دی جائے گی۔ اگر لفظ گناہ کو یہ تاویل مہیا نہ کی جائے تو پھر ان بزرگوں پر عصمت نبوت کو مجروح کرنے کا کھلا الزام عاید ہوگا۔

انبیاء کے لئے یہ تاویل گناہ کا لفظ کن کن بزرگوں کے ہاں ملتا ہے

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ)

چلچلیہ صاحب امر بندہ خود را گوید کہ گناہاں ترا بخشدیم تو فارغ البال باش و بیچ اندیشہ کس اگر چہ آں بندہ گناہ نداشته باشد (اشعۃ المصابی جلد ۱ ص ۱۴۷)

(ترجمہ) جیسا کہ حاکم اپنے بندہ کو کہے کہ میں نے تمہارے گناہوں کو بخشا تو بے فکر رہو اور کوئی اندیشہ نہ کر اگرچہ اس بندہ نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔

مقصود اشیات ذنوب نیست، بل کفری آنست

(ترجمہ) یہاں مقصد گناہوں کا ثابت کرنا نہیں بلکہ انہیں اصلاً مٹانا ہے۔ (مدارج النبوة جلد ۱ ص ۷۲)
لیکن پیاد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ بندہ ایست کہ آمرزیدہ است خدا مراد را و ہر چہ پیش گذشتہ گناہان
دے و ہر چہ پس آمدہ (احمد الملععات ص ۲۱۸)

(ترجمہ) لیکن تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ آپ اللہ کے وہ بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خاص آپ کے
تمام گناہ جو پہلے اور پچھلے بخش دیئے ہوئے ہیں۔

۲۔ حضرت مولانا عبدالرحمن جامی (۱۸۹۸ھ)

سبحان اللہ رسولی کہ حق سبحانہ تعالیٰ گناہ گذشتہ و آئندہ دے را آمرزیدہ است (شواہد النبوة قرکن چہارم ص ۹۱)
(ترجمہ) اللہ پاک ہے ہرگز دوری سے۔ آپ ایسے رسول ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کے تمام
پہلے اور پچھلے ہوئے گناہ بخشے ہوئے ہیں۔

۳۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ)

عاقبت فتح آنست کہ بیا مرز و را خدا آنچہ کہ سابق گزشت از گناہ تو و آنچہ پس ماندہ (فتح الرحمن ترجمہ قرآن)
(ترجمہ) اس فتح کا انجام یہ ہے کہ آپ کے لئے بخش دے خدا جو آپ کے گناہ پہلے ہوئے اور جو رہ
گئے (ابھی تک نہیں ہوئے)۔

(ترجمہ) اس فتح کا انجام یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب پہلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔

۴۔ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی (۱۲۳۳ھ)

(ترجمہ) تاکہ بخشے واسطے تیرے خدا جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں تیرے سے اور جو کچھ پیچھے ہوئے۔

۵۔ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی (۱۲۳۰ھ)

تاکہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔

۶۔ شاہ محمد اشرف محدث دہلوی (۱۲۶۴ھ)

جاؤ تم محمد ﷺ کے پاس ایک بندہ ہے کہ بخش دیئے ہیں خدا تعالیٰ نے ان کے اگلے پچھلے گناہ۔

(ترجمہ مشکوٰۃ از مظاہر حق جلد ۲ ص ۳۸۸)

نواب قطب الدینؒ نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ آنحضرت اور سب انبیاء معصوم ہیں گناہوں سے پس اس مغفرت کی کئی طرح کی تاویل کی ہے علماء نے اور اولیٰ ان تاویلوں میں یہ ہے کہ یہ کار بزرگی ہے جناب باری تعالیٰ کی طرف سے..... جو کچھ کہہ کرے تو تیرے لئے معاف ہے اور تجھ پر کوئی گرفت نہیں۔

یہ وہی بات ہے جو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (۱۰۵۲ھ) نے کہی تھی۔
دو سو سال کے بعد بھی آپ وہی بات سن رہے ہیں نہ ماننے سے حقائق نہیں بدلتے۔

۷۔ شاہ محمد اعلیٰ محدث دہلویؒ (۱۲۶۳ھ)

لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بندہ ہے کہ بخش دیے ہیں خدا تعالیٰ نے ان کے اگلے پچھلے گناہ (ترجمہ مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۸۸)

آنحضرت اور سب انبیاء معصوم ہیں گناہوں سے پس اس مغفرت کی کئی طرح کی تاویل کی ہے۔ علماء نے اور اولیٰ ان تاویلوں میں سے یہ ہے کہ یہ کار بزرگی کا ہے جناب باری تعالیٰ کی طرف سے واسطے سید المرسلین کے اس کے گناہوں اور مغفرت ہو صاحب و مالک جب اپنے بندہ خاص سے راضی اور خوش ہیں۔ اور انبیاء اس بندے کا ظاہر کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے تجھ کو بخشا جو کچھ کیا تو نے اور کچھ کہہ کرے تو تیرے لئے معاف ہے اور تجھ پر کوئی گرفت نہیں۔ (مظاہر حق جلد ۲ ص ۳۸۸)

استغفار له ولكن لا نعلمه غير ان

جميع ما فرط منك او تقدم من حديث ماء

۸۔ مولانا فضل حق خیر آبادی (۷)

بروید بر محمد ﷺ او بندہ ایست آمرزیدہ است خدا تعالیٰ مرا و را از گناہاں پیشین و پسین او (تحقیق القوم علامہ فضل حق خیر آبادی ص ۳۲۱)

(ترجمہ) تم حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام پہلے اور پچھلے گناہ معاف

کر دیئے ہوئے ہیں۔

۹۔ مفتی مظہر اللہ دہلوی (ھ) والد پروفیسر مسعود احمد صاحب

(اے محبوب) اپنے لئے اور سب مسلمانوں مردوں اور عورتوں کے لئے گناہوں کی معافی مانگے
(ترجمہ قرآن نائشر سید محمد شفیع الدین طبع دہلی)

۱۰۔ مولانا احمد رضا خاں (۱۳۴۰ھ)

بھی لکھتے ہیں:-

نیکیوں کے جو کام میں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں وہاں ترک اولیٰ کو بھی گناہوں سے تعبیر کیا جاتا ہے
حالانکہ ترک اولیٰ گناہ نہیں (فتاویٰ رضویہ جلد ۹ ص ۷۷)

۱۱۔ مولانا احمد سعید کاظمی امر وہی ثم ملتان (ھ)

تاکہ اللہ آپ کے لئے معاف فرمادے آپ کے اگلے اور پچھلے خلاف اولیٰ سب کام جو آپ کے کمال
قرب کی وجہ سے محض صورتہ گناہ ہیں۔ (البیان ترجمہ قرآن ص ۶۶۲)

۱۲۔ مولانا سردار احمد لاکھپوری کے صاحبزادہ غلام رسول رضوی

۱۔ ام المؤمنین نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ یہ کس لئے کرتے ہیں حالانکہ اللہ نے آپ کے اگلے
پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ آپ مغفور ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا میں یہ بات پسند نہ کروں کہ
میں اللہ کا شکر گزار ہوں (تفہیم البخاری جلد ۸ ص ۴۴۴)

۲۔ تم محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو اللہ تعالیٰ نے ان کے اگلے اور پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے
ہیں (ایضاً جلد ۱۰ ص ۴۸)

۱۳۔ پیر کرم شاہ صاحب بھیروی (ھ)

نے گناہ کی بجائے کوتاہی کا لفظ استعمال کیا ہے مولانا احمد رضا خاں نے بھی ایک جگہ تفسیر کا لفظ
استعمال کیا ہے۔

اے محبوب۔ آپ صبر فرمائیے (کفار کی زیادتیوں پر) بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور استغفار کرتے

رہنے اپنی (موصومہ) کوتاہیوں پر (جمال القرآن ترجمہ قرآن ۷۷۳) خاصوں کے یہ افعال بھی عبادت ہیں مگر اصل عبادت سے تو ایک درجہ کم ہیں اس کو تقصیر اور اس تقصیر کو ذنب سے تعبیر فرمایا گیا ہے (فتاویٰ رضویہ جلد ۹ ص ۷۵)

۱۴۔ مولانا سعادت علی قادری

آخر ایک دن محبوبہ بیوی نے سوال کر ہی لیا کہ اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ آپ کے رب نے تو پہلے ہی آپ کے اگلے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا ہے آپ تو گناہوں سے پاک ہیں۔ ہجراتی محنت و مشقت کی کیا ضرورت ہے؟ (تبلیغی کتاب سعادت قادری ص ۱۶)

۱۵۔ مولانا محمد اشرف سیالوی

ہم نے آپ کو فتح مبین عطا فرمائی تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے خیال میں جتنے بھی تمہارے گناہ ہیں سابقہ یا آئندہ ان تمام کی مغفرت فرمادے۔ (کوثر الخیرات ص ۲۲۵)

مولانا احمد رضا خاں سے ایک سوال

ہم خان صاحب سے بجا طور پر یہ سوال کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ آپ جب ذنب کا معنی کوتاہی یا تقصیر سے کر سکتے تھے اور اس کی نسبت حضورؐ سے کرنے کو عیب نہیں سمجھتے تو آپ نے کفر الایمان میں اس آیت کے ترجمہ میں ذنب کی نسبت حضورؐ سے کرتے کیوں عصمت نبویہؐ و حج و عمرہ بوجہ تھے۔ تاویل کا دروازہ آپ کے لئے بھی کھلا تھا۔ اور کوئی مسلمان کہلانے والا ایسا بد بخت نہ تھا جو یہاں گناہ سے حقیقی گناہ مراد لے لے یا کوتاہی یا تقصیر سے کوئی حقیقی کوتاہی یا تقصیر مراد سمجھے۔ آپ نے احادیث صحیحہ کے خلاف اس آیت کا غلط ترجمہ کر کے پوری امت کو تفرقے میں کیوں ڈال دیا۔ جنہیں آپ پہلے غیر کبر چکے تھے وہ تو اپنی جگہ رہے جو آپ کے اپنے تھے انہیں بھی آپ کے اس غلط ترجمے نے ایک عجیب منہ سے میں اور پریشانی میں ڈال دیا۔

تاہم مولانا غلام رسول سعیدی اور مولانا ڈاکٹر محمد زبیر کی جرأت لائق داد ہے کہ انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کی عقیدت میں حضور اکرمؐ کی صحیح احادیث کا انکار نہیں کیا۔ آپ اپنے سلف سے نہیں کئے۔

اور جہاں مولانا احمد رضا خاں اور سلف کا اختلاف ہوا انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کا ساتھ نہیں دیا۔ یہ بات کب ہوئی؟ بیسویں صدی کے آخری عشرہ میں۔ اس میں بریلوی کہلانے والوں کی غالب اکثریت مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب سے نکلتی دکھائی دے رہی ہے اور وہ دن دور نہیں جب لوگ بزرگوں کی اندھی عقیدت میں کتاب و سنت سے نکلنے میں واقعی بڑا بوجھ سمجھیں گے۔

مولانا احمد رضا خاں کی طرف سے ایک جواب

مولانا احمد رضا خاں کی طرف سے ان کے ایک معتقد نے یہ جواب دیا کہ مولانا کے عقائد تو اہل سنت سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھے لیکن ان کا مزاج کچھ ایسا اختلاف پسند تھا کہ انہیں سلف سے اختلاف کرنے میں طبعی لطف آتا تھا۔ بات پر بات بڑھاتے چلے جاتے کبھی پچھتر ۷۵ تک جا پہنچتے اور پھر دن کا کا تا سارا سوت یکدم تار تار کر دیتے ان کی کتاب سبحان السبوح کا مطالعہ کریں اور پھر ان کے دم توڑنے پر سبحان اللہ کہیں۔ آپ کو ایسا عالم اسلام کی پندرہ صدیوں میں نہ ملے گا جس نے کسی پر کفر کی ۷۵ وجوہ پوری کی ہوں۔ اور پھر اچانک تکفیر کی تنگ گلی سے اس طرح نکلا ہو۔ آپ مولانا محمد اسماعیل شہید کے بارے میں لکھتے ہیں:-

علمائے تحاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے و عو الجواب وبہ یفتی و علیہ الفتوی و هو المذہب و علیہ الاعتماد و فیہ السلامة و انسداد (تمہید الایمان ص ۴۲، طبع ۱۳۴۶)

اور پھر آپ کے اس معتقد نے آپ کے ایک دوسرے معتقد کی یہ عبارت بھی دکھائی کہ حضرت کو پہلوں سے اختلاف کرنے میں بہت مزہ آتا تھا۔ اس لئے یہ بھی کہا کہ اگر کوئی ایسا عالم نکل آئے جس سے آپ نے اختلاف نہ کیا ہو تو یہ واقعی ایک بڑی تحقیق ہوگی۔ یہ مولانا احمد رضا خاں کی اختلاف پسندی کی ایک نہایت افسوسناک داستان ہے۔

1 ابوالخیر مولانا محمد زبیر کے حق میں دستخط کرنے والے بریلوی علماء

2 ہم ان بریلوی علماء کو خراج تحسین دیے بغیر نہیں رہ سکتے جنہوں نے سورہ الفتح کی اس آیت کا غلط

ترجمہ کرنے میں مولانا احمد رضا خاں کا ساتھ نہیں دیا اور مولانا احمد نورانی نے اس جماعتی اختلاف کو رفع کرنے کے لئے مولانا محمد اشرف سیالوی کی قیادت میں جو کمیٹی بنائی تھی انہوں نے بھی اس کا ساتھ نہ دیا۔ مولانا محمد اشرف سیالوی کے فیصلے کے یہ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ صاحبزادہ محمد زبیر صاحب کی درسی کیدشیں سنیں اور رسالہ مغفرت ذنب ملاحظہ کیا تو معلوم ہوا کہ ان کا قطعاً یہ مقصد نہیں کہ نبی کریم کو گناہگار ثابت کیا جائے آپ نے ذنب کی نسبت آپ کی طرف مان کر دیگر اکابرین کی بیان کردہ تاویلات و توجیہات ذکر کی ہیں۔ اور عصمت انبیاء پر عقلی اور نقلی دلائل قائم کئے ہیں تو اس سیاق و سباق میں انہیں گستاخی رسول کا مرتکب ٹھہرانا سراسر زیادتی ہے۔

۲۔ اگر صاحبزادہ محمد زبیر صاحب مجرم گردانے جائیں تو ان سے بڑے مجرم ان کے مخالف لوگ ہیں۔
۳۔ صاحب زادہ ابوالخیر محمد زبیر صاحب سے اگر اعلیٰ حضرت کے ساتھ اختلاف اور زبان کی درشتی پر مواخذہ ضروری ہے۔ تو اس سے شدید تر مواخذہ کے حقدار وہ حضرات ہیں جنہوں نے بلا تحقیق و تفتیش اس قدر سنگین فتوے زبیر صاحب پر لگائے اور انہیں اہل سنت سے خارج کرنے اور گستاخان رسول کے زمرے میں شامل کرنے کی سعی فرمائی۔

وانا العبد المذنب العاصی الراجی غفور ربہ ابوالحسنات محمد اشرف
السیالوی کان اللہ لہ

جمعیت کا فیصلہ جو مولانا شاہ احمد نورانی کے سامنے پڑھا گیا
اس فیصلے کی رو سے علامہ محمد اشرف سیالوی نے صاحب زادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر کے موقف اور ان کے معترض کے موقف کا بہ نظر عیق مطالعہ کرنے کے بعد ہر قسم کی تفسیق تکفیر اور تھلیل سے صاحبزادہ کو بری الذمہ قرار دیا ہے۔ (مغفرت ذنب ص ۶۹)

کچھ چھوٹی برادران بھی مولانا احمد رضا خاں کے خلاف

شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی اور خطیب ملت حضرت علامہ سید محمد ہاشمی میاں نے بھی مغفرت ذنب کے مسئلہ پر علامہ صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر صاحب کے ان تمام

نظریات اور افکار کو جو ان کی کتاب مغفرت ذنب میں تحریر کئے گئے ہیں۔ ان کی مکمل تائید کرتے ہوئے مکتوب گرامی سے سرفراز فرمایا (نوٹ رسالہ فیصلہ مغفرت ذنب ص ۲۳)

بریلویوں کے علامہ قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی مہتمم دارالعلوم نور یہ رضویہ خطیب نیو یمن مسجد کراچی اور ان کی سپریم کونسل کے جمیل احمد نعیمی نے بھی مولانا محمد زبیر کے حق میں فیصلہ دیا اور مولانا مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ کنز الایمان کی حمایت نہیں کی۔

ایک سابقہ عہد کی تکمیل

ہم نے مطالعہ بریلویت کی ساتویں جلد میں وعدہ کیا تھا کہ ہم ان علماء کے نام بھی دیں گے۔ جنہوں نے مولانا اشرف سیالوی کے اس فیصلے پر دستخط کئے اور مولانا احمد رضا خاں کا ساتھ نہیں دیا۔

کراچی۔ حیدر آباد۔ اندرون سندھ۔ فیصل آباد۔ گوجرہ ٹوبہ۔ سرگودھا۔ جہلم۔ گجرات۔۔ منڈی بہاؤ الدین۔ راولپنڈی اسلام آباد۔ چکوال۔ میانوالی۔ خوشاب۔ سیالکوٹ۔ گوجرانوالہ۔ قصور۔ ساہیوال۔ ملتان۔ مظفر گڑھ۔ ڈیرہ اسماعیل خاں۔ بھکر۔ لیہ۔ ڈیرہ غازی خاں۔ لودھراں۔ رحیم یار خاں۔ صادق آباد۔ بہاولپور۔ بلوچستان۔ سرحد اور علماء کشمیر کے دوسو چار ۲۰۰۴ بریلوی علماء کے نام فیصلہ مغفرت ذنب کے چودہ صفحات میں نام بہ نام دیئے گئے ہیں۔۔ من اراد الاطلاع علیہا فلیراجع رسالۃ الخیر لمولانا محمد زبیر۔ جو نام معلوم کرنا چاہے وہ انہیں اس رسالہ میں دیکھ لے۔ ہم یہاں رسالہ مغفرت ذنب کے نائٹل کانٹیکسی فوٹو ہدیہ ناظرین کر دیں۔

مولانا احمد رضا خاں کی حمایت کرنے والے بریلوی علماء

بریلویوں کی اکثریت تو بے شک مولانا غلام رسول سعیدی، مولانا محمد زبیر، مولانا شاہ احمد نورانی، اور مولانا محمد اشرف سیالوی کے ساتھ رہی ہے لیکن کچھ علماء مولانا احمد رضا خاں کی حمایت میں اپنی ضد پر برابر کھڑے ہیں۔ اس سلسلہ میں ان کے مفتی عبدالحمید خاں سعیدی مہتمم جامعہ غوث الاعظم شاہی روڈ، رحیم یار خاں نے ایک کتاب احمد البیان فی رضا کنز الایمان لکھی۔ اس کتاب کے مطالعہ سے بریلویوں کے اس تقلیدی گروپ کی علمی بے مائیگی اور مسلکی ضد اور کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔ ہم اللہ

تعالیٰ کے حضور بریلویوں کے ایک بڑے گروہ کے حق کی طرف آنے اور مولانا احمد رضا خاں سے بیٹنے پر بھیم قلب شکر گزار ہیں۔ کہ ہم نے ۱۹۸۲ میں کنز الایمان کے اس غلط ترجمے کی جو نشانہ ہی کی تھی وہ ان کے ایک بڑے گروہ کی اصلاح کا سبب بنی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس تائید حق پر استقامت عطا فرمائے۔

مفتی احمد یار گجراتی کی تفسیر نور العرفان کی بھی کچھ اصلاح ہوگئی ہے۔

ہم مفتی احمد یار صاحب کے بھی شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہمارے اعتراضات کی روشنی میں ہمارا نام ذکر کے بغیر کچھ اپنی اصلاح کر لی۔ تفسیر نور العرفان کا ایک مقام ملاحظہ فرمائیں:-

پہلا ڈیٹن

بخاری میں ہے کہ قادیانیوں کا بدترین کفر یہ ہے کہ وہ کفار کی آیتیں مسلمانوں پر لگاتے ہیں۔ (تفسیر نور العرفان ص ۶۸۸)

آپ ہی سوچیں کیا یہ ہو سکتا ہے کہ صحیح بخاری میں کہیں قادیانیوں کا ذکر ہو صحیح بخاری تیسری صدی ہجری میں لکھی گئی اور قادیانی مذہب چودھویں صدی میں بنا اور اس کے بعد کہیں علماء کی زبانوں پر قادیانی مباحث آئے۔ اب انہیں صحیح بخاری میں تلاش کرنا ایک جہالت اور محاصمت کے سوا کچھ نہیں۔ مفتی صاحب نے یہ اس دور کی بات صحیح بخاری کے ذمہ کیوں لٹائی؟ یہ محض اس لئے کہ مرزا غلام احمد نے کہا تھا کہ قرآن شریف میں قادیان کا نام موجود ہے اور یہ کہ اس نے یہ نام خود قرآن میں پڑھا ہے یہ مفتی صاحب نے نہایت عجیب پیرائے میں قرآن کریم میں قادیان کا نام ہونے کی نفی کی ہے جب مفتی صاحب نے اپنی اصلاح کی تو پھر عبارت اس طرح لکھی، اب اس تفسیر کا نیا ڈیٹن بھی ملاحظہ کریں:-

بخاری میں ہے کہ بدترین کفر یہ ہے کہ وہ کفار کی آیتیں مسلمانوں پر لگاتے ہیں۔ (ص ۸۸۶)

اس میں قادیانیوں کا لفظ نکال دیا گیا ہے۔ ہم اس پر آپ کے ممنون ہیں مرزا غلام احمد نے کہا تھا کہ قادیان کا لفظ قرآن میں ہے۔ بریلویوں نے کہا تھا کہ قادیانیوں کا لفظ صحیح بخاری میں ہے۔ ہم نے

مطالعہ بریلویت میں جب نور العرفان کی اس غلطی کی نشاندہی کی تو پیر بھائی کمیٹی لاہور نے اس لفظ قادیانی کو کھرچ دیا۔ لیکن جگہ بتا رہی ہے کہ یہاں کچھ پہلے تھا۔ اگر یہ جھڑپ نئی سطر لکھ لیتے تو زیادہ اچھا ہوتا۔ تاہم ص ۸۱۶ سے پ ۱۲۶ الفتح کے حاشیہ ۱۳ سے انہوں نے آیت کو بدستور غلط رہنے دیا ہے۔ مفتی صاحب نے وہ آیت اس طرح لکھی تھی۔

فمن تولیٰ فنعبد ذلک فاولئک ہم الفاسقون

یہ آیت قرآن پاک میں کہیں نہیں ہے البتہ پ ۳ آل عمران ۸۲ میں یہ ایک آیت ہے۔

فمن تولیٰ بعد ذلک فاولئک ہم الفاسقون

اس میں لفظ بعد ذلک کو فنعبد ذلک سے بدلا گیا ہے۔

ہم ان سے نیک گمان کرتے ہیں کہ یہ سہو کا تب ہو گا ورنہ مفتی صاحب کو اس آیت میں تحریف کرنے کی آخر کیا ضرورت تھی۔

مولانا احمد رضا خاں کے غلط ترجمہ قرآن کی یہ صرف ایک مثال ہے ان کی اور غلطیوں کا جائزہ لینے کے لئے آپ مطالعہ کی جلد دوم کی مراجعت کریں۔



اصطلاحات تفسیر

افادات:- شیخ التفسیر مولانا محمد عبدالحی ترتیب و تدوین:- احسان کریم حیدری
اس کتاب میں علم تفسیر کی تعریف، موضوع، غرض و غایت، علم تفسیر کے ماخذ اور مشہور تفاسیر کے تعارف کو آسان اور فہم پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ رسالہ کی افادیت کی خاطر مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی تصنیف ”علوم القرآن اور علم تفسیر“ سے ”علم تفسیر میں گمراہی کے اسباب“ کو تلخیص کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے۔

اسلام، عیسائیت اور حضرت عیسیٰ

مصنف: خالد محمود

آج مغرب اسلام پر پوری طرح یلغار کئے ہوئے ہے اور اس کوشش میں ہے کہ کسی طرح اسلام کے بڑھتے ہوئے اثرات پر روک لگا دے اور عیسائیت ایک عام مذہب بن کر ابھرے۔ اس تناظر میں خالد محمود کی یہ کتاب نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ دیدہ و زیب چہار رنگ کارڈ بورڈ جلد

مومن عورت کے اوصاف اور ذمہ داریوں کا بیان

ارشادات: مولانا محمد یوسف لدھیانوی ترتیب و تدوین: مولانا محمد قاسم ضیاء
اس کتاب میں مولانا محمد یوسف لدھیانوی کے ملفوظات اور ارشادات کو جو آپ نے خواتین کے موضوع پر ارشاد فرمائے یکجا کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے ان ارشادات میں نیک اور مومن عورتوں کی صفات اور خواتین کی ذمہ داریوں کو اجاگر کیا گیا ہے کہ کوئی عورت کیسے اپنے گھر کو امن و سکون اور جنت کا نمونہ بنا سکتی ہے۔ اور کن صفات کو اپنا بکرا ہے شوہر کی محبت اور خوش نودی حاصل کر سکتی ہے۔
کتاب کے آخر میں حضرت مولانا عاشق الہی صاحب بلند شہرئ کے افادات پر مبنی ایک ضمیمہ بھی لگایا گیا ہے۔

حافظی بک ڈپو دیوبند ۵۵۴۷۷۷ (یو پی)

بریلویت پر تاریخ میں گزری مختلف منزلیں

الحمد لله و سلام على عباده الذين اصطفى اما بعد

بریلویت کے بانی مولانا فضل رسول بدایونی (۱۲۷۲ھ) تیرہویں صدی کی ایک بڑی شخصیت ہیں ان دنوں انگریزوں کو ہندوستان پر کامیاب حکومت کی فکر اور طلب تھی اس کے لئے انہیں مسلمانوں کے سوا اور عظیم اہل السنۃ والجماعہ کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنے کی سیاسی ضرورت تھی۔ مولانا فضل رسول اپنے معاش کی فکر میں سرگرداں تھے کہ انگریزوں نے قدردانی کا ہاتھ بڑھایا ان کے مورخ محمد یعقوب القادری لکھتے ہیں:-

چڑھتے ہوئے ولولہ نے یہ خیال پیدا کیا کہ کسی جگہ کوئی ایسا تعلق اختیار کیا جائے جو معاش کی جانب سے فارغ البالی ہو۔ آخری جستجو پر بارادہ ریاست گوالیار گھر سے قصد سفر کیا (اکمل التاریخ جلد ۵ ص ۳۸) نواب محی الدولہ کے توسط سے آپ کو گیارہ روپے روزانہ وظیفہ ملنا شروع ہوا۔ اس کے بعد آپ نے محدثین دہلی کے علمی اقتدار پر حملے شروع کئے۔ ان کے خلاف البوارق المحمدیہ لرحبہ الشیاطین النجدیہ اور تصحیح المسائل در تردید مسائل نجدیہ ارادل جیسی کتابیں لکھیں۔ یہ تصحیح المسائل حضرت شاہ محمد اٹحق محدث دہلوی (۱۲۶۲ھ) کے خلاف لکھی گئی۔ ان کتابوں کے ناموں سے ان کی اس سیاسی روح کا پتہ چلتا ہے کہ کسی طرح ان محدثین دہلی کا تعلق عرب کے نجدی علماء سے جوڑا جائے۔ انہوں نے شاہ اسماعیل شہید (۱۲۳۶ھ) اور شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی (ھ) کے مابین فرضی رابطے قائم کئے۔ شاہ اسماعیل کی کتاب تقویۃ الایمان کو شیخ محمد بن عبد الوہاب کی کتاب التوحید کا ترجمہ بتلایا اور اس راہ سے ان بدایونی حضرات نے محدثین دہلی اور ان کے تلامذہ پر لفظ وحابی اتارا۔ لفظ وحابی کو ہندوستان میں امپورٹ کرنے والے یہی بزرگ ہیں۔ اور بریلویوں نے اب تک اس لفظ کو نہیں چھوڑا۔ جہاں موقع ملے وہ ہر صحیح فکر عالم پر

وہابی کا لیبل لگا دیتے ہیں۔ حالانکہ محدثین دہلی کی شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی سے کوئی علمی نسبت نہ تھی۔ علامہ شریف عبدالحی الحسنی (۱۳۳۱ھ) لکھتے ہیں۔

فتعصب الناس فی شأنه و لقبوه بالوہابی نسبة الی الشیخ محمد بن عبد الوہاب النجدی کما لقبوا تلك الفئة الصالحة بالوہابیہ مع انهم كانوا لا يعرفون نجداً ولا صاحب نجد بل هم بیت علم الحنفیہ و قدوة الملة الحنیفة و اصحاب النفوس الزکیة و اهل القلوب القدسیة (نزہة الخواطر جلد ۸ ص ۳۲۶)

(ترجمہ) مولانا اسماعیل یہ لوگ مولانا اسماعیل کی شان میں گڑے اور انہیں وہابی کہنا شروع کر دیا۔ یہ شیخ محمد بن عبد الوہاب کی طرف نسبت تھی حالانکہ یہ لوگ نجد اور شیخ نجد عبد الوہاب میں سے کسی کو نہ جانتے تھے۔ یہ پورا گھرانہ حنفیت کا گھر تھا اور یہ ملت حنفیہ کے سردار تھے پاک دلوں کے لوگ تھے اور تزکیہ پائے ہوئے تھے۔

حضرت شاہ محمد اسحاق کے شاگرد حضرت شاہ عبدالغنی (۱۲۹۶ھ) جب طلبہ کو حدیث کی سند دیتے تو یہ نصیحت فرماتے تھے۔

الواجب علیہ ان یسلك بسیرة عباد اللہ الصالحین من الصوفیة والفقہاء القادۃ المحدثین المستقیمین علی الجادة لا کابن حزم و ابن تیمیہ (ماخوذ از ابن تیمیہ اور ان کے ہم عصر علماء ص ۲۹)

(ترجمہ) اس پر واجب ہے کہ اللہ کے نیک بندوں اور فقہاء و قائدین کے طریقے پر چلے جو محدثین ہیں اور جادہ اہل سنت پر چل رہے ہیں نہ کہ ابن حزم کے طریق پر اور ابن تیمیہ (کے تفرقات پر)۔ ان حضرات کی ان تصریحات کے باوجود بریلویوں نے ان کے خلاف یہ وہابی کی گردان نہ چھوڑی اور بڑے ذوق و شوق سے ان کے نمبر مقرر کئے۔ مولانا اسماعیل شہید کو یہ امام الطائفہ کہتے ہیں۔ وہ ان کے ہاں وہابیہ کے معلم اول تھے معلم دوم یہ شاہ محمد اسحاق کو کہتے تھے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۴ ص ۲۵۰)

معلم سوم کا لقب انہوں نے مولانا خرم علی باہوری (۱۲۷۱ھ) کو دے رکھا تھا (ایضاً ص ۱۸۸)
 نواب قطب الدین شارح مشکوٰۃ کو انہوں نے قطب و حابہ کا نام دیا تھا۔ (سیف مصطفیٰ ص ۷۷)
 اور من وجہ تسلیم کرتے تھے کہ زمانے کا قطب و حابیوں میں سے بھی ہو سکتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں
 بھی اس لفظ کے استعمال میں عجیب لذت محسوس کرتے تھے ان کا ایک شعر ملاحظہ ہو:
 وہ جسے و حابہ نے دیا ہے لقب ذبیح و شہید کا وہ شہید لیلیٰ نجد تھا و قتل تیغ خیار ہے
 (حدائق بخش حصہ ۲)

مولانا اسطیل شہید کے خلاف فضل رسول بدایونی نے کھلا کفر کا فتوے دیا اور انگریز حکومت کی کھلے
 طور پر حمایت کی ہندوستان میں انگریزوں کو مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کی ایک نہیں کئی ایسی ہی
 گئیں۔ سرسید کی راہ اور تھی غلام احمد کی راہ اور تھی نواب صدیق حسن کی راہ اور تھی فضل رسول
 بدایونی کی راہ اور تھی۔ انگریزی عملداری میں مولانا فضل رسول بدایونی کے سیاسی جانشین مولانا احمد
 رضا خاں بریلوی بنے۔ انہیں اسی لئے پروٹس سمجھا جاتا تھا۔ مولانا فضل رسول کے بیٹے مولانا
 عبدالقادر بدایونی نے بھی انہیں اپنا اعلیٰ حضرت مان لیا اور اس طرح اس طبقے کو بدایونی کی بجائے
 آئندہ بریلوی کہا جانے لگا۔

۱۔ یہ سارا قافلہ مولانا احمد رضا خاں کی قیادت میں چلنے لگا اس قافلے کے یہ چار امتیازی نشان رہے۔
 صرف، چوتھے سے مولانا احمد رضا خاں نے کچھ اختلاف کیا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں اسے صرف
 غریبوں کا حق سمجھتے تھے۔

۱۔ تاج برطانیہ سے غیر متزلزل وفاداری اور جملہ آزادی پسند تحریکوں کی مخالفت

۲۔ محدثین دہلی اور ان کے شاگردوں پر لفظ و حابی کی مشق عام اور انہیں نجد سے جوڑنا

۳۔ اپنے عوام کو قبروں سے حاجات مانگنے کی تعلیم دینا بایں طور کہ قبروں والے ان کی مدد کرتے ہیں۔

۴۔ ختم اور خیرات کا کھانا صرف غریبوں کا حق نہیں مال دار مولوی بھی اسے کھا سکتے ہیں۔ اور اگر وہ

اس کا نام تبرک رکھ لیں تو ساتھ بھی لے جاسکتے ہیں۔

اس وقت تک بشریت، علم غیب اور حاضر و ناظر کے مسائل عوام میں موضوع بحث نہ بنے تھے۔ اور نہ یہ عقائد دیوبندی اور بریلوی حلقوں کے کوئی فاصلے سمجھے جاتے تھے۔ عوام میں یہ مسائل بہت بعد میں سامنے آئے اس وقت تک جو اختلافات تھے وہ محض عملی درجے کے تھے اعتقادی نہ تھے۔ اور عملی بھی صرف چند رسوم کی حد تک تھے فقہ کے اختلافات نہ تھے۔

دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور کی مرکزی درس گاہیں

مدرسہ عربی و دیوبند ان دنوں ایک متفق علیہ درس گاہ تھی ملک کے تمام اہل سنت اس کی علمی عظمت اور فقہی صلاحیت کے معترف تھے مولانا غلام دہلوی کے عہد میں موضع ستیہ والا تحصیل و ضلع فیروز پور (پنجاب) میں ایک مسجد کی زمین کے بارے میں ایک مسئلہ چلا مختلف جگہوں سے مختلف فتوے آئے۔ دیوبند کے نام سے جو فتویٰ پیش کیا گیا وہ صحیح نہ تھا مولانا غلام دہلوی یہ ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے کہ وہاں سے غلط فتویٰ بھی آسکتا ہے آپ ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

ظن غالب ہے کہ جو فتویٰ دیوبند کے نام سے ہے وہ بھی وہاں کا نہیں کیونکہ یہ کب ممکن ہے کہ وہاں کے علماء بلا دلیل کسی شے کو حرام بتلا دیں اور ایک مسجد تعمیر یافتہ اور آباد کو بلا وجہ شرعی مسجدیت سے خارج اور غیر آباد کریں (استفتاء مسجد ستیہ والا طبع قصور ۱۲۹۳ھ مطبع انجمن اسلامیہ)

مولانا غلام دہلوی اس بات کو ناممکن قرار دیتے ہیں کہ علماء دیوبند بلا وجہ شرعی کسی چیز کو ناجائز بتلا دیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ مدرسہ دیوبند کے خلاف ان دنوں پورے ملک میں کوئی سنی محاذ نہ تھا نہ اس وقت مولانا احمد رضا خاں کا بریلی میں کوئی مدرسہ تھا اس وقت کہیں دیوبندی بریلوی کے اختلافات نہ تھے۔

فقہ میں التوکیل اس کے بہت بعد کی تالیف ہے اور اس میں صرف لزوم کی حد تک آپ نے ان پر التزام قائم کئے ہیں۔ التزام کی حد تک نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے اپنے وقت میں اس مسئلہ کو خوب نمایاں کیا کہ لزوم اور التزام میں فرق ہے کسی بات سے کوئی غلط عقیدہ لازم آئے یہ اور بات ہے اور قائل کا غلط ہونا اور بات ہے قائل پر یہ حکم لگایا جاسکتا ہے جب وہ خود اس لزوم کا التزام کرے۔

ہم یہاں صرف یہ بتا رہے ہیں کہ ان دنوں ملک میں کہیں دیوبندی بریلوی اختلاف موجود نہ تھا۔ اس

کے لئے مولانا غلام دغیر کی مذکورہ بالا شہادت سنگ میل کا درجہ رکھتی ہے۔ دیوبند کے پہلے صدر مدرس مولانا محمد یعقوب نانوتوی اس سے پہلے اجیر میں صدر مدرس رہ چکے تھے اور ان دنوں وہاں کسی قسم کی کوئی اختلافی فضا موجود نہ تھی۔

مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ہندوستان میں دوسرے درجے کی بڑی درسگاہ تھی۔ اس کے بانی مولانا محمد مظہر نانوتوی تھے ان کے ایک نامی شاگرد مولانا محمد حسن تحصیل شرقپور کے عظیم محدث گزرے ہیں آپ کا مقبرہ چاہ بڑھ والا فیضپور رکلاں میں ہے۔ آپ کے اس مزار پر کتبہ لکھا ہے کہ آپ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری (۱۲۹۷ھ) سے حدیث میں سند یافتہ تھے یہ حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری مولانا شاہ محمد الحق محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔

مولانا احمد علی سہارنپوری جناب پیر مہر علی شاہ صاحب کے بھی استاد تھے حضرت پیر صاحب سے پوچھا گیا کہ مولانا سہارنپوری کس عقیدہ کے تھے آپ نے فرمایا کہ وہ حنفی تھے گولڑہ کے پیر نصیر الدین صاحب لکھتے ہیں:-

پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے فرمایا اللہ ان پر رحمت فرمائے وہ تو بہت بڑے حنفی تھے البتہ صوفیہ کی رسوم کے پابند نہ تھے (الطیۃ الغیب ص ۲۸۸)

حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری

آپ حضرت پیر مہر علی شاہ کے استاذ حدیث تھے جناب پیر نصیر الدین صاحب گولڑوی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:-

(حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب) کے استاد محترم حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے بارے میں جب ان سے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ وہ تو بہت بڑے دھابی تھے پیر مہر علی شاہ صاحب نے جواب فرمایا کہ اللہ ان پر رحمت فرمائے وہ تو بہت بڑے حنفی تھے البتہ صوفیاء کرام کی رسوم کے پابند نہ تھے (طیۃ الغیب ص ۲۸۸)

حضرت مولانا محمد حسن محدث فیض پوری نے اپنی کتاب الدلیل المسہین علی ترک القراءۃ للمتقدمین کے

آخر میں ص ۴۷۲ پر حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کی یہ سند لکھی ہے اور پھر ص ۴۷۸ پر لکھا ہے :-
 سند یافتہ مولانا حاجی احمد علی صاحب محدث مرحوم سہارنپوری چہار شنبہ کی رات ساڑھے بارہ بجے ۲۰
 ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۱ دسمبر ۱۹۲۱ء بمصر ہفتاد و پنج سال وصال فرما گئے۔ اس کتاب کے ص ۴۸۰
 پر مولانا ابوالبرکات سید احمد ناظم انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کی تقریظ ان الفاظ میں تحریر ہے۔
 فقیر ذرہ بے توقیر نے کتاب سسی الدلیل المبین مصنفہ فاضل جلیل عالم نبیل مولانا محمد حسن صہین عن
 النحن کو بعض مقامات سے دیکھا۔ یہ کتاب بے نظیر ہے۔ مولیٰ تعالیٰ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کو جنت
 الفردوس عطا فرمائے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں مدرسہ حزب الاحناف ہند لاہور کے مظاہر العلوم سہارنپور سے کوئی
 بنیادی اختلافات نہ تھے۔ نہ ابھی ہندوستان میں اختلاف کی یہ دیواریں اٹھائی گئی تھیں۔ جو بعد میں
 دیوبندی بریلوی اختلافات کے نام سے قائم کی گئیں۔ حضرت مولانا محمد حسن محدث فیضپوری
 (۱۳۴۰ھ) حضرت مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی سے بیعت تھے۔ اور آپ اپنے والد
 مولانا مولوی عبدالقادر لدھیانوی کے خلیفہ تھے۔ مولانا مولوی عبدالقادر لدھیانوی حضرت شاہ
 عبداللہ دہلوی سے اور آپ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی سے اور وہ اپنے والد حضرت شاہ ولی
 اللہ محدث دہلوی سے انتساب یافتہ تھے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں ہندوستان میں محدثین دہلی سے کسی علمی حلقے کا کوئی اختلاف نہ تھا۔
 مولانا محمد حسن فیضپوری اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی دونوں (۱۳۴۰ھ) میں فوت ہوئے مولانا احمد
 رضا خاں اور مولانا محمد حسن کی وفات میں صرف دو ماہ کا فاصلہ ہے۔ مولانا محمد حسن مرحوم نے اپنے

رسالہ

الامتناع الزجر عن الاضطجاع بعد رکعتی الفجر

کے آخر میں اپنا عقیدہ ان الفاظ میں لکھا ہے۔

ہر خاص و عام کو واضح ہو کہ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ سجدہ تعظیم اور ادب اور سلام کا غیر خدا کو بھی جائز

۴۔ کیا حضورؐ جب چاہیں کسی غیب کو دور یافت کر لیں؟

۵۔ اپنی اور حاجات میں قبروں سے مراد میں مانگنا صحیح ہے؟

ابھی یہ مسائل اختلافی فاصلے نہ بنے تھے وقت کا انتظار تھا۔ مولانا احمد رضا خاں نے دیوبندیوں سے جو اعتقادی اختلافات قائم کئے وہ ایک نیا محاذ تھا۔ علمائے دیوبند سے فاصلہ قائم کرنے کے لئے مولانا احمد رضا خاں نے پہلے مندرجہ ذیل چار عقیدے تراشے تھے اور یہ چاروں صرف بطور الزامات ان کے ذمہ لگائے۔ یہ واقعات کے مطابق نہ تھے۔

۱۔ علماء دیوبند حضور ﷺ کی ختم نبوت زمانی کو نہیں مانتے وہ صرف آپ کی ختم نبوت مرتبی کے قائل ہیں۔
۲۔ علماء دیوبند کے نزدیک خدا بالفعل جھوٹ بولتا ہے (معاذ اللہ) اس کے لئے مولانا احمد رضا خاں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے نام سے ایک جعلی فتوے تیار کیا جسے وہ کبھی لوگوں کے سامنے نہ لائے۔

۳۔ تیسرا اختلاف انہوں نے یہ نکالا کہ علماء دیوبند کے عقیدہ میں شیطان کا علم (معاذ اللہ) حضور کے علم سے زیادہ وسیع ہے۔

۴۔ چوتھا اختلاف یہ کہ علماء دیوبند کے عقیدہ کے موافق حضور کا علم مبارک (محض) بچوں اور جانین کے علم کا سا ہے (معاذ اللہ)

یہ اپنے چار وضع کردہ اختلافات انہوں نے بڑے آرام سے علمائے دیوبند پر اتار دیئے۔ پہلا الزام حضرت مولانا محمد قاسم پر تراشا، دوسرا مولانا رشید احمد گنگوہی پر لگایا۔ تیسرا الزام مولانا ذلیل احمد صاحب پر اور چوتھا مولانا محمد اشرف علی تھانوی پر، ان کی بعض عبارات کا مطلب بگاڑ کر بڑی صفائی سے ان پر اتارا۔ اس طرح انہوں نے پورے حلقہ دیوبند کو کافر بنایا اب ان کے لئے آسان ہو گیا کہ وہ کسی ایک عالم کی مخالفت میں نہ اٹھیں کل علماء دیوبند کو انہوں نے ایک ہی جست میں کفر کے کنارے پر لا کھڑا کر یا۔ یہ وہ موضوعات تھے۔ جن میں کوئی تاویل نہ کی جاسکتی تھی۔ اور ان عقائد کا حامل اسلام کے پہلے چودہ سو سال میں کسی رعایت کا مستحق نہ سمجھا گیا تھا۔ سو انہوں نے ان کے لئے ایسے الزامات

تراشے جن کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کسی مسلمان کے ہو سکتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں نے اپنے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے ان چار علماء دیوبند کی عبارات اپنے طور پر ترتیب دیں اور ان میں اپنے فرض کردہ معانی اتارے۔ اور ان کا اپنا عربی ترجمہ کیا اور ان عبارات پر حکم کفر حاصل کرنے کے لئے یہ ۱۳۲۳ھ میں حجاز پہنچ گئے انہیں وہاں ان پر حکم کفر حاصل کرنے میں بڑی ناکامی ہوئی۔

اور انہیں وہاں لینے کے دینے پڑ گئے اور وہاں خود ان کے اپنے عقائد زیر بحث آ گئے ہم اس کی تفصیل پیچھے کر آئے ہیں۔ المہند علی المہند نے ان الزامات کو یکسر ختم کر دیا۔

پہلے مولانا احمد رضا خاں خود بھی ان عبارات میں کفر کے قائل نہ تھے

پہلے مولانا احمد رضا خاں کا اپنا نظریہ بھی تھا کہ ان حضرات (علماء دیوبند) کی ان عبارات پر حکم کفر نہیں آتا۔ ورنہ وہ شروع سے ہی ان پر کفر کا حکم کرتے۔ آپ نے انہیں گمراہ تو کہا لیکن کافر نہ کہا۔ آپ لکھتے ہیں:-

میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا۔ ان مقتدیوں یعنی مدعیان جدید کو تو ابھی تک مسلمان ہی مانتا ہوں اگرچہ ان کی بدعت و ضلالت میں شک نہیں۔ اور امام الطائفہ مولانا اسماعیل کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا۔ ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ (سنن السیوح ص ۹۱)

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ عبارات پہلے ان کی اپنی نظر میں بھی ہرگز کفری عبارات نہ تھیں ورنہ آپ ان حضرات کو کبھی اہل لا الہ الا اللہ میں سے نہ سمجھتے۔ جب تک آپ کا رابطہ انگریز حکومت سے گہرا نہ ہوا آپ نے ان عبارات پر حکم کفر نہ لگایا۔ اب جب آپ کو کھلے بندوں پر و برٹش کہا جانے لگا تو آپ نے فتویٰ دیا:-

گنگوہی و تھانوی و نانوتوی و دیوبندی لوگوں کو جو شخص مسلمان سمجھے یا ان کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر ہے۔ (اجلی انوار الرضا ص ۳۲)

رشید اور جو اس کے پیرو ہوں جیسے غلیل احمد اور اشرف علی ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں نہ شک کی مجال

بلکہ جو ان کے کفر میں شک کرے بلکہ کسی طرح کسی حال میں انہیں کافر کہنے میں توقف کرے اس کے کفر میں بھی شبہ نہیں۔ (حسام الحرمین ص ۱۳۱)

ہاں آپ نے مولانا اسماعیل شہید پر کفر کا ٹھوٹی آخر تک نہ دیا اور اس باب میں مولوی فضل رسول بدایونی کے نقش قدم پر نہ چلے آپ کہتے ہیں۔

علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے وھو الجواب وہ یفتی و علیہ الفتوی و ھو المذھب و علیہ الاعتماد و فیہ السلامة و السداد (تمہید ایمان ص ۴۲)

مولانا شہید اور علماء دیوبند میں فرق کرنے کی وجہ

مولانا اسماعیل شہید کی متعدد عبارات پر مولانا احمد رضا خاں نے گرفت کی اور انہیں اللہ اور اس کے رسول کی شان میں گستاخی اور بے ادبی قرار دیا۔ لیکن خاں صاحب کی ان سے معاشرت نہ تھی اس لئے یہاں لزوم اور التزام میں فرق کر لیا گیا۔ اور حکم کفر روک لیا گیا۔ لیکن مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری (۱۳۳۲ھ) سے ان کی معاشرت تھی اس لئے انہیں کسی پہلو سے نہ بخشا گیا اور المعاصرہ اصل المناظرۃ یہاں تک کہ جب مولانا تھانویؒ نے بریلویوں کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے پوری عبارت ہی بدل دی۔ انہیں پھر بھی بخشا نہ گیا جس کا دل چاہے تغیر الحق ان کا مطالعہ کر لے۔ پھر انگریزوں کو اس وقت مولانا اسماعیل شہید سے کوئی ڈر نہ تھا۔ وہ اپنے سفر آخرت پر جا چکے تھے۔ انہیں اب ان علماء دیوبند کے خلاف مستقل خدمات کی ضرورت تھی۔ جو اب ان کے وارث تھے مولانا احمد رضا خاں انہیں مقتدی کہتے پھرتے۔ مولانا احمد رضا خاں تیار اس لئے گئے تھے کہ علماء عرب کو مغالطہ دے کر ان سے حسام الحرمین کی تصدیق لے لیں۔

گو وہ اس میں ناکام ہوئے آپ اس کی تفصیل ملاحظہ کر آئے ہیں وہاں کوئی شخص ان کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہ تھا۔ یہ عقائد کبھی کسی مسلم کے تصور نہیں کئے جاسکتے۔ ہم ان تمام جھوٹے الزامات کی مطالعہ بریلویت کی پہلی جلد میں تردید کر آئے ہیں۔

مفتی مظہر اللہ دہلوی نے بھی عبارات کے دوسرے معنی کرنے کی راہ کھول دی تھی

محدث سہارنپوری نے ائمہ لکھ کر ہر غلط فہمی کو دور کر دیا۔ اور علماء اس طرف متوجہ ہوئے کہ ان عبارات پر ضروری نہیں کہ حکم کفر ہی لگایا جائے۔ وہ شخص جو ان عبارات کے وہ معنی نہ سمجھے جو یہ بریلوی سمجھ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں تو ان پر حکم کفر کیوکر صحیح ہو سکے گا؟ اس پر پروفیسر مسعود احمد صاحب کے والد مفتی مظہر اللہ دہلوی لکھتے ہیں:-

قسام ازل نے اگر کسی کو سمجھ ہی ایسی عطا فرمائی ہو کہ اس کی سمجھ میں کسی عبارت کے ایسے ظاہری معنی نہیں آتے جو موجب کفر ہوں تو ایسے شخص کی دیانت تکفیر نہیں کی جاسکتی کہ وہ ایسے معنی کا قائل نہیں جو موجب تکفیر ہیں۔ (فتاویٰ مظہری ص ۸۷۳)

یہاں مفتی صاحب نے ظاہری معنی کے الفاظ لکھ کر اشارہ کیا ہے کہ ان عبارات کے اور بھی معنی ہو سکتے ہیں اور وہ کئے جاسکتے ہیں۔

مفتی صاحب خود ان عبارات کا کیا معنی سمجھتے تھے؟ اسے ان کے فتاویٰ کے مقدمہ میں دیکھیں۔ پروفیسر مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:-

اہل سنت والجماعہ میں مختلف جماعتیں موجود ہیں مگر حضرت نے (میرے والد صاحب نے) خود کو کبھی کسی جماعت سے وابستہ نہیں فرمایا حضرت کا مسلک تائید حق تھا خواہ وہ کسی جماعت میں ہو یہی وہ معتدل رستہ تھا جس کی وجہ سے ہر مکتب فکر کے لوگ حضرت کی بے انتہاء قدر و منزلت کرتے تھے۔

(عقدہ فتاویٰ مظہری)

یہ سطور بتا رہی ہیں کہ مفتی مظہر اللہ صاحب قطعاً ان عبارات میں مولانا احمد رضا خاں کے ہم خیال نہ تھے ورنہ وہ علمائے دیوبند کو ہرگز اہل سنت میں سے نہ لکھتے۔ مفتی مظہر اللہ صاحب دہلی میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کا وہ اکرام و احترام نہ کرتے جو لوگوں نے ان کو کرتے دیکھا ہے (دیکھئے

1 مطالعہ جلد ۲ ص ۳۷)

2 کیا مفتی مظہر اللہ اچھے بے دین ہو چکے تھے کہ گستاخان رسول کے حضور اکرام و احترام بجالائیں؟

ہرگز نہیں انہیں معلوم تھا کہ ان عبارات کی مرادات ان علماء دیوبند کے ہاں اور ہیں یہ نہیں جو مولانا احمد رضا خاں نے ان کے ظاہری معنی کو اپنی ترتیب دے کر ان سے کشید کی ہیں۔ غالباً وہ بھی المحمد شائع ہونے کے بعد حقیقت حال جان گئے تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے قلم سے المحمد کے خلاف کچھ نہ لکھا۔ یہ کتاب ان کی زندگی میں شائع ہوئی اور آپ اس پر آخر تک خاموش رہے۔

مولانا احمد رضا خاں کا دوسرا محاذ اختلاف

مولانا احمد رضا خاں نے عبارات کے محاذ پر شکست کھانے کے بعد ایک نیا محاذ بنایا محدثین دہلی کے تراجم قرآن پر عصمت انبیاء کے انکار کی تہمت لگائی۔ یہ محاذ انہوں نے کنز الایمان کے نام سے تیار کیا ہم یہاں پہلے کے دو اردو ترجموں کا ذکر کرتے ہیں۔ جن پر مولانا احمد رضا خاں نے عصمت انبیاء کے انکار کے چھینٹے گرائے پھر ہم مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ کنز الایمان سورہ فتح کی پہلی آیت کے حوالے سے ذکر کریں گے۔

۱۔ ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی (۱۳۳۰ھ)

تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔

۲۔ ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی (۱۲۳۳ھ)

تا بخشے واسطے تیرے خدا، جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں سے تیرے اور جو کچھ پیچھے ہوا۔

(نیا ترجمہ) اب پورے ایک سو سال بعد کا یہ نیا ترجمہ ملاحظہ ہو (ترجمہ از مولانا احمد رضا خاں)

تاکہ تمہارے سب گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

بریلویوں کے اس نئے ترجمہ قرآن کنز الایمان پر ہم مطالعہ بریلویت کی دوسری جلد میں کچھ بحث کر آئے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے اس محاذ پر بھی شکست کھائی اور ان کی اپنی جماعت کے مقتدر علماء اس غلط ترجمہ قرآن کے خلاف اٹھے اور انہوں نے فیصلہ دیا کہ لفظ ذنب کی نسبت حضور ﷺ کی طرف کرنے سے عصمت انبیاء ہرگز مجروح نہیں ہوتی اور نہ ذنب کا ترجمہ گناہ کرنے سے (بشرطیکہ یہ واضح کر دیا جائے کہ یہاں گناہ اپنے اصل معنی پر نہیں ہے) عقیدہ عصمت انبیاء پر کوئی حرف آتا ہے

بریلویوں نے اس پر ”مغفرت ذنب“ کے نام سے ایک رسالہ لکھا۔ اور ہم اس پر پوری بحث کر آئے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کی تراجم قرآن کے محاذ پر یہ دوسری شکست تھی۔ اب یوں سمجھئے کہ مولانا احمد رضا خاں نے جن بنیادوں پر بریلویت کو چلانا تھا ان میں سے ان کی ایک ایک کی بنیاد پوست زمین ہو گئی۔ اور خاں صاحب چاروں شانے چت گرے۔

مولانا احمد رضا خاں کو اپنے سفر حجاز کی ناکامی کا بہت غم تھا اور اسی کرب و اندوہ میں ان کا سفر آخرت قریب آ گیا۔ آپ نے اپنی وفات کے وقت محسوس کیا کہ اب دنیا بھر میں ان کا کوئی گروہ نہیں ہے چنانچہ انہوں نے اپنے دین و مذہب کو کندھا دینے کے لئے اپنی کسی جماعت کو مخاطب نہیں کیا اور نہ اسے کوئی وصیت کی کہ تم اسے لازم پکڑنا صرف اپنے بیٹوں کے نام ایک وصیت لکھی کہ شریعت پر ہو تو حتی الامکان عمل کرنا لیکن ان کے دین و مذہب کو ہر فرض سے فرض جانیں آپ ان کے اس وصیت نامہ کے الفاظ پر غور فرمائیں۔

رضا حسنین اور رضا حسنین تم سب محبت و اتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو ہے میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے اللہ توفیق دے والسلام

۲۵ صفر المظفر ۱۳۳۰ھ اور دستخط فقیر احمد رضا خاں غفرلہ بقلم خود

اس وصیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک بریلوی کوئی جماعت نہ تھی اور نہ اس وقت تک یہ کوئی فرقہ بنا تھا۔ ورنہ آپ اپنی اس جماعت کو یہ وصیت فرماتے صرف اپنے بیٹوں کو مخاطب نہ کرتے۔ اس وقت ان کا اپنے بیٹوں کے سوا کوئی نہ تھا اور آپ انگریزوں کی خیر خواہی کا راز اپنے بیٹوں کے سوا اور کس کو بتا سکتے تھے؟ آپ اپنے دونوں محاذوں پر شکست کھا چکے تھے۔ عبارات کے محاذ پر آپ نے حرمین شریفین میں شکست کھائی آپ کا دوسرا محاذ کنتز الایمان سے بنا اس میں بھی آپ کا مقابلہ صرف علماء دیوبند سے نہ تھا محدثین دہلی سے تھا جنہوں نے پہلے اردو ترجمے کئے تھے اس لئے آپ اس محاذ پر بھی کامیاب نہ ہو سکے مسلمانان ہند حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی

(۱۲۳۰ھ) اور حضرت شاہ فریح الدین (۱۲۳۳ھ) کے ترجموں سے اپنا اعتماد بنانے کو تیار نہ تھے۔ مولانا احمد رضا خاں پر خود بھی مولانا اسماعیل شہید کی عبقریت کا اقرار کیا تھا کہ آپ نے ان کی تکفیر میں مولانا فضل رسول بدایونی کا ساتھ نہ دیا۔ اور کھل کر کہا علماء و قسم کے ہیں (۱) علما محتاطین اور (۲) غیر محتاطین۔ آپ نے لکھا۔ علما محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے و هو الجواب و بہ یفتی و علیہ الفتوی و هو المذهب و علیہ الاعتماد و فیہ السلامة و السداد یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت ہے (تمہید الایمان ص ۴۲ طبع ۱۳۴۶)

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو بریلوی علماء مولانا اسماعیل شہید کو کافر کہتے ہیں یا گستاخ رسول کہتے ہیں۔ وہ غیر محتاطین میں سے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کے بیٹوں نے کنز الایمان پر مولانا احمد رضا خاں کے بچے کچھ معتقدین کو جمع کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ مولانا احمد رضا خاں کا ان پہلے ترجموں سے اختلاف زیادہ تر سورہ الفتح کی پہلی آیت پر تھا ہم اس پر پہلے بحث کر آئے ہیں یہاں پھر اسے اجمالاً ذہن میں لے آئیں۔

۱۔ ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی

تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔

۲۔ ترجمہ حضرت شاہ فریح الدین محدث دہلوی

تا کہ بخشے واسطے تیرے خدا جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں سے تیرے سے اور جو کچھ پیچھے ہوا اب ایک

۳۔ صدی بعد کا مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ ملاحظہ ہو

تا کہ تمہارے سب سے گناہ بخشے تمہارے۔ ہانگوں کے اور تمہارے کچھلوں کے۔

جہیز مسلمانان ہند یہ ماننے کو تیار نہ تھے کہ ہندوستان میں مسلم نامہ مسلسل ان غلطہ ترجموں میں چٹکاری ہو اور صحیح ترجمہ پوری ایک صدی بعد وجود میں آیا ہو۔ حضور کی امت ایک پوری صدی اُچی کلی گمراہی پر کیسے جمع ہو سکتی ہے؟ وقت ناپنے کا سب سے بڑا پیمانہ صدی ہے امت محمدیہ پورے سو سال تک اس

گمراہی پر جمع رہی ہو یہ بات باور کرنے کے لائق نہیں۔

حاصل کلام یہ کہ مولانا احمد رضا خاں نے جس طرح عبارات کے محاذ پر حرمین میں شکست کھائی تھی کنز الایمان کے محاذ پر بھی ان کے پیرو ایک ایک کر کے ان سے چھوٹے چلے گئے۔

بریلویت اپنے تیسرے دور میں

اب بریلویوں کے اس دور کے علماء مجبور ہوئے کہ پھر انہیں عقائد کو لوٹیں جنہیں مولانا احمد رضا خاں غیر اختلافی قرار دے کر اپنے جھوٹے الزامات پر لوٹ آئے تھے۔ حسام الحرمین میں انہوں نے کہیں نور و بشر اور حاضر و ناظر کے مسائل موضوع سخن نہ بنائے تھے۔ بریلویت کے اس تیسرے دور میں ان علماء نے ان عقائد ختمہ کو اپنا محاذ بنایا جن سے مولانا احمد رضا خاں یکسر نکل چکے تھے۔

عبارات کے مسئلہ میں مولانا احمد رضا خاں اب اپنے پہلے موقف پر نہ تھے علماء دیوبند کی طرف سے جب المہند میں ان کے سارے الزامات کا جواب آگیا تو آپ نے ہندوستان میں ان عبارات کو کبھی نہ اٹھایا ہمیشہ کی چپ سادھ لی اور المہند کے خلاف کچھ نہ لکھا۔

دل کے حالات کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ جانتے ہیں۔ مولانا غلیل احمد خاں برکاتی بدایونی مولانا احمد رضا خاں کے خاص احباب میں سے تھے آپ بیان کرتے ہیں۔ کہ جب علمائے دیوبند نے صریحاً ان عقائد سے بیزاری کا اظہار کیا جو مولانا احمد رضا خاں نے ان کے ذمہ لگائے تھے۔ اور علمائے دیوبند کے عقائد کی کتاب المہند چھپ گئی تو مولانا احمد رضا خاں نے بھی اس پر خاموشی اختیار کر لی۔ اور اس کے بعد علمائے دیوبند کے خلاف کچھ نہ لکھا۔ اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ المہند نے دیوبندی بریلوی اختلافات کی تاریخ میں ایک تاریخ ساز فیصلہ کیا اور اختلافات کو نپٹنے میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ مگر افسوس کہ دوسرے بریلوی علماء اس پر اپنی کشتی چھوڑنے کرنے کیلئے تیار نہ ہوئے۔ اور اہل سنت پھر سے جمع ہوتے ہوئے رہ گئے۔ اس پر احمد رضا خاں کے سابق رفیق مولانا غلیل احمد خاں بدایونی برکاتی نے انہیں چیخ دیا۔ آپ لکھتے ہیں:-

پھر فقیر نے سوال کیا کہ علمائے دیوبند نے جب صریحاً انکار اور اس مضمون خبیث سے تبری و تہاشا

کردی اور اس عبارت کا مطلب بھی بتا دیا اس کے بعد فاضل بریلوی کی کوئی تحریر جو خاص انہی کی ہو جس میں انہوں نے ان کے انکار اور تبری و تمناشی کے علم کا اقرار کرتے ہوئے پھر بھی ان کے لئے حکم کفر و ارتداد باقی رہنے کو بیان کیا ہو تو دکھائیے۔ (تخصیص الحمیر فی احکام التفسیر ص ۵۰ طبع بدایوں)

تاریخ گواہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند کا کوئی بریلوی عالم اس کے جواب میں مولانا احمد رضا خاں کی کوئی تحریر نہ لاسکا جو مولانا احمد رضا خاں کی زندگی میں ہندوستان کے کسی گوشے میں معروف ہوئی ہو۔ پھر مولانا غلیل احمد خان نے مولانا نعیم الدین مراد آبادی، مولانا حشمت علی خاں، مولانا رحم الہی، مولانا امجد علی، مولانا سردار احمد لانگو، ری کو علیحدہ علیحدہ خطوط بھی لکھے مگر ان میں سے کسی کو توفیق نہ ہوئی کہ مولانا احمد رضا خاں کے اس نیک کردار کا کہیں خفیف سا اقرار بھی کر لے۔ کہ انہوں نے المہند کے شائع ہونے کے بعد علماء دیوبند کے صحیح العقیدہ ہونے کا اقرار کر لیا تھا۔

مولانا غلیل احمد خان برکاتی کے جواب میں بریلویوں نے مولوی مصطفیٰ رضا خاں کا رسالہ وقعات انسان پیش کیا۔ اس پر مولانا غلیل احمد خاں نے کہا۔

میری شرط کے مطابق یہ رسالہ نہیں کیونکہ میری شرط تو یہ ہے کہ فاضل بریلوی کی ہی تصنیف ہو۔ کیونکہ کفر کا فتویٰ دینے والے وہ ہی تو ہیں۔ یہ رسالہ تو مولوی مصطفیٰ رضا خاں کا لکھا ہوا ہے۔ (ایضاً)

وقعات انسان میں بھی کہیں یہ تصریح نہیں کہ علمائے دیوبند نے جو صریحاً ان کفری معنی کا انکار کیا ہے۔ اس کے باوجود ہم ان پر حکم کفر کو باقی رکھتے ہیں احمد رضا خاں کے بیٹوں میں سے بھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ علمائے دیوبند کے اس انکار کے باوجود ان پر حکم کفر کرنا ضروری ہے۔ رسالہ وقعات انسان چند نقش باتوں کے سوا اور کچھ نہیں معلوم ہوتا ہے۔ بریلویت کی اساس اب ان کے ہاں بھی عبارات پر نہ رہی۔ علماء دیوبند اپنا عقیدہ صریح الفاظ میں بیان کر کے بری الذمہ ہو چکے۔ اب ان نہ ماننے والوں کا موقف صرف اپنی ضد کو قائم رکھنا ہے۔ اور ان کے خلاف نفرت و ٹھہر رکھنے کے لئے انہیں نقش گالیاں دینا ہے۔ خصوصاً رحمۃ اللہ علیہ نے بالکل صحیح فرمایا کہ منافق کی علامت یہ ہے کہ اختلاف کے وقت بدزبانی پر اتر آتا ہے۔ اور بریلویوں کا رسالہ وقعات انسان اس پر شاہ ہے۔ مولانا احمد رضا

خان کے ساتھی مولانا خلیل احمد برکاتی علماء دیوبند کے اس انکار کے بعد بریلویوں کے ساتھ نہ چل سکے۔ انہوں نے اپنے آپ کو ان سے علیحدہ کر لیا۔ اس پر انہوں نے ان پر تجدیلی مذہب کی تہمت لگائی۔ آپ نے فرمایا:-

یہ کذب اور دروغ بیانی ہے کہ مولوی خلیل احمد نے مذہب بدل لیا ہے۔ نعوذ باللہ..... میں محمد اللہ مسلمان اہل السنۃ والجماعۃ حنفی المذہب ہوں جیسے پہلے تھا۔ ویسے ہی ہوں۔ (انکشاف حق (ص ۵۳) اور پھر یہ بھی لکھا:-

فاضل بریلوی اپنے دور کے ایک معروف عالم تھے لیکن اس کے یہ معنی تو نہیں کہ وہ بشر نہ تھے۔ فرشتے تھے یا نبی اور رسول، پھر ان کی انفرادی رائے کیسے قطعی اور یقینی ہو گئی۔ (ایضاً)

یہ پوری عبارت مطابقت بریویت جلد اس ۳۳۱ طبع اول پر ملاحظہ فرمائیں۔ ہم یہاں صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ علمائے دیوبند کے ان کفری ملازمت کے انکار سے یہ اختلاف یکسر دب گیا تھا۔ اب یہ بات تحقیق کے لائق ہے۔ کہ پھر اتنے سال کے بعد بریلویوں کی اس باسی کڑھی میں کیوں ابال آ گیا۔ پروفیسر مسعود احمد صاحب نے ”فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں“ لکھ کر بریلویت کو عرب علماء سے جوڑنے کی انتہائی ناکام کوشش کی ہے اب تک عرب علماء نے بریلویت کو کسی درجے میں قبول نہیں کیا مولانا احمد رضا خاں کی اپنے سفر حجاز میں سب سے بڑی کامیابی یہی رہی کہ وہ گرفتاری سے بچ سکے اور اس کا ان پر نفسیاتی اثر کئی سال تک رہا۔ وہ علمائے دیوبند کے انکار پر ان کے خلاف نہ نکل سکے انہوں نے اپنے سفر حجاز کو پھر ۱۳۳۸ھ میں ایک نئی صورت دی جب انہوں نے اپنے ملفوظات ترتیب دیئے۔ ۱۳۳۸ھ میں انہوں نے وہ جعلی خط شائع کیا جس کے بارے میں انہوں نے دعویٰ کیا کہ یہ ان کے سفر حجاز کے اس دور کا ہے ہم اس خط پر پیچھے تفصیلی بحث کرتے ہیں۔ لیکن ہم اس حقیقت سے بھی غصہ بصر نہیں کر سکتے کہ مولانا احمد رضا خاں کے ملفوظات ان کے بیٹوں کے ترتیب دیئے ہوئے ہیں یہ کوئی ان کی اپنی تصنیف نہیں کہ ان کی اساس پر دعویٰ کیا جاسکے کہ مولانا احمد رضا خاں نے المہند کو دل سے تسلیم نہ کیا تھا۔ تاہم یہ بات بھی کہی جاسکتی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں

نے گمان کر لیا ہوگا کہ اب لوگ اصل صورت حال کو بھول چکے ہونگے۔ اور اپنے بارے میں یہ بات کہہ دی کہ میری یادداشت کمزور ہے تاکہ ان کی اس نئی غلط بیانی پر پردہ پڑا رہے۔ اس وقت کوئی ایسا ساتھی بھی نہ تھا جو واقعات کو لکھ لیتا۔ یہ عذر محض اس لئے تیار کیا گیا کہ لوگ ان کی غلط باتوں پر کچھ بات نہ اٹھا سکیں۔ اپنی چابک دستی کے لئے انہوں نے مفتی صالح کمال کے نام سے یہ ایک جعلی خط بنایا مگر افسوس کہ تاریخ روشن میں وہ جعلی ثابت ہوا اور بنوڑ آپ کی جماعت کا کوئی شخص عرب میں آپ کی کوئی حقیقی پندیرائی اور منزلت ثابت نہیں کر سکا۔ ورنہ بریلوی علماء اب تک اس فتویٰ پر متفق نہ رہتے کہ مکہ و مدینہ کے اماموں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی یہ اب تک اپنے پیروؤں کو یہی پیغام دیتے ہیں کہ تم حج پر جاؤ تو ان اماموں کے پیچھے نماز نہ پڑھو ہو سکے تو اپنی جماعت علیحدہ کرالو۔ مولانا محمد عمر اجمہری وہاں علیحدہ جماعت کراتے صرف پچیس ۲۵ آدمی ان کے ساتھ ہوتے تھے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مکہ و مدینہ میں بریلویت کو کبھی کوئی رسائی نہ ملی تھی۔ (دیکھئے مقیاس حقیقت)

کاش کہ پروفیسر مسعود احمد صاحب "فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" نہ لکھتے اور بریلویت کے اس پہلو سے ہمیں پردہ اٹھانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

نہ تم طعنے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے نہ کھلتے راز سر بستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں ہم مطالعہ کی جلد پنجم میں بریلویوں کے نئے ترتیب یافتہ عقائد خمسہ پوری تفصیل سے بحث کرتے ہیں۔ نامناسب نہ ہوگا کہ اب ہم عقائد میں بریلویوں کا یہ نیا موقف پھر سے آپ کے سامنے لے آئیں۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ خوش نصیب بریلوی پھر سے مولانا احمد رضا خاں کے ان عقائد پر آجائیں۔ جو ہم آگے نقل کریں گے۔

بریلویوں کا ایک وفد سردار عبدالرب نشتر کے پاس

مولانا عبدالحامد بدایونی کی قیادت میں بریلویوں کا ایک وفد سردار صاحب سے ملا اور شکایت کی کہ پاکستان میں ہر سرکاری سطح پر دیوبندی علماء اعتماد میں لئے گئے ہیں بریلویوں کو کسی جگہ کوئی پندیرائی نہیں دی گئی۔ کیا پاکستان میں ہمارا کوئی حق نہیں؟ سردار صاحب نے جواب دیا۔ مولانا یہ حقوق کا

مسئلہ نہیں، اہلیت اور علمی صلاحیت کا مسئلہ ہے جہاں بھی یہ پائی جائے ہم اس کے ضرورت مند ہوں گے۔ ہم نے یہ ملک فرقہ وارانہ تقسیم کے لئے نہیں بنایا اسلام ایک ہے اور ہم نے اس میں کسی فرقہ بندی کو راہ نہیں دی۔ ہاں علماء دیوبند پاکستان کی سرکاری خدمات میں کوئی غلط کام کریں تو آپ ضرور اس کی اطلاع سے ہماری اصلاح فرمائیں۔ مگر فرقہ بندی کے نام پر ایک قوم کو تقسیم نہ کریں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم سب ایک ہو کر رہیں۔

سردار صاحب نے فرمایا۔ ہندوستان میں دو بڑے عالم نظریہ پاکستان کے خلاف تھے۔ (۱) مولانا ابوالکلام آزاد (۲) مولانا حسین احمد مدنی۔ اب پاکستان کی حمایت کے لئے ہمیں کسی ایسے عالم کی ضرورت تھی جو عام شہرت میں ان کے ہم پلہ ہوں ظاہر ہے کہ اس کیلئے پورے ہندوستان میں کوئی بڑا عالم مولانا شبیر احمد عثمانی کے پایہ کا نہ تھا۔ پاکستان کو یہ حمایت دیوبند سے حاصل ہوئی۔ پھر پاکستان کے اسلامی دستور کی ترتیب کے لئے علامہ سید سلیمان ندوی اور مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کے برابر کیا آپ کسی اپنے عالم کا نام لے سکتے ہیں؟ ریڈیو کے درس قرآن میں مولانا احتشام الحق تھانوی جیسا کوئی بحر البیان خطیب آپ کے پاس ہے؟

مولانا عبدالحمید بدایونی خاموش ہو گئے۔ پھر سردار صاحب نے کہا آپ حضرات کو بھی ہم نظر انداز نہیں کرتے۔ جب کبھی کسی رجسٹری کی وفات ہوتی ہے تو کیا آپ کو ختم کہنے کے لئے نہیں بلایا جاتا؟ ہر طبقہ کسی نہ کسی لاکن کا اسپیشلسٹ ہوتا ہے۔ تیسرے دسویں اور چہلم کے ختموں پر صرف آپ ہی ہماری حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ مولانا عبدالحمید اس پر بہت جھنجھلائے اور کہا کیا ہم صرف قل اعوذ بے ہیں کہ ہمیں صرف اسی کام کے لئے بلایا جاتا ہے۔

بریلوی علماء اپنے تیسرے دور میں

پاکستان بننے کے بعد۔ لوگ اپنے عقائد میں پھر اپنے تیسرے دور پر لوٹ آئے البتہ مولانا عبدالغنی کوکب، مولانا محمد حسین نعیمی، مولانا عبدالقیوم ہزاروی اور پیر کرم شاہ بھیروی کچھ اعتدال پر رہے۔ لیکن اب بریلویت کا میدان ان کے ہاتھ میں نہ تھا۔ مفتی احمد یار مہجراتی، مولانا سردار احمد لاکھپوری،

اور مولانا محمد عمر چمرودی اور مولوی غلام علی اوکاڑوی کے ہاتھ میں تھا۔ صرف تدریس کی مسند مولانا احمد سعید کاشمی کے پاس تھی اور وہ علماء دیوبند سے کٹ کر نہ رہے بہاولپور میں دیوبندی علماء کے ساتھ مل گئے۔ اب انتظار تھا کہ بریلوی اعتدال پسند لوگوں میں سے اب کون اس مہر سکوت کو توڑتا ہے۔

مولانا عبدالنبی کوکب نے سکوت توڑا

مولانا عبدالنبی کوکب (۱۳۹۷ھ) نے جرأت اور ہمت سے کام لیا کہ مولانا احمد رضا خاں کی عقیدت رکھنے کے باوجود ان کے سخت اور تلخ لہجے کی ان الفاظ میں شکایت کی۔

زیادہ سے زیادہ بات مولانا کے خلاف یہ کہی جاسکتی ہے کہ انہوں نے علماء دیوبند سے اظہار اختلاف کے لئے نہایت سخت اور تلخ لہجہ اختیار کیا انہوں نے مدرسہ دیوبند کے جید اساطین علم کی بعض عبارات کو کفریہ قرار دیا اور اس فتوے میں انہوں نے اس شرعی احتیاط اور مراعات کو ملحوظ نہ رکھا جو ایسے نازک موقع پر ملحوظ رکھنی ناگزیر ہوتی ہیں۔ (مقالات یوم رضا ص ۲۰ طبع اول جون ۱۹۶۸ء)

ہم اس وقت اس بحث میں نہیں جانا چاہتے کہ مولانا عبدالنبی کوکب جو نئے تقاضوں میں اصلاح حال چاہتے تھے ان پر بریلوی عوام کیسے برے اور وہ اپنے عوام کی تاب نہ لا کر یہ مضمون بدلنے پر مجبور ہوئے اس وقت ہمیں صرف اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ سنجیدہ بریلوی علماء نے اس وقت محسوس کر لیا تھا کہ حالات کے نئے دھارے میں ہم مولانا احمد رضا خاں کے تیز فتوؤں کو ساتھ لے کر دیر تک نہ چل سکیں گے پاکستان میں ایک قوم کے طور پر رہنے کے لئے یہ آپس کا اتحاد بہت ضروری ہو گیا تھا۔

اس کے بعد آغا شورش کاشمیری (۱۹۵۰ھ) کا قلم بریلویوں کے خلاف چلا۔ آغا صاحب اس موضوع پر اس عنوان سے لکھتے گئے، ”چل میرے خادم بسم اللہ“۔ آپ نے چٹان میں مناظرہ کے لئے اپنے تین نمائندے مقرر کئے۔ (۱) خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادی (۲) راقم الحروف علامہ محمود غفرلہ (۳) مولانا حافظ محمد عبداللہ روپڑی۔

مگر محمد عمر چمرودی اور ان کے کسی ساتھی کو سامنے آنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس کے بعد مطالعہ بریلویت نے ان مضمون کے سنجیدہ لوگوں کی علمی رہنمائی کی اور اس سے ان کے جہالت کے نشہ کو توڑا۔ مطالعہ

بریلویت کا زیادہ موضوع ان کے عقائد و مسائل نہیں۔ مولانا احمد رضا کی ذات گرامی رہی۔ یہ کتاب رو بریلویت نہیں۔ مطالعہ بریلویت ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ بریلوی حضرات جنہوں نے اس پوری کتاب کا غیر جانبدارانہ تنقیدی مطالعہ کیا اور وہ حقیقت حال تک پہنچ گئے اور ان کی فکری راہیں بدل گئیں۔

ہم نے چھٹی جلد کے آخر میں مسجدوں میں اس نئے انداز کی نعت خوانی کی مجالس کے خلاف احتجاج کیا تھا اور قوم کو خوش آوازی کے رسیا بنانے پر کچھ تنقید کی تھی اور اندیشہ ظاہر کیا تھا کہ اس سے اللہ کے گھروں میں سنجیدہ علمی مجالس نہ کی جاسکیں گی، مسجدیں اس لئے بنی ہیں کہ ان میں اللہ کا نام اونچا کیا جائے۔

مسجدیں اصولاً عبادت اور علمی مجالس کے لئے ہیں

ہم مسجدوں میں نعت خوانی کے خلاف نہیں لیکن نعتیں وہاں علمی مجالس کے ضمن میں ہونی چاہئیں نہ کہ پورا وقت اور پوری مسجدیں انہی محافل کی رونق میں رہے۔ الحمد للہ کہ ہماری یہ اپیل صدا صحرانہ رہی۔ دارالعلوم فریدیہ بصیر پور کے ماہنامہ نور الحلیب نے ہمارے اس موضوع کی حمایت میں ایک مضمون اس عنوان سے لکھا۔

محافل نعت..... یا سنجیدہ علمی مجالس کے خلاف سازشیں

یہ ہو بہو ہی بات ہے جو ہم نے کبھی تھی الحمد للہ مطالعہ بریلویت کی یہ اپیل بہت مفید رہی۔ یہ مطالعہ بریلویت کے مقاصد حسنہ میں سے ایک اہم مقصد کی روشن تکمیل ہے۔

نامناسب نہ ہو گا کہ ماہنامہ نور الحلیب بصیر پور کے مئی ۲۰۰۱ء سے وہ پورا مضمون یہاں ہدیہ ناظرین کر دیں حق کی صدا چدر سے بھی اٹھے لائق داد ہے۔ بریلویوں میں یہ جو محافل نعت کی راہ چل نکل ہے اس پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

محافل نعت..... یا سنجیدہ علمی مجالس کے خلاف سازش؟

علامہ نور احمد شاہ تاج

کچھ عرصہ سے اہل سنت کے ایک مخصوص حلقہ میں محافل نعت کے انعقاد پر بڑا زور دیا جا رہا ہے اور زور کثیر صرف کر کے بڑے بڑے شہروں کی بڑی شاہراہوں پر محافل نعت سجانے کا رواج بڑھ چکا ہے اور

ہے۔ سرورِ دو عالم ﷺ کی نعت سننے اور نعت کہنے سے کسے اختلاف و انکار ہو سکتا ہے، مگر جب کوئی عملِ حدِ اعتدال سے تجاوز کرنے لگے تو قوم کے دماغوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اس پر بنیدگی سے غور کریں، سوچیں اور فیصلہ کریں کہ اعتدال کی حد عبور کرنے کے اس عمل کے پیچھے کیا کوئی خفیہ سازش تو کام نہیں کر رہی؟

اہل سنت کا جو طبقہ محافلِ نعت کے اس سچ پر انعقاد کا پر جوش حامی ہے، غور کیا جائے، ٹھنڈے دل سے سوچا جائے اور جذباتیت کا شکار ہونے سے خود کو بچاتے ہوئے تامل سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ جبلا پر مشتمل ہے۔ علماء نے کبھی بھی اس طرح کی محافلِ نعت و مولود کو نہیں سراہا کہ پوری قوم محافل و عطا کو بھلا کر پوری طرح نعت خوانی میں جت جائے۔ ایسی مثال نہ حقہ میں کے دور سے پیش کی جاسکتی ہے اور نہ متاخرین کے دور سے۔ حالانکہ ہر دو ادوار میں ممتاز نعت گو علماء و شعراء موجود رہے ہیں۔ اور تو اور شاعری میں صنفِ نعت کو حیاتِ نو عطا کرنے والی برصغیر کی ممتاز علمی شخصیت، اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی نے بھی اپنے دور میں محافلِ نعت کو حدِ اعتدال میں رکھا اور عوام کو عظم و عمل ہی کی طرف راغب کیا۔ آپ کی سوانحِ حیات کے اوراق پر نظر ڈالی جائے تو آپ کہیں بھی محافلِ نعت میں تمام رات یا گھنٹوں بیٹھے دکھائی نہیں دیتے۔ ہاں وعظ و تذکیر اور فقہِ فادوی کے کام میں آپ کے شب و روز ضرور بسر ہوتے نظر آتے ہیں۔

اہل سنت کا یہ طبقہ جو محافلِ نعت کی سرپرستی کرتا نظر آتا ہے۔ بظاہر بڑا جوش و ناکام کر رہا ہے مگر سوچئے اس کی اس جدوجہد سے عام سنی شخص کی معلومات میں دین کے حوالہ سے کسی قسم کی معلومات کا اضافہ ہو رہا ہے؟ اس وقت پاکستان میں آباد مسلمانوں میں دین کے فہم کے اعتبار سے اگر کوئی کمزور ترین طبقہ ہے تو وہ یہی ہے، جسے محافلِ نعت میں لگا کر دین سے حریص و در کیا جا رہا ہے۔ ہر فرقے اور ہر طبقے کے قائدین اپنے افراد کی دینِ حق کے سلسلہ میں منظم منصوبہ سازی کر کے ایسی محافل، دروس، سیمینارز، تربیتی کیمپس اور تربیتی ورکشاپس کا اہتمام کرتے ہیں، جن میں ان کی دینی تربیت کی جاتی ہے، انہیں دین کا عقیق مطالعہ کرایا جاتا ہے۔ اور مختلف کورسز کے ذریعہ نوجوانوں کو لادینی عناصر سے گنتلو کر کے

انہیں قائل کرنے کے قابل اور فریق مخالف پر برتری کے لائق بتایا جاتا ہے، مگر ہم صرف نعش اور قوالیاں سنا کر عشق رسول اور محبت مصطفیٰ اجاگر کرنے کا فریضہ انجام دیتے ہیں اور وہ بھی اجاگر نہیں ہو پاتی۔ اس لئے کہ حب مصطفیٰ اور عشق رسول کا تقاضا یہ ہے کہ قول و فعل کا تضاد دور ہو، عادات و اطوار بدلیں، اخلاقی جرأت پیدا ہو، بد عنوانی ختم ہو، برائی قریب نہ چھکنے پائے، تقویٰ کا غلبہ اور زہد کا ملکہ ہو، معاشرہ اعلیٰ انسانی قدروں کا گہوارہ بن جائے، مگر کیا سواد اعظم کی دعوے دار، ان پڑھ سی اکثریت نے یہ تمام اعلیٰ قدریں اپنے اندر پیدا کر لی ہیں؟ اگر ایسا ہے تو اس ملک کو اس اکثریت کے اس اخلاقی انقلاب کا عملی نمونہ ہونا چاہئے۔ جب کہ حقیقی صورت حال یہ ہے کہ ہر شخص کرب میں مبتلا اور ہر فرد معاشرہ کا ستم رسیدہ انسان نظر آتا ہے۔ ایسے حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ سنی قیادت مل، بیٹھ کر اپنی قوم کی علمی بے بضاعتی اور فکری کم مائیگی کو دور کرنے کی تدبیر کرے اور محافل نعت کے عظیم اجتماعات کو جس قدر جلد ممکن ہو ”محافل فکر و تذکیر“ میں بدلنے کی سعی کرے، ورنہ اگر کچھ عرصہ مزید عوام کو اس جاہل ٹولے کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا، جسے محفل نعت کا اسٹیج خوب راس آتا ہے، تو پھر ان کو علم و فہم دین کی مجالس کی طرف پلٹنا اور اپنے اسلاف و اکابر کے نیچ پر چلنا کسی کے بس میں نہ رہے گا۔

اس بریلوی مضمون نگار نے اپنے علماء کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ اپنے جاہل ٹولے کے نعروں سے وہ ہرگز کسی مخالفے کا شکار نہ ہوں۔ اور کھلے طور پر اعتراف کیا ہے کہ ہمارے پڑے میں ان پڑھ سی اکثریت کے سوا کچھ نہیں۔

ان کے یار رسول اللہ کے نعروں بھی ان کی دلی محبت رسالت کے ترجمان نہیں مولانا غلام علی اوکاڑوی نے اپنے علماء کی ایک مجلس میں کہا لوگ محض دکھاوے کے لئے یار رسول اللہ کا نعرہ لگاتے ہیں۔ اس کا کچھ فائدہ نہیں (محدث کرم ص ۱۲۸)

مطالعہ بریلویت کے گہرے اثرات میں سے ایک یہ ہے کہ بریلوی علماء کی ایک بڑی جماعت نے کفر الایمان کے ایک غلط ترجمہ سے علی الاعلان لا تعلقی کا اظہار کیا ہے۔

ہم نے ۱۹۸۵ء میں مطالعہ بریلویت کی دوسری جلد میں کنز الایمان اور ترجمہ قرآن کی کچھ غلطیوں کی نشاندہی کی تھی۔ ان میں سورۃ الفتح پارہ ۲۶ کی پہلی آیت کا ترجمہ بھی تھا۔ ہم نے اس میں مولانا احمد رضا خاں کے والد کو بھی اپنے گواہوں میں پیش کیا تھا الحمد للہ کہ اس سے بھی بریلویوں کے سنجیدہ علماء نے اچھا اثر لیا اور انہوں نے کھلے بندوں کنز الایمان کے اس نئے ترجمہ سے رجوع کیا اس کی تفصیل ہم پہلے کہیں دے آئے ہیں۔ مطالعہ بریلویت کی اس عظیم کامیابی پر ہم اللہ رب العزت کے حضور جتنا بھی شکر کریں کم ہے۔

بریلویت اپنے چوتھے دور میں

عقائد خمسہ بریلویت کے پہلے دور میں

بریلویوں نے اپنے چوتھے دور میں عقائد خمسہ مرتب کئے آج کل بریلوی انہی عقائد کو اپنا دین و ایمان سمجھتے ہیں تاہم یہ جاننا ضروری ہے کہ بریلویت کے پہلے دور میں یہ ہرگز ان کے امتیازی عقائد نہ تھے۔ مولانا احمد رضا خاں کی زندگی میں ان کے حلقوں میں یہ مسائل کس طرح سمجھے گئے ان کا خالی الذہن ہو کر مختصر مطالعہ کیجئے آپ اس یقین پر پہنچیں گے کہ ان دنوں دونوں اہل سنت کے اعتبار سے ایک ہی جماعت تھے ابھی دیوبندی بریلوی کی اعتقادی تقسیم نہ ہوئی تھی۔

۱۔ مسئلہ بشریت

اجماع اہل سنت ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہیں جو دوسرے کو معصوم جانے، اہل سنت سے خارج ہے۔ (دوام العیش ص ۷ مصنفہ مولانا امام رضا خاں)

اس سے پتہ چلا کہ ان دنوں بشریت انبیاء اہل سنت کا اجتماعی عقیدہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے خلق کی ہدایت کے لئے جن پاک بندوں کو اپنے احکام پہنچانے کے واسطے بھیجا ان کو نبی کہتے ہیں۔ انبیاء وہ بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے۔ (کتاب العقائد ص ۴ مطبوعہ لاہور اڈیشن اول مصنفہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی)

انبیاء سب بشر تھے اور مرد۔ نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت۔ (بہار شریعت جلد ۱ ص ۹ مصنفہ مولانا امجد علی)

۲۔ مسئلہ حاضر و ناظر

مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ اجل مولانا دیدار علی صاحب (۵) لکھتے ہیں:-
لفظ حاضر و ناظر سے اگر حضور و نظور بالذات مثل حضور و نظور باری تعالیٰ ہر وقت و ہر لحظہ مراد ہے۔ تو یہ عقیدہ غلط اور مفسی الہی شرک ہے، اُلا اہل اسلام میں یہ عقیدہ کسی جاہل و اجمل کا بھی نہ ہوگا۔
(رسول الکلام فی بیان المولد والقیام ص ۱۰۵)

مولانا عبدالمسیح راجپوری بھی لکھتے ہیں:-
اصحاب محفل میلاد تو زمیں کی تمام جگہوں پاک و ناپاک، مجالس مذہبی و غیر مذہبی میں حاضر ہوتا رسول اللہ ﷺ کا نہیں دعوے کرتے۔ (انوار ساطعہ ص ۵۳)

۳۔ مسئلہ علم غیب

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:-
ہم نہ علم الہی سے مساوات مائیں نہ غیر کیلئے علم بالذات جائیں اور عطاء الہی سے بھی بعض علمی ملنا مانتے ہیں۔ نہ کہ جمع..... اس سے بڑھ کر جس امر کا اعتقاد کوئی میری طرف منسوب کرے مفسری کذاب ہے اور اللہ کے ہاں اس کا حساب ہے (خالص الاعتقاد ص ۲۳ مطبوعہ بریلی تالیف مولانا احمد رضا خاں)
علم غیب کثیر وافر کا اقرار کرے صرف احاطہ جمع ماکان و مایکون میں کلام کرے اور اس میں بھی ادب و حرمت ملحوظ رکھے تو گمراہ نہیں صرف خطا پر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۳ ص ۳۳۶)

۴۔ مسئلہ عقار کل

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبولوں کو اتنی طاقت بخشی ہے کہ جس امر کی طرف متوجہ ہو جائیں اللہ وہ کام کر دیتا ہے۔ لیکن یہ ٹھیک نہیں کہ جس وقت چاہیں اور جو کچھ چاہیں ہو جائے۔ کیونکہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے چچا ابوطالب کے واسطے بھی چاہتے تھے۔ کہ وہ اسلام لادیں اور ظہور میں ایسا نہ آیا۔ جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جب نبی کو کلہا اختیار نہیں تو دلی کو کس طرح ہو۔ یہ تب ہو کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی یا دلی کو سب اختیار دے کر آپ معطل ہو بیٹھے۔ اور یہ بالکل برخلاف عقیدہ

اسلام ہے۔ (مکتوبات طبیات ص ۱۴۷ اور ہار گولڈ شریف)

۵۔ عورتوں کی قبروں پر حاضری

قبروں پر جا کر اپنی حاجتیں مانگنا اور مصائب و تکالیف کے وقت قبروں والوں کو پکارنا کیسا ہے؟ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں عورتوں کو حضرات اولیاء اور مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے (احکام شریعت ص ۱۵۵)

جب وہ کسی مزار پر یا عرس پر جانے کا ارادہ کرتی ہے تو اس پر کیا گزرتی ہے۔ اے مولانا احمد رضا خاں کے ان الفاظ میں ملاحظہ کریں:-

خبردار جب وہ جانے کا ارادہ کرتی ہے اللہ اور فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔ اور جب گھر سے چلتی ہے سب طرف سے شیطان اسے گھر لیتے ہیں اور جب قبر پر آتی ہے میت کی روح اسے لعنت کرتی ہے اور جب چلتی ہے اللہ کی لعنت اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ (فتاویٰ افریقہ ص ۸۲)

جس وقت گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملکہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔ سوائے روضہ رسول کے اور کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں۔ (ملفوظات مولانا احمد رضا حصہ ۲ ص ۱۱۰)

اس صورت حال سے پتہ چلتا ہے کہ ان دونوں اہل سنت کے دونوں مطلقوں میں ان مسائل پر کوئی بڑے امتیازی فاصلے نہ تھے۔ رہے فردغ تو آج جو مسائل ان دونوں میں بڑا امتیاز سمجھے جاتے ہیں ان میں بھی ان کے در اول میں رسہ کشی کے فاصلے نہ تھے۔ مثلاً:

۱۔ ختم کے وقت یہ لوگ کھانا آگے رکھتے ہیں۔ مولوی صاحب کو جب تک کھانے کی خوشبو نہ آئے وہ ختم نہیں پڑھتے۔ مگر مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ یہ تھا:-

وقت فاتحہ کھانے کا قاری کے سامنے ہونا بیکار بات ہے (احکام شریعت ص ۱۶)

۲۔ مردہ کا کھانا (ختم کا کھانا) صرف فقراء کے لئے ہے عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے مخفی نہ کھائے (احکام شریعت ص ۱۵۳)

۳۔ درود شریف بلند آواز سے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں تاہم اخفاء (آہستہ پڑھنا) افضل ہے (فتاویٰ رضویہ جلد ۳ ص ۱۰۶)

۴۔ اذان میں وقت استماع نام پاک صاحب لولاک رحمۃ اللہ علیہ انگلیوں کو چومنا، آنکھوں پر رکھنا کسی حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں..... فقیر کے نزدیک بر بنائے مذہب ارجح واضح غالباً ترک زیادہ انسب والیق ہے (ابرار المقال ص ۱۰۷ احسنی پریس بریلی)

بر مجاز پر ناکامی کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے ایک مستقل فرقہ قرار دینے کے ارادہ سے اپنے عقائد خمسہ ترتیب دینے اور اپنے آپ کو عوام میں انہی پانچ عقائد سے متعارف کرایا ہم جلد پنجم میں ان عقائد پر تفصیل سے بحث کر آئے ہیں۔

بریلویوں نے ان عقائد خمسہ پر پھر اپنی علیحدہ بنیاد رکھ لی

اب جب کہ دیوبندی بریلوی اختلاف کی بنفیس یکسر ڈوب رہی تھیں اور مولانا احمد رضا خاں بھی اپنے سفر آخرت پر چلے گئے تھے تو ان کے پیرو پھر سے اختلافات کو نہ ختم کرنے کے درپے ہوئے۔ عبارات کو بھی پھر سے زیر بحث لے آئے اس پر دربار گولڑہ کے سجادہ نشین پیر سید نصیر الدین گولڑوی نے یہ تبصرہ کیا۔

یہ فتویٰ ہائے تکفیر جن کی تشہیر قریباً صدی بھر سے کی جا رہی ہے جب کہ ان عبارات کے لکھنے والے حضرات بھی اپنی زندگی میں یہ تاویلیں کرتے رہے لیکن اس وقت سے لے کر آج تک، یہی ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے کہ یہ عباراتیں کفریہ ہیں ان کے قائل کافر ہیں اور ان کو کافر نہ سمجھنے والے بلکہ ان کے کفر میں شک کرنے والے بھی کافر ہیں۔ (لطیف الغیب ص ۹۴)

کافر نہ کہنے والوں میں کدھر اشارہ ہے؟ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب اور ان کے پیروؤں کی طرف حضرت مولانا معین الدین اجیمیری اور دیگر خیر آبادی علماء کی طرف۔

(۲) پھر یہ لوگ ترجمہ کفر الایمان سے اپنے لوگوں کو نئے عقائد پر لے آئے۔ اور عقائد خمسہ کو ایک نئی تشریح دی جو مولانا محمد عمر انچھروی اور مفتی احمد یار خاں نعیمی کی کتابوں مقیاس حقیقت اور جاء الحق سے

ظاہر ہے وغیرہ۔ یہی کتابیں اب ان لوگوں کا سنگ میل ہیں۔ یہ بریلویت مولانا احمد رضا خاں کی نہ تھی یہ دو بریلویت ہے جسے آج کل کا پڑھا لکھا طبقہ کسی پیرائے میں درخود اعتنا نہیں سمجھتا۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ ان کے سنجیدہ پیرو پاکستان بننے کے بعد مولانا احمد رضا خاں کی زبان کی تیزی اور فتوؤں کی سختی کو اپنے مستقبل کی تعمیر میں ایک بڑی رکاوٹ سمجھنے لگے۔ صرف یہ طے کرنا باقی تھا کہ پہلے زبان کون کھولے ہاں یہ انہیں اطمینان تھا کہ جب تک مسلمانوں میں جہالت کی کچھ ٹھنسی قائم ہیں ان کے بریلویت کے نعرے بے شک لگتے رہیں گے۔ اور علم کی کوئی روشنی ان جہلا کو اپنی ضد سے جتنا نہ سکے گی۔

یہ صحیح ہے کہ ان کے اس دور میں چند سنجیدہ علماء بھی ہوئے جیسے مولانا ابوالحسنات محمد احمد انوری، مولانا پیر کرم شاہ بھیروی، مولانا عبداللہی کوکب اور مولانا محمد حسین نعیمی۔ یہ حضرات اگر اس خلیج اختلاف کو پاٹ نہ سکے تاہم انہوں نے اسے اپنے ہاں اور وسیع بھی نہیں ہونے دیا۔

یہ صحیح ہے کہ تحریک پاکستان میں یہ اختلافات کچھ دب گئے تھے عام مسلمانوں کا کوئی طبقہ ان سیاسی حالات میں باہمی تفریق کو پسند نہ کرتا تھا۔ لیکن نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس تیسرے دور کے بریلوی ان حالات میں اپنے مسائل کے اختلاف سے تو نکل آئے لیکن اب ان لوگوں نے مسلم لیگ کے خلاف ایک نیا محاذ کھول دیا اور اب یہ مسلم لیگ کے خلاف بھی وہی زبان استعمال کرنے لگے۔ جو انہوں نے پہلے علماء دیوبند کے خلاف اختیار کر رکھی تھی۔ ان لوگوں کا مسلم لیگ سے سب سے بڑا اختلاف یہ تھا کہ اس کے جلسوں میں اشرف علی زندہ باد اور شیخ الاسلام زندہ باد کے نعرے کیوں لگتے ہیں۔ یوں سمجھئے اب بریلوی اپنے اس نئے سیاسی دور میں داخل ہو چکے تھے۔

بریلویوں نے مسلم لیگ کے خلاف جو سارے لکھے ان میں مسلم کی بیخ کنی الجوابات السنیہ، احکام نور یہ شریعہ، قبر القادر علی الکفار اللہیاد، مسلم لیگ کی زریں بنیہ وری بہت معروف ہیں۔ یہ بریلویوں کا چوتھا محاذ تھا۔

بریلویت اپنے پانچویں دور میں

مولانا احمد رضا خاں کی وفات بریلویت کے تیسرے دور میں ہوئی تقسیم ہند کی تحریک ان کے بعد انھی مسلم لیگ اور نظریہ پاکستان کی مخالفت ان کا چوتھا محاذ اختلاف بنا۔ یہ لوگ پہلے سے ہر تحریک آزادی ہند کے خلاف چلے آ رہے تھے۔ اسی عادت کو پورا کرنے کے لئے یہ لوگ تحریک پاکستان کے خلاف بھی اٹھے۔ اب ہندوستان میں مولانا احمد رضا خاں کا پیر خانہ مارہرہ شریف مسلم لیگ کے خلاف پوری طرح صف آراء ہوا۔

بریلی کے علماء اسی آستانہ عقیدت سے وابستہ تھے (مظہر اعلیٰ حضرت مولانا حشمت علی خاں کھل کر مسلم لیگ کے خلاف نکلے)۔ پنجاب میں مولانا احمد رضا خاں کے غلیفہ مولانا ابوالبرکات سید احمد ناظم اعلیٰ مدرسہ حزب الاحناف ہند مسلم لیگ کے خلاف صف آراء ہوئے۔ مدرسہ حزب الاحناف لاہور کے ایک فاضل مولانا ابواللطیف دانا پوری نے اپنے وسیع دائرہ تکفیر میں علماء دیوبند کے ساتھ ملک کی سیاسی شخصیتوں کو بھی داخل کر لیا اب بریلی پاکستان کی مخالفت کا مرکز بن گیا بریلوی مولویوں کا حملہ تکفیر وسیع پیرائے میں تھا ابوالطاف محمد طیب دانا پوری یوں لکھتا ہے۔

لگی لیڈروں کے افعال و اقوال سے ان کی گمراہی ہر نیم روز سے زیادہ روشن ہے۔ مرتد تھانوی کو لیگیوں کی تقریروں میں شیخ الاسلام اور حکیم الامت کہا جاتا ہے۔ اشرف علی زندہ باد کے نعرے لگائے جاتے ہیں (تجانب اہل السنہ ص ۹)

بحکم شریعت مسٹر جینا (محمد علی جناح) اپنے ان عقائد کفریہ قطعیہ یقینیہ کی بنا پر قطعاً مرتد اور خارج اسلام ہے۔ (ایضاً ص ۱۲۴)

مولانا احمد رضا خاں کے پیر خانہ مارہرہ شریف سے پوچھا گیا کہ مسٹر جناح کو قائد اعظم کہنا کیسا ہے؟ انہوں نے پوری مسلم لیگ کی ان لفظوں میں بخیدہ دری کر دی اور لکھا۔

کیا کوئی سچا ایماندار مسلمان کسی کتے اور وہ بھی دوزخوں کے کتے کو اپنا قائد اعظم، سب سے بڑا پیشوا اور سردار بتانا پسند کرے گا؟ حاشا وکلا، ہرگز نہیں (مسلم لیگ کی زریں بخیدہ دری ص ۴)

فتوے مولانا ابوالبرکات سید احمد الوری (والد مولانا محمود احمد رضوی) ناظم حزب الاحناف ہند لاہور ملاحظہ فرمائیں:-

”لیگ کی حمایت کرنا اس میں چندے دینا، اس کا ممبر بننا، اس کی اشاعت و تبلیغ کرنا، منافقین و مرتدین کی جماعت کو فروغ دینا اور دین اسلام کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔“ (الجوابات السنیہ ص ۳۲) بریلویوں کے اس چوتھے دور کی محنت ان کی یہ ملکی سطح کی پانچ کتابیں ہیں۔

۱۔ مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری شائع کردہ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ ۲۔ احکام نوریہ شریعہ بر مسلم لیگ تالیف مولانا حشمت علی خاں ۳۔ الجوابات السنیہ علی زہاء السوالات الکیہ ۴۔ تہر القادر علی الکفار اللیادڑ ۵۔ تجانب اہل السنہ

یہ پانچ کتابیں ان کے ہاں مسلمانوں کے پانچ سکے کے کے طور پر معروف ہیں جس طرح سکھ اپنے پانچ سکے نہیں چھوڑتے غالی بریلوی بھی ان پانچ کتابوں کو نہیں چھوڑتے۔

علماء دیوبند کی ضد میں مسلم لیگ کی مخالفت

کانگریس اور بریلویوں کے پیرخانہ مارہرہ شریف کی مسلم لیگ کی مخالفت میں جوہری فرق یہ تھا کہ کانگریس تحریک آزادی ہند میں انگریزوں کی مخالفت میں قائم ہوئی تھی اور اب یہ مسلم لیگ کے خلاف نبرد آزما تھی مگر بریلوی علماء صرف اس لئے مسلم لیگ کے خلاف تھے کہ علمائے دیوبند کیوں اتنی بڑی تعداد میں مسلم لیگ کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ لیگ کے جلسوں میں کیوں اشرف علی زندہ باد کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔ دیوبندیوں کی پاکستان کی حمایت اتنی روشن تھی کہ پاکستان بننے پر قائد اعظم نے پاکستان کا جھنڈا شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی کے ہاتھ میں دیا۔ اور کہا مولانا یہ آپ کا حق ہے۔ آپ پاکستان کی پرچم کشائی کریں۔ قائد اعظم جانتے تھے کہ مذہبی حلقوں میں پاکستان کی جتنی حمایت دیوبندی حلقوں سے ملی ہے اتنی اور کسی مذہبی حلقے کی طرف سے نہیں۔

پنجاب کے علماء دیوبند پاکستان کی حمایت میں

لاہور میں سب سے بڑی مسجد شاہی مسجد ہے اس کے اس وقت خطیب مولانا غلام محمد دیوبند کے

فاضل تھے اور شیخ الہند مولانا محمود حسن کے شاگرد تھے۔ وہ کھلم کھلا پاکستان کی حمایت میں نکل آئے۔ اور جلوسوں کی قیادت کی۔ امرتسر میں حکیم الامتہ مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ اجل مولانا مفتی محمد حسن صاحب تھے۔ آپ امرتسر کی سب سے بڑی مسجد (جامع مسجد خیر الدین ہال بازار امرتسر) میں حدیث کے مدرس اعلیٰ تھے جالندھر کے سب سے بڑے عالم مولانا خیر محمد صاحب (بانی و مہتمم خیر المدارس جالندھر) مولانا تھانوی کے بڑے خلفاء میں سے تھے۔ آپ بھی پاکستان کی حمایت میں رہے۔ راولپنڈی میں سب سے بڑی مسجد (مرکزی جامع مسجد) کے خطیب مولانا مولانا بخش فاضل دیوبند حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد تھے۔ ان حضرات نے کھلے طور پر مسلم لیگ کی حمایت کی۔ بریلوی علماء ان کی ضد میں مولانا ابوالبرکات (حزب الاحناف لاہور) کی قیادت میں لاہور میں مدرسہ حزب الاحناف میں جمع ہوئے۔ مولانا ابوالبرکات نے فتویٰ دیا۔

لیگ کی حمایت کرنا اس میں چند سید بناس کامبر بناس کی اشاعت و تبلیغ کرنا اسلام کے ساتھ دشمنی کرنا ہے جناب پیر جماعت علی شاہ علی پوری نے نہ مولانا احمد رضا خاں کے پیر خانہ مارہرہ شریف کا ساتھ دیا۔ نہ حزب الاحناف ہند کا اور نہ دیوبند کے صدر مہتمم مولانا شبیر احمد عثمانی کے ساتھ پاکستان کی حمایت میں لاہور جمع ہو گئے۔ ان سے اپنے تمام اختلافات ختم کر دیئے انہیں اپنا بھائی کہا اور اس طرح مولانا احمد رضا خاں سے یکسر بے تعلق ہو گئے یہ بریلویت کا پانچواں دور تھا۔ یہاں تک کہ پاکستان بن گیا اب بریلویت اپنے چھٹے دور میں داخل ہو گئی۔ پاکستان میں ہر علمی سطح پر علماء دیوبند کی نظر آتے تھے اور بریلویت انہی کے سامنے نئی راہیں تلاش کر رہی تھی۔

بریلویت اپنے چھٹے دور میں

پاکستان بننے پر حکومت پاکستان نے صرف علماء دیوبند سے دینی روابط رکھے وزیراعظم نواب زادہ لیاقت علی خاں نے پاکستان کو اسلامی خطوط پر ڈھالنے کے لئے تعلیمات اسلامی کا ایک بورڈ قائم کیا جس کے ممبران علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی، ڈاکٹر حمید اللہ صاحب تھے۔ بعض علماء مشرقی پاکستان بھی اس میں تھے۔ کوئی بریلوی عالم اس بورڈ میں نظر نہیں آتا۔ ملکی سطح پر ریڈیو حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی کا درس قرآن نشر کرتا تھا۔ اور بریلوی علماء بھی اسے ہی سنتے تھے۔

ایسا کیوں تھا؟ یہ محض اس لئے کہ یہ دیوبندی علماء تحریک پاکستان کی حمایت میں پیش پیش رہے تھے۔ اور اکابر بریلوی علماء کو مسلم لیگ پر کفر کے فتویٰ دینے سے فرصت نہ ملتی تھی۔ صرف پیر جماعت علی شاہ علی پوری پاکستان کی حمایت میں تھے اور ظاہر ہے کہ وہ بریلوی نہ تھے بدایوں سے مولانا عبد الحامد بدایونی کراچی آئے اور انہوں نے محمد شفیع اکاڑوی، ایک نعت خواں کے ساتھ مل کر کراچی کو بریلوی عقائد سے آشنا کیا۔ کراچی کے پڑھے لکھے لوگ شرک و بدعت سے ہمیشہ دور رہے ہیں۔

بریلویت اپنی تاریخ کے مختلف مرحلوں سے گزرنے کے بعد اب بالکل دم توڑ گئی اب سوائے اس کے کہ وہ سیاسی طور پر دیوبندی علمائے کو آگے لائیں ان کے لئے استعمال ہوں اور مولانا احمد رضا خاں کے فتوے تفریق سے سیکرلا تعلقی کا اظہار کریں ان کے لئے اور کوئی راہ سامنے نہ رہ گئی۔

بریلویت کا ساتواں دور

پاکستان میں ۲۰۰۲ء میں دیوبندی بریلوی ایک اتحاد میں شریک ہوئے مولانا شاہ احمد نورانی صدر جمعیت علماء پاکستان اس مجلس عمل کے صدر بنے اور مولانا فضل الرحمن امیر جمعیت علماء اسلام پاکستان اس کے جنرل سیکرٹری قرار پائے۔ ملک کے عام انتخابات ہوئے جن میں مجلس عمل نے بھی حصہ لیا۔ اس الیکشن میں مولانا فضل الرحمن اور مولانا سبیح الحق کے پیچیس امیدوار قومی اسمبلی میں کامیاب ہوئے۔ جمعیت علماء پاکستان کا صرف ایک امیدوار (مولانا ابوالخیر محمد زبیر) حیدرآباد کی ایک سیٹ سے کامیاب ہوا۔ اب کیا کہا جاسکتا ہے کہ پاکستان میں دیوبندی بریلوی ۱:۳۵ کے تناسب سے ہیں؟ نہیں۔ لیکن یہ رفتار عمل بریلویوں کے گرتے ہوئے گراف کی ضرور نشاندہی کر رہی ہے۔ ان انتخابات کے نتیجہ میں شدت پسند بریلوی عوام مولانا شاہ احمد نورانی پر بری طرح بر سے کہ انکے امیر نے بریلویت کی یہ ناذاتی جلدی کیوں ڈودی۔

ان کا ایک رسالہ انضمامیہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور سے مولانا عبدالحکیم شرف کی نگرانی میں نکلتا ہے۔ اس کے دسمبر ۲۰۰۲ء کے شمارہ میں ہے:-

ہم اس وقت اس تمام صورت حال پر تبصرہ سے گریز کرتے ہوئے اہل سنت والجماعت کے ذمہ داران حضرات کی توجہ اس زبوں حالی کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ جس کا ہم سب شکار ہیں۔ ہم اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے اپنی مذہبی جماعتوں کے اتحاد کے مخالف ہرگز نہیں اس لئے کہ

دنیا کے کفر کے عالم اسلام کے خلاف مذموم عزائم کے حوالے سے زمینی حقائق اتحاد و اتفاق کے متقاضی ہیں۔

لیکن ہم اس بات پر حیران ہیں کہ کیا اس اتحاد کا مطلب صرف اہل سنت والجماعت کو استعمال کر کے دیگر فرقوں کو تقویت پہنچانا تھا؟ جب ہم قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں اہل سنت والجماعت کی سیٹوں بالخصوص متحدہ مجلس عمل کے حوالے سے ارکان اسمبلی کو دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ خدشہ حقیقت کا روپ دھارتا ہوا نظر آتا ہے۔ کہ اہل سنت والجماعت کی ایک معروف دینی سیاسی شخصیت کو کرسی صدارت پر براجمان کر کے اہل سنت کے خلاف جو مکروہ کھیل کھیلا گیا وہ اب راز نہیں رہا۔

اگر اس بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ صوبہ سرحد اور صوبہ بلوچستان میں جمعیت علماء اسلام کا ہولڈ ہے تو پنجاب اور سندھ سے متحدہ مجلس عمل کے پلیٹ فارم سے جمعیت علماء پاکستان کے لوگ منتخب کیوں نہ ہو سکے۔

اگر اتحاد کی برکت سے دیگر مکاتب فکر مستفید ہوئے تو اہل سنت والجماعت کے خلاف اس سازش کا پس منظر کیا ہے۔ قوم جاننا چاہتی ہے۔ اور صدر متحدہ مجلس عمل کا اخلاقی فرض بنتا ہے کہ کم از کم اہل سنت کے ان حلقوں کو تو مطمئن کریں جو ان سے وابستہ ہیں۔ (النظامیہ ص ۷)

ہم اس موضوع پر کہ قوم ان شدت پسند بریلویوں کے ساتھ کیوں نہیں رہی۔ کوئی تبصرہ کر کے معاصر محترم کے زعموں پر کوئی مزید نمک چھڑکنا نہیں چاہتے۔ لیکن ہم یہ کہنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے کہ بریلویت کا گراف اب بڑی تیزی سے گر رہا ہے۔ اور وہ بریلویت تو بالکل دم توڑ چکی ہے۔ جسے مولانا احمد رضا خاں نے اپنے دین و مذہب کے نام سے قائم کیا تھا۔ اور وہ بریلویت اب چند سر پھرے لوگوں کو مستغنی کر کے بالکل دم توڑ چکی ہے۔ ان بریلویوں کا عقیدہ بقول مولانا ابوالخیر محمد زبیر (حیدر آباد کراچی) یہ ہے۔

اس فرقے کا دوسرا عقیدہ جو ان کی باتوں سے پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا مرتبہ حضور اکرمؐ سے بڑھ کر ہے (معفرت ذنب ص ۶)

العیاذ باللہ..... ثم العیاذ باللہ

میسویں صدی کے ختم کو تین ماہ باقی تھے کہ امیر شریف کا سالانہ عرس رکھا گیا اس وقت ان مرکزی درسگاہوں کے زائرین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا اسماعیل شہید کو کس نظر احترام سے دیکھتے تھے اس کے لئے ان مصنفین کے اسماء گرامی کا مطالعہ کیجئے جن کے نام خواجہ سید عزیز الرحمن برزخی نے اپنے اس پمفلٹ میں دیئے گئے ہم اختصار کے پیش نظر اس کے ص ۵۶ کا عکس ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

*This year the Sacred Urs (Death Anniversary) of Khwaja
Gharib Nawaz will be celebrated from
30th September to 8th October 2000.*

فہرست کتب (جن سے مضامین اخذ کئے گئے)

- ۱۔ فیوض الحرمین از حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
- ۲۔ انفاس العارفین از " " " " " "
- ۳۔ امداد المشتاق از " مولانا اشرف علی تھانوی
- ۴۔ امداد السلوک از " مولانا رشید احمد گنگوہی
- ۵۔ جامع کرامات اولیاء از " شیخ یوسف بن اسماعیل بھائی
- ۶۔ طبقات از " غلام حسامی
- ۷۔ مرجع البحرین از " شیخ عبدالحق محدث دہلوی
- ۸۔ روحانیت اسلام از " مولانا الحاج واعظ کش سیال جشتی صابری
- ۹۔ (Influence of Islam on Indian Culture)
- ہندوستانی تہذیب پر اسلامی اثرات از ڈاکٹر تارا چند (مورخ)
- ۱۰۔ منصب امامت از مولانا اسماعیل شہید دہلوی

نوٹ: ہمارے ادارے کی جانب سے یہ نایاب تحفہ آپ لوگوں کی خدمت میں مفت پیش ہے اسے علاوہ بھی آپ کو کسی قسم کی اسلامی ندوی کتابوں کی اسلامی کلنڈر کی ضرورت ہو تو ہم سے رابطہ قائم کرنا

اس سے پتہ چلتا ہے کہ قوم نے مولانا احمد رضا خاں کی لگائی ہوئی اختلاف کی آگ کو سال گزرنے کے باوجود قبول نہیں کیا تھا جس طرح مسلمانوں اور قادیانیوں کے اختلافات حقیقی ہیں دیوبندی بریلوی اختلافات صرف چند الزامات کا نام ہے جس کے پیچھے ضد، ذاتی انا اور انگریزوں کی سیاسی پالیسی کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا۔

مطالعہ بریلویت کی چھٹی جلد میں ہم بریلویوں کی بہت سی ان بدعات کی نشاندہی کرائے ہیں جو انہوں نے درود شریف کے ارد گرد پھیلا رکھی تھیں۔ موقع کی مناسبت سے ہم یہاں ان کی اس جرأت کا بھی کچھ ذکر کئے دیتے ہیں جو یہ دوران تلاوت قرآن عمل میں لائے ہیں۔ قرآن کریم کا حکم ہے کہ جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو تم اسے سنو اور چپ رہو۔ اگر آواز تم تک نہ پہنچے اور تم سن نہ پاؤ تو دوسرا حکم یہ ہے کہ تم چپ رہو یہ پھر بھی تمہارے لئے واجب العمل ہے۔ یہ قرآن کریم کی تعظیم ہے کہ جب یہ پڑھا جا رہا ہے اور تم ان لوگوں میں ہو جن کے لئے پڑھا جا رہا ہے تو اگر تم اسے سن نہیں رہے پھر بھی قرآن کریم کی تعظیم میں تم چپ رہو۔ قرآن پڑھے جانے کے سامنے تمہاری زبان حرکت نہ کرے۔

و اذا قرى القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون (پ ۸ الاعراف)

(ترجمہ) اور جب قرآن پڑھا جائے تو تم اسے غور سے سنو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

مگر ایسے بریلوی بھی ہیں جو اپنا جماعتی شعار سمجھتے ہیں کہ جب امام آیت کریمہ جس میں حضور پر درود و سلام کا حکم ہے۔ پڑھے تو مقتدی اس کے درمیان با آواز بلند ”حق نبی“ کہیں۔ وہ اسے اس آیت کے دو حصوں میں وقف کے دوران پڑھتے ہیں ان کے ریحان احمد مظہری لکھتے ہیں:-

ہمارے اس علاقہ میں یہ سنیت (بریلویت) کا شعار بن چکا ہے کہ پانچوں وقت اہل سنت والجماعت کی مساجد میں نماز کے بعد امام صاحب آیت مبارکہ ان اللہ و مسلکة یصلون علی النبی پڑھتے ہیں۔ جب وہ علی النبی پر پہنچتے ہیں تو کچھ دیر کے لئے وقف کرتے ہیں جس کے دوران تمام مقتدی ”حق نبی“ کے الفاظ بلند آواز سے کہتے ہیں اس کے بعد امام صاحب آیت کریمہ کا دوسرا حصہ تلاوت کرتے ہیں۔

یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما (پ ۲۴ الاحزاب)

اس پر تمام مقتدی بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں۔ (رسالہ حق نبی ص ۶)

آیت درود پڑھتے ہوئے درمیان میں حق نبی کا نعرہ

سوال یہ ہے کہ امام کا اس آیت کی تلاوت میں وقف کرنا قرأت کے حکم میں ہے یا اس وقت امام قرأت

قرآن سے باہر ہے۔ اور مقتدیوں کا اس وقت با آواز بلند حق نبی کہنا قرآن کے اس حکم کے خلاف نہیں کہ جب قرآن پڑھا جائے تو تم اسے سنو اور خاموش رہو۔ یہ بات یہاں تنقیح طلب ہے کہ کبھی آیت کے دوران تلاوت اس میں اپنے الفاظ داخل کئے جاسکتے ہیں یا نہیں۔ اس طرح آیت پوری نہیں رہتی۔ آیت کا ایک حصہ پڑھا جائے اور دوسرا نہ تو وہ آیت رہتی ہے نہیں۔

الجواب

قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھتے اس میں اپنے الفاظ کو داخل کرنا حضور اکرم ﷺ سے یا صحابہ کرام سے کہیں ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں آیت پوری پڑھ لی جائے تو پھر کوئی الفاظ اپنی طرف سے کہے جائیں اور یہ نماز میں نہ ہو۔ تو یہ جائز ہے اور پھر دوسری آیت شروع کی جائے لیکن ایک آیت کی تلاوت کے دوران اس میں حق نبی کے الفاظ داخل کرنا قرآن میں غیر قرآن کو داخل کرنا ہے تو یہ اسلام کی چودہ صدیوں میں کہیں ثابت نہیں۔ چہ جائیکہ اسے اہل سنت کا شعار کہا جائے۔ یہ بریلویوں کا شعار ہو سکتا ہے اور اسی وقت سے جب بریلویت حیدر آباد کے اس علاقہ میں آئی۔ ورنہ مولانا احمد رضا خاں کے پوتے مولانا محمد اختر رضا خاں ان کے خلاف اس نام سے رسالہ نہ لکھتے ”سنو اور چپ رہو“۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء

ہم انشاء اللہ اعزیز آگے اس موضوع پر کچھ تفصیل سے بات کریں گے۔ واللہ هو الموفق لما یحبہ ویرضی بہ



شرک و بدعت کے پودے کہاں پھوٹتے ہیں؟

نعت کی لہروں میں اور محارقات کے پھیروں میں

الحمد لله و سلام على عباده الذين الصطفى اما بعد

آنحضرت ﷺ نے خود اپنے آپ کو مخلوق کی حد میں رکھا اور اس بات کو سختی سے روکا کہ آپ کو نعت و ثناء میں کوئی لاحد و درجہ دیا جائے اور دعویٰ کیا جائے کہ عشق و مستی میں سب روا ہے۔

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول و وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن وہی یسین وہی طہ

عشق و مستی میں بھی حد و شریعہ سے نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔

حضرت عمر کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:-

لا تطروني كما اطرت النصارى ابن مريم فانما انا عبده ورسوله متفق عليه (مشکوٰۃ ص ۴۱۷)

(ترجمہ) تم میری تعریف میں مبالغہ نہ کرنا (حد سے نہ بڑھنا) جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو حد سے بڑھایا۔ میں سوائے اس کے نہیں کہ اس کا (اللہ کا) بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں اس حدیث سے پتہ چلا کہ انبیاء اکرام کی نعت و مدح کے لئے ایک حد مقرر ہے اس حد سے نہ بڑھنا چاہئے وہ حد یہ ہے کہ انہیں اللہ کی بندگی میں رکھا جائے انہیں اللہ کا رسول مانا جائے اور کسی درجہ میں بھی انہیں خدا کے ساتھ نہ ملایا جائے۔

نصارائی کے اس غلط عمل کو (کہ وہ حضرت عیسیٰ کو خدا کے درجہ میں لے گئے) قرآن کریم نے بھی مبالغہ قرار دیا ہے۔ اور فرمایا عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ ایک ہی ہے اس کا کوئی بیٹا نہیں ہو سکتا حضرت عیسیٰ کو اس سے غار نہیں کہ وہ اپنے آپ کو اللہ کا بندہ کہیں۔

يا اهل الكتاب لا تغلوا في دينكم ولا تقولوا على الله الا الحق انما المسيح

عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ و کلمتہ الفہما الیٰ مریم و روح منہ فامنوا باللہ و رسلہ ولا تقولوا ثلثۃ انتہو خیراً لکم انما اللہ الہ واحد سبحانہ ان یکون لہ ولد (ب ۶ النساء ۱۷۱)

اے اہل کتاب نہ مبالغہ کرو اپنے دین کی بات میں اور نہ کہو اللہ کی شان میں مگر حق بات بے شک مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کا رسول ہے اور اس کا کلمہ جو اس نے ڈالا مریم کی طرف اور ایک روح ہے اس کے ہاں کی۔ سو مانو اللہ کو اور اس کے رسولوں کو اور نہ کہو خدا تین ہیں اس بات سے اب بھی رک جاؤ یہی تمہارے لئے خیر ہے۔ بے شک اللہ معبود ہے اکیلا۔ اس کے شایان شان نہیں کہ اس کی کوئی اولاد ہو۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی مدح و تعریف کی ایک حد مقرر ہے انہیں کبھی خدائی کے درجہ میں نہ لے جانا۔ بریلویوں میں وہ لوگ بہت نادان ہیں جو کہتے ہیں کہ حضور کی تعریف کے لئے کوئی حد نہیں۔ یہ خالق اور مخلوق کے فاصلے کو مٹانا اپنے دین کو تباہ کرنا ہے جیسا کہ عیسائی حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا قرار دے کر اسلام سے نکل گئے۔

حضرت شیخ الہند لکھتے ہیں :-

نہ کسی مخلوق میں اس کا شریک بننے کی قابلیت اور لیاقت اور نہ اس کی ذات پاک میں اس کی گنجائش اور نہ اس کو حاجت ہے۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ مخلوقات میں سے کسی کو خدا تعالیٰ کا بیٹا یا شریک کہنا اس کا کام ہے جو ایمان اور عقل دونوں سے محروم ہو۔

(فائدہ) مضمون بالا سے یہ سمجھ میں آ گیا کہ جو کوئی حق تعالیٰ کے لئے بیٹا یا کسی کو اس کا شریک مانتا ہے وہ حقیقت میں جمیع مخلوقات کو مخلوق باری اور باری تعالیٰ کو خالق جملہ موجودات نہیں مانتا۔ اور نیز اللہ تعالیٰ کو سب کی حاجت براری اور کار سازی کے لئے کافی نہیں جانتا گویا خدا کو خدائی سے نکال کر مخلوقات اور ممکنات میں داخل کر دیا تو اب ارشاد ”سبحانہ ان یکون لہ ولد“ میں جس ناپاکی کی طرف اشارہ تھا اس کا پتہ چل گیا اور فرزند حقیقی اور فرزند مجازی اور ظاہری دونوں میں وہ ناپاکی چونکہ برابر موجود ہے۔ تو خوب سمجھ میں آ گیا کہ اس کی ذات مقدس جیسے اس سے پاک ہے کہ

اس کا کوئی بیٹا پیدا ہوا یا یہی اس سے بھی پاک اور برتر ہے کہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو بیٹا بنائے۔
 شرک کا دوسرا بڑا سبب مزارات کے ساتھ خدا کا سا معاملہ کرنا ہے۔ سجدہ صرف خدا کے لئے ہے
 قرآن کریم کو تعظیم کی تاویل سے سجدہ کرنا یہ بھی شریعت سے ٹکنا ہے حضرت عائشہ کبھی ہیں حضور
 ﷺ نے وفات کے وقت فرمایا۔

لعنة الله على اليهود النصارى اتخذوا قبور انبياءهم مساجد يحذر مثل
 ما صنعوا (صحیح مسلم جلد ۱ ص ۲۰۱)

(ترجمہ) اللہ کی یہود و نصاریٰ پر لعنت ہو انہوں نے اپنے (بنی اسرائیل کے) نبیوں کی قبروں کو سجدہ
 گاہیں بنالیا یہ بات آپ نے مسلمانوں کو ان کے سے عمل سے ڈرانے کے لئے کہی کہ وہ ایسا کریں تو
 وہ بھی ویسے ہو جائیں گے۔

یعنی مسلمان بھی اگر اپنے بزرگوں کی قبروں سے یہی معاملہ کریں تو یہ بھی ان کی طرح اللہ تعالیٰ کی
 لعنت کا مورد بنیں گے۔ آج دیکھیں وہ کون سا عمل ہے جو بریلویوں نے ان کی طرح اپنے بزرگوں
 کے مزارات پر نہیں کر رکھا۔

آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا:-

ان اولئک اذا کان فیہم الرجل الصالح فمات بنوا علی قبرہ مسجداً و
 ص۔۔۔ روا فیہ تلك الصور اولئک شرار خلق اللہ عند اللہ عزوجل یوم القیمة
 (ایضاً ص ۲۰۱)

(ترجمہ) ان لوگوں میں جب کبھی کوئی بزرگ ہوتا اور وہ مر جاتا تو یہ لوگ اس کی قبر پر عبادت گاہ بنا
 لیتے اور اس میں یہ (اس کی تصویریں) لگاتے۔ اللہ رب العزت کے ہاں یہ قیامت کے دن بدترین
 خلائق ہوں گے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:-

انما نهی النبي صلى الله عليه وسلم عن اتخاذ قبره وقبر غيره مسجداً خوفاً

من المبالغه فی تعظیمه ولافتنان به فریما ادیٰ ذلک الی الکفر کما حری
 لکثیر من الاسم الخالیہ (شرح صحیح مسلم جلد ۱ ص ۲۰۱)
 حضور ﷺ نے اس کی اور دوسرے بزرگوں کی قبروں پر عبادت گاہ بنانے سے اس لئے روکا کہ وہ ان
 بزرگوں کی شان میں زیادہ تعظیم کرنے لگیں اور اس فتنہ میں نہ گھریں کیونکہ ایسا با اوقات کفر تک لے
 جاتا ہے۔ جیسا کہ پہلی قوموں میں ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔

علامہ شامی نے تصریح کی ہے کہ دنیا میں بت پرستی کی ابتداء قبر پرستی سے ہوئی۔ پہلے قبروں پر سجدے
 ہوتے رہے۔ اور تعظیم کی تاویل چلتی رہی قبروں سے حاجات مانگی جاتی رہیں۔ اور اولیاء کے عطائی
 درجے میں حاجت روا ہونے کی تاویل چلتی رہی۔ قبروں پر چڑھاوے چڑھتے تھے۔ اور ان پر
 بزرگوں کے سامنے نذرانہ پیش کرنے کی تاویل ہوتی رہی۔ ہندوؤں کے ہاں مرنے والوں کو دفن نہ
 کرتے تھے۔ سوانہوں نے قبروں کی بجائے اپنے بزرگوں کے بت اور مجسمے ان کی یاد بنائے اور
 اپنے مندروں اور گھروں میں تعظیم کے تھان بنالیا۔

بریلویوں کا عقیدہ توحید

اللہ تعالیٰ پوری کائنات میں ہر کام اور فعل میں موثر اور مدد بر نہیں بلکہ دوسرے حضرات بھی اس کے
 ساتھ تدبیر و تصرف میں شریک ہیں بلکہ مشکل کام اولیاء و مرشدین کے سپرد فرمادیتا ہے اور نسبت
 آسان کام اپنے ذمہ کرم پر لے لیتا ہے۔ (دیکھئے ازالۃ الریب ص ۶۸)
 پھر لکھتے ہیں:-

جو مقام محبوب پر فائز ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کے مظاہر بن جاتے ہیں اور انہی کے
 ساتھ فریاد یوں کے پاس امداد کے لئے پہنچ جاتے ہیں۔ (دیکھئے ازالۃ الریب ص ۲۶)
 مسلمانوں کے لئے شرک کے خطروں سے بچنے کی راہیں خود حضور ﷺ نے تجویز فرمائی ہیں۔ وہ یہ کہ
 مسلمانوں میں آپ کی عبدیت اور بندہ ہونے کا اقرار اور اعلان برابر ہوتا رہے۔ آپ نے فرمایا:-

۱۔ لا تطرونی کما اطرت النصارى ابن مریم فانما انا عبدہ ورسولہ

یعنی نصاریٰ حضرت عیسیٰ کی نعت و ثناء میں جس مبالغہ پر آگئے تم اس سے بچنا اور اس کی یہی راہ ہے کہ میری رسالت کے اعلان کے ساتھ ساتھ میری عبدیت اور بندہ ہونے کا اقرار بھی ہوتا رہے۔

بندہ ہونا کیا ہے۔ اور عبدیت کے تقاضے کیا ہیں اس کی بحث آپ آگے کہیں دیکھیں گے۔

۲۔ اس امت میں حضور ﷺ کے نام کے ساتھ درود شریف پڑھنا لازمی ٹھہرایا گیا۔ درود کیا ہے؟ اللہ کے حضور میں التجا کہ اے رب کریم! حضور کے درجے اور بڑھایا آپ پر رحمت برسا اور آپ کی عزت و تعظیم اور بڑھ کر ہو۔

اس کا حاصل اس کے سوا کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حضور کو اپنی رحمت کے خزانوں سے اور دینا کبھی ختم نہیں ہوتا۔ ہر آن حضور پر رحمت مزید ہوتی ہے۔۔۔۔۔ اور حضور کا اللہ تعالیٰ سے ان رحمتوں کا لینا کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کتنے خزانے کیوں نہ دے ان میں کبھی کمی نہیں ہوتی۔ اور حضور اللہ سے کتنے اور خزانے کیوں نہ لیں آپ کا لینا ختم نہیں ہوتا۔ آپ پر خدا کی رحمت دن رات بر لحوہ و آن مزید اور مزید برتی ہے۔

جب اللہ کا مزید دینا اور حضور کا مزید لینا کبھی ختم نہیں ہوتا تو ظاہر ہے کہ یہ دونوں کبھی برابر نہ ہو سکیں گے۔ اور یہ کبھی نہ کہا جاسکے گا کہ اللہ تعالیٰ نے جتنا دینا تھا دے دیا۔۔۔۔۔ ایسا نہیں یہ سلسلہ بہ تقاضائے درود بر لحوہ و آن جاری ہے۔ سو سچے دل سے درود شریف پڑھنے والا کبھی شرک میں مبتلا نہ ہوگا۔ اور وہ کبھی عطا سے بھی نعمائے الہی کو آپ پر ختم ہوتی نہ مانے گا۔ مسلمانوں کو یہ جو درود شریف کا تحفہ ملا اس نے مسلمانوں کو اب تک شرک سے بچایا ہوا ہے۔ اور جو لوگ درود شریف پڑھتے بھی شرک و بدعت سے نہیں بچے انہوں نے پورے اخلاص سے کبھی آپ پر درود پڑھا ہی نہیں۔

ہم انشاء اللہ العزیز آگے درود شریف کے مختلف پیرایوں صیغوں اور اس کے اثرات پر بھی کچھ بحث کریں گے۔ واللہ هو الموفق

پھر صرف درود شریف ہی نہیں، امت کو آپ پر سلام پڑھنے کا بھی حکم ہوا اور سلام صرف آپ پر نہیں تمام انبیاء و مرسلین پر ڈالا گیا ہے۔ قرآن کریم میں ہے

وسلام علی المرسلین و الحمد لله رب العالمین (پ ۲۳ الصفات ۱۸۱)
 (ترجمہ) اور سلامتی ہو پیغمبروں کی اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں وہ پالنے والا ہے تمام جہانوں کا
 حمد و سلام کی ایک ترتیب یہ ہے۔ الحمد لله و سلام علی عباده الذین اصطفی (پ
 ۱۹ النمل ۵۹)

اللہ تعالیٰ کا ایک نام سلام ہے وہ خود سلام ہے ہمیشہ کی سلامتی اس کی شان ہے۔ سلامت رہنا اس کی
 اپنی چیز ہے۔ حاجت اور خوف کے وقت سلامتی اس سے مانگی جاتی ہے۔ وہ سلامتی دیتا ہے مومن
 اس سے سلامتی مانگتے ہیں۔ خیر ثوبان کہتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نماز کے بعد اس طرح اللہ سے
 سلامتی مانگتے تھے۔

اللهم انت السلام و منک السلام تبارکت ذا الجلال و الاکرام (صحیح
 مسلم جلد ۱ ص ۲۱۸)

اے اللہ تو ہی سلام ہے اور تجھی سے (دوسروں کو) سلامتی ملتی ہے۔ اے جلال و اکرام والے! تیری
 ذات برکت والی ہے۔

یہ سلامتی کی دعا صرف اس شخص کے لئے مانگی جاسکتی ہے جو حاجت مند ہو اس کے لئے نہیں جو
 حاجت روا ہو۔ یہ اس کے لئے مانگی جاسکتی ہے جس پر آفتوں اور بیماری کے خطرات ہوں۔ اللہ تعالیٰ
 پر سلام نہیں پڑھا جاسکتا وہ تو سلامت ہی سلامت ہے۔ کسی پر سلام پڑھا جانا اس کے مخلوق ہونے
 علامت ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ (اختصار المفاتیح ص ۲۳۰)

عبارت از اشعہ

نماز میں سلام کے تین مورد رکھے گئے ہیں۔

۱۔ حضور اکرم ﷺ کے لئے سلامتی کی دعا کی جائے۔ السلام علیک ایہا النبی

۲۔ نمازی اپنے اور اپنے تمام شرکائے جماعت کے لئے سلامتی مانگتے ہیں۔ السلام علینا

۳۔ تمام اولیاء اللہ کے لئے سلامتی کی درخواست..... علی عبادہ اللہ الصالحین

اللہ رب العزت کے لئے سلامتی نہیں مانگی گئی۔ اس کے لئے تینوں عبادتیں خاص کر دی گئیں وہ زبانی ہوں یا بدنی یا مالی۔ عبادت کوئی بھی ہو۔ اس کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ التحیات للہ والصلوات والطبات اس کے بعد مندرجہ بالا تین سلام مخلوق پر ڈالے گئے۔ حضور ﷺ کو اس کے ساتھ نہیں رکھا گیا۔ جو عبادت کے لائق ہو۔ ان کے ساتھ رکھا جن پر سلامتی ڈالی جاتی ہو۔ اور انہیں خدا سے یہ سلامتی ملتی ہو۔ حضور کے لئے ہر وقت خدا سے سلامتی مانگنا نمازی کو شرک کے ہر خطرے اور بدعت کی ہر آلودگی سے بچاتا ہے۔

۴۔ قرآن کریم کی بعض آیات تشابہات کے قبیل سے ہیں اور بعض احادیث بھی تشابہات کے درجہ میں ہیں۔ جیسے ”ان اللہ خلق آدم علی صورۃ“ وغیرہا عقائد میں تشابہات سے وہی استدلال کرے گا جس کے دل میں کبھی اور بدعتی ہو۔

۴۔ شرک کے خطروں سے تحفظ کی چوتھی راہ یہ ہے کہ بعض ان چیزوں سے بھی لکھی پرہیز کی جائے جو خود تو شرک نہیں لیکن آئندہ شرک تک لے جانے کا ذریعہ ہو سکتی ہیں۔ سدا للباب ان سے بھی بچے۔
۵۔ اسی طرح عقائد میں ان احادیث سے بھی استدلال نہ کرے جو قطعیت کے درجہ تک نہیں پہنچیں۔ گو وہ سنداً صحیح ہوں۔ البتہ ان سے قرآن کریم اور احادیث قطعہ الثبوت کی تائید میں استدلال ہو سکے گا۔ شاذ اور نادر روایات کو اس راہ میں بالکل جگہ نہ دی جائے۔

۶۔ تابعین کرام، ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین کے طریقے پر چلنے سے وہ سلامتی کی راہ مل جاتی ہے جس میں شرک و بدعت کا کوئی خطرہ نہیں رہتا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی بات کتاب و سنت میں واضح پیرایہ میں نہ ملے تو فلیقبض بما قضی بہ الصالحون رواہ النسائی تو اپنی رائے قائم کرنے کی بجائے پہلے صالحین امت کی مشابعت میں رہے۔

نعت کی لہروں میں افراط مدح کے خطرے

نعت بے شک جلسہ کی رونق اور وعظ و تقریر کی زینت ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی مدح و ثناء بلاشبہ مومن کا

سرمایہ ایمان ہے۔ لیکن ان پھولوں کے گرد کانٹوں کی ایک باز بھی کھڑی ہے۔ نعت لکھنے والا یا پڑھنے والا اگر کہیں شرک کے کانٹوں میں پھنستا ہے۔ تو یہ علماء کا فرض ہے کہ وہ اسے عیدہ و رسولہ کے درس سے حد افراط پر نہ آنے دیں ایسے موقعوں پر کئی بریلوی یہ کہتے سنے جاتے ہیں کہ حضور کی تعریف جہاں تک کی جائے کم ہے اس کی کوئی حد نہیں ہے۔

ایسا ہرگز نہیں اس کے لئے ایک حد مقرر ہے اور وہ یہ کہ کہیں خالق و مخلوق کا فاصلہ عبور ہونے نہ پائے۔ حضور ﷺ نے تو سردار کہلانا بھی پسند نہ فرمایا ایک شخص نے آپ کو سید کہا آپ نے فرمایا سردار سب کا اللہ ہے۔ یہ اس لئے کہ سردار میں مالک و مختار ہونے کا پہلو بھی نکلتا تھا۔ ورنہ یہ کسے معلوم نہیں کہ آپ جمیع اولاد آدم کے سردار ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن العثیمؒ کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ نبی عامر کے ساتھ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ہم نے حضور کو کہا ”انت سیدنا“۔ آپ نے فرمایا سید سب کا اللہ ہے۔ ہم نے کہا آپ ہم سب سے افضل ہیں اور ہم سب میں بڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں یہ کہہ سکتے ہو بلکہ اس میں سے بھی کچھ کہو اور یہ فرمایا کہ (مجھے حد سے بڑھانے میں) کہیں شیطان تمہیں جری نہ کر دے کہ تم میری تعریف کرنے میں جری ہو جاؤ۔ بے خوف ہو کر میری مدح کرو۔ آپ نے فرمایا:-

قولوا قولکم او بعض قولکم ولا يستجبر منکم الشیطان (رواہ احمد و ابو داؤد کما فی مشکوٰۃ ص ۲۱۸)

اس سے پتہ چلا کہ نعت خواں نعت میں مبالغہ اور زیادتی بالکل نہ کرے اور حضور کو بندہ اور مخلوق ہونے کی حد سے نہ نکالے۔ یہ اس دور کی بات ہے جب مسلمانوں میں عمل کی قوت تھی اور ان کی راہ عمل حضور کی سنت تھی پھر جب لوگوں کی ہمتیں کمزور پڑ گئیں تو علمائے سونے لوگوں کو محبت اور نعتوں کے ذریعہ نجات کی راہ بتائی۔ عمل کمزور پڑنے لگے نعرے زور سے لگنے لگے اور اسلام بدعتوں میں ڈھلنے لگا ابوالفضل اور فیضی درباری علماء بنے تو اللہ تعالیٰ نے جہانگیر کے دور میں امام ربانی مجدد الف ثانی (۱۵۶۳ھ) کو سنت کی حمایت اور بدعت کی مخالفتوں پر لا کھڑا کیا۔ آپ اسلام کے دوسرے ہزار

سال کے پہلے مجدد تھے۔

بریلویت کا نام تو ابھی سامنے نہ آیا تھا۔ نہ حضرت مجدد الف ثانی دیوبند کے رہنے والے تھے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ بدعت کی سیاہ رات میں حضرت مجدد الف ثانی نے سنت کے چراغ پوری ہمت سے روشن کئے آپ فاروقی النسب تھے اور یہی فاروقی رگ پھر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مجاہد بالاکوٹ حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید اور حکیم الامتہ مولانا محمد اشرف علی تھانوی میں پھڑکی۔ اور اہل حق کا یہ سلسلہ اس دور متاخر میں اب علماء دیوبند کے نام سے چلا آ رہا ہے۔

ہوتا ہے جاوہ پیا اب کارواں ہمارا

عبدہ و رسولہ کا اقرار ان تمام خطروں کا سد باب ہے

عبدہ کا لفظ حضور کے بارے میں خدائی کا ہر شبہ دور کر دیتا ہے جب آپ اللہ کے بندے ٹھہرے تو ظاہر ہے کہ آپ ہر بات میں خدا کے حکم کے پابند ہیں۔ عطائی طور پر بھی مختار کل نہیں ہیں۔ رسول ہونا بھی بتلاتا ہے کہ آپ کسی کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اور جس نے آپ کو بھیجا ہے اس نے آپ کو احکام دیئے ہیں شارع حقیقی صرف وہ ہے اور آپ پہنچانے والے ہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ) فرماتے ہیں۔

نبی اور رسول سے بڑھ کر کوئی لفظ نہیں بشریت کے تمام درجوں میں سب سے اونچا درجہ نبوت اور رسالت کا ہے۔ (ایضہ المصالحات جلد ۳ ص ۱۰۲)

نماز ایک عبادت ہے اور صرف ایک اللہ کی عبادت ہے اس کے جملہ فرائض التحیات میں عبدہ و رسولہ کے اقراء پر ختم ہوئے ہیں دوسرے درجے میں شرک سے بچنے کی راہ جیسا کہ ہم مقدمہ میں کہہ آئے ہیں درود شریف ہے نمازی عبدہ و رسولہ کا اقرار کرنے کے بعد درود پڑھتا ہے۔

اللھم صلّ علیٰ محمد و علیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراہیم و علیٰ آل ابراہیم انک حمید مجید

نماز کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہے اور درود شریف کے آخر میں بھی اس کے حمید مجید ہونے کا

اقرار ہے پھر اپنے لئے اپنی اولاد کے لئے اور اپنے والدین کے لئے دعائیں ہیں پھر نمازی سلام کہہ کر اس دنیا میں واپس آ جاتا ہے۔

عبدہ و رسولہ کے معنی

عبد کا لفظ عبدیت اور عبودیت دونوں سے تعلق رکھتا ہے۔ ایسے کام کرنا جن سے اللہ راضی ہو اسے عبدیت کہتے ہیں اور بندے کا اس کے ہر فیصلے اور نفاذ حکم پر اس سے راضی ہونا عبودیت ہے۔ آخرت میں عبادت نہ ہوگی۔ وہ دارالجزاء ہے دارالعمل نہیں۔ عمل کی دنیا ختم ہو چکی۔ لیکن عبودیت وہاں بھی ہوگی۔ مومنین اللہ کے ہر فیصلے پر اور اس کی ہر عطا پر راضی ہوں گے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

بندہ صالح وہ ہوتا ہے جو عبودیت کا حق ادا کرے اور اس پر مضبوطی سے قائم رہے (ایضاً اللغات جلد ۱ ص ۴۴)

اس سے پتہ چلا مقام عبودیت مقام عبدیت سے افضل ہے عباد اللہ کی صفت صالحین اسی جہت سے ہے کہ مقام صلاح مقام عبدیت سے بھی آگے ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (۵۶۱ھ) فرماتے ہیں۔

صلاح اس حالت کا نام ہے جب بندہ کی مرضی ارادہ اور خواہش نفس ختم ہو جائے اور بندہ اللہ کی پسند باتوں پر قائم ہو جائے۔ (فتوح الغیب)

صحابہ کرامؓ سے اللہ راضی نہ تھا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ سے ہر طرح سے راضی ہوئے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ میں صحابہ کے اسی مقام کا بیان ہے۔

عبدیت اور عبودیت میں ہر جہت سے یکساں ہے

عبدہ و رسولہ میں حضورؐ کی عبدیت اور عبودیت کا اقرار اور آپ کے معبود ہونے کی نفی اور اللہ کے حضور آپ کے عاجز ہونے کی ایک قوی دلالت ہے۔ علامہ ابن نجیم (۹۶۹ھ) عبودیت کی تعریف

میں لکھتے ہیں:-

ہی منبہ عن النقص لدلالاتها على الافتقار والحاجة (البحر الرائق جلد اول ص ۳۲۲)

عبدیت اور عبودیت اس کمزوری کا پتہ دیتی ہے جو جانتندی اور ضرورت مندی میں لپٹی ہے۔

آنحضرت کو بادشاہی اور بندگی میں سے ایک کو لینا تھا

قاضی عیاض (۵۴۴ھ) لکھتے ہیں حضور کو بادشاہ، نبی اور بندہ نبی میں سے ایک کو اختیار کرنے کا اختیار دیا گیا۔ آپ نے بندہ نبی بننا پسند فرمایا۔ آپ کو اس نیک اختیار میں سے تین انعام دیئے گئے۔
۱۔ آپ تمام اولاد آدم کے سردار ٹھہرے۔

۲۔ قیامت کے دن سب سے پہلے آپ کے لئے زمین پھٹے گی۔

۳۔ آپ کو مقام شفاعت دیا گیا۔

قاضی عیاض لکھتے ہیں، آپ نے فرمایا:-

(ترجمہ) میں بندہ ہوں کھانا کھاتا ہوں بندوں کی طرح بیٹھ کر اور بیٹھتا ہوں بندوں کی طرح (شفاء جلد ۱ ص ۷۶)

آنحضرت نے اپنے وکیل ہونے کی نفی فرمادی

آنحضرت ﷺ نے امت کے تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لینے کی نفی فرمادی آپ نے اپنے کو امت کے مختار کل ہونے کے درجہ پر نہ رکھا۔ قرآن کریم میں ہے۔

قل لست علیکم ہوکیل (پ ۷ الانعام ۶۵)

وما انا علیکم ہوکیل (پ ۱۱ یونس ۲۱۸)

(ترجمہ) آپ کہہ دیں میں نہیں تمہارا کارساز اور میں تم پر مختار نہیں ہوں۔

وکیل اپنے موکل کی طرف سے پورے اختیارات رکھتا ہے حضورؐ نے رسول ہونا تسلیم فرمایا۔ اپنے وکیل ہونے کی کھلے طور پر نفی کر دی وکیل اپنے موکل کی طرف سے پورے اختیارات رکھتا ہے۔ حضورؐ

نے رسول ہونا تو تسلیم فرمایا اپنے وکیل ہونے کی کھلے طور پر نفی کر دی۔ مگر بریلوی لوگ برابر اپنی لکیر پینتے جا رہے ہیں۔ اور بڑے زور و شور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تمام اعلانات کو جھٹلاتے ہوئے آپ کو مختار کل کہتے ہیں۔ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور ﷺ یہ باتیں صرف اوپر اوپر سے کہتے تھے حقیقت میں تو آپ مختار کل تھے۔

التحیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نماز اول سے لے کر آخر تک صرف ایک خدا کی عبادت ہے سو کسی نمازی کو نہ چاہیے کہ وہ التحیات میں خدا سے صرف ہمت کر کے اب اپنے آپ کو حضور اکرم ﷺ کے سامنے حاضر کرے۔ نمازی کو آخر تک اللہ تعالیٰ سے دھیان ہٹانے کی اجازت نہیں۔ یہاں تک کہ نمازی سلام کہہ کر نماز سے نکل جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام

یہاں پہلا سوال یہ ابھرتا ہے کہ حضور پر درود بصورت انشاء بھیجا جائے یا بصورت خبر۔ درس و تدریس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بیشتر خبر کے طور پر آتا ہے۔ حدیث پڑھتے کہا جاتا ہے۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو اس موقع پر درود شریف بھی بہ پیرایہ خبر پڑھا گیا اور معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر درود بھیجا ہے۔

لیکن نماز میں جب ہم کہتے ہیں:-

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم

(ترجمہ) اے اللہ تو حضرت محمدؐ پر اور آپ کی آل پر اور رحمت فرما جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیمؑ اور ان کی آل پر رحمت فرمائی۔

تو یہاں درود شریف بہ پیرایہ انشاء پڑھا جا رہا ہے۔ ”صل“ امر کا صیغہ ہے جو یہاں طلب کے معنی میں ہے کہ اے اللہ آپ پر اور درود بھیج۔ تو اس میں خطاب اللہ رب العزت سے ہی رہا یہ بصیغہ طلب ہے بصیغہ خبر نہیں۔

جلیل القدر خفی مفسر علامہ محمود آلوسیؒ لکھتے ہیں:-

وذكر وان الاتيان بصيغة الطلب افضل من الاتيان بصيغة الخبر (روح المعاني جلد ۲۲ ص ۷۹)

(ترجمہ) علماء نے کہا ہے کہ درود شریف بصیغہ طلب پڑھنا صیغہ خبر میں پڑھنے سے افضل ہے۔ جو درود نماز میں پڑھا جاتا ہے وہ ہر دوسرے پیرایہ سے افضل ہے یہیں سے اس عقیدے نے شہرت پائی کہ درود ابراہیمی سب درودوں سے افضل ہے۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ جملہ خبریہ ہے انشاء یہ نہیں لیکن اسے بھی تاویل سے یا حجاز سے انشاء بنایا جاسکے گا۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:-

والجمله خبرية لفظاً مستقولة الى الانشاء او مجاز فيه بمعنى اللهم صل (رد المحتار جلد ۱ ص ۱۴)

سورہ یٰسین کا ”صلی اللہ علیک یا رسول اللہ“ کو درود ابراہیمی سے افضل جاننا درست نہیں ہے۔

کیا درود شریف حضور کی خدمت میں ایک نذرانہ ہے یا یہ ایک اللہ کی عبادت ہے؟ درود شریف کیا ہے یہ مومن کی اللہ کے حضور ایک دعا ہے کہ اے اللہ حضور پر اپنی اور رحمتیں نازل فرما اور ظاہر ہے کہ دعا ایک عبادت ہے بلکہ ساری عبادت کا مغز ہے۔

یہ حضور کی خدمت میں ایک نذرانہ نہیں ہے یہ اللہ کے حضور میں ایک دعا ہے۔ سو درود پڑھنے والا یہ نہ سمجھے کہ میں حضور کو کچھ نفع پہنچا رہا ہوں۔ وہ یہ سمجھے کہ میں اپنے عقیدہ تو حید کو ہی پختہ کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا حضور پر اپنا کریم اور اپنا افضل اتارنا کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ اور حضورؐ کا اس کی مزید رحمتوں کا مورد بننا بھی کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ سو اللہ اور اس کا رسول کبھی کسی بات میں برابر نہ ہو سکیں گے۔ نہ ان کا لینا ختم ہوگا نہ ان کا دینا۔ درود پڑھنے والے کی یہ دعا اس کے عقیدہ میں کبھی دونوں کو ایک نہ ہونے دے گی۔ آپ پر یہ عطاء الہی ہر لمحہ و ہر آن جاری ہے۔ بریلویوں کا یہ کہنا درست نہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کائنات کے سب خزانے عطا فرما چکا۔ اللہ رب العزت کی عطا تو اب بھی جاری ہے۔

حضور پر سلام پڑھنا بھی اسی عقیدہ تو حید کی توثیق ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ڈالنا اور آپ پر سلام پیش کرنا یہ آپ کے مخلوق ہونے کا اقرار ہے۔ وہ صرف خدا ہے جس پر سلام نہیں ڈالا جاتا۔ باقی رہے انبیاء و مرسلین تو وہ سب سلام کا مورد ہیں۔ و سلام علی المرسلین۔ ان پر اللہ رب العزت کی طرف سے سلامتی اترتی ہے اور ہر سلامتی جو انہیں ملی ایک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہے۔ وہی ایک ہے جو سلام ہے اور جس کو سلامتی ملی وہ سلامتی اسی کی طرف سے ہے اللھم انت السلام و منك السلام۔

سلام کے معنی کیا ہیں؟

السلامة من كل مكروه..... (رد المحتار شامی جلد ۱ ص ۱۲)

ہر مصیبت، ہر ناگوار اور ہر ناپسند چیز سے سلامت رہنا (اس سے بچ نکلنا ہے)

سلام اللہ کے ناموں میں سے ہے قرآن کریم میں اس طرح دیا گیا ہے۔

هو الله الذي لا اله الا هو الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن العزيز

الجبار المتكبر سبحان الله عما يشركون (پ ۲۸ الحشر ۲۳)

جس طرح قدوس ہونا صرف اسی کی شان ہے اس طرح ہر طرح کی سلامتی اور ہمیشہ کی سلامتی صرف اسی کی ہے۔

اب جو کہے کہ اے اللہ مجھے سخت ضرر پہنچی ہے تو مجھے اس سے سلامتی دے تو وہ اس حالت میں تو ہے کہ اس پر سلامتی ڈالی جائے اس کے لئے سلامتی کی دعا کی جائے لیکن اسے سلام (ہمیشہ سلامتی میں رہنے والا) کا نام نہ دیا جاسکے گا۔ وہ صرف خدا ہے جو سلامتی دے دوسروں پر سلامتی اسی کی طرف سے اترتی ہے۔

اللھم انت السلام و منك السلام

حضرت ایوب علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے مگر آپ کو ضرر اور تکلیف بھی پہنچی اور آپ نے اللہ رب العزت کی طرف مدد کے ہاتھ اٹھائے۔

وایوب اذنادی ربہ انی مسنی الضر و انت ارحم الراحمین فاستجبنا له
فکشفنا ما به من ضر (پ ۷۱ الانبیاء ۷۳)

(ترجمہ) اور پکارا ایوب نے اپنے رب کو مجھ پر پڑی ہے تکلیف اور تو ہے سب رحم کرنے والوں سے
زیادہ رحم کرنے والا۔ پھر سن لی ہم نے اس کی فریاد۔ سو دور کردی ہم نے اس کی تکلیف۔
اور اللہ نے ہی آپ کی آوازی اور آپ کی تکلیف دور فرمائی تو ہمیشہ کی سلامتی اسی کے پاس ہے حضور
اکرم کے امتی بھی اپنے آقا پر سلام بھیج کر اللہ سے آپ کے لئے سلامتی مانگتے ہیں۔
سو حضور پر سلام پڑھنا اپنے ہی عقیدہ توحید کی توثیق ہے مومنین ایک دوسرے کو ملتے ہیں تو السلام علیکم
کہہ کر ایک دوسرے پر سلام ڈالتے ہیں۔

صلوٰۃ و سلام دو مستقل عمل ہیں ان میں افراد جائز ہے

صلوٰۃ (درود شریف) اور سلام دو مستقل عمل ہیں انہیں مختلف مواقع پر علیحدہ علیحدہ بھی پڑھا جاسکتا
ہے۔ درود ابراہیمی میں صرف صلوٰۃ ہے۔ اللہم صلی علی محمد و علی آل محمد سلام
ساتھ نہیں ہے۔ سلام آپ پر پہلے السلام علیک ایھا النبی میں پڑھا جا چکا ہے۔ علماء خطیبوں میں یہ
پڑھتے ہیں۔

قل الحمد لله و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ (پ ۱۹ النمل ۵۹)
اس میں صرف سلام ہے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کہتے ہیں۔

علمنی رسول اللہ هؤلاء الكلمات فی الوتر قال قل اللهم اهدنی فیمن
هدیت و بارک لی فیما اعطیت وصلى الله على النبي محمد (ستن
نسائی جلد ۱ ص ۱۹۵)

اس میں صرف درود ہے سلام نہیں خفیہ کے ہاں صلوٰۃ و سلام میں افراد بالاتفاق جائز ہے۔ علامہ شامی
لکھتے ہیں:-

”یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً“ میں صلوٰۃ و سلام اسی طرح

جمع ہیں جس طرح ”اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ“ میں مطلق جمع ہے۔ ایک جگہ دونوں عمل بجالانے کا حکم نہیں ہے۔ ہم جلد دوم کے آخر میں اس پر اپنا ایک پورا رسالہ ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

صلوٰۃ و سلام پڑھنے میں کیا صحت اختیار کی جائے

نماز میں قرآن قیام کی حالت میں پڑھا جاتا ہے۔ قرآن قیوم کی صفت ہے اور یہ اس کا کلام ہے اس کے لئے حالت قیام ہی مناسب ہے۔ تسبیحات رکوع و سجود میں پڑھی جاویں اور سلام و صلوٰۃ التحیات کی حالت میں بیٹھے بیٹھے پڑھیں اذکار و اوراد کے لئے نماز بہترین پیرایہ ہے اسی میں دیکھ لو کہ درود و سلام بیٹھ کر پڑھا جاتا ہے یا کھڑے ہو کر۔ نماز میں اگر اسے قیام میں جگہ نہیں دی گئی تو نماز کے باہر اس کے لئے قیام کرنا کیونکر جائز ہوگا۔

مولانا احمد رضا خاں قیام تعظیسی میں خاموش رہتے اور وہ بھی ایک لمحہ سے زیادہ نہ ہوتا تھا وہ اسے ایک رسم سے زیادہ درجہ نہ دیتے تھے تاہم وہ ادب اسی میں سمجھتے ہیں کہ رسم قیام ایک نہایت خاموش پیرائے میں ہو۔ درود شریف اور سلام بیٹھ کر پڑھا جائے جیسا کہ نماز میں درود بھیجنے کی حالت میں پڑھا جاتا ہے مولانا احمد رضا خاں کے مشہور نعت خواں جناب حافظ کا یہ شعر اس مسئلے کا پورا حل ہے:-

بجالا کے تعظیم و رسم قیام بیٹھے بیٹھے پڑھو درود و سلام

درود شریف صرف نماز جنازہ میں کھڑے ہو کر پڑھا جاتا ہے۔ اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہاں نہ رکوع و سجود کا عمل ہے نہ التحیات بیٹھنے کا۔ اگر وہاں کچھ بھی بیٹھنے کا عمل ہوتا تو اس میں درود بیٹھ کر ہی پڑھا جاتا۔ تاہم یقین کیجئے جہاں بھی درود و سلام قیام کر کے پڑھا جائے گا۔ وہاں عام طور پر ماتم کے حالات پیدا ہوں گے۔ اور جنازے عام اٹھیں گے۔ اس خطہ ارضی سے برکت اٹھ چکی جب سے بریلوی برسر عام کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھنے لگے ہیں اموات عام ہونے لگی ہیں۔ جنازوں کا عام ماحول ہو گیا ہے۔

صلوٰۃ و سلام میں صحت ادا کیا ہو جہر کیا جائے یا انہیں سر اُپر پڑھا جائے

نماز میں دو قسم کی ہیں (۱) سری اور (۲) جہری نماز۔ نماز نری ہو جہری ہو جمعہ کی ہو یا عید کی، فرض

کی ہو یا سنت کی، ہر نماز میں التحیات بیٹھ کر پڑھی جاتی ہے۔ اور درود و سلام بیٹھ کر ہی پڑھتے ہیں۔ جب نماز میں درود و سلام جبراً نہیں سر اُڑھتے ہیں تو نماز سے باہر صلوٰۃ و سلام دائرہ باندھ کر پڑھنا اور جبراً پڑھنا یہ کہاں سے نکل آیا؟

دعا میں صرف تعلیم کے لئے جبر کیا جاسکتا ہے۔ جب تعلیم پیش نظر نہ ہو تو جبر بدعت ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

اذا دعا بالدعاء الماثور جهرأ و معه القوم ايضاً ليتعلموا الدعاء لا بأس به و اذ تعلموا حيث يذكون جهر القوم بدعة (فتاویٰ عالمگیری جلد ۴، ص ۱۹۴)
(ترجمہ) جب امام ایسی دعاؤں میں جو لفظاً ماثور ہیں جبر کرے اور اس کے ساتھ اور لوگ بھی ہوں اور یہ اس لئے ہو کہ وہ لوگ انہیں سیکھ پائیں۔ تو اس میں حرج نہیں لیکن جب لوگ سیکھ لیں تو اس وقت لوگوں کا بلند آواز سے دعا کرنا (اور درود شریف پڑھنا) بدعت ٹھہرے گا۔

سوال: فتاویٰ عالمگیری کا یہ فتویٰ مطلق دعا کے بارے میں ہے آپ نے درود شریف کو کیوں اس کے ضمن میں لے لیا؟

جواب: جب مطلق دعا کے بارے میں آواز آہستہ رکھنے کا حکم ہے تو یہ حکم درود شریف کو بھی شامل ہوا۔ کیونکہ درود شریف پڑھنا بھی تو حضورؐ کے لئے دعا کرنا ہے۔ تاہم فتاویٰ عالمگیری میں جہاں حاجیوں کے روضہ انور پر حاضر ہو کر سلام عرض کرنے کا آداب لکھتے ہیں۔ وہاں بھی یہی بات لکھی ہے۔

ولا يرفع صوته ولا يقتصد (فتاویٰ عالمگیری جلد ۱ ص ۲۷۲ کتاب المناسک)

(ترجمہ) نہ آواز بلند کرے نہ درمیانی آواز بالکل آہستہ رکھے۔

تبلیغ بے شک بلند آواز سے پکارا جاتا ہے لیکن اس کے عقب میں درود شریف پڑھے تو آہستہ دلی آواز سے (فتاویٰ عالمگیری ص ۲۲۳)

ثم اذا قُبِي يصلي على النبي المعلم للخيرات صلى الله عليه وسلم و دعا

بما شاء الا انه يخفض صوته اذا صلى عليه (فتاوی عالمگیری ص ۲۲۳)
(ترجمہ) پھر جب تلبیہ کہے تو نبی اکرم معلم للخیرات پر درود پڑھے اور جتنی دیر تک جائے دعا کرتا رہے لیکن جب حضور پر درود پڑھے تو آواز دہلی رکھے۔

اس سے بھی زیادہ وضاحت چاہئے تو فتاویٰ عالمگیری کی یہ عبارت بھی پڑھ لیں۔

والاخفاء افضل عند الفزع في السفينة و ملاعبتهم بالسيوف وكذا
الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم (جدد ۴ ص ۱۸۹)

(ترجمہ) کشتی میں گھبراہٹ کے وقت ذکر الہی آہستہ آواز سے کرنا بہتر ہے اور تیغ زنی کے وقت بھی آہستہ آواز سے ذکر کریں اور اسی طرح درود شریف بھی آہستہ آواز سے پڑھیں۔

اس سے پہلے فقہ حنفی کے دو مقتدر امام جو علمی حیثیت سے درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔ (۱) امام ابن ہمام (۸۶۱ھ) صاحب فتح القدیر اور (۲) علامہ ابن نجیم (۹۶۹ھ) صاحب البحر الرائق اس مسئلہ میں یہی بات کہہ چکے ہیں کہ صلوٰۃ و سلام میں آہستہ آواز اختیار کرے فتاویٰ عالمگیری میں بھی اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے۔

يستحب ان يصلى على النبي المعلم للخير صلى الله عليه وسلم اذا فرغ
من التلبية و يخفض صوته بذلك (فتح القدیر جلد ۲ ص ۱۴۷)

(ترجمہ) حضور اکرمؐ جو دنیا کو خیر سکھانے والے تھے لبیک پکارنے کے بعد آپ پر درود شریف پڑھنا مستحب ہے اور پڑھنے والا درود میں اپنی آواز آہستہ رکھے۔

ثم اذا احرم صلى الله على النبي صلى الله عليه وسلم عقب احرامه سرا و
هكذا يفعل عقب التلبية (البحر الرائق جلد ۲ ص ۳۲۳)

(ترجمہ) پھر جب احرام باندھے تو اس کے بعد آہستہ آواز سے حضور پر درود پڑھے اور اسی طرح تلبیہ کہنے کے بعد درود شریف آہستہ پڑھے۔

آنحضرت بھی جب احرام باندھے تو تلبیہ کہنے کے بعد اپنے اوپر درود بھیجتے۔ (رواہ الدارقطنی والبیہقی)

اس پر ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں:-

و يستحب ان يكون صوته به اخفض من التلبیه (مرقات جلد ۳ ص ۱۸۶)
(ترجمہ) اور چاہے کہ اس کی آواز تلبیہ کی آواز سے نیچی ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کچھ لوگوں کو مسجد میں حضور پر جبراً درود پڑھتے دیکھا تو فرمایا تم بدعتی ہو۔
یصلون علی النبی جہراً فراح الیہم فقال ما عہدنا ذلک علی عہدہ صلی
اللہ علیہ وسلم ما اراکم الا مبتدعین (طوالع الانوار شرح درمختار جلد)
(ترجمہ) وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر با آواز بلند درود پڑھ رہے تھے آپ ان کی طرف گئے اور
کہا ہم نے یہ عمل حضور کے زمانے میں کسی کو کرتے نہیں پایا۔ میں تمہیں ایک نئی بات نکالنے والے
دیکھ رہا ہوں۔

نعت خوانی کی محفلوں میں فقہ حنفی کے اسی مسئلے کا مذاق اڑایا جاتا ہے وعظ کی مجلسوں میں بھی کئی نعت
خوایا ایسے پائے جاتے ہیں جو نعت سے پہلے بلند آواز سے ”صلی اللہ علیک یا رسول اللہ“ پڑھواتے
ہیں۔ اور پھر نعت پڑھتے ہیں۔ حضور کی مدح و ثناء سے ہر مسلمان خوش ہوتا ہے۔ لیکن کیا اس کے لئے
ضروری ہے کہ اس سے پہلے نعت کی پاکیزگی کو درود بالجہر سے ملوث کیا جائے؟

بریلویوں کی نعت خوانی کی یہ مجالس جن میں پورا پروگرام ہی نعت خوانی ہو حدیث و فقہ کی علمی مجالس
کے خلاف واقعی ایک سازش معلوم ہوتی ہیں۔ بریلویوں کے مابنامہ نور الحیب بصیر پور نے کھلے
لفظوں میں اس سازش کو بے نقاب کیا ہے۔

درود شریف کا محل وقوع کسی نیک عمل کا اول ہے یا آخر؟

اسلام میں خواتم اعمال کو فضیلت اور برتری دی گئی ہے درود شریف بھی ہر دعا کے آخر میں پڑھا جاتا
ہے۔ ”صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ و سلمہ“ پڑھا
کو ختم کرتے ہیں۔ اسی طرح ہر نیک عمل کے آخر پیرائے میں اسے رکھا گیا ہے۔ نماز میں قیام،
رکوع، اور سجود کے بعد آخری پیرایہ تشہد اور التہیات کا ہے درود شریف اس میں رکھا گیا ہے شروع نماز

میں نہیں۔ قوت نازلہ میں سب دعاؤں کے آخر میں صلی اللہ علی النبی محمد پڑھا گیا اذان ہو رہی ہو تو تم وہی کچھ کہو جو مؤذن کہہ رہا ہے۔ اس کے ختم پر درود پڑھو اور حضور ﷺ کے لئے وسیلہ مانگو یہ ایک ایسا درجہ ہے جو جنت میں شاید کسی ایک بندہ خدا کو ہی حاصل ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں آپ نے حضور ﷺ کو کہتے سنا۔

اذا سمعتم الاذان فقولوا امثل ما يقول ثم صلوا على فانه من صلى على صلوة صلى الله عليه بها عشر أم ثم سلوا الله لى الوسيلة فانها منزلة فى الجنة لا ينبغي الا لعباد من عباد الله فارجعوا ان اكون انا هو فمن سأل الله لى الوسيلة حلت عليه الشفاعة (سنن ابی داؤد جلد ۸ ص ۷۸)

(ترجمہ) جب تم اذان سنو تو وہی کہو جو مؤذن کہہ رہا ہے پھر تم مجھ پر درود پڑھو..... پھر تم میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ مانگو یہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ کے کسی ایک بندہ ہی کے لئے مناسب ہوگا۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ میں ہی ہوں گا۔ جو شخص میرے لئے اللہ تعالیٰ سے اس مقام کو مانگے اسے (میری) شفاعت حاصل ہوگی۔

اس میں آپ نے دیکھا کہ درود شریف کو اذان کے آخر میں رکھا گیا لیکن بریلویوں کی چابک دستی بھی ملاحظہ فرمائیں کس طرح اپنی مسجدوں میں پانچ وقت اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں۔ مسلمانوں کا آخری بڑا عمل حج ہے حاجی حج کے بعد مدینہ منورہ آکر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں حج سے جب وہ پاک و صاف ہو گئے تو اب اس لائق ہیں کہ حضورؐ کے روضہ پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کریں۔

درود وسلام بلند آواز کی غرض و غایت

بلند آواز براہ راست دماغ پر اثر کرتی ہے۔ شور و شغب میں انسان اچھی طرح سوچنے کے لائق نہیں رہتا۔ بریلویوں نے جب دین کو صحابہ و تابعین سے نکالا اور اسلام کے ایک ایک عمل پر بدعات کے خلاف چڑھائے تو ان کے خطیبوں اور واعظوں کو اندیشہ ہوا کہ لوگ سارے تو بے سمجھ نہیں ہوتے۔ کہ دین کو صحابہ و تابعین سے نکال کر ایک نئے مذہب کی شکل دے دیں تو انہوں نے یہ حیلہ اختیار کیا کہ

مسجدوں میں فرض نمازوں کے بعد بھی تھوڑا سا آوازوں کا شور لے آئیں۔ اور نعت خوانی سے پہلے بلند آواز سے صلی اللہ علیہ وسلم کی روئی قائم کریں دماغ سوچ ہی نہ سکے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں کیا یہی اہل سنت کی راہ علم تھی انہیں خیال تک نہ گزرے کہ سنت اسی طریق کا نام ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی راہ تھی۔ یاد رہے کہ ہم ما انا علیہ و اصحابی کی راہ سے ہی فرقہ ناجیہ بن سکتے ہیں۔

پھر جب کوئی پیر مجلس میں بیٹھا ہو تو یہ نہ صرف سرامارے لگیں گے بلکہ وجد کی صورت بنائے تھوڑا تھوڑا پیر صاحب کی طرف بڑھنا بھی شروع کر دیں گے۔ کیا اس ہنگامہ آرائی میں کوئی ذہن یہ سوچ سکے گا کہ یہ راہ عمل انہیں بحر ظلمات میں ڈکیاں دے رہی ہے۔

تو بہ کعبہ نہ رسی ہر گز اے اعرابی ایں راہ کہ تو سے روی بہ ترکستان است
شیعہ ذاکرین کو بھی جب اندیشہ ہوتا ہے کہ قوم کہیں سمجھنے پر نہ آجائے تو آواز لگاتے ہیں: ”مومنو! گریہ کیجئے“۔ اب رونے کا وقت لگا ہے۔

پھر کیا ہوتا ہے ماتم شروع ہو جاتا ہے اور جو دین یہ پیش کر رہے ہوتے ہیں اس کا انجام ماتم کے سوا اور ہو بھی کیا سکتا ہے۔ فقہ حنفی کی معتبر کتاب درمختار میں ہے

واذ عاج الاعضاء برفع الصوت جهل و انما هي دعاء والدعاء يكون بين
الجمهر والمخافة

(ترجمہ) درود بلند آواز سے پڑھتے اعضا کو چلانا جہالت کے سوا کچھ نہیں۔ درود پڑھنا تو ایک دعا ہے اور دعا اونچی اور آہستہ آواز کے بین بین ہوتی ہے۔

دوران خطبہ حضور گانا نام سن کر درود نہ پڑھے

حنفیہ عوام کے ہاں خطبہ جمعہ نماز کے حکم میں ہے خطبہ ہو رہا ہو تو باہمی کلام کرنا جائز نہیں ہے کوئی شخص اس دوران دوسرے کو نیکی کی تعلیم دے تو یہ عمل بھی شارع کے ہاں لغو کہلائے گا۔ یہ نیکی کا نام نہیں پاتا جو شخص اسے نیکی سمجھ کر عمل میں لاتا ہے وہ بدعت کا ارتکاب کرتا ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قلت لصاحبکم یوم الجمعة انصت والامام یخطب فقد لغوت (صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۲۸)

اس خطبہ میں خطیب نے حضور اکرم ﷺ کا نام مبارک لیا اور سننے والوں نے اس پر زبان سے درود پڑھا تو یہ جائز نہیں اس موقع پر صرف دل سے درود پڑھے زبان سے نہیں زبان سے کلمات صادر ہوں تو یہ کلام سمجھا جائے گا۔ جس طرح خطبہ کے ہوتے نماز جائز نہیں۔ سنتیں بھی نہ پڑھے اس دوران کوئی کلام بھی جائز نہیں ہے۔ ہدایہ میں ہے:-

اذا خرج الامام فلا صلوة ولا کلام (ص ۱-۸۵ مصر)

(ترجمہ) جب امام سامنے آئے تو اب نہ بات ہو سکتی ہے نہ کوئی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ اور الجملہ میں ہے:-

والسواب انه یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند سماع اسمه فی نفسه و كذلك اذا ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یجوز ان یصلوا علیہ بالجہر بل بالقلب و علیہ الفتوی (رد المحتار جلد ۱ ص ۶۲۸)

(ترجمہ) اور بہتر ہے کہ حضور اکرم پر آپ گناہ سننے اپنے جی میں آپ پر درود پڑھے اور اسی طرح ہے کہ جب حضور کا ذکر آئے تو بلند آواز سے آپ پر درود پڑھے صرف دل سے پڑھے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

قبروں پر ختم قرآن کا اہتمام

بعض علاقوں میں دیکھا گیا ہے کہ لوگ دفن میت کے بعد قبر پر ختم قرآن کرتے ہیں۔ یہ عمل بایں التزام صحابہ کے ہاں نہیں دیکھا گیا نہ ائمہ اربعہ میں سے کسی نے اسے ایک جائز عمل مستحب بتایا ہے قرآن کریم پڑھنے کا ثواب بے شک حضرت امام اعظم اور حضرت امام احمد کے ہاں مرحومین کو بھیجا جاسکتا ہے۔ اور یہ بھی ملتا ہے کہ قبر کے پاس پڑھنے سے میت اس سے مانوس ہوتی ہے۔ لیکن یہ اکٹھے ہو کر کسی قبر پر ختم قرآن کرنا یہ عمل سلف میں کہیں نہیں پایا گیا۔

مولانا امیر باز سہارنپوری (۱۳۲۵ھ) سہارنپور کی جامع مسجد کے خطیب تھے سلسلہ قادریہ مجددیہ میں

مجاز تھے۔ آپ مولانا محمد مظہر نانوتویؒ کی قبر پر ان کے یوم وفات پر قرآن خوانی کرتے تھے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے حلقہ کے علماء نے ان سے اس میں اختلاف کیا اور اسے بدعت کہا۔ نزہۃ الخواطر میں ہے۔

حصل بینہ و بین اساتذہ مظاہر العلوم من اصحاب الامام رشید احمد گنگوہی خلاف حسین قام نجسم القرآن علی قبر شیخہ فی یوم وفاتہ و کان متوسعاً فی بعض المحدثات التي شاعت عند اہل العراق (نزہۃ الخواطر ص ۸۴)

(ترجمہ) آپ میں اور مظاہر العلوم کے دوسرے اساتذہ میں (جو حضرت مولانا گنگوہی کے تلامذہ میں سے تھے) سخت اختلاف ہو گیا جب اپنے شیخ کی قبر پر ان کے یوم وفات پر ختم قرآن کرتے تھے آپ بعض بدعات میں جو اہل عراق میں پھیل چکی تھیں کھلے دل سے چلتے۔

اجتماعی طور پر یہ قبروں پر ختم قرآن کرنا کسی کے ہاں جائز نہیں ہے

اس تفصیل سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ بریلویوں کا بلند آواز سے درود سلام پڑھنا ہرگز کسی نیک نیتی پر مبنی نہیں ہوتا یہ بدعات سوائے اس کے نہیں کہ خفی فقہ ماننے والوں کو بھی یہ دو حصوں میں تقسیم کر کے رکھ دیں۔ ایک جماعت فقہ خفی کی کتابوں درمختار شانی اور فتاویٰ عالمگیری سے سند لے اور دوسری جماعت مولانا محمد عمر اچھروی کی کتاب مقیاس حقیقت اور مفتی احمد یار گجرانی کی کتاب جاء الحق کو فقہ خفی کے متون مانیں۔

و اسے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا احناف کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے یہ اختلافات بریلوی مولویوں نے قائم کر رکھے ہیں۔ اہل سنت عوام نے اب تک اسے حقیقی تقسیم تسلیم نہیں کیا۔ وہ سب ایک دوسرے سے کھلے دلوں ملتے ہیں لیکن یہ بے رحم مولوی ہیں جو انہیں صدق دل سے ملنے کا موقع نہیں دیتے۔

جہاں تک عقائد کے اختلاف کی آواز تھی یہ آگ مولانا احمد رضا خاں کی حسام الحرمین نے بھڑکائی اور حضرت مولانا غلیل احمد محدث سہارنپوری کی المہند علی المہند نے بجھائی۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے

عوام بھی ان تمام بنیادوں کو خود دیکھ پائیں جن کے سہارے مولانا احمد رضا خاں نے اہل سنت کو مستقل طور پر دو جماعتوں میں تقسیم کرنے کی کوشش کی تھی۔

دوران خطبہ حضور گناہ سننے تو زبان سے درود نہ پڑھے

احناف کے ہاں خطبہ نماز کے حکم میں ہے خطبہ کے دوران مقتدی کسی کو نیک بات کے لئے بھی کچھ کہہ نہیں سکتا۔ کسی کو اتنا کہنا کہ خطبہ ہو رہا ہے تم چپ رہو۔ یہ بھی ایک لغو حرکت ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

اذا قلت لصاحبك يوم الجمعة انصت ولا سام يخطب فقد لغوت (صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۲۸)

(ترجمہ) جب تو نے اپنے ساتھی کو کہہ دیا کہ چپ رہو اور امام خطبہ دے رہا ہے تو تُو نے ایک لغو حرکت کی۔

آیت درود کے وسط میں حق نبی کہہ کر درود پڑھنا

ایک شخص پڑھتا ہے ان الله و مسلئكة يصلون على النبي اور وقفہ کرتا ہے اس وقفہ پر لوگ با آواز بلند حق نبی کہتے ہیں۔ پھر وہ باقی آیت پڑھتا ہے یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیه وسلموا تسليماً اور پھر لوگ با آواز بلند درود پڑھتے ہیں کیا اس طرح وسط آیت میں اپنی طرف سے کوئی الفاظ لائے جاسکتے ہیں۔

الجواب

خطیب جب پوری آیت پڑھے تو سننے والے اپنے جی میں حضور پر درود پڑھیں اس میں یہ بات بھی آگئی کہ درمیان آیت کوئی اپنے الفاظ قرآن میں نہ لائے اور حق نبی نہ کہے اور یہ بھی آگئی کہ آیت کے آخر میں وہ حضور پر اپنے جی میں درود پڑھے زبان سے نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس طرح بلند آواز سے درود پڑھنے کو کوئی راہ نہ ملے گی۔

اذا قال الخطيب في الخطبة يا ايها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليماً
يصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی نفسه (فتاویٰ قاضی خان جلد ۱)

(ص ۸۸)

(ترجمہ) جب خطیب خطبہ میں پڑھے، اے ایمان والو! تم حضور پر صلوٰۃ و سلام پڑھو تو چاہیے کہ سننے والا اپنے جی میں حضور پر درود پڑھے۔ یصلی السامع فی نفسه سرّاً (ہدایہ جلد ۱ ص ۱۰۱) مہربانی قادی دارالعلوم ص ۵ ص ۱۲۷)

لیجئے یہاں بھی جی میں پڑھنے کی قید ہے

و ینبغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقاً فی الاذان بین یدی الخطیب (ردالمحتار جلد ۱ ص ۳۷۱)

(ترجمہ) اور چاہیے کہ (جمعہ پر) خطیب کے سامنے جب اذان دی جائے تو سننے والا اپنی زبان سے جواب اذان نہ دے۔ یعنی جب ہر اذان میں سامعین کو جواب اذان دینے کا حکم ہے تو جمعہ کی اس اذان کا جو خطیب کے سامنے دی جا رہی ہے۔ جواب نہ دے کیونکہ اس وقت وہ امام کے منبر پر آنے سے خطبہ کے احکام کا پابند ہے کہ جب امام خطبہ کے لئے آنکھ اٹکے تو اب مقتدی نہ کوئی نماز پڑھے نہ کسی سے بات کرے۔

تلاوت قرآن اور درود شریف میں کس کا حق مقدم ہے

قرآن کریم پڑھتے حضور کا نام مبارک آجائے تو قرآن چھوڑ کر درود نہ پڑھے تلاوت قرآن جاری رکھے اور جب تلاوت سے فارغ ہو تو اس وقت حضور اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھے جو حضور کا نام آنے سے اس کے ذمہ ہو گیا تھا اور نہ بھی پڑھے تو وہ گناہ گار نہ ہوگا۔ کیونکہ تلاوت قائم رکھتے اس پر درود شریف شرعاً واجب نہ ہوا تھا قادی عالگیری میں فقہ حنفی کا یہ فیصلہ اس طرح دیا گیا ہے۔

ولو قرأ القرآن فمرّ علی اسم النبی ﷺ فقرأ القرآن علی تالیفہ و نظمہ افضل من الصلوٰۃ علی النبی ﷺ وآلہ واصحابہ فی ذلك الوقت فان ففعل فهو افضل وان لم يفعل فلا شئی علیہ کذا فی الملتقط

(ترجمہ) اور اگر قرآن پڑھتے کوئی شخص حضور اکرم ﷺ کے نام مبارک سے گزرا تو اس وقت تو

قرآن شریف کی تالیف و ترتیب کو قائم دیکھتے اس کی تلاوت حضورؐ آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر درود پڑھنے سے افضل ہے۔ جب وہ تلاوت سے فارغ ہوا اور اس نے حضورؐ پر درود پڑھا تو یہ زیادہ بہتر ہے اور اگر اس نے اس طرح درود نہ پڑھا تو بھی اس پر کوئی گناہ نہیں ملتا تھا اس طرح ہے۔

قرآن پڑھنا کلام خالق کو زبان پر لانا ہے اور درود پڑھنا کلام مخلوق ہے۔ یہ پڑھنے والے کی ایک اپنی نیاز مندی ہے۔ سو جس طرح کلام خالق کو کلام مخلوق پر فضیلت حاصل ہے قرآن کریم کو الفاظ درود پر فضیلت حاصل ہے۔ اپنے کلام کے دوران حضور ﷺ کا نام سن پائے تو درود پڑھنا ضروری ہو جاتا ہے۔ تلاوت کے دوران حضورؐ کا نام آنے سے درود پڑھنا واجب نہیں ہوتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن پڑھتے آیت کے درمیان اپنے الفاظ نہ ڈالنے چاہیں۔ یہ کلام خالق کی بے ادبی ہوگی صحابہ کرامؓ حضورؐ سے جب آیت سبح اسم ربك الاعلیٰ سنتے تو ختم آیت پر کلمہ سبحان اللہ یا اس طرح کا کوئی کلمہ کہتے لفظ سبح کے ساتھ یہ کلمات تسبیح نہ کہتے تاکہ قرآن میں غیر قرآن داخل کرنے کی صورت نہ پیدا ہو جائے۔ حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں حضور ﷺ جب کسی آیت تسبیح سے گزرتے تو سبحان اللہ کہتے اور آپ جب کسی آیت سوال سے گزرتے تو اللہ رب العزت سے کچھ نہ کچھ مانگتے اور جب آیت تعوذ سے گزرتے تو اللہ سے پناہ مانگتے۔

إذا مر بساية فيهما تسبيح سبح و إذا مر بسؤال سأل و إذا مر بتعوذ تعوذ
(صحیح مسلم جلد ۱)

قلت رواه ابو داؤد في سننه جلد ۱ ص ۲۷

اس کی وضاحت ایک دوسری روایت میں اس طرح دی گئی ہے۔

ان النبي صلى الله عليه وسلم كان اذا قرأ سبح اسم ربك الاعلیٰ قال
سبحان ربی الاعلیٰ

(ترجمہ) حضور اکرم ﷺ جب آیت سبح اسم ربك الاعلیٰ پڑھ لیتے تو کہتے سبحان ربی الاعلیٰ۔

یہ نہیں کہ درمیان آیت اپنے الفاظ کہتے اور پھر قرآن کریم اعدوذا اللہ پڑھ کر شروع کرتے ایسا کبھی نہ ہوتا تھا۔ اس کی مزید تائید ترمذی شریف کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جنات کے سامنے سورہ الرحمن پڑھی تو جب حضور یہ آیت پڑھتے فبائی الا ربکما نکذبان تو وہ (جنات) اس کے جواب میں اس تکذیب کا انکار کرتے اور حضور نے ان کے اس جواب کو پسند فرمایا وہ ہر دفعہ اس کے اختتام پر کہتے۔

لا بشئ من نعمک ربنا نکذب فک الحمد (رواہ الترمذی و قال هذا حدیث غریب مشکوٰۃ ص ۸۱)

(ترجمہ) اے رب ہمارے ہم حیرتی نعمتوں میں سے کسی کا انکار نہیں کرتے سب تعریف تیرے لئے ہے اس میں یہ واضح ہے کہ جب حضور یہ پوری آیت پڑھ لیتے تو جنات پھر یہ کلمات کہتے درمیان آیت اپنی بات داخل نہ کرتے قرآن میں غیر قرآن کو داخل نہ کرتے بخلاف ان لوگوں کے جو آیت درود کے صین وسط میں با آواز بلند حق نبی کے الفاظ کہتے ہیں۔ اور قرآن میں غیر قرآن کو داخل کرتے ہیں آنحضرت ﷺ نے اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ فرمایا کہ جب تم سورہ واتین پڑھو اور الیس اللہ با حکم الحاکمین تک پہنچو تو اس کے بعد کہو بلی و انا علی ذلک من الشاہدین

(۲) جب تم سورہ القیامۃ پڑھو اور الیس ذلک بقادر علی ان یحیی الموتی تک پہنچو تو کہو بلی (کیوں نہیں) اور جب تم سورہ مرسلات پڑھو اور فبائی حدیث بعدہ یومنون تک پہنچو تو کہو امین اللہ (سنن ابی داؤد جلد ۱ ص ۱۲۹ جامع ترمذی جلد ۱ ص)

اس روایت میں فاتحی کے لفظ پر غور فرمائیں۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں۔ حضور نے فرمایا:-

من قرأ منکم بالتین والزیتون فانتہی الی الیس اللہ با حکم الحاکمین فلیقل بلی و انا علی ذلک من الشاہدین ومن قرأ اقسام بیوم القیامۃ فانتہی الی الیس ذلک بقادر علی ان یحیی الموتی فلیقل بلی۔

اس قسم کے جوابات آیت قرآن میں نہیں آیت قرآن کے ساتھ رکھے جائیں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کہتے ہیں

بدانکہ ایں جوابہا نزد قرأت آیات قرآنی بسیار است (مجمع المماعات جلد ۷ ص ۳۸۷)

یہ جوابات آیت قرآنی کے نزدیک لائے جاسکتے ہیں آیات کے درمیان میں نہیں۔ علامہ فخر الدین الزبلی شرح کنز میں لکھتے ہیں۔

روی انه عليه الصلوة والسلام ما مَرَّ بِآية رحمة الا سألها و آية العذاب الاستغفر منه

(ترجمہ) حضور جب کسی آیت رحمت سے گزرتے تو اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت مانگتے اور جب کسی آیت عذاب سے گزرتے تو اللہ تعالیٰ سے اس کی پناہ مانگتے۔

یہ بھی ہوتا کہ آپ اس آیت سے گزر جاتے درمیان آیت اپنے الفاظ داخل نہ کرتے تھے۔

جواہل علم فی اور عند میں فرق سمجھتے ہیں وہ فتاویٰ عالمگیری کی اس عبارت میں غور کریں دوران آیت اپنی بات کہنے کی کہیں گنجائش نہ ملے گی۔

ولا بأس للمتطوع المنفرد ان يتعوذ من الله ويسأل الرحمة عند آية الرحمة او يستغفر و ان كان في الفرض فمنكرة (فتاویٰ عالمگیری جلد ۷ ص ۳۸۷) (ترجمہ) اکیلے نفل نماز پڑھنے والے کے لئے حرج نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے اور آیت رحمت کے قریب اللہ سے رحمت مانگے اور اپنے گناہوں سے استغفار چاہے اور اگر فرض نماز ہو تو ایسا کرنا مکروہ ہے۔

علامہ شامی بھی یہی کہتے ہیں:-

وفي النفل يسأل الجنة ويتعوذ من النار عند ذكرهما (منحہ الخالق جلد ۷ ص ۳۴۳) (ترجمہ) نفل نماز میں اللہ تعالیٰ سے جنت مانگے اور جہنم سے اللہ کی پناہ میں آئے کب؟ رحمت اور آگ کے ذکر کے وقت۔

جس طرح نماز میں جب نمازی اللہ کے حضور پیش ہوتا ہے تو کسی دوسری طرف ہمت نہیں کرتا یہاں تک کہ حضور پر درود پڑھتے بھی وہ اللہ کی حضوری سے نہیں نکلتا اس طرح قرآن پڑھنے یا سننے والا قرأت کے دوران ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی کوئی بات نہیں لاسکتا۔ محفل حسن قرأت میں بھی سامعین کو چاہئے کہ آیت پوری ہونے پر تو بے شک کلمات تحسین کہیں لیکن آیت کے درمیان میں اپنا کوئی کلمہ تسبیح یا تحسین نہ لائیں تاکہ قرآن میں غیر قرآن داخل نہ ہو پائے۔ نماز میں بھی جب امام غیر المغضوب علیہم والا الطالین کہہ لے تو پھر امین کہیں یہ امین کہنا امام کی پڑھی ساری فاتحہ کو مقتدیوں کے حق عمل میں لے آتا ہے۔

قرآن کا یہ حق ہے کہ اس کے مقابل کسی کی زبان نہ کھلے

کلام الہی کی عظمت ہے کہ اس کے سامنے کسی کی زبان نہ کھلے قرآن پڑھتے کو کوئی السلام علیکم نہ کہہ سکے۔ سوائے اس کے کہ قرآن کے بھولنے والے کے لئے سامع لقمہ دے سکتا ہے اور وہ بھی اپنے کلام سے نہیں کلام الہی سے ہی یہ بھی اور عظمت قرآن کے لئے ہے۔ کہ بھولنے والے کو چلنے نہ دیا جائے صحیح لفظ بتا دیا جائے۔ قرآن کریم نے تو نہ صرف (قرآن پڑھے جانے کے وقت) سننے کا حکم دیا بلکہ مطلقاً چپ رہنے کا حکم بھی دیا ہے۔ (قرآن سنا جائے یا نہ) یہ صرف ان کے لئے جن کے لئے قرآن پڑھا جا رہا ہے۔ لقوله تعالى و اذا قرى عليهم القرآن (پ ۳ الشقاق)

اذا قرء القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون (پ ۹ الاعراف ۲۰۴)
(ترجمہ) جب قرآن پڑھا جائے تو تم اس طرف کان دھرو اور چپ رہو ہو سکتا ہے تم پر رحم کیا جائے۔ اس آیت میں مطلق سماع کا حکم ہے اور انصاف پر رحمت الہی کا وعدہ ہے سو یہ بشارت مسلمانوں کے لئے ہے کافروں کے لئے نہیں۔ انہیں پہلے ایمان لانے کا حکم ہے ہم الحمدیث (باصطلاح جدید) علماء سے اس بات پر اتفاق نہیں کر سکتے جو کہتے ہیں کہ یہ آیت کافروں کے لئے نازل ہوئی نہ کہ مسلمان نمازیوں کے لئے۔

امام نسائی (۳۰۳ھ) نے اپنی سنن میں آیت سے باب باندھا ہے اور اس میں حدیث نقل کی ہے کہ

جب امام نماز میں قرآن پڑھے تو مقتدی خاموش رہیں۔ وہ (سورہ فاتحہ اور اس کے بعد کا حصہ) قرآن نہ پڑھیں۔ سو قرآن کی عظمت اس کو مقتضی ہے کہ جب یہ پڑھا جائے تو سننے والے اسے سنیں اور جو دور ہیں وہ نہ بھی سن پائیں تو بھی خاموش رہیں جن کے لئے بھی قرآن پڑھا جا رہا ہے۔ وہ اس حکم میں شامل ہیں۔

لان الاستماع والانصات فرض بالنص كما في الهداية (ص ۱۰۱)
حافظ ابن ہمام (۸۶۱ھ) لکھتے ہیں:-

قلت رواه ابو داؤد في سننه جلد ۱ ص ۱۲۷

حاصل الاستدلال بالآية ان المطلوب اسرا ان الاستماع والسكوت فيعمل
بكل واحد منهما ولاؤل يخص الجهرية والثاني لا فيجری علی اطلاقه
فيجب السكوت عند القراءة مطلقاً

(ترجمہ) اس آیت سے اس طرح استدلال کیا جاتا ہے کہ اس میں دو چیزیں مطلوب ہیں (۱)
استماع اور (۲) سکوت (فتح القدیر جلد ۱)

ان میں سے ہر ایک پر عمل ضروری ہے استماع صرف نماز جہری میں ہو سکتا ہے اور سکوت کسی نماز سے
خاص نہیں یہ اپنے اطلاق پر رہے گا۔

جب بھی قرأت ہو (وہ سنی جائے یا نہ) چپ رہنا ضروری ہے خود پڑھنے کی اجازت نہیں۔

بقراء الخطيب قوله تعالى يا ايها الذين امنوا صلوا عليه الآية فيصلی
السامع فی نفسه واختلفوا فی الثانی عن المنبر ولا حوط هو السكوت
اقامة لغرض الانصات (هدایہ جلد ۱ ص ۱۰۱)

خطیب جب یہ آیت پڑھتا ہے اے ایمان والو! حضور پر درود بھیجو تو سامعین اپنے جی میں درود
پڑھیں (زبان سے نہیں) جو شخص امام سے دور بیٹھا ہے اس کے بارے میں اختلاف ہے اور احوط
یہی ہے کہ وہ چپ رہنے کو قائم رکھتے ہوئے مطلق خاموش رہے۔

بریلویوں نے درمیان آیت شور کرنے کی کیا راہ نکالی

فقہ حنفی کے خلاف بریلوی کہتے ہیں کہ جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو اس وقت تو سامعین بے شک چپ رہیں اور جب امام وقف کرے تو وہ قرأت سے نکل گیا ہے اب سامعین اس میں اپنے کلمات تحمیں کہہ لیں تو جائز ہے بلکہ کچھ لوگ جھوٹے لگیں تو یہ جائز ہوگا ان کے مفتی احمد یار خاں لکھتے ہیں :-

قرآن سنتے وقت رونما، جھومنا، اور کچھ پیارے کلمات کہنا جو مضمون آیت کے مطابق ہوں بہت بہتر ہے مگر یہ سب کچھ قاری کی خاموشی کی حالت میں ہے۔ (مرآۃ المناجیح جلد ۲ ص ۱۶)

کیا قاری وقف کے وقت قرأت سے نکل جاتا ہے

بریلوی علماء یہاں الحمدیث کے بہت قریب ہو جاتے ہیں جس طرح بعض الحمدیث (باصطلاح جدید) امام کے پیچھے اس کے قفوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں اور وہ اسے حکم آیت فاستمعوا له وانصتوا کے خلاف نہیں سمجھتے بریلوی بھی قاری کی قرأت میں اس کے وقف میں اپنے پیارے کلمات کہہ لیتے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ بریلوی بھی قاری کے وقف سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور یہ الحمدیث بھی گردنوں میں پھر بھی فرق ہے بریلوی آیت اور درود شریف میں حق نبی کہنے کے لئے آیت کے اندر گئے وقف میں اپنی ساری بات (حق نبی) کہتے ہیں اور یہ الحمدیث آیات فاتحہ کے اختتام پر گئے وقفوں میں اپنی سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں تاکہ قرآن کے حکم استماع و انصات کی مخالفت سے بچ سکیں۔

قاری جب آیات درود شریف میں یصلون علی النبیؐ پر وقفہ کرتا ہے یہ وقف قرأت ہے اور آیت کے اختتام پر جو وقفہ کیا جاتا ہے۔ وہ وقف قطع ہے یہاں وقف کی علامت ج ہے کہ یہاں وقف کرنا جائز ہے۔

علامة الوقف العجائز جوازاً مستوی الطرفين

جیسے نحن نقص عليك نبأهم بالحق ج انهم فتية امنوا ببرهم (پ ۱۵ الکہف)

قاری وقف قرأت میں سانس لیتا ہے وہ حکم قرأت سے نکلتا نہیں۔

والمستعد للمثنى كالشارع فيه

وقفہ سانس تلاوت کے حکم میں ہے سامعین بھی سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ اس نے ابھی قرأت ختم نہیں کی۔ قاری اس وقفہ میں اگلے حصہ کی تلاوت پر مستعد ہوتا ہے اور سامعین اس وقت آئندہ تلاوت کے منتظر ہوتے ہیں اس دوران قرآن میں غیر قرآن کو داخل کرنا اور با آواز بلند اجتماعی طور پر حق نبیؐ کہنا اس کے لئے فقہ حنفی میں کوئی راہ نہ ملے گی۔

مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں قرأت کے وقفوں میں غیر قرآن کو لانے کے بارے میں مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ بھی سامنے لے آئیں ایک مقتدی جو ثناء (سبحانک اللہم) نہ پڑھ سکا کیا وہ اس امام کے وفقات میں پڑھ سکتا ہے؟ اس پر مولانا احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:-

سبحانک اللہم اس وقت تک پڑھ سکتے ہیں کہ امام قرأت با آواز نہ شروع کرے۔ جب قرأت جبری شروع کر دی جائے اب خاموش رہنا اور سننا فرض ہے اور وہ جو دھابی نے بتایا ہے کہ امام کے ٹمہرنے کی جگہ ایک ایک دو دو لفظ کہہ کر پورا کر لے، ضعیف اور غیر مختار ہے۔

جو پہلی رکعت جبریہ میں ملا اور قرأت شروع ہو جانے کے باعث سبحانک اللہم نہ پڑھ سکا اس پر الزام نہیں کہ اس نے یہ ترک ثنا خاموشی کے لئے بحکم شرع کیا (فتاویٰ رضویہ جلد ۲ ص ۸۳)

اس سے چہ چلا کہ مولانا احمد رضا خاں کے نزدیک قاری کے وقفوں میں تم ایک مسنون عمل کو بھی ادا نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ اپنا وضع کردہ کلمہ حق نبیؐ اس دوران زبان پر لائیں۔ وہ بھی جبراً اور وہ بھی اجتماعی آواز سے..... آپ دیکھیں کہ ایک غلط بات سے آگے کتنی غلطیوں کا دروازہ کھلتا ہے۔ اور کس طرح ایک بدعت اور کئی بدعتوں کو جنم دیتی ہے۔ ایک واعظ مجمع عام میں قرآن پڑھ رہا ہے وعظ بھی کر رہا ہے اور اپنی بات بھی ساتھ ساتھ کر رہا ہے۔ اس میں قرآن کا سننا فرض ہے اور سب پر سننا فرض ہے مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:-

اگر وہ سب اسی غرض واحد کے لئے ایک مجلس میں مجتمع ہیں تو سب پر سننے کا لزوم جاتا ہے۔ جس طرح نماز میں جماعت کے مقتدی ان کے ہر شخص پر استماع و انصات جداگانہ فرض ہے یا جس طرح جلسہ

خطبہ کہ اس میں ایک شخص مذکور باقیوں کی یہی حیثیت واحدہ تذکیر جامع ہے تو بالاتفاق ان سب پر سننا فرض ہے نہ یہ کہ استماع بعض کافی ہو۔ جب تذکیر میں کلام بشر کا سننا سب حاضرین پر فرض عین ہو تو کلام الہی کا استماع بدرجہ اولیٰ لازم ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰ ص ۱۹۳)

بریلویوں کے رسالہ حق نبی پر کی گئیں تقریظات

بریلویوں نے اپنے اس موقف پر ایک رسالہ حق نبی رکن الاسلام پہلی کیشنر حیدرآباد سے شائع کیا ہے۔ اس میں اس اس نعرہ حق نبی کی جو صورت عمل بتائی گئی ہے یہ ہے۔

امام صاحب آیت مبارکہ ان اللہ و ملتکنتہ پڑھتے ہیں۔ جب وہ علی النبی پر پہنچتے ہیں تو کچھ دیر کے لئے وقف کرتے ہیں جس کے دوران تمام مقتدی حق نبی کے الفاظ بلند آواز سے کہتے ہیں۔ اس کے بعد امام آیت کریمہ کا دوسرا حصہ یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً تلاوت کرتے ہیں۔ جس پر تمام مقتدی بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں (ص ۶)

ہم نے اس رسالہ کو کہیں کہیں سے دیکھا ہے بریلویوں نے اس میں اس نعرہ حق نبی کو اپنے ہاں بریلویت کا شعار بتایا ہے۔ گویا اس کے بغیر کوئی مسجد بریلویوں کی مسجد سمجھی ہی نہیں جاسکتی۔ جب شعار ہاتھ سے گیا تو قوم بھی گئی۔

اس رسالہ پر جن بریلوی علماء کا تصدیقات ہیں ان میں سے بعض کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ علامہ شاہ احمد نورانی صدر جمعیت علمائے پاکستان

۲۔ مفتی عقیق احمد نعیمی (گجرات)

۳۔ مولانا ابوداؤد محمد صادق خطیب زینہ المساجد گوجرانوالہ

۴۔ مولانا ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی

۵۔ مولانا غلام رسول رضوی جامعہ رضویہ فیصل آباد

۶۔ مفتی محمد اسلم مظہر الاسلام فیصل آباد

۷۔ مفتی غلام سرور قادری (لاہور)

- ۸۔ مفتی محمد خاں منہاج القرآن لاہور
 ۹۔ مفتی غلام مصطفیٰ شیخ الحدیث انوار العلوم ملتان
 ۱۰۔ مولانا غلام علی ادکاکڑوی
 ۱۱۔ مولانا محمد حسن حقانی دارالعلوم امجدیہ کراچی
 ۱۲۔ جسٹس شجاعت علی قادری
 ۱۳۔ مولانا کوب نورانی بن محمد شفیع ادکاکڑوی
 ۱۴۔ مفتی محمد غلیل خاں قادری برکاتی

یہ رسالہ حق نبی ۱۴۱۰ھ، ۱۹۸۹ء کا چھپا ہوا ہے۔ اس کے سرورق کا عکس فوٹو ملاحظہ فرمائیں۔

اَقْلُ يَأْتِيهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ

آپ فرمادے ہیں کہ اسے لوگوں پر اس قدر ہمارے پاس حق کی رون سے قیالو۔



ترجمہ



حضرت علامہ صاحبزادہ

ابوالخیر محمد زبیر الانصاری



رکن الاسلام پبلیکیشنز

آلہ صیدان ہیر آباد، حیدر آباد

حق سے حق نئی مراد لینے کا استدلال

قرآن کی جب یہ آیت قد جاءکم الحق انری تھی تو کسی نے اس سے دوران تلاوت حق نبی کہنا مراد نہ لیا تھا۔ اگر کسی کے پاس کوئی ایسا حوالہ ہو تو ہمیں اس سے مستفید کریں۔

بریلوی علماء نے محض ضد کے طور پر اس نعرہ حق نبی کو پوری بریلویت کا شعار بنالیا تو ہم نے بعض دوستوں کو اس طرف توجہ دلائی کہ مولانا احمد رضا خاں کے دور میں کبھی یہ نعرہ بریلی میں نہ لگانا ان کے صاحبزادوں مولانا حامد رضا خاں اور مولانا مصطفیٰ رضا خاں نے کبھی اس نعرہ کو اپنے ہاں جگہ دی تھی۔ اب یہ نعرہ مولانا احمد رضا خاں کے پوتے مولانا محمد اختر رضا خاں کے دور میں کیسے پوری بریلویت کی زینت اور ان کے دین و مذہب کا شعار بن گیا۔ یہ تو مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب میں جس کی انہوں نے وفات سے کچھ پہلے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی اس میں نہ تھا۔ مولانا اختر رضا خاں پاکستان آئے اور یہاں کے بریلوی حلقوں کی اس آواز پر حیران اور ششدر رہ گئے۔ آپ نے برسر عام پاکستان میں بریلویت کے اس شعار کے خلاف تقریر فرمائی اور تمام بریلویوں کو کہا کہ یہ ہمارا شعار نہیں ہے۔ اسے خواہ مخواہ بریلویت کا شعار بنا دیا گیا ہے۔ تم قاری سے ان اللہ و ملکہ۔ یصلون علی النبی سنو تو چپ رہو۔ حق نبی کا نعرہ نہ لگاؤ۔ ہم آپ کے اس جوابی رسالہ کے ناکشل کا سامنے فوٹو شائع کر رہے ہیں۔

مولانا محمد اختر رضا خاں کی تقریر اس کے ص ۲۲ سے لے کر ص ۲۸ تک چھ صفحات میں دی گئی۔ ہم اس کے اقتباسات دینے کی بجائے اس من و عن حد یہ قارئین کرتے ہیں۔ ممکن ہے ان تک یہ اصل کتاب نہ پہنچ پائے۔

مولانا اختر رضا خاں کی اس تقریر سے جن علماء کرام نے بریلویت کے اس شعار سے توبہ کی اور اپنے پچھلے فتوے سے جو وہ رسالہ حق نبی کی تقریظات میں دے چکے تھے۔ رجوع فرمایا ان میں سے بعض نام ہم یہاں بھی دیے دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تائبین کی توبہ قبول فرمائے:-

۱۔ مفتی غلام سرور قادری (لاہور)

۲۔ مفتی مختار احمد دارالافتاء جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد

۳۔ مولانا محمد اشرف سیالوی (سیال شریف)

۴۔ مولانا ابوداؤد محمد صادق گوجرانوالہ

۵۔ مولانا محمد فیض احمد اویسی (بہاولپور)

۶۔ مولانا عبدالحکیم شرف قادری (لاہور)

۷۔ مولانا غلام مصطفیٰ رضوی (انوار العلوم ملتان)

۸۔ محمد حسن قادری رضوی (ملیسی)

۹۔ مفتی عبدالقیوم دارالعلوم حزب الاحناف (لاہور)

۱۰۔

ان میں کھلا رجوع مولانا مفتی غلام سرور قادری اور مولانا مفتی مختار احمد (فیصل آباد) کا ہے۔

جزاعہ اللہ احسن الجزاء

۱۔ مولانا محمد اشرف سیالوی کے رجوع سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حق کی زد سے فیصلہ کر نہیں کرتے وہ اس راہ

میں بھی فرقہ بندی سے چلتے ہیں مثلاً اس رجوع میں آپ فرماتے ہیں مجھے معلوم نہ تھا کہ ان کی سعی جمیل

(حق نبی گوشعار ٹھہرانے والوں) کے پس پشت کون سا محرک ہے ورنہ میں حصہ ہی نہ لیتا۔ ص ۱۴۰

فتویٰ دینے کا یہ انداز کہ اس سے محض کسی کی مخالفت یا موافقت مقصود ہو آپ نے کسی دیانت دار مفتی سے

نہ سنا ہوگا مولانا محمد اشرف سیالوی کے اس رجوع سے ان کی دیانت اور ذہانت بری طرح مجروح ہوئی ہے

اب آپ ہی اندازہ کریں کہ کیا اس قسم کے جذبات حق پرست علماء کے ہو سکتے ہیں؟

۲۔ مولانا مفتی غلام محمد قادری قاسمی کو نیز بھی لکھتے ہیں ہمیں قطعاً یہ علم نہ تھا کہ اس فتوے کے پیچھے کون سا

جذبہ ہے ورنہ ہرگز تصدیق نہ کرتے حضرت علامہ اختر رضا خاں کی تحقیق لا جواب ہے۔ مجھے اگر یہ

معلوم ہوتا کہ مقابلہ ہو رہا ہے تو میں تصدیق نہ لکھتا (ص ۱۴۲)

۳۔ مولانا فیض احمد اویسی (بہاولپور) لکھتے ہیں :-

بریلویوں کی اس داستان اختلاف کو ہم زیادہ طول نہیں دیتے۔ یہ ان کا اختلاف ایک ایسے مسئلہ میں

ہے جسے وہ بریلویت کا شعار قرار دیتے ہیں جب شعار میں ان کا یہ حال ہے تو ان نعتوں کے اشعار میں معلوم نہیں ان کے کتنے بڑے بڑے اختلاف ہوں گے۔

ہم یہاں صرف یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن پڑھنے میں بھی وہ درود شریف پڑھنے کو اس طرح لانا چاہتے ہیں کہ اگر وہ خود مولانا احمد رضا خاں کے مسلک سے بھی نکل جائیں انہیں بریلویت کا ایک علیحدہ شعار مقرر کرنے میں بڑی روحانی مسرت ہوگی۔

ہمیں ان بریلوی حضرات سے شکوہ نہیں نہ ہم ان کی تردید کے درپے ہیں مطالعہ بریلویت صرف ایک تحریک کا مطالعہ ہے جو ہندوستان میں انگریزی عملداری میں بدایوں سے چلی۔ مولانا فضل رسول بدایونی کے بعد ان کے بیٹے مولانا عبد القادر بدایونی اور بریلی کے مولانا احمد رضا خاں اس تحریک کے قافلہ سالار بنے مولانا احمد رضا خاں نے اپنی زندگی کے پچاس سال اس محاذ پر لگا دیئے۔ اور پھر وہی ایک اس تحریک کے قافلہ سالار بن گئے ان کی علمائے بدایوں سے بھی جڑ گئی۔ المہند کی اشاعت کے بعد وہ اپنے التزامات میں ٹھنڈے پڑ گئے جو انہوں نے علماء دیوبند کے خلاف وضع کئے تھے۔ اور پھر پوری زندگی مولانا احمد رضا خاں نے المہند کے خلاف کچھ نہ لکھا یہاں تک کہ ان کے پیروؤں نے ان کی وفات کے بعد عقائد خمسہ پر اپنا نیا محاذ بنایا۔ ان کے گرد پچاس بدعات کی ایک ایسی خارزار باڑ لگائی کہ دیہاتوں کے سنی جہلاء انہی کانٹوں میں الجھ کر رہ گئے۔

جہاں تک عقائد کا تعلق ہے عوام اہل سنت نے دیوبندی بریلوی فاصلے کو کبھی قطعی درجے میں تسلیم نہیں کیا اور اب ان کے اس دور کے بعض علماء مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ قرآن کنز الایمان پر بھی مختلف پہلوؤں سے جرح کرنے لگے ہیں۔ فالحمد للہ علی ذلک

جناب ہر کرم شاہ صاحب نے کھلے لفظوں میں دونوں کو اہل سنت قرار دیا ہے۔

اس باہمی اور داخلی انتشار کا سب سے المناک پہلو اہل سنت والجماعہ کا آپس میں اختلاف ہے جس نے انہیں (دیوبندی اور بریلوی کے) دو گروہوں میں بانٹ دیا ہے دین کے اصولی مسائل میں دونوں متفق ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید ذاتی اور صفاتی حضور نبی کریم کی رسالت اور ختم نبوت، قیامت اور دیگر

ضروریات دین میں کلی موافقت ہے (تفسیر ضیاء القرآن جلد ۴)

پاکستان کے نئے حالات میں مولانا ابوالخیر محمد زبیر، مولانا غلام رسول اور مولانا محمد حسین نعیمی نے مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ قرآن کی کھلے طور پر غلطیاں نکال کر احناف کو پھر سے ایک کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں لیکن افسوس کہ مولانا محمد زبیر ایک دوسرے مسئلے میں صرف اپنی حلقہ بندی کے لئے وہ اس وقت بھی مولانا احمد رضا خاں کے پوتے مولانا اختر رضا خاں کے خلاف بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہم مطالعہ بریلویت کی اس کاوش میں مولانا اختر رضا خاں کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ انہوں نے ہماری تنقید میں آیت درود میں کلمہ حق نبی داخل کرنے کی علی الاعلان مخالفت کی ہے اور جس طرح مولانا احمد رضا خاں نے عورتوں کے قبروں پر جانے اور عرسوں کے ریلے میلے میں چلنے پھرنے کو مستوجب لعنت قرار دیا۔ اور اس جہت میں ایک بدعت کے خلاف حق کی حمایت کی۔ مولانا اختر رضا خاں نے بھی کلمہ حق نبی کو آیت کے دوران وقف لانے کی اس بدعت کے خلاف اپنی خاندانی روایت قائم رکھی۔ ہم اللہ رب العزت کے حضور صمیم دل سے امید باندھے ہوئے ہیں کہ ایک دن دیوبندی بریلوی فاصلے میں نفرت کی دیواریں یکسر گر پڑیں گی۔

آسمان ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش اور ظلمت رات کی سیماں پا ہو جائے گی

مولف عفا اللہ عنہ

اب وہ تصدیقات ملاحظہ فرمائیں جو بریلوی علماء نے مولانا اختر رضا خاں کے فتوے سے پہلے مولانا محمد زبیر کو ارسال کیں۔

تصدیق

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا عطا محمد صاحب بندیا لوی گولڑوی

جامعہ محمدیہ نورپور رضویہ، بجلی شریف گجرات

اما بعد برادران اہلسنت کی خدمت میں عرض ہے کہ مذکورہ بالا مسئلہ ترازہ کوئی نظری مسئلہ نہیں ہے بلکہ بالکل واضح ہے کہ آیہ تہلیہ میں سکوت کے وقت حق نبی کا تلفظ جائز بلکہ مسنون ہے۔ اس میں اختلاف اور نزاع نامناسب ہے۔ جناب مفتی مدقق نے جو کچھ تحقیق کی ہے اس سے بندہ کو پورا اتفاق ہے۔

هذا هو الحق وماذا بعد الحق الا لضلal

حرره الفقير عظام محمد چشتی گولڑوی غفری عنہ

۲۳ ذوالحجہ ۱۴۰۹ء مطابق ۸۹-۷-۷۷

تصدیق

حضرت علامہ مولانا مفتی مختار احمد صاحب نعیمی گجراتی

مہتمم مفتی مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات

بسم الله الرحمن الرحيم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سوال مذکورہ کا جواب فاضل محقق مفتی محمد زبیر صاحب نے نہایت مدلل تحریر کیا ہے جو قرآن و حدیث اور فقہاء کی تصریحات کے مطابق ہے۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ اشیاء میں اصلی حالت مباح ہوتا ہے تو دلیل اس کے ذمہ ہوگی جو روک رہا ہے اسے اس حرمت یا ممانعت کی دلیل پیش کرنی چاہئے۔ ”حق نبی“ کہنے والے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اسے منع نہیں کیا گیا۔

اب جو لوگ واذا قرأ القرآن الخ سے استدلال کر رہے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ خاموش رہنے کا حکم قرأت قرآن سے مشروط ہے۔ اور چونکہ خطبہ دینے والے نے علی النبی پر سکوت کیا ہے۔ اس وقفہ میں سامعین نے حق نبی کہا۔ اور اس وقت چونکہ قرأت نہیں ہو رہی اس لئے اس پر وائصو کا حکم بھی جاری نہ ہوگا۔ جیسے کوئی سامع اچھی قرأت کو سن کر قارمی تھے وقفہ میں لفظ اللہ، سبحان اللہ یا صدق کہہ دے۔

اس کے علاوہ معتبر کتب تفسیر میں صراحتاً مذکور ہے کہ آیت مذکورہ واذا قرأ القرآن الخ کا نزول امام کے پیچھے نماز ادا کرنے والے مقتدی کے لئے ہے۔ چنانچہ ہر جگہ اور ہر وقت اور ہر حال میں غور سے نہ سننے والا یا خاموش نہ رہنے والا حرام کا مرتکب نہیں گردانا جائے گا۔ وغیر ذالک فاضل مفتی کا جواب دلائل و براہین کی روشنی میں بالکل برحق ہے۔ اور مخالف کے پاس سوائے بغض کے کوئی دلیل واضح موجود نہیں ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم بالصواب

مفتی محمد مختار احمد نعیمی مفتی جامعہ غوثیہ نعیمیہ گجرات

تصدیق

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عرفان صاحب

مفتی جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ، گجرات

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد امام قرآن مقدس کی آیت ۱ صلوٰن علی النبی الخ پر توقف کرے اور مقتدی بلند آواز سے ”حق نبی“ کہیں۔ اس صورت کے جواز و استحسان پر حضرت علامہ مولانا ابوالخیر محمد زبیر صاحب مدظلہ کی تحقیق لائق تحسین ہے۔ اور قرآن و حدیث و اقوال فقہاء سے مذکورہ صورت کو مہرِ حسن کیا ہے اور براین سے استدلال تام فرمایا ہے۔ اور حسب قواعد جواز کے ثبوت کے لئے تو یہی کافی ہے کہ منع پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ علامہ ابن نجیم مصری قاعدہ نقل فرماتے ہیں۔ اصل الاشیاء اباحۃ۔ الا شہاء والنظام اور معارض کا منع پر آیت فاستمعوا کو پیش کرنا استدلال فاسد کے قبیلہ سے ہے۔ کیونکہ امام کی خاموشی کے وقت مقتدیوں کا ”حق نبی“ کہنا فاستمعوا کے امر کا مکمل نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ فاضل محترم ابوالخیر کا جواب عین صواب ہے۔ ہاں ہم اس فروغی مسئلہ کو امتیاز کا سبب نہ بنانا چاہئے۔

راقم: الراجی الی رحمة ربہ المنان محمد عرفان غفرلہ الرحمن

خادم دارالافتاء جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھگلی شریف ضلع گجرات

(مفتی صاحب الراجی اور الراجع میں فرق نہیں کر رہے الراجی کے ساتھ بھی الی کا مصلہ لگا رہے ہیں)

تصدیق

حضرت علامہ مولانا عبد الرشید صاحب رضوی

مہتمم مفتی و شیخ الحدیث دارالعلوم شیخ الاسلام رضویہ جھنگ

اصحاب من اجاب

محمد عبد الرشید رضوی غفرلہ

خادم دارالعلوم شیخ الاسلام رضویہ سلاٹ ٹاؤن جھنگ صدر نوں: ۴۳۳۷

تصدیق

حضرت علامہ مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب

بسم الله الرحمن الرحيم

مسئلہ مذکورہ علامہ صاحب زادہ محمد زبیر صاحب نے جس تحقیق و تفصیل سے تحریر فرمایا ہے۔ اس کے بعد کسی مصنف کے لئے مجال انکار نہیں۔ ”حق نبی کہنے کے جواز اور اس سے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت کے اظہار میں کوئی شرعی مانع نہیں۔ واللہ ورسولہ اعلیٰ

ابوداؤد محمد صادق غفرلہ

خطیب زینت المساجد امیر جماعت رضائے مصطفیٰ دارالسلام گوجرانوالہ

تصدیق

حضرت علامہ مولانا قاضی محمد ایوب صاحب

مفتی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ

حیدرآباد کے علاقہ میں اہلسنت والجماعت کا مساجد میں نماز کے بعد والی دعا میں یہ معمول کہ جب امام صاحب آیت مبارکہ ان اللہ و ملائکہ الآیہ پڑھتا ہے تو وہ (علی النبی) پر پہنچ کر کچھ دیر کے لئے وقف کرتا ہے۔ اور اس وقفہ کے دوران تمام مقتدی ”حق نبی“ کے الفاظ بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں۔ تو ان کا اظہار محبت و الفت کے لئے ”حق نبی“ کہنا مباح ہے۔ اور حضرت علامہ صاحب زادہ مفتی محمد زبیر صاحب نے اس کا جو تحقیقی جواب تحریر فرمایا ہے درست ہے۔ اللہ تعالیٰ صاحب زادہ صاحب کو اس کا اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

هذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

قاضی محمد ایوب مفتی دارالافتاء الحمدیہ الغوثیہ بھیرہ ۲۲ ذی الحج ۱۴۹۰ھ

تصدیق

حضرت علامہ مولانا پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری

جسٹس فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان

اصاب المجيب اللبيب اثاره الله تعالى حسن الثواب في الدنيا والاخرة
محمد کرم شاہ الازہری رئیس دارالعلوم الحمدیہ القوثیہ بحیرہ ضلع سرگودھا
تصدیق

حضرت علامہ مولانا ابوالحسنات محمد اشرف صاحب سیالوی
شیخ الحدیث دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف

بسم الله الرحمن الرحيم

صورت مسئلہ کے جواب میں فاضل مجیب نے حق تحقیق ادا فرمایا ہے اور جواب باصواب دیا ہے۔
قرآن مجید کی آیت مبارکہ اذ اقرء القرآن فاستمعوا لآیہ قرأت مقتدی سے منع کرنے کے لئے نازل
ہوئی ہے۔ جیسے کہ کتب تفاسیر میں تصریح موجود ہے۔ لہذا اس سے علی الاطلاق عدم استماع یا تکلم کی
حرمت ثابت کرنا درست نہیں ہے۔ نیز اذ الکلمات اہمال سے ہے۔ کلیہ حکم کے لئے اور ایجاب کلی
کے لئے نہیں ہوتا اور موہوم قوت جزئیہ میں ہوتا ہے۔ اور جزوی صورت روایات اور تفاسیر نے متعین
کردی۔ یعنی حالت اقتداء نیز انصات اور استماع مشروط ہے۔ اذ اقرء کے ساتھ اور جب قاری ہی
سکوت کر لے تو حکم مشروط کا لزوم و وجوب بوجہ انقضاء شرط ختم ہو گیا۔ علاوہ ازیں حکم استماع مقدم ہے
جو وجود اور تحقق قراءت کو تسلزم ہے۔ اور جب قرأت ہی منقطع ہو گئی تو حکم استماع بھی مرتفع ہو گیا۔
اور انصات کا لزوم استماع کی تاکید صورت تھی۔ لہذا اس کا ارتقاع بھی واضح ہو گیا۔ الغرض مستدل
کا اس آیت کریمہ سے تحریم پر استدلال نا تمام ہے۔ اور فاضل مجیب کا جواب عین صواب ہے۔

هذا والله ورسوله اعلم

حرره احقر الانام محمد اشرف سیالوی کسان اللہ لہ

اس کے بعد انہی حضرات نے اپنے اس موقف سے تھوک پیانے پر تو بکی یہ حسی قوت استدلال لے
اٹھے تھے پھر تو یہ میں ان کو وہ نبوت نصیب نہ ہو سکی سوائے اس کے کہ ان کے مرکز نے ان کی کسی بات
کو پذیرائی نہ دی۔

ساحل کے تماشائی ہر ڈوبنے والے پر فریاد تو کرتے ہیں امداد نہیں کرتے

ان کی توبہ پر مولانا محمد زبیر پھرا کیلے رہ گئے۔

اب ان بریلوی فتوؤں کی تردید میں مولانا احمد رضا خاں کے پوتے مولانا محمد اختر رضا خاں کا فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں جسے مولانا عبدالرشید نوری قادری نے شائع کیا ہے ”سنو چپ رہو“ نام ہے۔ ہم اس کا عکسی فوٹو صفحہ ۲۳ سے ص ۲۸ تک ہدیہ قارئین کر رہے ہیں۔

مسئلہ حق نبیؐ عند القسہ پر تحقیقی کتاب

سنو، چپ رہو

— از —

علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری، لاہری

نبیولہد الامنت فاضل برٹری

— مرتبہ —

ابوالسرخا محمد عبدالرشید نوری

(ایم اے)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اکیڈمی
شعبہ تحقیق برہم رضا پاکستان

قرآن کریم کی تلاوت کے دوران حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کنا کیسا ہے؟

عالم اسلام اور دنیا نے اہلسنت کی مسئلہ شخصیت نبیہ امام اہلسنت
فاضل بریلوی اور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہما کے جانشین اور نائب
حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں بریلوی قادری برکاتی نورانی مدظلہ العالی
گزشتہ سال پاکستان تشریف لائے تو اس موقعہ پر عوام اہلسنت خانقاہ
رضویہ کے اس عظیم فرزند کی ایک جھلک دیکھنے کو بے تابہ ٹوٹ پڑے
اپنے اس دورہ میں حضرت نے حیدرآباد میں ایک عظیم الشان جلسہ سے
خطاب فرمایا۔ اپنے اس خطاب سے قبل آپ نے ایک تمہیدی گفتگو میں
عوام اہلسنت کو ایک مسئلہ شرعیہ سے آگاہ فرمایا اور بتایا کہ قرآن کریم کی تلاوت
کے درمیان خاموشی لازم ہے اور اس موقعہ پر حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غور
اور گمانا قرآنی حکم کے خلاف ہے۔ ذیل میں حضرت کی وہ تقریر مندر قارئین سے چرب

حضرت مفتی محمد اختر رضا خاں الازہری کی تقریر!

حدیث میں ہے۔

”من رآنی منکم منکرا فلیغیرہ بیدۃ فان لم
یستطع فلیسأنہ فان لم یستطع فلیقلبہ وذلاہ
اضعف الا یمان“ جو تم میں سے کوئی بری بات دیکھے تو اس کو اپنے
ہاتھ سے بدل دے اگر اس کی استطاعت رکھتا ہے ہاتھ سے بدل دے

اگر اس کی قدرت نہیں رکھتا ہے تو زبان سے اس کو منع کرے بدل دے
اور زبان سے اس منکر کو بدل دے اگر اس کی بھی قدرت نہیں رکھتا تو
اسے دل سے برا جانے۔

سیرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ
ایمان کا سب سے ادنیٰ درجہ ہے دوسری حدیث میں فرمایا دیس دراء
ذللہ من الایمان حبہ خسر دل یعنی اس کے بعد اس کے
علاوہ ایمان کا راہی برابر کوئی درجہ نہیں ہے یعنی برائی کو برا جاننا ایمان کا تقاضا
ہے اور یہ موتی کی شان ہے اور ایمان کا خاصہ ہے لازمہ ایمان ہے کہ برائی
کو برا جانے پھر اگر قدرت رکھتا ہے تو مومن کی یہ شان ہے کہ سرکار نے ارشاد
فرمایا اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دے اس برائی کو مقرر نہ رکھے اور اگر اس کی
بھی قدرت نہیں ہے تو برائی کو برا کہے اور منکر کی برائی کو ظاہر کرے اس کی
شناخت ظاہر کرے لوگوں کو منع کرے یہاں پاکستان میں یہ دستور ہے کہ
جب آیت درود پڑھی جاتی ہے اس وقت لوگ زور سے نعرہ لگاتے
ہیں ”حق نبی“ صلی اللہ علیہ وسلم الحمد للہ ہم نبی برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے کلمہ گو ہیں اور اے کلمہ گو ہیں کہ مدعیوں کے پاس تو محض دعوے کے سوا
کچھ نہیں ہے اور ہم اے کلمہ گو ہیں کہ روئے زمین پر ہم ہی مسلمان ہیں الحمد
للہ اور ہم سچے کلمہ گو ہیں اس لئے کہ ہم سچے نبی کو ماننے میں ہمارا نبی بھی پتھا
اور ہمارا خدا بھی پتھا اور ہمارا کلمہ بھی پتھا اور الحمد للہ اس نبی کا کلمہ پڑھنے کی
وجہ سے ہم بھی اے سچے ہیں کہ کوئی ہم کو جھوٹا نہیں کہہ سکتا لیکن ہم یہ آپ
پرسب پر اس کی اطاعت ضروری ہے جس کا ہم نے کلمہ پڑھا ہے اور
کلمہ پڑھنے سے ہی ہمارے ذمہ میں ان کی اطاعت فرض ہوئی ہے

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں :-

ثابت ہوا کہ جسد فرائض فروغ میں

اصل از اصول بندگی اس تاجور کی ہے

تو ہمارے اوپر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت ضروری ہے
اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت ہی بعینہ خدا کی اطاعت ہے قرآن کریم
کا ارشاد ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَالْمُرْسَلِينَ
وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ط

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو

اور تمہارے اندر جو علمائیں، اہل حکم ہیں ان کی اطاعت کرو

اب اس پر غور کیجئے کہ ہم جو نعرہ لگاتے ہیں ”حق نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کا تو اس سے قطع نظر کہ یہ نعرہ فی نفسہ جائز ہے کوئی بیری بات نہیں بلکہ
یہ ہمارے دل کی آواز ہے جو ہمارے منہ سے ہمارے لبوں سے ہماری زبان
سے نکلتی ہے! یہ دل کی آواز ہے لیکن اس پر غور کیجئے کہ اس وقت جو یہ
نعرہ لگایا جاتا ہے کیا اللہ نے یا اس کے رسول نے اس وقت نعرہ لگانے
سے آپکو منع کیا ہے یا اس نعرہ لگانے کی اجازت دی ہے قرآن کریم کا
ارشاد ہے :-

وَإِذْ قُرِئَ الْقُرْآنُ فَأَسْتَمِعُوْهُ وَأَتَّبِعُوْهُ
فَعَلَّامٌ مِّنْ حُكْمٍ ط

جب قرآن پڑھا جائے فاستمعوا لہ فاسمعوا لہ تو اس کو سنو اور

چپ رہو تاکہ تمہارے اوپر اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت ہو۔

قرآن کریم نے ہمیں اس آیت کریمہ میں دو باتوں کا حکم دیا ہے ایک یہ کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو آپ سینس اور دوسری بات یہ کہ قرآن کی تلاوت کے دوران چپ رہیں اور اس پیر قرآن کریم نے وعدہ فرمایا **فَمَنْ قَرَأَهُ خَفَّ عَنْهُ** اگر ایسا کر دے گا تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت کے مستحق ہو گا اللہ تعالیٰ کی رحمت تم پر نازل ہوگی کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ابھی جب فارسی ٹیبلٹ لکھی اور اس نے وقف کیا تو قراءات ابھی نہیں ہو رہی ہے تو سننے کا حکم نہیں ہے اور جب سننے کا حکم نہیں ہے تو چپ رہنے کا بھی حکم نہیں ہے ۔

اس لئے کہ چپ رہنا وہ سننے کے لئے ہے لہذا حق نبی کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس خیال کا اور اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم نے چپ رہنے کا جو حکم دیا ہے یہ محض سننے کے لئے نہیں ہے بلکہ قرآن کریم نے جو چپ رہنے کا حکم دیا ہے وہ حرمت قرآن کی وجہ سے ہے اور قرآن کو سننے کیلئے بھی ہے ۔ دیکھئے کہ جب تک تلاوت کی محفل قائم رہے جب تک تلاوت کی مجلس قائم رہے یہ شرع کا قاعدہ کلیہ ہے کہ شرع مجلس کا اعتبار کرتی ہے جس مجلس میں جو کام ہو رہا ہے جب تک وہ کام ہوتا رہے گا وہ مجلس اسی کام کی ہے آپ نے ابھی کھانا شروع نہیں کیا ہے لیکن کھانا کھانے کیلئے مستعدی کھانا کھانے کے لئے بیٹھ جائیں تو عرفاً کیا کہا جائے گا کہ کھانا کھایا جا رہا ہے کھانا کھا رہے ہیں جب تک کھانے کا فعل ہوتا رہے گا تب تک یہی کہا جائیگا کہ کھانا کھایا جا رہا ہے حالانکہ اس پوری مجلس میں یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ کھانا کھاتے رہیں بیچ میں کوئی فصل واقع نہ ہو بیچ میں فصل واقع ہو گا تو آپ بات بھی کر سکیں گے کوئی اور کام بھی کر سکیں گے لیکن وہ چونکہ کھانے کی مجلس ہے کھانے کی محفل ہے تو اس میں اس فصل کا اعتبار نہیں کیا جائے گا جو

معمولی سا فصل ہے اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ یہی کہا جائے گا کہ کھانا کھا رہے ہیں اور کھانا کھانے سے پہلے بھی آپ جب کھانے کے لئے متعد ہیں تو اس حالت استعدادی پر بھی وہ اطلاق ہو گا کہ کھانا کھا یا جا رہا ہے کھانا کھا رہے ہیں فلاں شخص کھانے کے لئے جا رہا ہے ابھی کھانا کھا یا نہیں ہے لیکن یہ کہا جاتا ہے کہ کھانا کھا رہا ہے تو معلوم یہ ہوا کہ جو فعل جب تک قائم رہے جب تک جاری رہے وہ مجلس اسی فعل کی قرار دی جائے گی اس طریقے سے میں (مفتی اختر رضا خاں ازہری) جو تقریر کر رہا ہوں تو میرے جلوں کے درمیان خاموشی بھی ہوگی لیکن اس خاموشی کا کوئی اعتبار نہیں کرے گا بلکہ یہی کہے گا کہ تقریر ہو رہی ہے اور آپ لوگ بھی کہیں گے کہ فلاں صاحب تقریر کر رہے ہیں اور ہم تقریر کر رہے ہیں حالانکہ بیچ میں خاموشی بھی ہوگی اسکو بہت سی مثالوں سے سمجھایا جاسکتا ہے بہر حال مختصر یہ ہے کہ جب تک جس کام کی محفل رہے گی وہ فعل اس کام کی شمار کی جائے گی جب تک تقریر جاری ہے تقریر کی محفل قرار دی جائے گی جب تک خطبہ جاری ہے تو خطبہ کی محفل قرار دی جائے گی بلا تشبیہ و تمثیل اسی طریقے سے جب تک تلاوت کی جارہی ہے ہزار مرتبہ اگرچہ قاری سکوت کرے اگرچہ وقف کرے لیکن وہ محفل اسی مجلس کی تلاوت کی ہی قرار دی جائے گی اسی لئے قاری کی تلاوت کے درمیان اور خطبہ کے درمیان اور وقف کے درمیان یہی حکم ہے کہ جب تک خطبہ جاری ہے تو لوگوں کو ضروری ہے کہ وہ چپ بیٹھیں اگرچہ آواز نہ پہنچتی ہو معلوم ہوا کہ یہ جو چپ رہنے کا حکم ہے وہ محفل سننے کے لئے نہیں ہے سننے کے لئے بھی ہے اور حرمت و عظام حرمت خطبہ و حرمت تلاوت کو قائم رکھنے کے لئے بھی ہے اس لئے کہ جب بولا جائے گا اسکے

درمیان جو کلام کیا جائے گا تو تلاوت کی حرمت ختم ہو جائے گی و غلطی کی حرمت ختم ہو جائیگی خطبہ کی حرمت ختم ہو جائیگی لہذا فقہاء بالاتفاق فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دو رخصتا ہوا ہے یا کچھ لوگ دو ریشھے ہوئے ہیں خطبہ کی آواز جہاں تک نہیں جا رہی ہے یا وعظ کی آواز نہیں جا رہی ہے یا قاری کی آواز نہیں جا رہی ہے ان لوگوں کو بھی یہ فرض ہے کہ وہ چپ بیٹھیں جب کہ وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ابھی قاری قرأت کر رہا ہے یا خطیب خطبہ دے رہا ہے یا واعظ وعظ کر رہا ہے معلوم یہ ہوا کہ یہ حکم چپ رہنے کا محض استماع کے لئے نہیں ہے محض یہ سننے کیلئے نہیں ہے بلکہ حرمت قرآن کو قائم رکھنے کے لئے بھی ہے قرآن کی تلاوت کے دوران اگر بولنا جائز ہو تا تو تلاوت ہی کی رخصت ہوتی کہ ہم تلاوت کر رہے ہیں دوسرا تلاوت شروع کر دے اور اگر بولوں نہ ہی جب تک جتنے لمحوں میں قاری وقف کرتا ہے خاموش رہتا ہے تو اس کے سکتے میں تلاوت کرے لیکن سکتوں میں بھی تلاوت جائز نہیں ہے نہ اس تلاوت کے دوران دو کلام کو تلاوت کرنے کا حکم ہے تو معلوم یہ ہوا کہ یہ جو ہم لوگ "حق نبی" صلی اللہ علیہ وسلم کا نعرہ لگاتے ہیں اس وقت اس نعرہ کا حکم نہیں ہے آپ دل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے دل میں "حق نبی" کا نعرہ لگائیں یعنی ذکر تقبی جاری رہے تو یہ منع نہیں ہے ذکر لسانی سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کی تلاوت کے دوران منع کیا ہے اور یہی شان یہ ہے کہ جہاں ہم کور و کا گیا ہے وہیں رک جائیں اور جو ہم کو کمر نے کا حکم دیا ہے وہ ہم کو میں اللہ تبارک و تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

(تقریر ختم ہوئی)

علمائے دیوبند کے آخری لمحات

تالیف: ابو محمد مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی

برصغیر ہندوپاک میں علمائے دیوبند کا مثالی کردار اتنا روشن اور واضح ہے کہ کوئی کور چشم ہی اس سے انکار کر سکتا ہے۔ وہ کون سا میدان ہے جہاں سے وہ آبلہ پا نہیں گذرے اور وہ کونسا محاذ ہے جہاں انہوں نے داد شجاعت نہیں دی، مدارس انہوں نے قائم کئے جو آج دین کے مضبوط قلعے بن چکے ہیں اور جن کے ذریعے اسلام کی روشنی پھیل رہی ہے۔ دعوت و تبلیغ کے لئے ان کی قربانیوں نے دور صحابہ کی یاد تازہ کر دی، مادروطن کی آزادی سے لے کر مسلمانوں کے بگڑے ہوئے معاشرے کی اصلاح تک ہر پہلو سے انہوں نے وہ بے مثال جدوجہد کی ہے کہ امت مسلمہ اس احسان کے بارگراں سے سبکدوش نہیں ہو سکتی، دین حق کی اشاعت کا معاملہ ہو یا باطل فتنوں سے اس کی حفاظت کا مسئلہ، علمائے دیوبند ہمیشہ پیش پیش رہے، اس جماعت کا ہر فرد اپنی ذات سے ایک انجمن تھا، جہاں بیٹھ جاتا مثال شمع ہر طرف اجالے بکھیرتا اور لوگ پروانوں کی طرح اس کے گرد جمع ہو جاتے، ایثار، قربانی، تواضع، اخلاص، للہیت، استغناء اور سب سے بڑھ کر اتباع سنت کے جذبے سے سرشار یہ جماعت بلاشبہ علمائے ربانین اور قدسی صفت انسانوں کی جماعت ہے، یہ لوگ زندہ رہے تو اسوۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کاربند رہے اور جب اپنی دائمی منزل کی طرف روانہ ہوئے تو علامہ اقبال کے اس شعر کی مجسم تفسیر بن گئے۔

نشانِ مردِ مومن با تو گویم

چو مرگ آید تبسم برب اوست

مولانا ابو محمد ثناء اللہ سعد شجاع آبادی نے ان علمائے امت کے آخری لمحوں کو اور ابدی زندگی کی طرف روانگی کے وقت پیش آنے والے واقعات کو مستند کتابوں اور معتبر لکھنے والوں کی مدد سے ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ اس کتاب میں ایک باب ان بزرگوں کے واقعات پر مشتمل ہے، جنہوں نے دین کی حفاظت کے لئے جام شہادت نوش کیا، لگ بھگ سو مشہور و معروف شخصیتوں کے آخری لمحات کی یہ روداد آپ کے ایمان کو تازہ کرے گی، اور آپ کے دونوں ہاتھ خود بخود یہ دُعا مانگنے کے لئے رب کریم کی بارگاہ میں اٹھ جائیں گے کہ اے اللہ! ہمیں ایسی ہی زندگی نصیب فرما، اور ایسی ہی موت عطا کر۔

حافظی بک ڈپو دیوبند 247554 (یو پی)

پاکستان میں دیوبندی بریلوی اتحاد کی نئی کوششیں

الحمد لله والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

خوش قسمت ہیں وہ قومیں جو حالات بدلنے پر اپنی پچھلی غلطیوں پر متنبہ ہو جاتی ہیں اور اپنے اسلاف سے کتنے کی صورتیں چھوڑ کر پھر سے ایک ہونے کا عزم کرتی ہیں۔

زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی پاکستان بننے کے بعد امید تھی کہ مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کے لئے جو باہمی نفرت کی دیواریں کھڑی کی گئی تھیں وہ یکسر گر جائیں گی۔ اور پاکستان میں مسلمان پھر ایک قوم بن کر ابھر رہے۔ لیکن افسوس کہ پاکستان کے بیشتر حکمرانوں، دانشوروں اور صحافیوں نے یہاں مسلمانوں کو ایک قوم بنانے کے لئے کوئی موثر قدم نہ اٹھایا ان کے لئے کچھ تجویزات سامنے آئیں اور نہ کسی سیاسی جماعت نے اس کے لئے رائے عامہ کو ہموار کیا۔ پنجاب میں بنگلہ کی تعلیم اور ڈھاکہ میں اردو کی تعلیم ہمیں ایک قوم بنانے کے لئے ناگزیر تھی۔ اس کے لئے بھی ہم نے سیاستدانوں کا کوئی قدم اٹھتے نہ دیکھا۔ اور ہمارے حکمران آزاد قبائل کی سرپرستی کے باوجود ان لوگوں میں اردو زبان نہ لے سکے۔ یہ اس کا نتیجہ ہے کہ وہاں اب تک پختون اپنے میں اور پنجاب میں ایک بڑا فاصلہ محسوس کر رہے ہیں۔ اردو زبان اور سندھی زبان کے فرق پر کراچی کو علیحدہ کرنے کی تحریک چلی اور پاکستان کے مسلمانوں کو اب قوم بنانے کا خواب نصف صدی گزرنے کے باوجود ابھی تک اپنی تعبیر نہ پاسکا۔ پھر بھی ہم اللہ کے کرم سے مایوس نہیں ہیں تھوڑی بہت جو کوششیں ہوئیں ہیں ان میں گوئے سبقت پھر بھی مذہبی حلقے ہی لے گئے اور انہوں نے اپنے اختلافات کو کچھ نہ کچھ ضرور سمیٹ لیا۔ پہلے کیا کچھ ہو چکا تھا مذہب کے دائروں میں الحادی تحریکات جیسے نیچریت، قادیانیت، خارجیت، پرویزیت مسلمانوں کے اصولی مسائل پر حملہ آور ہوئیں۔ مذہبی آزادی کے نام سے سلف سے بغاوت بڑھتی گئی اور نئے نئے مذاہب نے پاکستان میں ایسے الحادی حلقے بنائے کہ فرقہ ناجہ اہل

السنۃ والجماعۃ خود اپنا تحفظ نہ کر سکا اور اپنے دائرہ کے گرد کوئی حفاظت کے بند نہ باندھ سکا۔ آہستہ آہستہ اہل سنت ان الحادی تحریکات کی زد میں آ گئے اور دیوبندی اور بریلوی جو ایک اصول و فروع سے نسبت رکھتے تھے اس اشتراک فکر کے باوجود اپنے مدارس اور اپنی مساجد کو بھی ایک ساتھ نہ رکھ سکے آج کتنی مساجد آپ کو نظر آئیں گی جن پر بریلوی مسجد کے بورڈ لگے ہوئے ہیں۔ اور شیعہ انہیں بڑی محبت کی نظروں سے دیکھتے ہیں کہ ان کی محنتوں سے اب سنی ایک طاقت نہیں رہے دو حصوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ ان دو حلقوں کو ایک دوسرے کے قریب کرنے کے لئے سیاستدانوں اور علماء نے کچھ قدم اٹھائے لیکن افسوس کہ ہم ان مخلصین کی اس محنت کو آگے نہ لے جا سکے۔ یہ عمارتیں بنتی رہیں اور گرتی رہیں

۔ جن پر تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

۱۔ پہلی کوشش اتحاد:

قائد اعظم محمد علی جناح نے کی جب انہوں نے لاہور میں علی پور ضلع سیالکوٹ کے معروف گدی نشین جناب پیر جماعت علی شاہ صاحب اور دیوبند کے معروف عالم علامہ شبیر احمد عثمانی کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر لیا۔ مولانا عثمانی نے اپنے عقائد کی وضاحت کی اور پیر جماعت علی شاہ صاحب نے آپ کو گلے سے لگا لیا اور کھڑے ہو کر اعلان فرمایا:۔

علامہ شبیر احمد صاحب میرے بھائی ہیں۔ خبردار ان سے کوئی گستاخی نہ ہو میرے سامنے انہوں نے اپنے عقیدے کی وضاحت کر دی ہے

یہ پیر صاحب کی حق پرستی تھی کہ انہوں نے اپنا فیصلہ دینے کے لئے مولانا احمد رضا خاں کے جانشینوں سے کوئی مشورہ نہ کیا نہ ان کے پیر خانہ مارہرہ شریف کو اسی باب میں درخور مشورہ سمجھا۔ تاریخ گواہ ہے کہ اس کے بعد پیر جماعت علی شاہ صاحب نے کبھی علمائے دیوبند کی مخالفت نہیں کی انہیں ہمیشہ اہل سنت سمجھا۔ اس کا نتیجہ یہ رہا کہ پیر جماعت علی شاہ صاحب کے پیرواب مولانا احمد رضا خاں کے پیروؤں سے قدرے مختلف ہیں اور یہ لوگ اپنی علیحدہ اذانوں سے ہی پہچانے جاتے ہیں۔ بریلویوں کی مسجدوں میں شروع اذان میں صلوٰۃ و سلام کا اضافہ کیا گیا ہے اور ان کی مسجدوں میں فرض نمازوں

کے بعد ذکر باکھر ہوتا ہے جب کہ پیر جماعت علی شاہ صاحب کے معتقدین نے ان بدعتوں کو اپنے ہاں پذیرائی نہیں دی۔

۲۔ دوسری کوشش اتحاد

علماء کی طرف سے یہ کوشش علامہ سید سلیمان ندوی اور مولانا احتشام الحق تھانوی نے کی انہوں نے ۱۹۴۹ء میں کراچی میں مختلف المسالک کے اکتیس علماء کرام کی ایک عظیم میٹنگ بلائی اور پاکستان کے مسلمانوں کو ایک قوم بنانے کے لئے عمل اسلام کا آغاز کیا۔ مختلف فرقوں کے لئے ایک مشترک خاکہ تجویز کیا جس کی مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا ابوالحسنات الوری نے مکمل کرتا نید کی۔

۳۔ تیسری کوشش اتحاد

مولانا ابوالحسنات نے ۱۹۵۵ء میں ایک عدالت میں یہ بیان دیا۔

مجھے کہا گیا کہ میں معین طور پر بیان کروں کہ بریلوی اور دیوبندی کے درمیان اساسی عقائد کے اعتبار سے کیا اختلاف ہے؟ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ بریلی اور دیوبند دونوں جگہ ہر خیال اور عقیدہ اور ہر مذہب کے لوگ موجود ہیں اس لئے بریلویوں اور دیوبندیوں کے اختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا موضوع تقریر کا یہ عنوان ہی صحیح نہیں۔ علاوہ ازیں بریلی اور دیوبند دونوں مقام ہندوستان میں رہ گئے ہیں اس لئے پاکستان میں ان کے اختلاف کا سوال بے معنی ہے اگر موضوع سے مراد یہ ہے کہ بریلی کی دینی درسگاہ اور دیوبند کی دینی درسگاہ سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے والوں کے نظریات و افکار کے اختلاف پر روشنی ڈالی جائے تو میں اعلان کئے دیتا ہوں کہ اساسی عقائد کے اعتبار سے دونوں مکتبوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ بریلوی علماء حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونی توہین کرنے والے کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ اور دیوبند کے علماء بھی اصولی طور پر اس کلیہ پر ایمان رکھتے ہیں دونوں سلسلہ کے علماء کے درمیان بعض عبارات کے متعلق رائے کا اختلاف ہے۔

۴۔ چوتھی کوشش اتحاد

سابق صدر پاکستان جنرل ایوب مرحوم نے کی جس نے دیوبند کے معروف محدث مولانا شمس الحق افغانی اور ملتان کے معروف عالم مولانا احمد سعید کاکھی کو بہاولپور یونیورسٹی میں ایک جگہ مدرس بنا کر

بٹھا دیا۔ اس حلقہ درس میں دیوبندی اور بریلوی طلبہ بلا امتیاز داخلہ لیتے تھے۔ اور وہ فارغ ہو کر پورے ملک میں اپنی اپنی مساجد میں ایک دوسرے کو کھلے بندوں ملتے تھے۔ باہمی علیک سلیک کے علاوہ بیشتر کھانے پینے کی مجلسوں میں بھی یہ حضرات اکٹھے ہو جاتے۔ ان مجالس میں بریلویوں نے مولانا احمد رضا خاں کے اس فتوے کو عملاً ترک کر دیا جو دونوں حلقوں کو علیک سلیک سے روکتا تھا۔ جس میں دوسروں کے پیاروں کی عیادت کرنے تک کو حرام کہا گیا تھا یہاں تک کہ دوسروں کے جنازہ اٹھانے کو بھی عظیم گناہ بتلایا گیا۔ لیکن اب یہ دونوں حلقے ایک دوسرے کو برابر ملتے ہیں۔ مولانا احمد رضا کا فتوہ ان بارے میں گو وہی رہا مگر عملاً اس میں بہت ڈھیل آگئی وہ فتویٰ یہ تھا۔

بلاشبہ اس سے دور بھاگنا اور اسے اپنے سے دور کرنا اس سے بغض و اہانت..... اس کا فرض ہے۔ اور تو قیہ حرام و پدم اسلام۔ بیمار پڑے تو اسے پوچھتے جانا حرام۔ مر جائے تو اس کے جنازہ میں شرکت حرام۔ اسے مسلمانوں کا سا غسل و کفن دینا حرام۔ اس پر نماز جنازہ پڑھنا حرام بلکہ کفر۔ اس کا جنازہ اپنے کندھے پر اٹھانا، اس کے جنازے کی مشابعت کرنا حرام۔ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام۔ اس کی قبر پر کھڑا ہونا حرام۔ اس کے لئے دعائے مغفرت یا ایصال ثواب حرام بلکہ کفر۔ اس مشترک حلقہ عامہ کے علماء میں مولانا محمد حسین نعیمی والد ڈاکٹر سرفراز نعیمی، مولانا عبدالرحیم مرحوم اور مولانا فضل الرحیم نائب ناظم جامعہ اشرفیہ لاہور، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب (حضرت ضلع کیمبل پور) اور مفتی محمد سرور قادری (لاہور) خاصے مہربان ہیں۔ اور آپ نے نہ دیکھا ہوگا کہ کبھی ان حضرات نے دیوبندی اور بریلوی اختلاف میں کسی چنگاری کو پھر سے ہوا دی ہو۔ پاکستان میں ان کا ایک دوسرے سے ملنا اور اکٹھے بیٹھنا عام ہے۔

۵۔ پانچویں کوشش اتحاد

یہ کوشش اتحاد صدر پاکستان ضیاء الحق مرحوم نے کی جنہوں نے پاکستان میں وفاقی شرعی عدالت قائم کی اور ان میں مولانا محمد تقی عثمانی اور پیر کرم شاہ صاحب کو اور مولانا عبدالقدوس فاضل دیوبند اور مولانا شجاعت علی قادری کو عدالت کی کرسیوں پر اکٹھا بٹھا دیا۔ یہ حضرات آپس میں اٹھتے بیٹھتے رہے مل کر کھاتے پیتے بھی رہے اور مولانا احمد رضا خاں کے مذکورہ بالا فتویٰ کو ان حضرات نے عملاً مقتضاً

حال کے خلاف سمجھا۔ مولانا پیر کرم شاہ صاحب نے کھل کر دیوبندی اور بریلوی دونوں جماعتوں کو اہل السنۃ والجماعت کہا۔ اور ایک جگہ ان کی باہمی تفریق پر یوں اظہار افسوس کیا۔

سب سے المناک پہلو اہل السنۃ والجماعت کا آپس میں اختلاف ہے جس نے انہیں دو گروہوں میں بانٹ دیا ہے۔ دین کے اصولی مسائل میں دونوں متفق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید ذاتی اور صفاتی۔ حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت اور ختم نبوت۔ قرآن کریم، قیامت اور دیگر ضروریات میں کلی موافقت ہے۔ بریلوی علماء دیوبندی علماء کی بعض تحریروں پر معترض ہیں اور یہ رائے رکھتے ہیں کہ ان تحریروں کے ظاہری معانی کو صحیح سمجھنے والا شخص گمراہ ہے دیوبندی اپنے اکابر کی ان تحریروں کو قابل گرفت یا مورد تنقید خیال نہیں کرتے۔ لیکن اصول و اساس میں بریلوی علماء سے سو فیصد متفق ہیں۔

پاکستان میں دیوبندی بریلوی اتحاد کے مواقع بار بار پیدا ہوئے ہیں۔ اور قوم اس ایک صد سالہ تفریق سے فارغ ہو کر پھر سے ایک ہونے کو ہے اور یہ صرف ان کے اتحاد پر موقوف ہے۔ پاکستان میں الحادٰی تحریکات دم توڑ جائیں یہ ابھی تک نہیں ہو سکا۔ مگر افسوس کہ ان الحادٰی تحریکات نے اپنی تمام تر مساعی اس محاذ پر لگا دیں۔ کہ پاکستان میں دیوبندی بریلوی حلقوں کو کبھی ایک نہ ہونے دیا جائے۔

بریلویوں کا انتہا پسند طبقہ ایک نئے فرقے کے روپ میں

اب بریلویوں کا ایک حلقہ ایک نئے جوش اور دلولہ سے اٹھا ہے اور انہوں نے مولانا احمد رضا خان کے ایک ایک لفظ پر ایمان و جان لگانے کی بازی لگا دی ہے۔ یہاں تک کہ بریلویوں کے مشہور دانشور پروفیسر مسعود احمد کے بھانجے مولانا ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر نے ان کے خلاف خطرے کی گھنٹی بجادی ہے۔ انہوں نے تعصب کے مارے اس فتنہ کا اس طرح پتہ دیا ہے، سرخی ملاحظہ ہو۔

”ایک نئے فرقے کی بنیاد ڈالی جا رہی ہے“

مفتی مظہر اللہ دہلوی کے اس نواسہ نے بریلویوں کے اس فرقے کی اس طرح نشان دہی کی:-

”حضور اکرم ﷺ کی عظمت اور شان کی آڑ میں بڑے بڑے نبیوں و لیوں اور صحابہ کو گستاخ بے ادب کا فر بنایا جا رہا ہے۔ مثلاً اس فرقے کا عقیدہ اور نظریہ یہ ہے کہ آیت مبارکہ لیغفر اللہ ماتقدم من ذنبک وما تاخر میں جو ذنب کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حضور کی طرف کی ہے اس کا ترجمہ اور

تشریح کرتے وقت ذنب کے کوئی سے بھی معنی لئے جائیں لفظ ذنب یا اس کا ترجمہ گناہ یا خطا وغیرہ سے کر کے اس کی نسبت حضورؐ کی طرف قائم رکھنا یہ غلط ہے بلکہ سنگین بے ادبی گستاخی، جہالت اور گمراہی ہے۔ ایسا کرنے والا نبیؐ کا گستاخ ہے اور کافر ہے تو بین رسالت کی جو سزا ہے وہ اس پر نافذ کی جائے جہم اس کا مقدر ہے۔“

یہ فرقہ اس پر مصر ہے کہ ان کا تعارف بریلوی نام سے ہی ہو لیکن ان کے اعتدال پسند لوگ اب یہ پختہ رائے رکھتے ہیں کہ پاکستان کے نئے حالات میں مولانا احمد رضا خاں کے فتویٰ پر دیوبندیوں سے علیک سلیک کو حرام جاننا اور ایک دوسرے سے کبھی باتھ نہ ملانا اب یہ دن اس تعصب کو باقی رکھنے کے نہیں ہیں۔ ضرورت ہے کہ اہل سنت کے بنیادی عقائد جو پہلی کتب عقائد میں پوری تفصیل سے موجود ہیں۔ اہل سنت کے دونوں حلقے ان پر قائم ہوں۔ اور محض الزامات کے سہارے ایک دوسرے سے عقائد کے فاصلے قائم نہ کئے جائیں۔

رہے اپنے فردی مسائل تو جب دونوں ایک فقہ پر یقین رکھتے ہیں تو چاہئے کہ دونوں محض اپنی رسوم اور اغراض پر مبنی بدعات کے واسطے سے اپنے آپ کو ایک دوسرے سے دور نہ رکھیں۔ بریلوی علماء کو بھی چاہئے کہ ایصالِ ثواب کا کھانا نہ کھائیں یہ صرف مساکین و غرباء کا حق ہے انہیں چاہئے کہ اس مسئلہ میں وہ مولانا احمد رضا خاں کے فتوے کو غلط نہ کہیں۔

سنجیدہ بریلوی سنبھل رہے ہیں

ہم نے مطالعہ بریلویت کی چھٹی جلد کے آخر میں اس مسئلہ پر بحث کی تھی کہ مساجد بنیادی طور پر نمازوں کیلئے ہیں۔ نغمہ سرائی کے لئے نہیں۔ ان میں شعر خوانی اور محافلِ نعت کو اس درجہ میں جگہ نہ دی جائے کہ نمازی مساجد میں اپنا حق نہ پاسکیں۔ ہم نے جس درمندی سے یہ آواز اٹھائی تھی۔ الحمد للہ کہ اس سے اعتدال پسند بریلویوں کو قبولِ حق کی توفیق ملی۔ بریلویوں کا مابنا مذکور الحیب بصیر پور سے نکلتا ہے اس کے مدیر اعلیٰ صاحبزادہ محمد محبت اللہ نوری ہیں۔ انہوں نے اپنے مئی ۲۰۰۱ کے پرچہ میں ص ۷ پر ایک مضمون اس عنوان سے دیا ہے۔

”محافلِ نعت..... یا سنجیدہ علمی مجالس کے خلاف سازش“

مضمون نگار نے اس میں اپنے اس انتخاب پسند حلقے کی شکایت کی ہے۔ وہ اپنے ان جبلاء کے ہاتھوں سخت پریشان ہیں۔ ہم یہ مضمون ہدیہ قارئین کر چکے ہیں۔ حق کی صدا جہرے بھی اٹھے لائق داد ہے

قومی سیاست میں دیوبندی اور بریلوی اتحاد

۔۔۔۔۔ کے انتخابات میں دیوبندی بریلوی بھی نوستاروں میں ایک ہوئے مولانا مفتی محمود اور مولانا شاہ احمد نورانی ایک ساتھ چلے اور مولانا احمد رضا خاں کے فتاویٰ دھرے کے دھرے رہ گئے کہ دیوبندیوں سے ملنا جلنا اور علیک سلیک سب حرام ہے۔

ایسا کیوں ہوا؟

یہ اس لئے کہ پاکستان کے قومی تقاضوں میں مولانا احمد رضا خاں کے فتوؤں کے تحت ہم پاکستان میں کبھی ایک قوم ہو کر چل ہی نہیں سکتے۔ مولانا احمد رضا خاں کے فتوے انگریز حکومت کے دھارے میں چلے تھے اب یہاں ان کے چھوڑنے سے چارہ نہیں۔ قادیانیوں سے اختلاف حقیقی تھا وہ اور شدید ہوتا گیا۔ اور مسلمانوں نے بالاتفاق انہیں ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ دیوبندی بریلوی اختلافات زیادہ تر الزامات پر مبنی تھے۔ وہ خفیف ہوتے گئے۔ اور تمام بریلوی مولانا مفتی محمود صدر قومی اتحاد کی قیادت میں ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر پاکستان کی سڑکوں پر چلے۔ بریلویوں کے چند انتخاب پسند علماء کے سوا کسی نے اس قومی اتحاد کی مخالفت نہ کی۔

مدارس عربی کے تحفظ میں دیوبندی بریلوی اتحاد

پاکستان کے دیوبندی مدارس کی تنظیم وفاق المدارس العربیہ پاکستان ہے۔ اور بریلوی مدارس کی تنظیم کا نام تنظیم المدارس العربیہ ہے۔ دونوں میں تقریباً ایک ہی نصاب پڑھایا جاتا ہے، کسی حکومت نے جب کبھی کسی مدرسہ عربی میں بے جا مداخلت کی مذکورہ بالا دونوں تنظیمیں ایک ہو کر سامنے آئیں۔ اور ان کے مشترکہ اجلاس ایک دوسرے کے مدارس میں عام ہوتے رہے۔ کیا یہ مواقع ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں۔ کہ مولانا احمد رضا خاں کے دیوبندیوں پر کفر کے فتوے محض ایک سیاسی جوش میں تھے۔ جو وقت کے دھارے میں بہہ گئے۔ اور اب وقت آگیا ہے کہ دونوں اپنے اس عبوری اختلافی دور کو نذر ماضی کر کے اپنے ایک روشن مستقبل کی تعمیر کریں۔

مولانا شاہ احمد نورانی علمائے دیوبند کے اشتراک عمل میں

مولانا شاہ احمد نورانی صدر جمعیت علمائے پاکستان علم و فضیلت میں مولانا احمد رضا خاں سے کم نہیں ہیں۔ وہ وقت کی نبض پر ہاتھ رکھ کر تو یہ کہتے ہیں۔ انہوں نے بریلوی جماعت کی بہبود اب اسی میں سمجھی ہے کہ سیاسی طور پر دیوبند کے ساتھ رہیں۔ ورنہ لا دینی قومیں نئی نسلوں کو دین کے عنوان سے بھی متغیر کر دیں گی۔

جو بریلوی علماء دیوبند سے کسی درجہ میں بھی اتحاد کے قائل نہ تھے۔ ان کی رضا خانی رگ پھڑکی اور انہوں نے شاہ احمد نورانی کی خلاف ایک اپنی سی تحریک قائم کی۔ پاکستان کے ۲۰۰۲ء کے انتخابات میں شاہ احمد نورانی متحدہ مجلس عمل کے صدر بنے۔ قاضی حسین احمد نائب صدر، اور بطل حریت، مولانا فضل الرحمن ناظم اعلیٰ بنے۔ اس اشتراک عمل نے قومی اسمبلی کی سینیٹس حاصل کیں۔ سی تحریک نے بھی متعدد نشستوں پر اپنے امیدوار کھڑے کئے ان کے سربراہ عباس قادری اور افتخار بھٹی سمیت ان کا کوئی امیدوار ایک سیٹ بھی نہ لے سکا۔ یہ صورت حال بتا رہی ہے کہ بریلویوں کی علیحدگی پسندی کا گراف اب نیچے جا چکا ہے۔ آج عام بریلوی محسوس کرنے لگا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے تشدد پر چل کر ہم کبھی پاکستان کے وفادار شہری نہ ہو سکیں گے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جن کو ان کی سیاسی سوچ یہاں تک لے آئی ہے۔

زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا بہت کچھ ہو چکی اجزائے سنی کی پریشانی

متحدہ مجلس عمل میں مولانا شاہ احمد نورانی کے گروپ کے بھی صرف ایک عالم متحدہ مجلس عمل میں کامیاب ہوئے وہ مولانا ابوالخیر محمد زبیر (حیدر آباد) ہیں۔ آپ کھلے طور پر مولانا احمد رضا خان کے ترجمہ کنز الایمان کے خلاف ایک علمی جنگ جیتے۔ یہ ان کا قدم راسخ تھا۔ جو انہیں اتحاد اہل سنت کی طرف دعوت دے رہا ہے۔ کاش کہ آپ آیت درود کے دوران بھی حنفی مذہب سے نہ نکلتے اور اس میں حق نبی کے نعرے کی حمایت نہ کرتے تو ہمیں آپ کی حمایت میں آپ کی جماعت سے شرمندہ نہ ہونا پڑتا اب ہم اپنے عقائد کی وضاحت میں الحمد للہ علی المفند کو ایک مقدمہ کے اضافہ سے ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

دو سو سال کے بعد بھی آپ وہی بات سنیں گے نہ بانٹنے سے حقائق نہیں بدلتے۔

المہند علی المہند

مقدمہ

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد

المہند علی المہند مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری نے مولانا احمد رضا خاں کی تکفیری دستاویز حسام الحرمین کے جواب میں ۱۳۲۵ھ میں ہنگامی حالات میں لکھی اس میں علمائے حرمین کے اٹھائے چھبیس سوالوں کے بڑے واضح جوابات ہیں لیکن افسوس کہ اب تک اس پر کوئی مقدمہ تفصیل نہیں آسکا یہ سطور اسی ضرورت کا ایک تاریخی احساس ہے۔ واللہ هو الموفق۔

ہندوستان میں دارالعلوم دیوبند مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کی ایک قدیمی درسگاہ ہے اس کی ثنات اور تحقیق پر پورے ہندوستان کا علمی اعتماد رہا ہے انیسویں صدی میں یہ ناممکن سمجھا جاتا کہ یہاں کے علماء کوئی بات قرآن وحدیث کے خلاف کہیں قصور کے ایک تاریخی بزرگ مولانا غلام دستگیر قصوری ایک جگہ مسجد کے ایک مسئلے پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔۔

ظن غالب ہے کہ جو فتوے دیوبند کے نام سے ہے وہ بھی وہاں کا نہیں کیونکہ یہ کب ممکن ہے کہ وہاں کے علماء بلا دلیل کسی شے کو حرام بنادیں اور ایک مسجد تعمیر یافتہ اور آباد کو بلا وجہ شرعی مسجدیت سے خارج اور غیر آباد کر دیوں (استفتاء مسجد ستیہ والہ ص ۹ مطبوعہ قصور ۱۲۹۳ھ)

موضع ستیہ والا ضلع فیروز پور میں ایک گاؤں ہے وہاں کی ایک مسجد کے بارے میں یہ اختلاف اٹھا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ مولانا غلام دستگیر کا ان حضرات سے بعض علمی مسائل میں اختلاف بھی ہوا مولانا قصوری نے تقدیس الوکیل لکھی اور اس میں بہ طریق لزوم حضرت مولانا خلیل احمد پرتو حسین باری تعالیٰ کا الزام لگایا لیکن یہ الزام چونکہ بطریق لزوم تھا بطریق التزام نہ تھا اس لئے آپ نے ان حضرات کے خلاف

فتویٰ کی زبان استعمال نہ کی اور کوئی فتویٰ نہ دیا پھر جب شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن نے اس پر جہد العقل فی تنزیہہ المغر والمذل لکھی تو مولانا قصوری کا وہ ابہام بھی جاتا رہا باب واقعی ان کے نزدیک ناممکن تھا کہ علمائے دیوبند کوئی بات قرآن و حدیث کے خلاف کہیں فتویٰ کی زبان میں ہندوستان کے اہل سنت مسلمانوں کے علماء دیوبند پر پورا اعتماد تھا۔

لزوم اور التزام میں فرق کی ایک اور شہادت

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :-

لزوم اور التزام میں فرق ہے اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات ہے اور قائل کو کافر مان لینا اور بات ہے ہم احتیاط برتیں گے۔ (سل السیوف الہند یہ ص ۲۲ مطبوعہ عظیم آباد)

ہاں بدایوں میں ایک آواز ضرور اٹھی تھی جس کے نقیب مولانا فضل رسول بدایونی (۱۲۷۴ھ) تھے لیکن یہ بات کسی سے چھپی نہ تھی کہ آپ روزگار کی تلاش میں تھے اور انگریزی حکومت کو کسی ایسے عالم کی ضرورت تھی جو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے جانشینوں حضرت شاہ محمد اٹحق اور حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید کے خلاف اعتقادی محاذ آرائی کریں تاکہ ہندوستان کی سب سے بڑی دینی جماعت اہل السنۃ والجماعۃ دو حصوں میں تقسیم ہو جائے۔

مولانا فضل رسول بدایونی کے خاندان کے ایک مرید محمد یعقوب القادری اکمل التاریخ میں مولانا کے سوانح حیات میں لکھتے ہیں کہ مولانا فکر معاش میں بہت سرگرداں تھے کہ انگریزوں نے قدر دانی کا ہاتھ بڑھایا محمد یعقوب القادری لکھتے ہیں :-

اس بڑھتی ہوئی ہمت اور چڑھتے ہوئے ولولہ نے یہ خیال پیدا کیا کہ کسی جگہ کوئی ایسا تعلق اختیار کیا جائے جو معاش کی طرف سے فارغ البال ہو آخر اس جستجو پر بارادہ ریاست گوالیار گھر سے قصد سفر کیا۔ (اکمل التاریخ جلد ۲ ص ۳۸)

آپ کی خداداد قابلیت نے وطن کی چار دیواری سے نکل کر شہرت و ناموری کے علمی سبززاروں کی گلڈست شروغ کی حکام وقت اور والیان ریاست نے قدر دانی اور مرتبہ شناسی کے لئے دست طلب

بڑھانا شروع کیا اور آپ کی خدمات کو سرکاری کاموں کی انجام دہی کے لئے مانگنا چاہا۔ (ایضاً جلد ۲ ص ۵۱)
نواب محی الدولہ نے کوشش کر کے سترہ روپے یومیہ مقرر کرادیئے اور پھر یہ وظیفہ برابر جاری رہا مگر
اب رقم گیارہ روپے روزانہ ہوگئی تھی۔

مولانا فضل رسول بدایونی کے بعد ان کے بیٹے مولانا عبدالقادر بدایونی اور مولانا احمد رضا خاں
بریلوی نے اس محاذ کو سنبھالا مولانا احمد رضا خاں کی طبیعت بہت اختلاف پسند تھی آپ علماء بدایوں
سے بھی بگڑے اور نوبت عدالت تک پہنچ گئی آپ خیر آبادی علماء سے بھی بگڑے اور حضرت مولانا
معین الدین اجیری نے آپ کے خلاف ایک پوری کتاب تجلیات انوار المعین تین حصوں میں لکھ
ڈالی تاہم یہ صحیح ہے کہ اہل سنت کی باہمی تقسیم کا جو خواب مولانا فضل رسول نے دیکھا تھا مولانا احمد
رضا خاں بریلوی اس کی تعبیر بن کر ابھرے آپ کے تذکرہ نگار مسلسل اسی جدوجہد میں رہے یہاں
تک کہ مستقل دودو مکتب فکر قائم ہو گئے بریلوی اور دیوبندی دونوں۔

قاری احمد علی بھٹتی لکھتے ہیں:

۱۲۹۷ھ میں مولانا شاہ احمد رضا خاں متوفی (۱۳۳۰ھ) نے قلم اٹھایا..... مولانا احمد رضا خاں پچاس
سال جماعتوں کے علماء اور عوام کے درمیان تحائف و تصادم کا یہ سلسلہ آج بھی بند نہیں ہوا ہے
(سوانح اعلیٰ حضرت ص ۶۰)

مولانا احمد رضا خاں کا اس جدوجہد میں آخری کارنامہ یہ رہا کہ آپ علماء دیوبند کے خلاف ایک تکفیری
دستاویز حسام الحرمین کے نام سے تیار کر کے حرمین پہنچے اور جہاں تلوار اٹھانا منع تھا وہیں سے تلوار چلا
دی۔ آپ علماء حرمین سے اس کی تصدیقات حاصل کرنے کے لئے عرب پہنچے وہاں پہلے سے مولانا
خلیل احمد محدث سہارنپوری پہنچے ہوئے تھے جنہوں نے مولانا احمد رضا خاں کو اپنے مشن میں کامیاب
ہونے نہ دیا مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری علماء حرمین ان کی عزت کرتے تھے اس کی ایک جھلک
آپ شاہ سراج الحقین سجادہ نشین درگاہ کبریٰ شریف کے ان الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

میں نہیں کہہ سکتا کہ باب مدینہ کس قدر آپ کا اکرام فرماتے تھے اور ہمہ وقت آپ کا درس مدینہ میں

جاری رہتا تھا حتیٰ کہ جب آپ عازم حرم محترم ہوتے تھے تو طلبہ کھلی ہوئی کتابیں ہاتھ میں لئے ہوئے اسباق پڑھتے جاتے تھے۔ (زیارت خانہ زیارت اولیائے کاملین ص ۲۳ طبع ۱۹۱۳ء)

مولانا احمد رضا خاں کو وہاں مولانا ظلیل احمد کا سامنا کرنے کی تو کہیں جرأت نہ ہوئی نہ وہ کبھی آپ کے سامنے آئے لیکن مولانا احمد رضا خاں نے اتنا ضرور کیا کہ چند علماء حرمین سے جو اردو نہ جانتے تھے علماء دیوبند کی چند اردو عبارات پر فتوے کفر حاصل کر لیا جو انہوں نے مشروط پیرائے میں لکھا کہ اگر واقعی یہ مضامین کفریہ ان عبارات میں موجود ہوں تو یہ واقعی کفر ہیں جب مولانا احمد رضا خاں کی اس سازش سے پردہ اٹھا تو اب مولانا احمد رضا خاں کے لئے وہاں رہنا ہی مشکل ہو گیا اور وہاں کے علماء نے مولانا احمد رضا خاں کے ذکر کردہ مسائل پر خود علماء دیوبند سے براہ راست استفسار کیا اور ان سے چھبیس ۲۶ سوالات پوچھے۔ المہند علی المہند انہی سوالات کے جوابات ہیں سوالات عربی میں تھے اور ان کے عربی میں ہی جوابات دیئے گئے یہ جوابات حضرت مولانا ظلیل احمد نے لکھے اور ان پر دیوبند کے اس وقت کے سب بڑے بڑے علماء سے اس پر دستخط کروائے یہ جوابات علمائے حرمین کو پہنچے اور پھر سب نے ان پر تائیدی دستخط کئے اب آپ نے اس کتاب کو ایک دوسرا نام بھی دیا ”التصدیقات لدفع التلبیات“۔ اس کتاب کا ہندوستان پر بہت گہرا اثر ہوا اور علمائے دیوبند پر الزامات کے سب بادل چھٹ گئے۔ یہاں تک کہ مولانا احمد رضا خاں نے بھی پھر المہند کے خلاف زندگی بھر ایک لفظ تک نہیں لکھا۔ باوجود یہ کہ آپ اس کے بعد بارہ سال تک زندہ رہے مگر آپ اس کے جواب میں کوئی ایک رسالہ تک لکھ نہ پائے یہاں تک کہ مولانا احمد رضا خاں کے اپنے حلقے کے بعض علماء میں یہ بات چل نکلی کہ مولانا احمد رضا خاں علماء دیوبند کے ان جوابات سے جو المہند میں دیئے گئے پورے مطمئن ہو چکے ہیں اور اب آپ ان الزامات سے امت کی اس تقسیم کے حامی نہیں رہے۔ مولانا احمد رضا خاں کے ایک پیرو مولانا ظلیل الرحمن خاں نے علماء دیوبند کے خلاف اپنی زبان روک لی اور مولانا احمد رضا خاں کے دوسرے پیروؤں کو چیلنج دیا کہ اگر تم کہتے ہو کہ مولانا احمد رضا خاں نے المہند کے جوابات کی روشنی میں اپنے سابق موقف سے رجوع نہیں کیا تو ان کی اپنی

ایک دستاویز دکھاؤ جو انہوں نے الہند کی اشاعت کے بعد اس کے خلاف لکھی ہو اور یہ حقیقت ہے کہ وہ مولانا احمد رضا خاں کی کوئی اپنی تحریر الہند کے جواب میں پیش نہ کر سکے۔

یہ الہند اب آپ کے سامنے ہے اس سے حضرت کعب بن زبیرؓ (۵۰ھ) کی پیشگوئی پوری ہو گئی کہ الہند اللہ کی تلواروں میں ایک ایسی تلوار ہے جو قیامت تک سوئی رہے گی حضور اکرمؐ کی یہ توقع ان پر ہمیشہ مسلول رہے گی کوئی اس کا جواب نہ لکھ سکے گا آپؐ نے کہا تھا:-

ان الرسول لنور يستضاء به مہند بن سیوف اللہ مسلول (شرح مواہب اللہ للزرقانی جلد ۳ ص ۵۴)

(ترجمہ) بے شک یہ رسول صفت ایک ایسا نور ہیں جن سے ہر طرف ضیاء باری ہوگی آپؐ کی دعوتی ہر طرف جائے گی اللہ کی تلواروں میں یہ ہندی تلوار الہند ہمیشہ سوئی رہے گی۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے بھی مولانا احمد رضا خاں کے ان الزامات کے جواب میں الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب لکھی۔ آپ وہیں مسجد نبویؐ میں حدیث کا درس دیتے تھے آپ کی ان حلقوں میں یہ تدریسی خدمات اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ وہاں حسام الحرمین کا چتر کاہ کے برابر اثر نہ ہوا تھا۔ ایسا ہوتا تو آپ کا درس وہاں جاری نہ رہ سکتا تھا۔ اب الہند پر نہ صرف علمائے حرمین بلکہ علمائے شام و مصر نے بھی اپنی تصدیقات ثبت کریں۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد حالات کا نیا رخ

پہلی جنگ عظیم میں شریف مکہ نے جو ترکی خلافت کی طرف سے مکہ کا گورنر تھا انگریزوں کی حمایت میں ترکی خلافت کے خلاف بغاوت کی تھی شیخ الہند مولانا محمود حسن کو مکہ سے گرفتار کر کے مالٹا بھیج دیا گیا اور مولانا احمد رضا خاں اور ان کے بیٹوں نے بریلی میں شریف مکہ کے اعزاز سلطنت میں متعدد رسالے لکھے۔ الحجۃ الواہرہ کا ناسل ملاحظہ کیجئے۔ شریف گو باٹھی تھا عبدالمطلب کی اولاد میں سے تھا لیکن پڑھے لکھے طبقہ پران کا کچھ اثر نہ ہوا اکثر اقبال نے شریف کے اقتدار پر صاف بات کہی۔

بیچتا ہے باٹھی ناموس وین مصطفیٰ خاک و خون میں مل رہا ہے ترکمان بخت کوش

پھر شریف کو بھی وہاں چین نصیب نہ ہوا جو مدینہ طیبہ میں کسی برائی کا ارادہ کرے وہ پاک زمین اس کو دور بھیج دیتی ہے شریف پر آل سعود نے حملہ کیا تو یہ ہاشمی سلطنت جس کے لئے مولانا احمد رضا خاں کے بیٹوں نے رسالے لکھے تھے صرف شرق اردن میں محدود ہو کر رہ گئی اور عرب کا وہ علاقہ جس میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہیں آل سعود کے قبضہ میں آ گیا اور اس نے سعودی عرب کا نام پایا۔ سعودی سلطنت کے خلاف مولانا احمد رضا خاں کے بیٹے مصطفیٰ رضا خاں نے الحجۃ الداعیہ نام سے ایک رسالہ لکھا اور کہا جب تک مکہ پر آل سعود کا قبضہ ہے حج ملتوی رکھا جائے وہاں حج کے لئے نہ جائیں یہ ہندوستان کی باتیں ہندوستان میں ہی رہیں عالم اسلام پر بریلویوں کی ان باتوں کا کچھ اثر نہ ہوا۔

سعودی عرب کے نئے حالات

سعودی عرب میں ملک عبدالعزیز آل سعود نے اسلامی حدود نافذ کیں سیاسی اور آل سعود کے ہاتھ میں رہے اور مذہبی امور آل شیخ کی تحویل میں دیئے گئے سعودی عرب میں یہ نئی اسلامی سلطنت قائم ہوئی اور وہاں کے قاضی فقہ حنبلی کے مطابق اقامت حدود کرنے لکھے ان سے پہلے ترکی خلافت کے فتوے حنفی فقہ پر چلتے تھے اہل علم کے ان مسلکی فاصلوں سے گر کچھ نئے اختلافات ابھرے لیکن آل سعود اور آل شیخ کے حلقوں میں ان اختلافات کو کوئی اہمیت نہ دی گئی اور وہاں غیر مقلدین کے نام سے کوئی حلقہ قائم نہ ہو پایا اب ہندوستان اور پاکستان کے غیر مقلدین حضرات نے وہاں الجحدیث نام کی بجائے سلفی نام سے داخلہ لے لیا اور اسی نام سے وہاں پذیرائی پائی۔ سلفی کا معنی ہے سلف صالحین کی پیروی میں چلنے والے لوگ۔ اس سے صاف یہ سمجھا جاتا ہے کہ سلفی وہ لوگ ہیں جو مطلق تقلید کے خلاف نہیں صرف شخصی تقلید کے خلاف ہیں علمائے دیوبند چونکہ فقہ میں حنفی مسلک کے تھے اور سلطنت ترکی بھی حنفی مسلک پر تھی اور ان سے آل سعود کو بعد ہونا فطری تھا اس لئے یہاں کے نوادر غیر مقلدین نے علماء دیوبند اور علماء آل شیخ میں خرافات اور بدعات قائم تھیں علمائے دیوبند پر بھی انہوں نے وہاں ان کی پوری تصویر اتار دی۔

پانچ مسئلوں میں انہوں نے وہاں الجہندہ کو بدعت سے ملوث کیا ہم سمجھتے ہیں کہ ذرا وقت نظر اور

وسعت ظرف سے کام لیا جائے تو ان میں بھی صرف اختلاف ہو سکتا ہے لیکن ان میں شرک و بدعت کی آلائش کہیں نظر نہیں آتی۔ اختلاف میں وسعت ظرفی اور برداشت سے کام لینا چاہئے ضد کسی طرح نہ چاہئے۔ نامناسب نہ ہوگا کہ ہم ان پانچ مسائل کی یہاں کچھ وضاحت کر دیں۔ وہ پانچ مسائل یہ ہیں:-

۱۔ اشاعرہ اور ماترید یہ سے انتساب

۲۔ تقلید ائمہ اور وسعت مذاہب

۳۔ قبر نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنا

۴۔ توسل بالصلحین میں شرک کوئی گمان نہیں

۵۔ مقام احسان پر جانے کے لئے مشائخ کی ضرورت

۱۔ اشاعرہ اور ماترید یہ سے انتساب

امام ابوالحسن الاشعری (۳۲۰ھ) اور امام ابوالمنصور الماتریدی (۳۳۳ھ) اہل السنۃ عقائد کے تھے عقائد کی جنگ اہل سنت اور معتزلہ میں ہوئی معتزلہ نے اس میں عقل کے ہتھیار ضرورت سے زیادہ استعمال کئے اور خبر واحد کی چھت کا انکار کیا معجزات کے پیچھے طبعی اسباب تلاش کئے اہل سنت نے اسے عقائد قرآن و حدیث سے ثابت کئے محدثین اور فقہاء اہل سنت نظریات پر رہے اشاعرہ اور ماترید یہ بھی عقائد میں اہل سنت ہی تھے انہوں نے معتزلہ کے جواب میں بے شک ان کے ہتھیار بھی استعمال کئے اور عقلی استدلال سے انہیں ہر مسئلے میں شکست دی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ معتزلہ عقل کے مہلک ہتھیاروں سے اہل السنۃ کو اعتزال میں نہ کھینچ سکے اور اہل سنت نے عقل سلیم اور نقل صحیح میں جو توافقی کی راہ قائم کی وہ زیادہ تر انہی متکلمین کی نصرت سنت کی محتویں کا ثمرہ تھا بعد میں بھی جو متکلمین ان کی راہوں پر چلے وہ نفسی ہوں یا اقتضائی وہ کبھی زیادہ سنت کے قریب رہے یہ صحیح ہے کہ علم حدیث کے بعض حلقوں میں متکلمین سے بہت زیادہ نفرت رہی لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ

حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی جیسے جہاں علم حدیث اشاعرہ اور ماتریدہ کی ان نصرتوں کو ہمیشہ اہل سنت کے کھاتے میں ہی شمار کرتے آئے ہیں۔ حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:-

وكان الاشعري وائمة اصحابه يقولون انهم يحتجون بالعقل لما عرف ثبوته
بالسمع فالشروع هو الذي يعتمد عليه في اصول الدين والعقل عاضد له
ومعاون (كتاب العقل والعقل)

(ترجمہ) ابوالحسن الاشعری اور ان کے شاگرد میں جو فن عقائد میں امامت کے درجہ پر پہنچے اپنا مسلک یہ بیان کرتے رہے ہیں کہ ہم عقل سے صرف ان امور پر حجت پکڑتے ہیں جن کا ثبوت نقل صحیح سے معلوم ہو چکا ہو یہی وہ شریعت ہے جس پر اصول دین میں اعتماد کیا جاسکتا ہے عقل تو نقل کی اس بات کو مضبوط کرنے کے لئے پہلے اور اس کی معاون ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ امام ابوالحسن الاشعری اور ان کے شاگردوں کی یہ کوششیں بہت لائق تحسین ہیں کہ انہوں نے اصل دینی کتاب و سنت کو ہی سمجھا ہے اور عقل کو ان کے خادم کے طور پر استعمال کیا ہے۔

حافظ ابن تیمیہ ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:-

وهذا مما مدح به الاشعري فانه بين من فضائح المعتزله وتناقض اقوالهم
وفسادها يبينه غيره لانه كان منهم (منهاج السنہ جلد ۳ ص ۷۱)

(ترجمہ) اشعری نے کتاب الابیات میں کہا ہے کہ میں وہی کہتا ہوں جو سنت اور حدیث والوں نے کہا ہے آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ امام احمد کے قول پر فتوے دیتے ہیں۔

اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ امام ابوالحسن الاشعری جب اپنے عقلی استدلال سے کتاب و سنت کا پہرہ دیتے تھے تو ان کی کتاب و سنت پر جامع نظر ضرور ہوگی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ کتاب و سنت کی نصرت میں معتزلہ کے اختیار کردہ ہتھیار ان کے خلاف اس شہرت عام سے استعمال کریں کہ اہل سنت میں متکلمین خود ان کا اپنا ایک گروہ شمار ہوں اور خود ان کی حدیث پر وسیع نظر نہ ہو امام ابوالحسن اشعری

نے آخرت میں رویت باری ہونے پر جو بیان دیا ہے وہ بتلاتا ہے کہ حدیث و سنت پر ان کی جامع نظر تھی۔ آپ معز لہ کے بارے میں لکھتے ہیں:-

خالفوا روايات الصحابة عن نبي الله ﷺ في روية الله بالانصار وقد جاء في ذلك الروايات من الجهات المختلفة و تواترات بها الآثار وتتابع بها الاخبار (كتاب الایۃ الاشعری ص ۵)

(ترجمہ) معز لہ نے ان روایات کی مخالفت کی ہے جو صحابہؓ انکھوں سے رویت باری ہونے پر اللہ کے پیغمبر سے روایت کی ہیں اس باب میں روایات مختلف جہات سے آئی ہیں۔ احادیث اس میں تواتر کے درجہ تک پہنچی ہیں اور اس میں آثار ایک دوسرے کی متابعت میں وارد ہیں۔

اس سے امام ابوالحسن الاشعری کے آثار و احادیث کے وسیع علم کا پتہ چلتا ہے سو بعض سلفیوں کے اس پراپیگنڈہ میں کوئی جان نہیں کہ اشاعرہ اور ماترید یہ اہل سنت میں سے نہیں ہیں معاذ اللہ اہل بدعت میں سے ہیں۔

اہل حدیث (باصطلاح جدید) کے مقتدر عالم مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ یہ مشکمین حضرات اہل سنت میں سے ہیں، آپ لکھتے ہیں:-

الغرض اصول عقائد میں ایک اہل سنت کے تین مسلک قرار پائے، ۱۔ حنبلی ۲۔ اشعری اور ۳۔ ماتریدی اور انہی میں ان کے فروعی مذاہب بھی شامل ہیں مثلاً حنبلی مقلدین اور اہل حدیث قدیم..... اشاعرہ میں مالکیہ اور شافعیہ اور ماترید یہ میں حنفیہ۔ (تاریخ اہلحدیث ص ۱۷ طبع ۲۰۰۰ھ) آپ ماترید یہ کے بارے میں یہ پہلے لکھ آئے ہیں۔

خوالبہ ابوالحسن الاشعری کے زمانہ میں ہی بمقام ماترید جو سرقد کا ایک محلہ ہے یا اس کے متصل ایک موضع تھا امام ابوالمنصور محمد بن محمود (۳۳۳ھ) ہوئے یہ دو واسطوں سے قاضی ابویوسف اور امام محمد کے شاگرد تھے..... امام ابومنصور ماتریدی نے بھی خوالبہ ابوالحسن الاشعری کی طرح معز لہ اقرامطہ اور روافض کے رد میں کئی ایک کتابیں لکھیں عقائد کی بنیاد و نصوص پر ہی رکھی لیکن طریق بیان اور صورت

استدلال عقلی میں بعض مسائل میں خواجہ اشعری سے اختلاف کیا لہذا ان کا طریق الگ قرار پایا اور ماتریدی کے نام سے موسوم ہوا۔ (ایضاً ص ۱۱۰)

(نوٹ) یہ ضروری نہیں کہ تمام احناف ماتریدی ہی ہوں قاضی ابوالحسن بن ابی جعفر سمنانی اور ان کے والد فروعی مسائل میں حنفی تھے مگر اصول دین میں اشعری رہے اور وہ بھی غالی درجے میں۔ مورخ ابن اثیر جزری (ھ ۴۶۶ھ کے واقعات میں ان دونوں کو حنفی اشعری لکھتے ہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے عربی مدارس میں عقائد میں شرح عقائد نسفی اشعری اور ماتریدی دونوں قدروں کے ساتھ پڑھائی جاتی ہے صاحب متن علامہ نسفی حنفی ہیں اور شارح علامہ تفتازانی شافعی ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ حنفیہ کے ہاں اشاعرہ اور ماتریدیہ میں کوئی اصولی فاصلے نہ تھے مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی بھی لکھتے ہیں۔ دروس میں پڑھنے والے بھی حنفی اور پڑھانے والے بھی حنفی لیکن جو کچھ پڑھا پڑھایا جاتا ہے وہ سب اشعری ہے۔

گویا آج کل حنفی بھی اشعری ہیں (تاریخ اہل حدیث ص ۱۱۷)۔

حضرت اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں اس سے علامہ نمرالدین ابن اثیر الجزری کا یہ تعجب ختم ہو جاتا ہے کہ حنفی اشعری کیوں۔

هذا مما يستطرف ان يكون حنفياً اشعرياً (تاریخ کامل جلد ۲ ص ۳۲)

یہ درست نہیں کہ یہ حضرات اشاعرہ ہوں یا ماتریدیہ اہل سنت میں سے نہ تھے یہ خود اپنے آپ کو ہمیشہ اہل سنت ہی کہتے رہے امام ابو منصور الماتریدی مسئلہ صفات میں لکھتے ہیں:

صفات الله اهي هو ولا غيره عند اهل السنة والجماعة ولا هي محدثة سواء كانت من صفات الذات او من صفات الفعل (شرح فقہ اکبر ص ۲۱ الماتریدی)

علامہ ابو منصور الماتریدی استواء علی العرش کے قائل تھے لیکن علو ارتقاع اور علو مسافت کی کھل کر نفی کرتے تھے افسوس کہ آج کل کے جدید المحدث اس باب میں ذات باری سے جہت کی نفی نہیں کرتے استوی علی العرش کو اپنے ظاہری معنی پر رکھتے ہوئے فرقہ مجسمہ کے ساتھ شامل ہوئے ہیں

تاہم یہ صحیح ہے کہ ان میں جو اہل علم ہوئے وہ عقیدہ علو جہت کو کفر کہتے تھے مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں۔ (حاشیہ شہادۃ القرآن طبع دوم)

یہ متکلمین اسلام کا مسلمانوں پر احسان ہے کہ انہوں نے نئی دنیا میں اسلام کو فطری پیمانے پر اس طرح پیش کیا ہے کہ اب کسی کے لئے اسلام کے کسی پہلو سے انکار کی گنجائش نہیں رہی۔ ضائع و علوم عقلیہ نہ تو عرب میں تھے اور نہ ان کو ان کی ضرورت پڑی پھر آہستہ آہستہ جوں جوں تمدن میں ترقی ہوتی گئی اور فتح ممالک کی وجہ سے غیر قوموں سے اختلاط اور امتزاج ہوتا گیا طبیعتیں اس طرف مائل ہوتی گئیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان ان علوم عقلیہ میں بھی کامل اور پورے ماہر ہو گئے کئی مسائل میں یونانیوں سے بر بنائے دلیل اختلاف کیا اور کئی ایک جدید تحقیقات اضافہ کیں اور کئی ایک علوم کو ان کی ابتدائی حالت سے کمال تک پہنچا دیا ایسے علماء حکمائے اسلام یا متکلمین کہلائے جنہوں نے علوم عقلیہ کی رو سے عقائد اسلام کے متعلق کتابیں تصنیف کیں فخر اہم اللہ عنا خیر الجزاء۔ اللہ ان سب کو اس نیک کام پر نیک جزاء عطا فرمائے۔ (تاریخ الحمد یتھ ص ۱۰۲)

علماء دیوبند بھی عجم میں اسی راہ پر چلے ہیں

علماء دیوبند نے ہندوستان میں ہندوؤں اور عیسائیوں پر اس راہ سے اسلام کی جنگ لڑی ہے انگلینڈ اور فرانس سے آنے والے پادریوں کو اور آریہ سماج کو ہر محاذ پر شکست تاہم مسائل صفات میں ان کا اپنا عقیدہ وہی رہا جو سلف صالحین کا تھا (تاریخ الحمد یتھ ص ۱۰۲)

وہ امام ابو حنیفہ امام احمد اور امام طحاوی کے عقائد پر صدق دل سے معتقد رہے۔

کفر ناچا جن کے آگے بارہانگی کا ناچ جس طرح جلتے توے پر رقص کرتا ہے سو نہ

مسائل صفات میں دیوبند کے ایک مقتدر عالم شیخ الاسلام علامہ تسنیر احمد عثمانی کا ایک بیان ملاحظہ ہو۔ یہ اعتقاد رکھنا ہوگا کہ ابصار (دیکھنے) کا مبداء اس کی ذات اقدس میں موجود ہے اور اس کا نتیجہ یعنی وہ علم جو روایت بصری سے حاصل ہو سکتا ہے اس کو بدرجہ کمال حاصل ہے آگے یہ کہ مبداء کیسا ہے اور دیکھنے کی کیا کیفیت ہے تو بجز اس بات سے کہ اس کا دیکھنا مخلوق کی طرح نہیں ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں

کہ ایس کمثلہ شنی وهو السميع البصیر نہ صرف سمع وبصر بلکہ اس کی تمام صفات کو اسی طرح سمجھنے چاہئے کہ صفت باعتبار اپنے مبداء وغایت کے ثابت ہے مگر اس کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی اور نہ شرائع مساویہ نے اس کا مکلف بنایا ہے کہ آدمی اس طرح کے مادراء العقل حقائق میں خوض کر کے پریشان ہو..... رہا استواء علی العرش کا مبداء اور ظاہری صورت اس کے متعلق لکھ چکے ہیں کہ اس کی کوئی ایسی صورت نہیں ہو سکتی جس میں صفات مخلوقین اور سمات حدوث کا ذرا بھی شائبہ ہو۔ (فوائد القرآن سورہ الاعراف ص ۲۰۳)

سو یہ تقریباً وہی بات ہے جو امام ابوالمصنوع رالماتریدی نے شرح فقہ اکبر میں کہی ہے

اما مذهب اھل السنة والجماعة ان الله تعالى على العرش علو عظمت
وربوبية لا علو ارتفاع ومسافة (شرح فقہ اکبر ص ۱۸)

سوالمہند میں علماء دیوبند کے اپنے آپ کو اشاعرہ اور ماتریدیہ کے تابعین کہنے میں کوئی وحشت محسوس نہ کریں اللہ تعالیٰ کی صفات میں جو متشابہ الفاظ وارد ہیں ان سے ان کے ظاہری معنی کی نفی اس لئے ضروری ہے کہ کہیں ہم فرقہ مجسمہ کے ساتھ نہ جا کھڑے ہوں اور علو عظمت اور ربوبیت سے ہمارے مسلک تفویض پر کوئی زد نہیں آئی واللہ اعلمہ و علمہ اتم واحکم

۲۔ تقلید ائمہ اور وسعت مذاہب

المہند میں اگر علماء دیوبند نے اپنے آپ کو امام ابوحنیفہؒ کا مقلد بتایا ہے تو یاد رکھئے کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کی پیروی میں ہرگز کوئی وحشت اور شرعی قباحت نہیں ہے اگر حنفی ہونے میں کوئی قباحت ہوتی تو سعودی عرب کے مشائخ عقیدہ طحاوی کو اپنے نصاب تعلیم میں شامل نہ کرتے امام طحاوی (۳۲۹ھ) کا حنفی ہونا کسی سے مخفی نہیں ہے۔

ہاں یہ ملحوظ رہے کہ تقلید مجتہد کا درجہ کتاب و سنت کا کوئی مسئلہ اپنی دلالت میں واضح اور قطعی نہ ہو قطعیات کتاب و سنت کے خلاف کسی کی کوئی بات سنی اور مانی نہیں جاسکتی کسی آیت یا حدیث کے معنی میں ملف کا اختلاف ہو تو اسے بیشک کسی امام کی تقلید یا رہنمائی میں حل کیا جاسکتا ہے جو مسائل منصوصہ

بظاہر متعارضہ ہوں یا بذات خود وہ غیر منصوص ہوں ان میں تقلید کرنا جائز نہیں ایسا ہوتا تو شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی جیسے موحد بزرگ ہرگز مقلد نہ رہتے۔

شیخ سلیمان بن سکیم نے شیخ محمد بن عبد الوہاب پر یہ بہتان باندھا کہ وہ ائمہ اربعہ کی تقلید کے خلاف نہیں اور وسعت مذاہب کو امت کے حق میں رحمت نہیں سمجھتے۔ مذاہب اربعہ کو وہ اختلاف امت سمجھتے ہیں اس پر شیخ محمد بن عبد الوہاب نے جو جواب لکھا وہ آپ زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ آپ نے لکھا۔

ان الرجل افتري على امور ألم اقلها ولم يأت اكثرها على ما يابى (فمنها)
قوله انى يبطل المذاهب الاربعه وانى اقول ان الناس من ستمائة سنة
ليسوء على شئى وانى ادعى الاجتهاد وانى خارج عن التقليد وانى اقول ان
اختلاف العلماء نقمة وانى اكفر من توسل بالصالحين (مولفات الشيخ محمد بن
عبد الوہاب جلد ۱۱ ص ۲۲ مطابع الرياض)

(ترجمہ) اس شخص نے مجھ پر کئی باتوں میں افتراء کیا ہے جو میں نے نہیں کیں نہ ان میں سے اکثر کی
مجھ پر ذمہ داری آتی ہے ایک بات ان میں سے یہ ہے کہ میں مذاہب اربعہ کی کتب فقہ کو باطل ٹھہراتا
ہوں (انہیں غلط کہتا ہوں) اور میں کہتا ہوں کہ لوگ چھ سو سال سے حق سے ہٹے ہوئے ہیں اور یہ کہ
میں اپنے لئے مقام اجتہاد کا مدعی ہوں اور یہ کہ میں تقلید نہیں کرتا اور یہ کہ میں کہتا ہوں کہ فروعی مسائل
میں اختلاف مجتہدین میں ایک مصیبت ہے (فروعی مسائل میں ایک ہی راہ عمل ہونی چاہئے نہ کہ
مختلف مذاہب) اور یہ کہ جو صالحین امت سے توسل کریں میں انہیں کافر سمجھتا ہوں (یہ سب باتیں
مجھ پر بہتان و افتراء ہیں)

شیخ محمد بن عبد الوہابؒ کے صاحبزادہ شیخ عبد اللہ نے اپنے مسلک پر ایک رسالہ لکھا ہے آپ اس میں
کھل کر اپنے نظریہ تقلید کی تائید کرتے ہیں آپ لکھتے ہیں:-

ونحن ايضا فى الفروع على مذهب الامام احمد بن حنبل ولا ننكر على

من قلہ الائمة الاربعة دون غيرهم لعدم ضبط مذاهب الغير و نجبرهم على تقليد احد الائمة الاربعة ولا تستحق مرتبة الاجتهاد وما احد منا يدعيه (ترجمہ مولانا اسماعیل غزنوی مطبع انوار الاسلام امرتسر ۶۱)

(ترجمہ) اور ہم فروعات میں امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب پر ہیں اور ہم ائمہ اربعہ کے مقلدین میں سے کسی پر (ترک حدیث کی) تکفیر نہیں کرتے یہ بات اور مذاہب کے لئے نہیں کیونکہ اور ائمہ کے مذاہب منضبط نہیں ہو پائے ہم لوگوں کو ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کا پابند رکھتے ہیں اور اپنے لئے ہم اجتہاد کے مدعی نہیں نہ ہم (علمائے نجد) میں سے کسی نے اس کا دعویٰ کیا ہے۔

صحابہ بھی فروعی مسائل میں مختلف مذاہب رکھتے تھے

اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرامؓ میں بھی بعض فروعی مسائل میں اختلافات ہوئے اور وہ اپنے اپنے طریقے پر چلتے تھے اور کوئی کسی کو گمراہ نہ کہتا تھا اور نہ کرنے والے بھی تھے امام کے پیچھے قراۃ کرنے والے بھی تھے اور نہ کرنے والے بھی امین اونچی آواز سے کہنے والے بھی تھے اور دبی آواز سے کہنے والے بھی تھے۔ اور ان میں سے کوئی اس کو اختلاف امت کہتا تھا نہ ہی کسی نے کہا کہ سب کو فروعی مسائل میں ایک ہی طریقہ پر ہونا چاہئے۔

مجدد قرن اول حضرت عمر بن عبدالعزیز (۱۰۱ھ) کہتے ہیں:-

ماسرني لو ان اصحاب محمد ﷺ لم يختلفوا لانهم لو لم يختلفوا لم تكن رخصة

(ترجمہ) مجھے یہ بات خوشی نہیں دیتی کہ صحابہ آپس میں (فروعی مسائل میں) اختلاف نہ کرتے اگر وہ اختلاف نہ کرتے تو اعمال میں یہ رعایت راہ نہ پائی۔

سواب علماء دیوبند نے المہند میں اگر اپنے آپ کو قتلہ کہا ہے اور اپنے کو فقہ حنفی پر کار بند بتلایا ہے تو سلفی حضرات کو اور اہل حدیث (باصطلاح جدید) کو اس پر ناراض نہ ہونا چاہئے اس اختلاف عمل کو سلف کے طریقہ پر برداشت کرنا چاہئے المہند کے حوالے سے ان علماء حق کو بدعات سے ملوث کرنا

چاہئے جن کا ہمیشہ سے ہی اعتقاد اور موقف رہا ہے کہ ان شر الامور محدثا تھا کسی طرح درست نہیں۔
حافظ ابن قیمؒ (۷۵۱ھ) کی بھی ایک شہادت سن لیجئے:-

فاذا جهربہ الامام احیاناً لیعلم المامومین فلا بأس بذلك فقد جهر عمر
بالافتتاح لیعلم المامومین وجهر ابن عباس بقراءة الفاتحة فی اصولة الجنابة
لیعلمهم انها سنة ومن هذا ایضاً جهر الامام بالتاسین وهذا من الاختلاف
المباح الذی لا یعنف فیہ من فعله لا ومن ترکہ وهذا کرفع الیدین فی
الصلوة وترکہ وکالاختلاف فی الانواع التمشہدات وانواع الاذان والاقامت
وانواع النسک من الافراد والقران والتمتع (زاد المعاد جلد ۱ ص ۷۰)

(ترجمہ) سوا امام کبھی قنوت اونچی آواز سے پڑھے تاکہ مقتدیوں کو وہ سکھاسکے تو اس میں کوئی حرج
نہیں حضرت عمرؓ نے تو شائبہ کبھی تعلیم جبری پڑھی تاکہ مقتدیوں کو تعلیم دی جاسکے حضرت ابن عباسؓ
نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ جہراً پڑھی تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا بھی سنت ہے
یہ اسی طرح نماز میں امام کا بلند آواز سے آمین کہنا بھی ہے (یعنی یہ بھی تعلیم ہے نہ کہ اسے صم سمجھا
جائے) یہ اختلاف مباح ہے جس میں بلند کہنے والے اور بلند نہ کہنے والوں میں سے کسی کو کلامت نہ
کیا جائے (یہ مسئلہ کا اختلاف نہیں صرف مصلحت کا اختلاف ہے) اسی طرح نماز میں رفع یدین کرنا
اور نہ کرنا ہے (یہ بھی اختلاف مباح ہے نہ کہ اختلاف عمل ثواب) یہ اسی طرح ہے جس طرح حدیث
میں کئی طرح کے التحیات مروی ہیں اور اذان اور اقامت میں بھی مختلف روایات ہیں اور حج کے
مختلف طریقوں میں کونسا بہتر ہے اس میں افراد قرآن اور متبع تینوں طریقے ثابت ہیں۔

مقام احتیاط

سوان مختلف فیہ مسائل میں کسی ایک عمل کے درپے اثبات ہونا حدیث کے ایک بڑے ذخیرہ کو مختلف
فیہ نہیں مانا ہے اس سے فقہ حدیث کی وہ رو چلے گی کہ آہستہ آہستہ کل ذخیرہ حدیث ہی مخدوش ہو جائے
گی سوا احتیاط اسی میں ہے کہ جن مسائل میں صحابہ کرامؓ میں کوئی اختلاف رہا ہو ان میں سے ہر ایک

عمل کو جائز جانے اگر رکوع کے وقت رفع یدین کرنے کو سنت سمجھتا ہے تو اس کے ترک کرنے کو بھی سنت سمجھے۔ آمین بالجبر کو سنت سمجھتا ہے نہ آمین بالا خفاء کو بھی سنت سمجھے اور کسی پر عمل زیادہ ثواب کی نیت سے نہ کرے اسے صرف اختلاف مباح سمجھے تاکہ اپنے آپ کو کسی صحابی سے برتر سمجھنے کی بدعت راہ نہ پاسکے غیر صحابی اتباع رسول میں صحابی سے بڑھ سکتا ہے یہ عقیدہ شیعہ لوگوں کا ہے اہل حق میں سے کسی کا نہیں۔

ایک سوال

ان مسائل میں جو اختلاف احادیث پایا جاتا ہے ان میں سے اگر صرف حضورؐ سے مروی روایات کو لے لیا جائے تو کیا یہ عمل بالا احتیاط نہیں؟

جواب: نہیں کیونکہ بعض صحابہ کرامؓ سے اس کے خلاف روایات ملیں گی تو یہ نمازی لازمی طور پر اپنے آپ کو ان صحابہؓ سے اتباع رسول میں آگے سمجھے گا اور یہ موقف اہل حق میں سے کسی کا نہیں ہے۔ اس وقت ہمیں ان مختلف فیہ مسائل سے بحث نہیں ہم یہاں صرف یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ سلف میں (صحابہ کرام اور تابعین میں) جو اختلافات راہ پایچلے اور ائمہ اربعہ میں سے کسی نے کسی ایک نے اسے معمول نہ ٹھہرایا ان میں سے کسی کو برانہ سمجھے۔ ان میں سے ہر ایک کے طریقے کو سنت اسلام سمجھے..... اور جو اختلافات اس پہلے دور میں قائم رہے آج ان میں سے کسی کے مٹانے کے درپے نہ ہو..... جو اختلاف مٹانے کے لائق ہیں وہ صرف وہ ہیں جو اصول کے ہوں اور عقائد کے..... کہ ان میں سے صرف ایک ہی بات حق ہے اور حق کے سوا جو کچھ ہے باطل ہے۔

اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ

اللہ تعالیٰ حافظ ابن تیمیہ اور حافظ بن قیمؒ پر انوار کی بارش فرمائے کہ امت کو فروعی مسائل میں نہ جھگڑنے کا سبق دے کر اپنی بزرگانہ ذمہ داری ادا کر گئے۔

صحابہ اور تابعین کے اختلاف میں الحاد و بے دینی، کجروی و بد اعتقادی، اتباع ہوی اور بد مذہبی نہیں ہے اور اگر حدیث اختلاف امتی رحمۃ کا اعتبار کیا جائے تو اس کی بس یہی صورت ہے جو صحابہؓ اور

تابعین میں تھی اور ائمہ مجتہدین کا اختلاف بھی اس پر مبنی ہے (تاریخ اہل حدیث ص ۱۲۷)

قوله ان هذه المذاهب لم تكن في زمن النبی ولا الصحابة ان اراد ان الاقوال لم تنقل عن النبی او عن الصحابة بان ترکوا قول النبی و الصحابة وابتدعوا خلاف ذلك فهذا کذب علیهم لا نهم لم يتفقوا علی مخالفة الصحابة بل هم و سائر اهل السنة متبعون للصحابة فی اقوالهم وان قدر ان بعض اهل السنة خالف الصحابة لعدم علمه باناویلهم فالباقون یوافقونهم ویشبتون خطاء من یخالفهم وان اراد ان نفس اصحابها لم یکنوا فی ذلك الزمان فهو لا محذور فيه فمن المعلوم ان کل قرن یاتی یكون بعد القرن الاول (الفتاویٰ الکبریٰ جلد ۲ ص ۲۸۵)

(ترجمہ) شیعوں کا یہ کہنا کہ یہ مذاہب اربعہ آنحضرتؐ اور صحابہؓ کے زمانہ میں نہ تھے اس کا مطلب اگر یہ ہے کہ ان کے اقوال آنحضرتؐ اور صحابہؓ سے منقول نہیں انہوں نے حضورؐ اور صحابہؓ کی بات چھوڑ دی ہے اور اپنی طرف سے یہ مذاہب گھڑ لئے ہیں تو یہ ان مذاہب پر کھلا جھوٹ ہے کیونکہ وہ ہرگز صحابہؓ کی مخالفت پر متفق نہیں ہوئے اور سب اہل سنت اپنے اقوال میں صحابہؓ کے متبعین ہیں اور اگر یہ بات تجویز کی جائے کہ انہوں نے (صحابہؓ کے) اقوال پر اطلاع نہ پانے کے باعث ان کے خلاف کیا تو باقی تو ان کے موافق رہے گو وہ ان پہلوؤں کی مخالفت کرتے رہے اور اس میں کیا حرج ہے اگر اس (شیعی) معترض کی مراد یہ ہے کہ ان مذاہب کے امام اس دور میں نہ تھے تو اس میں کوئی اعتراض کی بات نہیں ہر کسی کو معلوم ہے کہ ہر آنے والا دور پہلے دور کے بعد ہی آتا ہے۔

حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) بھی لکھتے ہیں :-

فان السلف فعلوا هذا وکان کلا الفعلین مشہوراً بینہم کانوا یصلون علی الجنائز بقرأة و بغير قرأة کما کانوا یصلون تارةً بالجهر باسمة و تارةً بغير جهر و تارةً باستفتاح و تارةً بغير استفتاح و تارةً برفع الیدین فی المواضع

الثلثہ وتارۃ بغير رفع وتارۃ یسلمون تسلیمتین وتارۃ تسلیمۃ واحده وتارۃ یقرئون خلف الامام بالسر وتارۃ لا یقرؤن وتارۃ یکبرون علی الجنازۃ سبعاً وتارۃ خمساً وتارۃ اربعاً۔ کان فیہم من یفعل هذا وفیہم من یفعل هذا کل هذا ثابت عن الصحابۃ (فتاویٰ ابن تیمیہ رسالہ سہ الجمعۃ نقلاً عن الانصاف لرفع الاختلاف ص ۱۰۰ مولانا عبدالحق سیالکوٹی)

اس دور میں علماء تابعین میں سے ہر عالم کا اپنے حلقے میں ایک مذہب School of thought قائم ہو گیا ہر شہر میں فقہ کے امام نمایاں ہوئے امام سعید بن المسیب، امام سالم مدینہ میں اور ان کے بعد امام زہری اور قاضی تکی بن سعید اور ربیعہ راوی اور امام عطاء مکہ میں اور امام ابراہیم نخعی اور علامہ شعبی کوفہ میں اور امام حسن بصرہ میں طاؤس اور کیسان یمن میں اور امام مکحول شام میں اس امامت پر قائم رہے۔

مولوی غلام علی قصوری نے ۱۲۹۸ھ میں مذاہب اربعہ کو امت مسلمہ کے حق میں افتراق و انتشار کا سبب بتلایا اور اس پر ایک مختصر رسالہ لکھا مولانا عبدالباق غزنوی نے اس کے جواب میں اثبات الالہام والبعید کے نام سے فارسی میں ایک کتاب لکھی جس کا مولوی محمد حسن مرحوم رئیس لدھیانہ نے اردو میں ترجمہ کیا اس میں مولانا غزنوی نے غلام علی قصوری کی بہت سی باتوں کو مغالطہ قرار دیا اور اس کی اصلاح ہدایت کے عنوان سے کی ہم اس سے ایک مغالطہ اور اس کی اصلاح بیان نقل کرتے ہیں:-

مغالطہ قصوری: یہ چار مذہب حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کیسے ہیں اور کب سے ہیں؟
 ہدایت : مذاہب اربعہ حق ہیں اور ان کا آپس کا اختلاف ایسا ہے جیسا کہ صحابہ کرامؓ میں بعض مسائل کا اختلاف ہوا کرتا تھا باوجود اختلاف کے ایک دوسرے سے بغض و عداوت نہیں رکھتے اور باہم سب و شتم نہیں کرتے مثل خوارج اور روافض کے صلحاء اور ائمہ دین کی محبت جزو ایمان ہے (ص ۶ طبع دوم)

الہدیت کے امام ثانی مولانا عبد الجبار غزنوی نے یہ کتاب مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی (۱۳۲۰ھ) نواب صدیق حسن خاں (۱۳۰۰ھ) مولانا محمد حسین بنالوی (۱۳۰۰ھ) اور ابوالحسنات مولانا عبدالحی لکھنوی (۱۳۰۴ھ) کو بھی بھیجی اور ان حضرات میں سے کسی نے اس پر تکریر نہ فرمائی اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ الہدیت (باصطلاح جدید) اپنی ابتداء نشاۃ میں مذاہب کے اختلاف کو امت کے حق کوئی وجہ افتراق نہیں سمجھتے تھے۔

آئیے اب ہم چوتھے مسئلے پر کچھ عرض کرتے ہیں۔ توسل بالصالحین میں شرک کا کوئی مظنہ نہیں اس پر ہم مکہ مکرمہ سے آئے پہلے سوال کی جملہ تنقیحات فہم کرتے ہیں ان کے بعد آپ وہ جواب ملاحظہ فرمادیں جو حضرت مولانا غلیل احمد محدث سہارنپوری نے المہند میں لکھا اور جملہ اکابر علماء دیوبند نے اس پر دستخط ثبت فرمائے۔

۳۔ قبر نبویؐ کی زیارت کے لئے سفر کرنا۔ مسئلہ ہذا رحال

۱۔ وہابی سے پہلے دونوں وہ لوگ مراد لئے جاتے تھے جو ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید نہ کرتے ہوں ہندوستان میں یہ تحریک میاں نذیر حسین صاحب دہلوی سے ایک تنظیم بن چکی تھی آپ ان لوگوں کے پہلے جماعتی سربراہ تھے اب تک جماعت کے لوگ انہیں شیخ انکل کہتے ہیں گویا یہ اس فرقے کے بانی تھے ابھی اس نے اہل حدیث نام نہ پایا تھا یہ نام ان کے لئے مولانا محمد حسین بنالوی نے انگریزی حکومت سے منظور کرایا تھا عرب گوان دنوں ترکی خلافت کے سائے میں تھا مگر ترکوں کی طرف سے یہاں شریف کی حکومت تھی اور ان دنوں عرب سرحد پر اہل نجد کی طرف سے جنگی جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں انگریزوں نے شریف مکہ کی خیر خواہی میں انہیں مفسدین مشہور کر رکھا تھا نجد میں ان دنوں شیخ محمد بن عبد الوہاب مذہبی پیشوا تھے اور انہی کے نام سے انگریزوں نے لفظ وہابی درآمد کر رکھا تھا۔

ہندوستان پر ان دنوں انگریزوں کی حکومت تھی یہاں انگریزوں یا سکھوں کے خلاف جو علماء بھی اٹھتے انگریز ان پر نہایت خاموشی سے لفظ وہابی اتار دیتے تاہم یہ حقیقت ہے کہ حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کے رفقاء کا شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی سے کوئی علمی نسبتی یا سیاسی رشتہ نہ تھا گواںگریزی حکومت دونوں

پر لفظ وہابی کے اطلاق سے ایک سیاسی اطمینان محسوس کرتی تھی۔

ہندوستان کے غیر مقلدین انگریزوں کے خلاف نہ تھے مگر جب انہوں نے مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ کا رسالہ رفع یدین دیکھا تو انہوں نے انہیں اپنا بڑا مان لیا اب ہندوستان میں لفظ وہابی غیر مقلدین پر اتار دیا گیا اور اب یہاں اس سے مراد وہی لوگ لئے جاتے تھے جو ائمہ اربعہ میں سے کسی کی پیروی نہ کرتے ہوں۔ اور نماز میں وہ رفع الیدین عند الركوع سے پہچانے جاتے تھے۔

سوال ہذا میں لفظ وہابی جو اہل السنۃ والجماعہ کے مقابل استعمال ہوا ہے انہی معنوں سے ہے ائمہ میں ہے۔

ان فی اصطلاح بلاد الهند کان اطلاق الوہابی علی من ترک تقلید الائمة رضی اللہ تعالیٰ عنہم

(ترجمہ) ہندوستان میں وہابی کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جو ائمہ اربعہ (چار اماموں) کی تقلید سے باہر نکلے ہوں۔

سور صغیر پاک و ہند میں وہابی کا لفظ غیر مقلدین کے لئے کسی طور پر اشتباہ میں نہ تھا لیکن عرب میں سعودی قبضے سے پہلے شیخ محمد بن عبد الوہاب کے عقائد کھلے اور شیخ سلیمان بن حکم نے ان کے خلاف جو عقائد مشہور کر رکھے تھے ان کا پردہ کھل گیا۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب نے اس کی تردید میں یہ تحریر ہر طرف بھیجی :-

ان الرجل افتری علی اسور ألم اقلھاو لم یأت اکثرھا علی بالی (فمتھا)
قوله انی مبطل کتب المذاهب الاربعہ و انی اقول ان الناس من ستمائة
سنة لیسوا علی شئی و انی ادعی الاجتهاد و انی خارج عن التقليد و انی
اقول ان اختلاف العلماء تقمہ و انی اکفر من توسل بالصالحین

(مولفان الشیخ محمد بن عبد الوہاب جلد ۱ ص ۱۲ ص ۲۴ مطابع الرياض)
(ترجمہ) اس شخص نے مجھ پر کئی جھوٹ باندھے ہیں یہ باتیں میں نے کبھی نہیں کہیں انہی میں سے

ہے کہ میں مذاہب اربعہ کی کتابوں کو باطل ٹھہراتا ہوں اور یہ کہ میں کہتا ہوں کہ لوگ چھ سو سال سے غلط چلے آ رہے ہیں اور یہ کہ میں مجتہد ہونے کا مدعی ہوں اور یہ کہ میں تقلید سے نکل چکا ہوں اور یہ کہ میں کہتا ہوں علماء کا فروعی اختلاف مصیبت ہے اور یہ کہ میں نیک لوگوں کے توسل کو کفر قرار دیتا ہوں اس کے بعد عرب میں وہابی کا اطلاق اہل السنۃ والجماعۃ کے مقابل نہر باوہاں کے وہابی دائرہ اہل سنت میں رہے وہ تقلید کے مخالف نہیں بلکہ خود مقلد رہے شیخ ہی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:-

اما مذهبنا فمذہب احمد بن حنبل امام اہل السنۃ ولا ننکر علی اہل المذاهب الاربعہ اذا لم یخالف نص الكتاب والسنة واجماع الامة وقول جمهورها (ایضاً جلد ۱۱ ص ۱۰۶)

(ترجمہ) ہم امام اہل سنت احمد بن حنبل کے مذہب پر ہیں اور ہم مذاہب اربعہ میں سے کسی پر ٹکیر نہیں کرتے جب کہ وہ نص کتاب سنت اور اجماع امت اور جمہور امت کے خلاف نہ ہو۔

دوسرے سوال کا جواب بھی اس ضمن آ گیا ہے اب ہم تیسرے ضمنی سوال کا جواب دے دیتے ہیں کہ ۳۔ کسی جگہ حدیث رجال کر کے جانا (کچاؤے کس کر اور سامان باندھ کر) سفر کرنا یا بدوں حدیث رجال سفر کرنا ان دونوں میں کسی پہلو سے کوئی مظنہ ضلالت نہیں اس میں جائز اور ناجائز کے باب میں تو کھل سکتے ہیں لیکن یہ شرک کسی پہلو سے نہیں ہو سکتا علامہ شامی بھی اسی عام اثر کے تحت ان لوگوں کے بارے میں یہ رائے رکھتے تھے۔

ان سوالات کا جواب دینے سے پہلے یہاں تمہید سوال میں لپٹے چند امور تنقیح طلب ہیں ہر تنقیح کا جواب پہلے دیا جائے گا پھر اصل سوال کا جواب آئے گا۔ سوال میں ایک فرقے کا نام وہابی بتلایا گیا ہے اور اس کے مقابل اہل السنۃ والجماعۃ کا نام لیا گیا ہے یہاں ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ وہابی سے کون لوگ مراد ہیں جو اہل سنت میں شمار نہیں ہیں ان دونوں میں ان دونوں جو ہری فرقہ واضح سمجھا جاتا تھا۔

۲۔ وہابی کا لفظ کس کی طرف منسوب ہے؟ اگر یہ نجد کے شیخ محمد بن عبد الوہاب کی طرف منسوب ہے

تو یہ جاننا ضروری ہے کہ کیا شیخ واقعی اہل السنۃ والجماعۃ سے مختلف کسی نے فرقے کے بانی تھے؟
بصورت ثانیہ وہ کس مسلک کے تھے اور کس امام کے مقلد تھے

۳۔ کوئی کام حذرِ رحال سے ہو یا بدوں حذرِ رحال سے (جس کے لئے سفر نہ کرنا پڑھے) کیا اس میں کوئی مظنہ شرک پیدا ہو سکتا ہے یا شرک ہمیشہ شرک ہے حذرِ رحال سے ہو یا بدوں حذرِ رحال کے۔ اگر کسی قبر کی زیارت بدوں حذرِ رحال جائز ہے تو حذرِ رحال سے یہ عمل شریعت کے کون سے اصول کے تحت ممنوع ٹھہرایا جاسکتا ہے اسے واضح کیجئے۔

۴۔ اگر کچھ لوگ حذرِ رحال سے حضورؐ کی قبر شریف کی زیارت کے لئے آئیں تو کیا اس سے صرف ایک حدیث لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد کا خلاف لازم آئے گا یا اس سے اسلام کا کوئی قطعی اصول جڑتا ہے؟ بصورت اول یہ حدیث خیر واحد کے درجہ میں ہے؟ یا یہ ثبوت میں کسی قطعی درجہ کو پہنچی ہے کہ اس کا اثر عقیدے پر پڑنے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔

۵۔ جن احادیث میں حج کے بعد یا حج سے پہلے حضورؐ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے جانے کی ترغیب ہے ان پر یا ان میں سے کسی پر جن محدثین نے جرح کی ہے کیا ان میں سے کسی محدث یا فقیر نے ان پر مظنہ شرک کا بھی گمان کیا ہے یا انہیں صرف ثبوتاً ضعیف کہا ہے؟

۶۔ شرک لازم آنے کے لئے اسلام میں کیا کسی زندہ اور مردہ کا فرق بھی کیا گیا ہے مثلاً یہ کہ کسی زندہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا تو جائز ہو اور فوت شدہ کی قبر کی زیارت میں شرک کا گمان ہو، اس میں زندہ اور فوت شدہ میں فرق کی کیا کوئی وجہ ہو سکتی ہے؟

۷۔ حضورؐ کی زندگی میں جو لوگ آپ کی زیارت کے لئے سفر کر کے آتے کیا ان کا یہ سفر از روئے شریعت درست تھا تو اب کون سا شرعی تقاضا ہو سکتا ہے کہ وہی سفر اب آپ کی قبر کی زیارت کے لئے ناجائز ٹھہرے؟

۸۔ گناہوں کو بخشا صرف اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے یہ اسلام کا ایک قطعی عقیدہ ہے اب اگر کوئی شخص حضورؐ کے پاس اس لئے آئے کہ آپ اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی مغفرت کی

درخواست کریں تو اس کے اس کام کے لئے آنے میں کیا کوئی شرک کا گمان ہے؟

۹۔ کیا صحابہ کرام یا امہات المؤمنینؓ نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد قصد اکبھی آپ کی قبر مبارک پر حاضری دی؟ اور کیا کسی دوسرے صحابی نے اس پر کوئی اعتراض کیا؟ اس پر کوئی حوالہ بتو لکھ بھیجئے۔

۱۰۔ کیا حضور اکرمؐ نے قبروں کی زیارت کا بھی حکم دیا ہے؟ بصورت اثبات کیا اس پر عمل کرنے کے لئے ہجۂ رحال (سفر کرنا) کیا جاسکتا ہے؟ کیا کہیں حکم زیارت میں یہ قید مذکور ہے کہ اس کے لئے ہجۂ رحال کی اجازت نہیں؟ اب اگر حضور کی قبر مبارک کی اس طرح زیارت کی اجازت نہ ہو تو کیا اس کے لئے کوئی دلیل استثناء کتب حدیث میں ملتی ہے؟

۱۱۔ صرف تین مسجدوں کے لئے سفر کے جانا جائز ہے اور کسی مسجد کے لئے بالقصد سفر کی اجازت نہیں اس کی شرعی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ اگر وہ وجہ حضورؐ کے روضہ مبارک کی زیارت میں نہ پائی جائے تو اس رفع علت سے روضہ مبارک کی زیارت کے لئے ہجۂ رحال کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ اس صورت میں اس کی شرعی دلیل کیا ہوگی؟

۱۲۔ اسلام کی پہلی چھ صدیوں میں کیا کسی معروف عالم دین، محدث، مفسر یا فقیہ نے حضورؐ کے روضہ کی زیارت کی نیت سے ہجۂ رحال سے منع کیا ہے؟ آیا اس میں ان ادوار میں کبھی احناف، شوافع، سواک اور منابہ میں اس موضوع پر کوئی اختلاف ہوا؟

اب ہم ان تنقیحات کا ترتیب وار جواب دیتے ہیں حق تو یہ تھا کہ یہ بارہ سوالات خود سائلین سے پوچھے جاتے لیکن سائلین کے ان سوالات پر جو المہند میں مذکور ہوئے ایک صدی ہو رہی ہے اور ان سوالات کے اجمالی جوابات بھی ہو چکے سونا مناسب نہ ہو گا کہ ہم خود ہی ان کے کچھ جوابات دیں تا کہ المہند میں کئے گئے سوالات اور نکھر کر سامنے آجائیں۔ پھر ان جوابات میں جو حضرت مولانا غلیل احمد محدث سہارنپوری نے دیئے اور ان پر تقریباً سب اکابر علمائے دیوبند نے تصدیقات لکھیں، ہمارے قارئین پوری تسلی پا سکیں گے، واللہ هو الموفق لما یحبہ ویرضی بہ۔

۳۔ ان دنوں اکثر اسفار ہجۂ رحال سے ہی کئے جاتے ہیں ہوائی جہازوں کو دیکھو، بحری جہازوں کو

دیکھو، ریلوے کے مسافروں کے سفر پر نظر کرو یا بسوں اور کاروں میں جانے لوگوں کا جائزہ، یہ تمام سفرِ حِجۃِ رحال سے ہی کئے جا رہے ہیں اور کوئی انہیں ناجائز نہیں کہتا پھر جو سفرِ ثواب کی نیت سے کئے جاتے ہیں جیسے کہیں جہاد کے لئے جانا یا طلبِ علم کے لئے کسی مدرسہ میں داخلہ لینے جانا یا کسی زلزلہ واقع ہونے کی جگہ پر متاثرین کی امداد کے لئے حِجۃِ رحال کرنا، ائمہ اربعہ کے پیروؤں میں سے کسی کے ہاں بھی ناجائز نہیں ٹھہرایا گیا اور اس پر پوری امت کا اجماع ہے کہ تجارت کے اسفار وہ رحلۃ الشتاء ہوں یا رحلۃ الصيف کبھی کسی کے ہاں ان کے لئے حِجۃِ رحال گناہ شمار نہیں کیا گیا تو معلوم نہیں کہ حضور سرور کائنات ﷺ کی قبر کی زیارت کے لئے حِجۃِ رحال میں شریعت کا کون سا اصول ٹوٹا نظر آتا ہے؟ سو یہ بات بلاشبہ صحیح ہے کہ کسی کام کے لئے جانے اور حِجۃِ رحال سے سفر کرنے میں شرعاً کوئی اصول شریعت خطرے میں نہیں آتا اور ان میں سے کسی میں مظہرِ شرک نہیں ہے، شرک کے فیصلے کبھی فاصلوں سے نہیں کئے جاتے کہ کوئی سو میل سفر کرے تو شرک ہو جائے اور نوے میل سفر کرے تو یہ شرک نہ ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب بھی کسی سفر سے آتے تو سیدھے روضہ سول پر آتے۔ یہ کسی روایت میں نہیں ملتا کہ آپ نے پہلے کبھی تحیۃ المسجد کی نماز ادا کی ہو جس میں گمانِ ٹھہرے کہ شاید آپ نے زیارت مسجد کی نیت کی ہو اور پھر قبر مبارک پر حاضر ہوئے ہوں، ہم اس وقت حدیث کی دو قدیم ترین کتابوں سے اس پر حوالہ پیش کرتے ہیں حضرت امام محمد (۱۸۹ھ) کہتے ہیں۔

اخبرنا مالک اخبرنا عبداللہ بن دینار ان ابن عمر کان اذا اراد سفراً او قدم من سفر جاء قبر النبی ﷺ فصلی علیہ و دعا ثم انصرف قال محمد ھکذا ینبغي ان یفعلہ اذا قدم المدینۃ یا اتی قبر النبی ﷺ (موطا امام محمد ص ۳۹۶)
امام ابو حنیفہ کے ایک دوسرے شاگرد محدث عبدالرزاق (۲۱۱ھ) لکھتے ہیں:-

عن معمر عن ایوب عن نافع قال کان ابن عمر اذا قدم من سفر اتی قبر النبی ﷺ فقال السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک

یا ابتداء (المصنف جلد ۳ ص ۵۷۶)

اس سے پتہ چلا ہے کہ سفر کر کے آپ کی قبر مبارک پر آنا اور آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے ارادہ سے یہاں آنا ہرگز کوئی امر ممنوع نہیں ہے یہ سمجھنا کہ یہ سفر اگر حیدرہ رحال سے ہو تو ممنوع ہے اور بدوں حیدرہ رحال ہو تو ممنوع نہیں۔ اس کے پیچھے کوئی اصل شرعی۔۔۔ موجود۔۔۔ نہیں ملتی جب عمرہ و حج کے سفر بدوں نیت زیارت مسجد حرام جائز ہو سکتے ہیں اور

مختلف دینی مدارس کی طرف حیدرہ رحال سے سفر کئے جاتے ہیں تلاش رزق میں انسان جگہ جگہ حیدرہ رحال کر سکتا ہے تو حضور اکرم کی قبر شریف کی زیارت کے لئے حیدرہ رحال کسی خاص دلیل سے ممنوع ٹھہرے ہمیں وہ دلیل معلوم کرنی چاہئے جو اس خاص زیارت قبر شریف کو ممنوع ٹھہراتی ہو۔

۴۔ حدیث منع حیدرہ رحال یہ ہے جس کے ہوتے ہوئے مسلمان دیگر ضرورتوں بلکہ سیر و سیاحت کے لئے بھی حیدرہ رحال کرتے ہیں اور کوئی انہیں اس حدیث کے حوالے سے نہیں روکتا۔ حضرت ابوسعید الخدریؓ (۳۴ھ) کہتے ہیں کہ حضور نے فرمایا۔

لَا تَشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ (۱) مَسْجِدِ الْحَرَامِ

(۲) وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصَى (۳) وَ مَسْجِدِي (صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۵۹)

(ترجمہ) حیدرہ رحال سے سفر نہ کیا جائے مگر ان تین مسجدوں کی طرف، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ اور میری مسجد شریعت کی رو سے صرف تین مسجدیں ہیں جن میں نماز پڑھنے کا ثواب عام مساجد میں نماز پڑھنے سے کئی گنا زیادہ ہے ان تین مسجدوں کے سوا اور کل مسجدیں ثواب میں برابر ہیں اب جو شخص کسی بھی اور مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جائے تو اس کو ثواب تو وہی ملے گا جو عام دوسری مساجد میں نماز پڑھنے سے اسے ملتا ہے تو اب اس کا یہ سفر اور اس پر خرچ کرنا بالکل فضول ٹھہرتا ہے اپنے امتیوں کو اس مفت کی محنت سے بچانے کے لئے حضور ﷺ نے کسی اور مسجد کی طرف کسی مزید ثواب کے لئے حیدرہ رحال کرنے سے منع فرما دیا۔ دنیا کے کسی حصے میں کوئی مسجد بنے اس میں نماز پڑھنے کا ثواب پس اتنا ہی ہے جتنا کسی بھی مسجد میں نماز پڑھنے کا ہو سکتا ہے صرف تین مسجدیں ہیں جن میں مزید ثواب کا

آسمانی وعدہ دیا گیا ہے ان مساجد کے سوا دوسری جگہوں کے لئے شہِ رحال کرنے سے اس حدیث میں نہیں روکا گیا جہاں مستحق منہ مذکور نہ ہو وہاں مستحق منہ مستثنیٰ کی جنس سے ٹھہرایا جاتا ہے یعنی کسی مسجد کی طرف شہِ رحال سے سفر کرنا درست نہیں سوائے ان تین مسجدوں کے۔

حضرت ابو سعید کے پاس کوہ طور پر نماز پڑھنے کا ذکر آیا کہ کیا اس میں کوئی مزید ثواب ہے اس پر آپ نے یہ حدیث اس طرح پڑھی:-

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَنْبَغِي لِلْمُصَلِّيِّ أَنْ يَشْدُرَ حَالَهُ إِلَى مَسْجِدٍ يَتَغَيُّ مِنْهُ الصَّلَاةُ غَيْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَمَسْجِدِي (رواه احمد جلد ۳ ص ۵۳)
(ترجمہ)

اس سے معلوم ہوا کہ حدیث لاتشد الرجال میں قصر حقیقی نہیں کہ ان تین مساجد کے علاوہ کسی جگہ میں شہِ رحال سے جانے کی اجازت نہ ہو بلکہ قصر اضافی ہے اور یہ حدیث حضور اکرم کی قبر مبارک پر حاضری دینے کے لئے کسی کو نہیں روکتی ورنہ حضرت ام المومنین کبھی قصد زیارت سے آپ کے روضہ پر نہ آتیں آپ کہتی ہیں:-

كُنْتُ ادْحُلُ فِي بَيْتِي الَّذِي فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَنِّي وَاضِعٌ ثَوْبِي وَأَقُولُ أَنَا عَزَّوَجَلَّ وَأَبِي فَلَمَّا دَفِنَ عَمْرٌ مَعَهُمْ فَوَّاهُ اللَّهُ مَا دَخَلْتَهُ إِلَّا وَأَنَا لَمْ شُدُّودَةً عَلَى ثِيَابِي حَيَاءً مِنْ عَمْرٍ (رواه احمد جلد ۳)
(ترجمہ)

قال الطَّبِيبُ فِيهِ أَنْ أَكْرَامَ الْأَمِيَّةِ كَأَكْرَامِهِ حَيًّا (مرفقات جلد ۴ ص ۱۱۷)
(ترجمہ) میت کا اکرام اسی طرح کیا جائے جس طرح اس کا زندگی میں اکرام ہوتا تھا۔

اب یہ کہنا کہ حضرت ام المومنین کا وہاں آنا شہِ رحال سے نہیں تھا اس لئے جائز تھا منع صرف شہِ رحال سے نہ کہ شہِ رحال سے زیارت قبر شریف، یہ بات دین کے کسی اصول پر منطبق نہیں ہوتی۔

اس کے کہ عذرِ رحال میں اخراجات زیادہ ہو جائے ہیں۔

حافظ ابن عساکر (۵۷۱ھ) نے حضرت بلالؓ کا حضور کی قبر کی زیارت کے لئے آنا ذکر کیا ہے امام محمد نے حضرت ابن عمرؓ کا آنا روایت کیا ہے امام احمد نے حضرت ابویوب انصاریؓ کا آپ کی قبر پر آنا روایت کیا ہے قاضی عیاض نے حضرت انسؓ کا آپ کی قبر پر حاضر ہونا روایت کیا ہے حافظ بزار نے حضرت عمرؓ کا آپ کے روضے پر آنا بیان کیا ہے اور دارقطنی نے حضرت علیؓ کا وہاں حاضری دینا نقل کیا ہے۔ کیا یہ حضرات آپ کے روضہ پر زیارت کا قصد کئے بغیر ہی حاضری دیتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کے اس حکم صریح کے ہوتے ہوئے کوئی شخص کسی کو حضور کی قبر مبارک پر حاضری دینے سے نہیں روک سکتا۔ حضرت بریدہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا:۔

كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها (صحیح مسلم جلد ۱ ص ۳۱۴)

مسند احمد ۳ ص ۲۳۸ مشکوٰۃ ص ۱۵۴)

(ترجمہ) میں تمہیں پہلے قبروں کی زیارت کے لئے جانے سے روکا کرتا تھا اب نہیں۔ اجازت بت تم ان کی زیارت کے لئے جاؤ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود بھی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا اور زیارت قبور کا عام حکم دیا کوئی پیدل جائے یا اونٹ پر سوار ہو کر آئے جس طرح چاہے جائے۔ (رواہ ابن ماجہ)

حضورؐ کے اس حکم کے ہوتے ہوئے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی مومن کو حضور کی قبر کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہونے سے روکے۔

حدیث لا تشدد الرحال الا الی ثلثة مساجد خبر واحد ہے یہ تو اتر کو نہیں پہنچی سو اس کے حوالے سے اسلام کے کسی قطعی فیصلے کو نہیں روکا جاسکتا۔

اسلام کا ایک اصولی مسئلہ

اسلام کا یہ ایک اصولی مسئلہ ہے کہ شریعت محمدی میں نماز کسی پاک جگہ پر بھی مالک زمین کی اجازت سے پڑھی جاسکتی ہے (رقبہ مقصود میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں)

اس پہلو سے پوری زمین صفحہ مسجد ہے پھر اس زمین پر جو جگہیں مسجد کے لئے وقف ہوئیں۔ وہاں نماز پڑھنے پر وہ ثواب مذکور ہے جو مسجد میں نماز پڑھنے کا ہے اس اعتبار سے روئے کائنات کی تمام مسجدیں برابر ہیں سوائے تین مسجدوں کے۔ ان تین مساجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت کئی گنا ہے اس فضیلت کو پانے کے لئے صرف انہی تین مسجدوں کی طرف ہیہ رحال کیا جاسکتا ہے اس ثواب کی خاطر دنیا کی اور کسی مسجد کی طرف ہیہ رحال نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اسلام میں کسی اور مسجد میں نماز کے اس ثواب کا خاص وعدہ نہیں ہے۔

سوا اس حدیث منع ہیہ رحال کی رو سے کسی کو کسی مسلمان کی قبر کی زیارت کے لئے جانے کے عام اسلامی اذن کو روکا نہیں جاسکتا۔

خدا سے بخشش مانگنے کے لئے حضور کی خدمت میں حاضری

گناہوں سے معافی مانگنے کا تعلق بندے اور خدا کے مابین ہے وہی جانتا ہے کہ کوئی کس اخلاص اور کس نیت سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہے اس کے لئے بندے کا زیادہ سے زیادہ اخلاص اور چاہئے لیکن اس کے لئے بھی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آنے کو بڑی فضیلت دی گئی ہے۔ وہ کس لئے؟ وہ اس لئے نہیں کہ آپ لوگوں کے گناہوں کو عاف کریں جیسا کہ قرون اولیٰ میں عیسائی پادری اپنے پاس آنے والے گناہگاروں کے گناہ معاف کرتے رہے۔ اسلام میں اس کا ہرگز کوئی تصور نہیں بلکہ یہ صورت عمل صرف اس لئے تجویز کی گئی کہ خود حضور ﷺ اپنے اس امتی کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی درخواست کریں اس پر اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے ثواب و رحیم ہونے کی بشارت دی ہے۔ اگر اس میں کوئی شرک کا احتمال ہوتا تو قرآن کریم میں اس عمل پر یہ بشارت نہ ملتی۔

و لو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤوک فاستغفرو اللہ و استغفرلہم الرسول لوجدوا اللہ تواباً رحیماً (ب ۵ النساء) ۶۴

(ترجمہ) اور اگر وہ لوگ جنہوں نے خود اپنے پر ظلم کیا (گناہ کمائے) آپ کے پاس آتے اور اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے تو وہ اللہ تعالیٰ کو معاف

کرنے والا مہربان پاتے۔

اب اگر حضورؐ کے عہد میں کوئی گنہگار بہمن، مکہ یا کسی اور دور کے مقام سے آپ کے پاس مدینہ منورہ آتا ہے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے اور حضورؐ بھی اس کے لئے اللہ کے حضور استغفار کرتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ اس کا دور کے علاقہ سے شہِ رحال کر کے آپ کے پاس آنا اس حدیث منع شہِ رحال کی رو سے ناجائز شمار ہوتا ہے یا قرآن کی رو سے یہ آیت جاؤ کوک (وہ تیرے پاس آئیں) اس سے عام ہے کہ وہ پیدل آئے یا شہِ رحال سے آئے اس کا یہاں گناہوں کی مغفرت کے لئے آنا کسی صورت میں ناجائز نہیں بتلایا جاسکے گا اور حدیث منع شہِ رحال قرآن کی اس آیت کو منسوخ نہ کر سکے گی۔

اس آیت کی رو سے معلوم ہوا کہ حدیث منع شہِ رحال صرف مساجد کے لئے ہے کہ دنیا میں کسی بھی مسجد میں زیادہ ثواب پانے کی نیت سے نماز پڑھنے جانا اور اس کے لئے شہِ رحال کرنا درست نہیں سوائے ان تین مسجدوں کے۔

تاریخی مسجدوں کو دیکھنے کے لئے بطور سیاح کہیں جانا

اگر کوئی شخص کسی دوسرے ملک سے بطور سیاح لاہور کی شاہی مسجد دیکھنے آتا ہے یا قریب کی تاریخی مسجد دیکھنے کے لئے یہاں سے شہِ رحال کرتا ہے تو اس کا یہ اس مسجد کی نیت سے منع کرنا بھی ناجائز نہیں ٹھہرے گا کہ وہ وہاں زیادہ ثواب ملنے کی نیت سے نہیں جا رہا بطور سیر و سیاحت اس مسجد کو دیکھنے جا رہا ہے حدیث منع شہِ رحال صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو بہ نیت زیادتی ثواب ان تین مسجدوں کے سوا کسی اور مسجد کے لئے شہِ رحال کریں۔

محدثین کرام کے ہاں حدیث منع شہِ رحال کا موضوع

محدثین نے اسے مسجد حرام اور مسجد نبویؐ کی فضیلت میں روایت کیا ہے شرک و بدعت کی تردید میں نہیں کہ قبروں پر جانے اور آپ کی قبر کی زیارت سے تمہارے شرک کے گڑھے میں گرنے کا اندیشہ

20

25 ہے امام بخاریؒ نے اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے۔

فضل الصلوة فی مسجد مکہ والمدینۃ۔

پھر باب مسجد بیت المقدس میں یہ چار حدیثیں اکٹھی بیان کی ہیں:-

۱۔ لا تسافر المرأة یومین الا و معها زوجها اور ذو محرم

۲۔ لا صوم فی یومین (۱) الفطر (۲) والاضحی

۳۔ لا صلوة بعد صلوٰتین بعد الصبح و بعد العصر

۴۔ لا تشد الرحال الا الی ثلثة مساجد (صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۵۸، ۱۵۹)

یہ سب فقہ کے مسائل ہیں اصول و عقائد اور شرک و بدعت کا یہاں کوئی بیان نہیں تیسری صدی تک اس حدیث کا یہی موضوع سمجھا گیا ہے اب پچھلی صدی میں آئے حافظ ابو جعفر طحاوی (۳۲۱ھ) لکھتے ہیں:-

فعقلنا بذلك ان الرحال لا تشد الا الی هذه الثلثة المساجد دون ما سواها من المساجد فاحتجنا ان نعلم فضل الصلوات فیها علی الصلوات فی غیرها من المساجد (شرح مشکل الآثار جلد ۲ ص ۶۰)

(ترجمہ) ہم اس سے یہ سمجھتے ہیں کہ شدہ رحال ان تین مسجدوں کے سوا اور کسی مسجد کی طرف نہ کیا جائے ہم نے یہ جاننے کی ضرورت سمجھی کہ ان تین مسجدوں میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے کی نسبت کہیں زیادہ ہے۔

پانچویں صدی کے امام الحرمین (۴۷۸ھ) کی رائے بھی لے لیں اس میں آپ کو ساتویں صدی کی شہادت بھی مل جائے گی۔ امام نووی (۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:-

والصحيح عند اصحابنا و هو الذي اختاره امام الحرمين و المحققون انه لا يحرم ولا يكره قالوا والمراد ان الفضيلة التامة انما هي في شد الرحال الی هذه الثلثة خاصة (شرح صحيح مسلم جلد ۱ ص ۴۳۳)

(ترجمہ) ہمارے اصحاب کے ہاں صحیح ہی ہے اور اسے ہی امام الحرمین نے اور دوسرے محققین نے اپنا مختار قرار دیا ہے کہ دوسری فضیلت کی جگہوں کی طرف شدہ رحال سے سفر کرنا ہرگز حرام اور مکروہ نہیں

ہے اس حدیث میں صرف فضیلت تامہ کا بیان ہے کہ وہ صرف ان تین مسجدوں کی طرف شدہ رحال سے ہی ہو سکتی ہے۔

امام غزالی (۵۰۵ھ) لکھتے ہیں:-

ذهب بعض اهل العلم الى الاستدلال به على المنع من الرحلة لزيارة المشايخ وقبور العلماء والصالحين وما تبين لي ان الامر كذلك بل الزيارة مأمور بها لخبر كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها والحديث انما ورد نهياً عن الله لغير الثلاثة من المساجد ثلثها (احياء العلوم الدين جلد ۱ ص ۱۹۰ حاشیہ جامع ترمذی جلد ۱ ص ۴۴)

(ترجمہ) بعض علماء نے اس حدیث سے دلیل لے کر مقامات متبرکہ اور علماء و صلحاء کی قبروں پر جانے کو منع کیا ہے اور یہ چیز مجھ پر نہیں کھلی کہ بات اس طرح ہو بلکہ زیارت قبور کا تو اس حدیث کی رو سے حکم ہے آپؐ نے فرمایا میں تمہیں قبروں پر جانے سے روکا کرتا تھا لیکن اب تمہیں اجازت ہے تم قبروں کی زیارت کے لئے جایا کرو حدیث شدہ رحال مساجد کے باب میں آئی ہے مشاہد کا حکم ایسا نہیں ہاں تمام مسجدیں ان تین مسجدوں کے سوا ایک ہی ہیں۔ (جلد ۱ ص ۲۹۸)

علامہ بدر الدین العینی (۸۵۵ھ) بھی لکھتے ہیں:-

فيه فضيلة هذه المساجد و سريتها على غيرها لكونها مساجد الانبياء عليهم الصلوة والسلام لان المسجد الحرام قبلة للناس واليه حجهم ومسجد الرسول اسس على التقوى والمسجد الاقصى كان قبلة الامم السالفة وفيه ان الرحال لا تشد الي غيره هذه الثلاثة لكن اختلفوا على اي وجه فقال النووي معناه لا فضيلة في شد الرحال الي مسجد ما غير هذه الثلاثة ونقله عن جمهور العلماء (عمدة القارى جلد ۷ ص ۲۵۳)

(ترجمہ)

اس حدیث میں ان تین مساجد کی دوسری مسجدوں پر فضیلت اور حریت کا بیان ہے کیونکہ یہ تین پیغمبروں کی مسجدیں رہی ہیں مسجد حرام ثواب تک لوگوں کے لئے قبلہ عبارت ہے اور اسی طرف وہ حج کے لئے جاتے ہیں اور مسجد نبوی کی فضیلت یہ ہے کہ اس کی اساس تقویٰ پر رکھی گئی ہے اور مسجد اقصیٰ پہلی امتوں کا قبلہ رہی ہے اس حدیث کی رو سے ان تین مسجدوں کے سوا کسی اور طرف شدہ رحال نہ کیا جائے تاہم اس وجہ سے منع میں علماء کا اختلاف رہا ہے امام نووی نے کہا کہ ان تین مسجدوں کے سوا اور کسی مسجد کی طرف فضیلت ثواب کے لئے مقرر نہ کیا جائے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) بھی لکھتے ہیں:-

وفيه ان النهى عن شد الرحال لغير المساجد الثلاثة ليس على التحريم لكون النبي صلى الله عليه وسلم (فتح الباری جلد ۶ ص ۸۴)
(ترجمہ) ان تین مسجدوں کے سوا کسی اور طرف شدہ رحال کی نبی حرمت کے درجہ میں نہیں ہے کیونکہ نبی کریم نے اور کسی طرف شدہ رحال سے سفر کئے ہیں۔

کیا آیت مذکور بالا کا حکم اب بھی باقی ہے؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا آیت ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤوک کا حکم حضور کے زیر پردہ چلے جانے سے منسوخ ہو گیا یا اب بھی اس آیت کا حکم باقی ہے اور اب بھی حضور کے روضہ پر حاضری حضور کی خدمت میں حاضری ہے اور حضور اپنے گناہگار امتیوں کے لئے اس عالم برزخ میں بھی دعائے مغفرت فرماتے ہیں؟

الجواب

حضرت علیؓ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ کی وفات کو ابھی تین دن ہی گزرے تھے کہ ایک اعرابی فرط غم سے چور آپ کی قبر پر حاضر ہوا اور وہاں سے مٹی لے کر اپنے سر پر ڈالی اور حضور کی خدمت میں گزارش کی۔

كان فيما انزل الله ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤوك الاية وقد ظلمت

نفسی و جنت استغفر اللہ ذنبی فاستغفر لی من ربی (البحر المحیط جلد ۳
 ص ۲۸۳ تفسیر نسفی جلد ۱ ص ۵۳۲۲)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے جو آیات اتاریں ان میں یہ بھی ہے کہ لوگ جب اپنی جانوں پر زیادتی کریں
 (گناہ کر لیں) تو تیرے پاس آئیں اور میں نے اپنے اوپر بہت زیادتی کی ہے اور میں آپ کے
 پاس آیا ہوں اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے آپ بھی میرے رب سے میرے لئے
 میرے گناہوں کی معافی چاہیں۔
 حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں:-

فنودی من القبر انه قد غفر لك

(ترجمہ) قبر سے آواز آئی تیری بخشش ہوگئی ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۳ھ) نے بھی اسے جذب القلوب الی دیار المحبوب میں نقل
 کیا ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ اب بھی اس آیت کا حکم باقی ہے اور حضور کی قبر مبارک پر حاضری حضور کی خدمت
 میں حاضری ہے۔
 تفسیر المعارف القرآن میں ہے:

ایک عام ضابطہ نکلا کہ جو شخص رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ اس کے لئے دعاء
 مغفرت کر دیں اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنحضرت کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی
 دنیوی حیات میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں
 ہے۔ (تفسیر معارف القرآن جلد ۲ ص ۴۵۹)

حضور اکرم کے روضہ پر حاضر ہونے کی احادیث

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:-

من زار قبری وجبت له شفاعتی (سنن دار قطنی)

اس حدیث کو ابولہی بن اسکن (۳۵۳ھ) نے آثار السنن الصحاح میں روایت کیا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے محدث عبدالحق نے اسے الاحکام میں روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے اور اس پر کوئی جرح نہیں کی اور شیخ نقی الدین السبکی نے اس کے طرق متعددہ پر اسے قبول کیا ہے دیکھئے نیل الاوطار جلد ۴ ص ۳۲۵۔

اس کی سند میں کوئی ایسا راوی نہیں جس کے ترک پر سب محدثین متفق ہوں۔ حافظ ابن حجر نے التلخیص میں اس کے جرح طرق کی جو تضعیف کی ہے وہ نافع سے نیچے عبد اللہ بن عمر سلیم کرنے کی وجہ سے ہے حالانکہ وہ راوی عبد اللہ بن عمر نہیں عبید اللہ بن عمر ہے اور وہ ثقہ ہے اس پر صاحب اعلاء السنن لکھتے ہیں۔ فالحدیث حسن صحیح جلد ۱۰ ص ۳۴۹۔ انہوں نے حافظ کی تضعیف کو قبول نہیں کیا۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں، حضورؐ نے فرمایا:-

من جاء نبي زائراً لا يهيمه الا زيارتي كان حقاً على ان اكون له شفيعاً (رواه الطبرانی و صححه ابن السكن قاله العراقي في تخریج الاحیاء جلد ۴ ص ۴۱۶) (ترجمہ)

۳۔ عن حاطب قال قال رسول الله ﷺ من زارني بعد موتي فكانما زارني في حياتي ومن مات باحد الحرمين بعث من الامين يوم القيمة (رواه الدارقطني وجوّذ الذهبي اسناده كافي وفاء الوفاء للمسموري جلد ۲ ص ۳۹۹-۳۹۴) (ترجمہ)

۴۔ حضرت عمرؓ بھی کہتے ہیں میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے سنا

من زار قبري اوقال من زارني كنت له شفيعاً او شهيداً ومن مات في احد الحرمين بعثه الله في الامين يوم القيمة (رواه ابوداؤد الطيالسي)

(ترجمہ)

حضرت عمرؓ نے جب بیت المقدس فتح کیا اور آپ کے پاس کعبہ لاجبار آئے اور اسلام لائے تو آپ نے انہیں کہا

هل لك ان تسير معي الى المدينة و تزور قبر النبي بزيارة

(ترجمہ)

انہوں نے ہاں کی اور آپ کے ساتھ ہی وہ مدینہ چلے آئے اور آپ کے ساتھ مسجد میں روضہ پر حاضر ہوئے۔ (فتوح الشام و فاء الوفاء ص ۲۰۹)

پتہ چلا کہ آپ کی خدمت میں حاضری آپ کی وفات کے بعد بھی اسی طرح ہے جیسا کہ آپ کے۔۔ حیات آپ کے پاس لوگ آتے تھے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس طرح آپ کے پاس حاضری دینے والا صحابی نہ سمجھا جائے گا صحابی وہی ہے جس نے بحالت ایمان حضور ﷺ کو آپ کی دنیوی زندگی میں دیکھا اور پھر اس نے اپنے اسی ایمان پر وفات پائی۔ (جلد ۱۰ ص ۴۹۹)

خليفة راشد حضر عمر بن عبد العزيز شام سے مدینہ منورہ قاصد بھیجتے کہ وہ آپ کی طرف سے حضور کے روضہ پر سلام عرض کرے۔ علامہ۔۔ لکھتے ہیں:-

قد استفاض ذلك عن عمر بن عبد العزيز و ذلك في زمن صدران بعين

(وفاء الوفاء ۲ ص ۲۰۹)

یہ خبر مستفیض بتلائی ہے کہ اس وقت تک آپ کے روضہ پر حاضری دینا اور آپ پر صلوة و سلام پڑھنا کسی کے ہاں ممنوع نہ ہوا تھا۔

۵۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ کہتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا:-

من زار قبري بعد موتي كان كمن زارني في حياتي (رواه الطبراني في الكبير والاوسط قال الهيثمي فيه عائشه بنت يونس لم احد من ترجمها

کذا فی وفاء الوفاء ۲ ص ۳۹۸

(ترجمہ)

اس کی سند میں ایک راوی عائشہ بنت یونس ہے جس ذکر کتب رجال میں نہیں ملا پھر بھی یہ مجہول کے حکم میں نہیں مستور کے حکم میں ہے۔ ناقد رجال حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ انہیں کوئی روایت نہیں ملی جو اس راہ میں متروک قرار دی گئی ہو انماہن مابین ثقات او مستورات۔

لیث بن ابی سلیم تودہ مسلم شریف کا راوی اور ترمذی نے اس کی احادیث کو حسن کہا ہے، فالحدیث حسن جید الا سناد اعلاء السنن جلد ۱ ص ۴۹۹

اس موضوع کی احادیث اس کثرت سے وارد ہیں کہ ان روایات کا کسی طرح انکار نہیں کیا جاسکتا۔ پھر جب ان روایات پر صحابہ تابعین اور اکابر علماء دین کا عمل تاریخ اسلام میں تواثر کو پہنچ رہا ہے تو کیا اب بھی ان روایات کے وجود میں کسی عاقل اور انصاف پسند کو کسی طرح کا کوئی تاثر اور تردد ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلام کی پہلی سات صدیوں میں کسی معتبر عالم دین نے وہ مفسر ہو یا محدث فقیہ ہو یا متکلم حضور اکرم ﷺ کی قبر پر حاضری میں کبھی کوئی مظنہ شرک محسوس نہیں کیا نہ تاریخی واقعے میں کسی واقعہ کے ہونے اور نہ ہونے میں کہیں کوئی شرک کا فاصلہ محسوس کیا گیا ہے کہ پہلے تو یہ شرک نہیں تھا سواب یہ عمل کیسے شرک ہو سکتا ہے۔

۶۔ شرک ہونے یا نہ ہونے میں اسلام میں کہیں زندہ اور مردہ کا فرق قائم نہیں کیا گیا کہ کسی زندہ کے پاس جانا تو شرک نہ ہو اور کسی فوت شدہ کی قبر پر جانا یا سے السلام علیکم یا اهل القبور وغیرہ جیسے الفاظ کہنا شرک سمجھا گیا ہے جو شرک ہے وہ ہمیشہ کے لئے شرک ہے اور ہر حال میں شرک ہے حالات کے فرق سے نہ شرک کا حکم اٹھتا ہے نہ بنتا ہے اس کی حقیقت ہمیشہ ایک رہی ہے۔ جس طرح کسی قبر پر سجدہ تعظیمی حرام ہے کسی زندہ انسان کو تعظیم سجدہ کرنا بھی حرام ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی جب خود حیات مسیح کا قائل تھا تو اس وقت یہ عقیدہ کفر نہ تھا لیکن اب جب اس پر بقول خلیش اس کے بارش کی طرح وحی آئی کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے ہیں تو اب اس نے عقیدہ

حیات مسیح کو اسلام میں شرک قرار دے دیا۔ حالانکہ اگر یہ اب شرک ہے تو پہلے بھی شرک ہی تھا۔ شرک کے احکام کسی کی موت و حیات سے متاثر نہیں ہوتے۔

حضور اکرم ﷺ نے بدر کے دن جب مشرکین مکہ کے مقتدیوں سے کہا تھا اہل و جد تم باوعد رہ کر تم کو یہ سنانا اگر تم نے اس بات کو جسے تم خدا کی بات کہتے تھے حق پالیا ہے؟ تو اس وقت آپ کا مردوں کو یہ سنانا اگر شرک نہیں تھا تو آج بھی کوئی شخص مردوں کو خطاب کر کے کوئی ایسی بات کہے اور ان کے سننے کا عقیدہ رکھے اس پر اسے شرک نہیں سمجھا جاسکتا یہ صحیح ہے کہ ہم خود مردوں کو سنا نہیں سکتے لیکن اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے جن کو سنا دے ان کے سننے کا انکار نہیں کیا جاسکتا ”انک لا تسمع الموتی“ کے ساتھ ”یسمع من یشاء“ بھی تو قرآن کریم میں موجود ہے۔ انک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء (پ ۲۰ النحل) کے ساتھ ان اللہ یسمع من یشاء وما انت یسمع من فی القبور (پ ۲۲ الفاطر ۲۲) میں بندوں کے اسماع کی نفی ہے وہ مردوں کو نہیں سنا سکتے ان کے اسماع کی نفی نہیں اللہ تعالیٰ جسے چاہیں اپنی قدرت سے سنا دیں لہذا اس نے قلب بدر میں گرے مردوں کو حضور کی بات نہ سنا دی تھی اس پر حدیث کی نص موجود ہے۔

۷۔ جو لوگ آپ کی یہاں کی حیات میں آپ کی زیارت کے لئے دور دراز سے سفر کر کے آتے رہے حضور نے کبھی انہیں اس سے منع نہ کیا اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کی زیارت کے لئے سفر کر کے آنا ہرگز خلاف شریعت نہ تھا سوا اب اگر کوئی حضور کی قبر کی زیارت کے لئے دور سے سفر کرتے آئے تو اس کا یہ عمل ہرگز کسی قاعدہ شریعت کے خلاف نہیں سمجھا جاسکتا۔

۸۔ ہرگز نہیں اس پر کسی طرح شرک کا گمان نہیں کیا جاسکتا جس طرح حضور کی زندگی میں حضور کی زیارت کے لئے آنا کسی پیرایہ میں شرک نہ تھا آج آپ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے سفر کر کے آنے میں بھی علماء ہرگز کوئی قباحہ نہیں ہے چہ جائیکہ اس پر کوئی شرک کا گمان کرے۔ استغفر اللہ العظیم۔

۹۔ حضرت امام احمد روایت کرتے ہیں ام المومنین حضرت عائشہ کہتی ہیں:-

عن عائشہ قالت کنت ادخل بیتی الذی فیہ رسول اللہ ﷺ وان واضع

ثوبی و اقول انما هو زوجی و ابی فلما دفن عمر معهم فوالله ما دخلته الا و انا
شده و علی ثیابی حیاء من عمر (مسند امام احمد جلد ص مشکوٰۃ
ص ۱۵۴)
(ترجمہ)

حضرت عائشہؓ نے اپنے حجرہ کے بارے میں یہ نہیں کہا فیه قبر رسول اللہ کہ اس میں حضورؐ کی قبر
ہے بلکہ یہ کہا فیه رسول اللہ ﷺ اس میں حضورؐ ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ حضورؐ وہاں
ایسی برزخی حیات میں سمجھتی تھیں جو ایک پہلو سے یہاں کے دنیوی احساس سے مربوط ہو حضرت عمر
کے وہاں دفن ہونے کے بعد آپ وہاں پردے سے جائیں ظاہر ہے کہ ہم اس کے بعد مولانا احمد رضا
خاں کی اس بات سے کیسے اتفاق کیا جاسکتا ہے کہ امہات المؤمنین آپ کی قبر مبارک پر پیش کی جاتی
ہیں استغفر اللہ العظیم۔ تاہم اس حدیث سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ حضورؐ کی قبر مبارک پر زیارت
کے لئے حاضر ہونا ہرگز کوئی شرک سے آلودہ عمل نہیں ہے بلکہ یہ ایک بڑی سعادت ہے جو کسی خوش
نصیب کی ہی برات ہو سکتی ہے۔

اگر حضور اکرمؐ کی قبر پر زیارت کے لئے حاضر ہونا ممنوع ہوتا تو حضور والدین کی قبر پر حاضری پر
معفرت کی بشارت نہ فرماتے۔ آپ نے فرمایا:-

من زار قبر ابویہ و اواحدہما فی کل جمعة غفرلہ و کتب برأ (رواہ البیہقی
فی شعب الایمان مرسلًا)

(ترجمہ) اب آپ ہی سوچیں کیا حضور اکرمؐ ہر امتی کے روحانی والد نہیں ہیں اور آپ بیویاں کیا کل
مؤمنین کی مائیں نہیں ہیں۔ اور اس حدیث کی رو سے آپ کی قبر پر آنا کیا اللہ کے حضور مغفرت کا سبب
نہیں ہے۔

یہی نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ نے زیارت قبور کا واضح الفاظ میں علم دیا ہے۔

کنیت نہیتکم عن زیارة القبور فزوروها (سنن ابن ماجہ)

(ترجمہ)

اگر حذرِ رحال کے بغیر قبروں پر حاضر ہونا کوئی گناہ کی بات نہیں تو اس کام کے لئے سفر کر کے آنا کیسے ممنوع ہو سکتا ہے سفر سفر ہے جو کسی بھی جائز کام کے لئے کیا جاسکتا ہے۔

۱۰۔ زیارتِ قبور کی احادیث میں کسی میں یہ قید نہیں ملتی کہ حذرِ رحال سے قبروں پر حاضری کی اجازت نہیں، اجازت عام ہے اس میں ایسی کوئی قید نہیں جس حدیث میں تین مسجدوں کے لئے حذرِ رحال کی اجازت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی اور مسجد کے لئے اس اعتقاد سے سفر نہ کیا جائے کہ اس میں نماز کا ثواب زیادہ ہوگا یہ اعتقاد صرف ان تین مسجدوں کے لئے ہی کہا جاسکتا ہے ان کے بعد اور ساری مسجدیں برابر ہیں۔ پھر بھی یہ نئی تحریم کے درجے میں نہیں ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہونا ایک قطعی حقیقت ہے ورنہ اس کی مسجد بھی اس فضیلت میں کسی درجہ کا استثناء ضرور پاتی۔ مستثنیٰ مذکور نہ ہو تو اسے جس مستثنیٰ سے ہی طے کیا جاتا ہے کہ پوری دنیا کی مسجدوں میں صرف یہی تین مسجدیں ہیں جن کے لئے حذرِ رحال کیا جاسکتا ہے۔ اب نہ کوئی نبی ہوگا نہ اس کی مسجد ان تین مسجدوں میں کسی اضافے کا سبب ٹھہرے گی۔

سوا اس حدیث سے قبر نبویؐ کی زیارت کے لئے سفر کر کے آنے والوں کو کسی طرح روکا نہیں جاسکتا۔ ۱۱۔ جماعت کے ثواب اور مسجد کے ثواب میں فرق ہے جہاں زیادہ نمازی ہوں وہاں نماز بالجماعت کا ثواب زیادہ ہوگا لیکن یہ جماعت کا ثواب محسوب ہوگا مسجد کا ثواب وہی ہے جو دنیا کی تمام مسجدوں کا ہے اللہ تعالیٰ نے ان تین مسجدوں کے سوا کسی اور قطعہ زمین کو یہ فضیلت نہیں دی کہ وہاں نماز کے لئے جانا کسی زیادہ ثواب کا مستدعی ہو۔

۱۲۔ قرونِ اولیٰ مشہور لہذا بالخیر میں اندر اور باہر اہل حق میں اس مسئلے میں کبھی کوئی اختلاف نہیں ہوا اس وقت سے لے کر اس وقت تک سب مجتہدین کرام اس مسئلے میں متفق چلے آ رہے ہیں کہ حج کے بعد جو لوگ مدینہ منورہ اس لئے حاضر ہوتے ہیں کہ حضورؐ کی قبر کی زیارت کریں اور آپؐ پر صلوٰۃ و سلام عرض کریں یہ عمل ہرگز کسی پہلو سے گناہ یا خلافِ اولیٰ نہیں ہے مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنے کا زیادہ ثواب

اسے ویسے ہی مل جائے گا وہ مسجد کے لئے حاضری کی نیت کرے یا نہ۔ تاہم حضورؐ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ آنے میں حضورؐ کی محبت جس طرح نکھرتی ہے کوئی اور عمل اس کی برابری نہیں کر سکتا۔

مومنوں کے شوق و محبت میں جموتے قافلے جب مدینہ اترتے ہیں تو ان کے تصور میں ان کا اس سے زیادہ روشن عمل اور کوئی نہیں ہوتا کہ اب جتنی جلدی ہو سکے اتنی اپنے آقاؐ کے حضور حاضر ہو کر آپ پر صلوٰۃ و سلام عرض کرے۔

۴۔ توسل بالصالحین میں مظنہ شرک نہیں

توسل کا معنی اپنی دعا کی منظوری کے لئے اللہ کے حضور وسیلہ لانا ہے یہ وسیلہ نیک اعمال بھی ہو سکتے ہیں نیک اشخاص بھی۔ ان کا اللہ کے حضور وسیلہ لانا اس کی رحمت کو بندے کے قریب کرنے کے لئے ہے جتنا ان اعمال میں اخلاص اور اعتقاد ہو گا اسی سرعت سے دعا کرنے والے پر اللہ کی رحمت اترتی ہے اللہ کی طرف اس طرح کا وسیلہ لانا صرف متقین کا ہی نصیب ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پہلے تقویٰ کا حکم دیا ہے پھر کہا ہے کہ اس کے حضور کوئی پیشکش لا کر اپنا دامن سوال پھیلائیں یہ اللہ کے حضور وسیلہ لانا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (پ ۶ المائدہ ۳۵)

(ترجمہ) اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے (تقویٰ اختیار کرو) اور وہوں تک وسیلہ اور مجاہدہ کرو اس کی راہ میں تاکہ تمہارا بھلا ہو۔

یہ صرف ایمان والوں کو موقعہ دیا گیا کافر اگلے جہان میں دنیا بھر کے خزانے بھی لائیں اور اللہ کے حضور اپنا فائدہ یہ دینا چاہیں تو وہ ان کی طرف سے قبول نہ کیا جاسکے گا۔

جو لوگ توسل کی حقیقت نہیں سمجھتے انہیں اس راہ میں شرک کی بو آتی ہے ہم اسے یہاں عام فہم الفاظ میں بیان کئے دیتے ہیں اس میں ہرگز کوئی مظنہ شرک نہیں ہے۔

ہر شخص کا جو مرتبہ اللہ کے ہاں ہے اور جس قدر وہ مورد الطاف الہیہ ہے اس کے مطابق اس پر رحمت خداوندی متوجہ ہوتی ہے تو سل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اے اللہ تیری رحمت اس پر ہے اس کی برکت سے میری بھی یہ عرض سن لے۔ اسی طرح ان کے جو اعمال تیری نظر میں پیارے ہیں ان کی قبولیت کا صدقہ میرے بھی ناچیز اعمال کو قبولیت عطا فرما۔

یہ مقبولان بارگاہ الہی سے اپنا تعلق کا اظہار ہے

اس کے مختلف پیرائے ہیں مثلاً:

۱۔ اے اللہ فلاں بزرگ آپ کا مورد رحمت ہے اور ہم اس سے محبت اور اعتقاد رکھتے ہیں پس اس کی اس نسبت سے ہم پر بھی رحمت فرما۔

۲۔ اے اللہ مقبولین سے محبت رکھنے پر آپ کا وعدہ محبت ہے حدیث میں ہے **السَّامِعُ** مع من احب میری ان سے جو محبت ہے وہ تجھے پسند ہے تو اس کے واسطے سے میں تجھ سے اپنی دعا کی قبولیت مانگتا ہوں۔

اب آپ ہی بتائیں اس میں کون سا مظلہ شرک ہے مانگنے والا جو کچھ بھی مانگ رہا ہے خدا سے مانگ رہا ہے۔

ترجمان القرآن حضرت عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ وسیلہ اعمال کا لانا چاہئے۔ تاہم اس میں تو سل بالاشخاص کا کوئی انکار نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ نے پہلے دور کے تین شخصوں کا قصہ جو ایک غار میں گھر گئے تھے بیان فرمایا اور بتلایا کہ کس طرح انہوں نے اپنے اپنے نیک عمل کو اللہ کے حضور میں پیش کیا اور غار کے منہ سے گری چٹان ہٹ گئی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے تین آدمیوں کے غار میں گھرنے کا ذکر فرمایا اور کہا ان میں سے ایک شخص نے دوسروں کو ادھر توجہ دلائی اور کہا تھا۔

انظروا اعمالاً عملتموها صالحة لله فادعوا الله تعالى بها لعله يفرجها عنكم
(صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۵۲)

(ترجمہ) اپنے ان اعمال پر توجہ کرو جنہیں تم نے صرف اللہ کے لئے کیا اور اللہ سے ان اعمال کے ذریعے دعا کرو ہو سکتا ہے کہ وہ اس چٹان کو تم سے ہٹالے۔

پھر کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے ان کا اکرام فرمایا اور وہ چٹان غار کے منہ سے ہٹ گئی اس پر امام نووی (۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:-

وفیه اثبات کرامات الاولیاء وهو مذهب اہل الحق (شرح صحیح مسلم ۲ ص ۳۵۳)
توسل بالاعمال سے اللہ کی طرف وسیلہ لے جانے پر پوری امت کا اتفاق ہے پھر اللہ کے حضور کوئی اپنا عمل نہ سہی خود اللہ رب العزت سے اس کی عزت اور عظمت کا صدقہ مانگنا اور اپنی دعا پیش کرنا یہ نوع وسیلہ بھی خود حضورؐ سے بھی ثابت ہے۔

اسئلك بعزتك التي لا ترام وملكتك الذي لا يضام ونبورك الذي ملاء
اركان عرشك

صحابہ اللہ تعالیٰ کی اس نظر عنایت کا بھی کبھی واسطہ دے لیتے تھے۔ جو اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے مقربین کے شامل حال ہوئی۔

حضرت ابن عباس کے پاس ایک شخص نہایت غمزہ حالت میں آیا آپ نے اس سے پوچھا مسانی
اراک - کتشیباً حزیناً اس نے کہا اے ابن عم رسول کسی کا مجھ پر فرض ہے اور میں اس کے ادا
کرنے پر قادر نہیں اس نے اپنی حالت کا اس طرح بہ قسم ذکر کیا اور حضور کی قبر مبارک کی طرف اشارہ
کرتے ہوئے کہا:-

ولا و حرمة صاحب هذا القبر ما اقدر عليه (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

یہ غیر اللہ کی قسم کھانا نہیں حضور کو اللہ کے ہاں جو عزت حاصل ہے اس کا وسیلہ لایا جا رہا ہے اور یہ ایک
لطیف پیرایہ میں اللہ ہی کو اپنے حال پر گواہ بنانا ہے۔

توسل بالاشخاص پر بھی ایک نظر کرتے چلیں

اللہ تعالیٰ نے گناہگاروں کو حکم دیا کہ تم حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی
مدد مانگو اور حضور بھی اللہ تعالیٰ سے تمہارے لئے گناہوں سے مغفرت مانگیں تو تم اللہ تعالیٰ کو معاف

کرنے والا پاؤ گئے۔

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءواك فاستغفروا الله واستغفرلهم الرسول
لوجدوا الله تواباً رحيماً (پ ۱۵ النساء ۶۴)

(ترجمہ) اور اگر وہ لوگ جنہوں نے اپنا برا کیا تھا آتے تیرے پاس پھر وہ اللہ سے معافی مانگتے اور
اللہ کے رسول بھی ان کے لئے اللہ سے معافی مانگتے تو وہ اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان۔

کیا وہ گناہگار اپنے گھر بیٹھے اللہ سے معافی نہ مانگ سکتے تھے وہ یقیناً ایسا کر سکتے تھے لیکن ان کی حضور
کے پاس حاضری ان کے لئے اللہ کی رحمت کو اپنے قریب کرنے کے لئے ایک بڑا سبب ٹھہری اس
سے پتہ چلا کہ دعا میں اللہ والوں کے قرب الہی کو بھی بطور وسیلہ ساتھ ذکر کیا جاسکتا ہے۔

شیخ البند حضرت مولانا محمود حسن لکھتے ہیں:-

وسیلہ کی تفسیر ابن عباس، مجاہد ابوداؤد اہل حسن وغیرہم اکابر سلف نے قربت سے کی ہے تو وسیلہ ڈھونڈنے
کے معنی یہ ہوں گے کہ اس کا قرب و وصول تلاش کرو۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ (حضورؐ کے صحابہؓ) حضور اکرم ﷺ کو اللہ کے حضور بطور وسیلہ لاتے
تھے اور حضور ان کے لئے دعا کرتے تھے صحابہ نے یہ بات صرف حضور سے خاص نہ تھی حضور کی نسبت
جہاں بھی دیکھی اسے اللہ کے حضور نشان قبولیت کے لئے لے آئے ایک دفعہ بارش طلبی کی دعا میں آپ
سب کے سامنے حضرت عباسؓ کو بطور وسیلہ لے کر آئے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں:-

ان عمر ابن الخطاب کان اذا قحطوا استسقی بالعباس بن عبدالمطلب فقال
اللهم انا کننا نتوسل اليك بنبيك صلى الله عليه وسلم فتسقيننا وانا
نتوسل اليك بعم نبينا فاسقنا قال فيسقون (صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۳۷)

(ترجمہ) حضرت عمرؓ قحط کے وقت حضرت عباسؓ کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ سے بارش مانگتے اور کہتے
اے اللہ ہم تیرے پاس تیرے نبی کا وسیلہ لاتے تھے اور تو ہمیں سیراب کر دیتا تھا اور ہم تیرے نبی
کے چچا کو بطور وسیلہ تیرے پاس لے کر آئے ہیں تو ہمیں سیراب فرما اس پر انہیں سیراب کر دیا جاتا

(اللہ تعالیٰ بارش فرما دیتے)

یہ تو سل بالصالحین کی نہایت واضح صورت سامنے آتی ہے اس پر بھی سب اہل اسلام کا اتفاق ہے۔ یہاں ایک سوال ابھرتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اب حضورؐ سے توسل کیوں نہ کیا؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور اکرمؐ پر یہ رشتہ بھی ہے۔ کے ساتھ نہ تھے کہ وہ کھلے پیرایہ میں اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کریں حضرت عباسؓ پاس تھے جو حضرت عمرؓ کے کہنے سے مجمع عام میں دعا کر سکتے تھے اس پہلو سے عوام پر جو رقت طاری ہو سکتی تھی وہ وسیلہ غائب کی صورت میں نہ ہو سکتی تھی یہ اس لئے نہ تھا کہ حضرت عمرؓ اگلے جہان پہنچنے والوں سے توسل کرنا ناجائز سمجھتے تھے آپؐ نے حضرت عباسؓ کو بھی حضورؐ کے رشتے کا واسطہ دیتے ہوئے اللہ کے حضور کھڑا کیا تھا اور یہ حضور کے واسطہ سے ہی اللہ کی رحمت کو اپنی طرف لا رہے تھے اپنی طرف سے یہ بات گھڑنا کہ اگر فوت شدگان سے توسل جائز ہوتا تو حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ کو وسیلہ میں نہ لاتے ہرگز درست نہیں آپؐ اس لئے حضرت عباسؓ کو بطور وسیلہ لانے کہ آپؐ باذان بلند دعا فرمائیں۔ اور آپؐ کا دعا کرنا سب کے سامنے ہو۔

ابوصالح کی روایت میں ہے کہ پھر حضرت عمرؓ نے خود دعا کرنے کے بعد حضرت عباسؓ کو دعا کے لئے کہا اور آپؐ نے ان الفاظ سے دعا فرمائی:-

فَقَالَ الْعَبَّاسُ اللَّهُمَّ لِمَ يَنْزِلُ بَلَاءُ الْإِذْنِبِ وَلِمَ يَكْشِفُ الْإِثْمُ وَقَدْ تَوَجَّهَ بِي الْقَوْمُ إِلَيْكَ لِمَكَانِي بِنَبِيِّتِكَ وَهَذِهِ أَيْدِينَا إِلَيْكَ بِالذُّنُوبِ وَنَوَاصِينَا بِالتَّوْبَةِ فَاسْقِنَا الْغَيْثَ (یعنی شرح صحیح البخاری جلد ۵)

(ترجمہ) اے اللہ کوئی بلا نہیں اترتی مگر کسی گناہ کے سبب اور نہیں اٹھتی مگر توبہ سے اور بے شک مسلمان میرے واسطہ سے تیری طرف رخ کئے ہوئے ہیں۔ بوجہ اس رشتے کے جو مجھے تیرے نبیؐ سے ہے اور یہ ہمارے ہاتھ گناہوں سے تیرے حضور اٹھے ہوئے ہیں اور ہماری پیشانیاں توبہ سے ندامت کر رہی ہیں تو ہمیں بارش سے سیراب کر دے۔

اور حضرت عمر بن حمزہ حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے بسا اوقات

ابوطالب کا حضورؐ کے بارے میں یہ شعر یاد آ جاتا ہے اور میں حضورؐ کے چہرے کی طرف دیکھ رہا ہوتا۔

وابيض يستسقى الغمام بوجهه ثمام اليتامى عصمة للارامل
(صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۳۷)

(ترجمہ) اور وہ سفید نورانی چہرہ جس کے واسطے سے (اللہ تعالیٰ سے) بارش طلب کی جائے آپ
قیاموں کا اور بیواؤں کا سہارا ہیں۔

ہم یہاں ابوطالب سے حضورؐ کے چہرہ کا وسیلہ لانے کی سند نہیں لے رہے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے
ان الفاظ سے اللہ کے حضور دعا کی سو ہم اپنے موضوع پر حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے استناد کر رہے ہیں
ابوطالب سے نہیں۔

توسل بالاشخاص کی ایک اور صورت

اگر کوئی شخص ہمارے سامنے موجود نہ ہو (گوا بھی پیدا نہ ہو یا پیدا ہو کر رحمت الہی کی آغوش میں چلا
گیا اور فوت ہو گیا ہو) تو کیا اس سے بھی وسیلہ کیا جاسکتا ہے؟

الجواب: حضور اکرم ﷺ جب ابھی پیدا نہ ہوئے تھے آپ کا انتظار تھا تو اہل کتاب اپنے کڑے
دقوں میں حضورؐ کے وسیلہ سے اللہ کے حضور فتح کی دعا مانگتے تھے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کے
اس عمل کو نقل کیا ہے اور اس پر کوئی نکیر نہیں کی کہ جو پاس موجود نہ ہو اس سے توسل کرنا جائز نہیں ہے۔

ولما جاء هم كتاب من عند الله مصدق لما معهم وكانوا من قبل
يستفتحون على الذين كفروا فلما جاء هم ما عرفوا كفروا به فلعنة الله
على الكافرين (پا البقرة ۸۹)

(ترجمہ) اور جب پہنچی ان کے پاس اللہ کی کتاب جو تصدیق کرتی ہے اس کتاب کی جو ان کے پاس
پہلے سے تھی اور وہ پہلے فتح مانگتے تھے کافروں پر (اس کے وسیلہ سے) پس جب وہ آگیا ان کے پاس
جسے وہ پہچانتے تھے (جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے تھے) تو وہ اس کے منکر ہو گئے سو اللہ کی دہری ہے

ان کافروں سے۔

ترجمان القرآن حضرت عبداللہ ابن عباس اور مشہور تابعی مفسر حضرت قتادہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں
 نزلت فی بنی قریظہ والتضیر کانوا یستفتحون علی الاوس والخزرج
 برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ سبعۃ قالہ ابن عباس وقتادہ
 (روح المعانی جلد ۱ ص ۳۲۰)

(ترجمہ) یہ آیت بنو قریظہ اور بنو نضیر (یہودیوں) کے بارے میں نازل ہوئی وہ حضور کی تشریف
 آوری سے پہلے اوس اور خزرج سے جنگ کرتے حضور اکرم ﷺ کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا
 مانگا کرتے تھے۔

ان کی دعا وسیلہ کیا ہوتی تھی؟

حضرت عبداللہ بن مسعود اور کئی دوسرے صحابہ و تابعین سے یہ دعا اس طرح منقول ہے:-

۱- اللہم انا نسئلك بحق احمد النبی الامنی الذی وعدتنا ان تخرجہ لنا
 فی آخر الزمان ویکتابک الذی تنزل علیہ آخر ما تنزل ان ننصرنا علی
 اعداءنا (حلیۃ الاولیاء ابی نعیم جلد ۱ ص الدر المنثور جلد ۱ ص ۱)

۲- اللہم انا نسئلك بحق نبیک الذی وعدتنا ان تبعہ فی آخر الزمان ان
 ننصرنا الیوم علی عدونا (روح المعانی جلد ۱ ص ۱)

(ترجمہ) اے اللہ ہم تجھ سے مانگتے ہیں تیرے اس نبی کے واسطے جس کا تو نے ہمیں وعدہ دے
 رکھا ہے کہ آپ اسے آخری دور میں بھیجیں گے ہمیں دشمن پر فتح دے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت قتادہ کے بعد اب حضرت شیخ الہند کی تفسیر بھی دیکھئے۔

قرآن کے اترنے سے پہلے جب یہودی کافروں سے مغلوب ہوتے تو خدا سے دعا مانگتے کہ ہم کو نبی
 آخر الزمان اور جو کتاب ان پر نازل ہوگی ان کے طفیل کافروں پر غلبہ عطا فرما (موضع الفرقان)

اس سے پتہ چلا کہ جو شخص پاس موجود نہ ہو نہ زندوں میں ملے اللہ کے حضور اس کا وسیلہ بھی لایا جاسکتا
 ہے اسلام میں جس طرح توکل بالاعمال جائز ہے توکل بالاشخاص بھی جائز ہے اور ضروری نہیں کہ وہ

اشخاص زندوں میں ہمارے سامنے موجود ہوں ہاں اگر ان سے دعا کرانی ہو تو پھر جو بزرگ اپنی رسائی میں ہوں انہیں وسیلہ کے لئے لایا جاسکتا ہے جیسا کہ حضرت عمر حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ کو دعا استقاء سے میں لے کر گئے اور وہاں حضرت عباسؓ نے کھڑے ہو کر استقاء کی دعا کی تھی۔
قاضی شوکانی لکھتے ہیں:-

الاستفتاح الاستنصار ای کسانوا من قبل یطلبون من الله النصر علی
اعدائهم بالنسب المنعوت فی آخر الزمان الذی یجدون صفته عندهم من
التوراة (تفسیر فتح القدیر کامل ص ۷۵)

(ترجمہ) فتح مانگنے سے مراد مدد مانگنا ہے اپنے دشمنوں پر فتح پانے کے لئے وہ اس نبی آخر الزمان کے ظلیل اللہ تعالیٰ سے مدد مانگا کرتے تھے جس کی صفت وہ تورات میں پائے ہوئے تھے۔

محدثین نے اس حدیث کی شرح اس طرح کی ہے

ویستفاد من قصة العباس رضی الله تعالیٰ استحباب الاستشفاع باهل
الخير والصلاح واهل بیت النبوة (فتح الباری جلد ۲ ص ۳۹۹)

حضرت عباسؓ کے اس واقعہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ ضرورت کے وقت نیک اور اچھے لوگوں سے اور حضورؐ کے رشتہ داروں (سے اللہ کے حضور) شفاعت کرائی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں ان کے حضور خاتم النبیین کا وسیلہ پکڑنے کی بات روایت کی ہے حالانکہ حضور وہاں ان کے پاس موجود نہ ہوتے تھے سو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تو سل بالاشخاص کے لئے ضروری ہے کہ وہ زندہ وہاں موجود ہوں جو اس دنیا میں نہیں ان سے تو سل نہیں کیا جاسکتا یہ بات درست نہیں۔

یہ نہ کہا جائے کہ یہ اہل کتاب کا عمل ہے جو ہمارے لئے حجت نہیں ہم کہتے ہیں کہ ہم اس سے اس لئے استدلال نہیں کر رہے کہ یہ ان کا عمل تھا بلکہ ہم اس لئے اس سے استدلال کر رہے ہیں کہ اسے قرآن کریم نے نقل کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عمل کی تردید نہیں فرمائی نہ اس پر کوئی نکیر کی ہے۔
محدثین کہہ رہے ہیں کہ کسی نے نہیں لکھا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے اس لئے تو سل کیا تھا کہ

آپ فوت شدہ حضرات سے توسل جائز نہ سمجھتے تھے آپ کا بڑا مقصد یہ بتلانا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور غیر انبیاء کا وسیلہ بھی لیا جاسکتا ہے اور حضرت عباس کا انتخاب اس لئے کیا تھا کہ آپ حضور کے قریب کے رشتہ دار ہیں آپ یہ بات بھی واضح کرنا چاہتے تھے کہ آپ میں اور اہل بیت رسالت میں ہرگز کوئی بغض و عناد کی فضا نہیں ہے آپ اگر خلافت پر زبردستی آئے ہوتے تو نہ آپ حضرت عباس کو دعائے استسقاء میں حاضری کی دعوت دیتے نہ حضرت عباس ان کے کہنے پر بارش کی اس طرح دعا کرتے پھر اس میں حضرت عباس کی اپنی فضیلت و عظمت بھی وحدت امت کے پیرایہ میں تجلی ریز ہے قاضی شوکانی حافظ ابن حجر عسقلانی سے نقل کرتے ہیں:-

وطیہ فضل العباس وفضل عمر لتواضعه للعباس ومعرفته بحقه انتہی اور پھر اس پر کہ یہ واقعہ ایک ہی دفعہ پیش آیا بار بار آپ نے اسی طرح کیا آپ لکھتے ہیں:-

وظاہر قوله كان اذا قحطوا استسقى بالعباس انه فعل ذلك مرارا كثيرة كما يدل عليه لفظ كان فان صح انه لم يقع منه ذلك الا واحدة كان كانت مجردة عن معناه الذي هو الدلالة على الاستمرار (نیل الاوطار جلد ۴ ص ۹) سو یاد رکھئے روایت ان بزرگوں سے توسل کرنے کو ہرگز منع نہیں کرتی نہ یہ بات ان کے علم میں انہی ضروری ہے کہ کوئی ان کے تقرب باللہ کے واسطے سے اللہ کے حضور اپنی فریاد کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ جن کی برکت سے چاہتے ہیں دیتے ہیں اور دینے والا فقط وہ ایک ہی ہے یہ بزرگ نہیں انہیں تو بسا اوقات علم ہی نہیں ہوتا کہ ان کے وسیلہ سے کن کو رزق دیا جا رہا ہے اور کن پر بارشیں برسائی جا رہی ہیں۔

یہ بھی پتہ چلا کہ صرف انبیاء اور اہل بیت سے ہی توسل نہیں بلکہ دوسرے اہل صلاح اولیاء کرام سے بھی وسیلہ لیا جاسکتا ہے۔

محمد ثمیر ملا علی قاری لکھتے ہیں:-

قال ابن المملك يقول اللهم انصرنا على الاعداء بحق عبادك الفقراء

المہاجرین (مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۵ ص ۶۱)

(ترجمہ) اس طرح کہے کہ اے اللہ اپنے فقراء اور مہاجرین بندوں کے واسطے ہمیں دشمنوں پر فتح عطا فرما۔

علامہ سبکی کہتے ہیں:-

يجوز التوسل بسائر الصالحين (منقول از وفاء الوفا للسمودي)

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی حضرت عباس کی مذکورہ روایت پر لکھتے ہیں:-

اس حدیث سے قبر نبی کے ساتھ بھی توسل جائز نکلا جبکہ اس کو نبی سے کوئی تعلق ہو قرابت دہ یا قرابت معنویہ کا۔ توسل بالنبی کی ایک صورت یہ بھی نکلی اور اہل فہم نے کہا ہے کہ اس پر متنبہ کرنے کے لئے حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے توسل کیا نہ اس لئے کہ پیغمبر کے ساتھ وفات کے بعد توسل جائز نہ تھا جب کہ دوسری روایت سے اس کا جواز ثابت ہے (نشر الطبیب ص ۲۵۰)

حضرت عمرؓ کو اس قول سے یہ بتانا تھا کہ غیر انبیاء سے بھی توسل جائز ہے تو اس سے بعض کا یہ سمجھنا کہ احياء و اموات کا حکم متفاوت ہے بلا دلیل ہے (الشفیع ص ۳۳۶)

حضورؐ نے خود بھی اپنے وسیلہ کی تعلیم دی

حضرت عثمان کہتے ہیں ایک نابینا شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضورؐ سے دعا کے لئے کہا آپ نے اسے یہ دعا سکھائی:-

اللھم انی استلک واتوجه الیک بمحمد نسی الرحمة (سنن ابن ماجہ)

(ترجمہ) اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

اس میں حضورؐ نے خود اپنے وسیلہ کی بھی تعلیم دی ہے۔

یہ کہنا کہ اس وقت حضور دنیا میں تشریف فرما تھے اس لئے ان کا وسیلہ اختیار کیا گیا جو صالحین کرام اعلیٰ جہاں چلے گئے ان کا وسیلہ اختیار کرنا جائز نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اس دعوے پر قرآن اور حدیث کی کوئی

شہادت نہیں ملتی سو یہ بات بالکل بے دلیل ہے یہ نہ کہے کہ حدیث استقاء سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے ہم کہتے ہیں کہ محدثین نے اس حدیث کی توجیہ اور طرح کی ہے۔ وہ اس سے یہ بتانا چاہتے تھے کہ توسل غیر انبیاء سے ہی جائز ہے۔

حضرت عمر کے اس عمل سے صحابہ نے بھی سیکھا تھا کہ دوسرے صالحین سے بھی توسل کیا جاسکتا ہے حضرت معاویہ بھی ایک دفعہ شام میں ایسے حالات سے دوچار ہوئے آپ نے اس وقت حضرت یزید بن الاسود سے اس طرح توسل فرمایا۔

حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں شام میں ایک دفعہ قحط سالی ہوئی اور حضرت معاویہ دمشق میں بارش طلبی کی دعا کے لئے نکلے آپ نے دعا کی اور حضرت یزید بن الاسود کو اللہ کے حضور وسیلہ کے طور پر پیش کیا یہ توسل بالاعمال کے ساتھ ساتھ توسل بالرجال کی ایک کھلی دلیل ہے۔

عن سلیم بن عامر الجنائری ان السماء قحطت فخرج معاویہ بن ابی سفیان و اهل دمشق يستسقون فلما قعد معاویہ علی المنبر قال ابن یزید بن الاسود الجرشی فساروا الناس فاقبل يتخطی الناس فامرہ معاویہ فصعد المنبر فقعده عند رجليه فقال معاویہ اللهم انا نستشفع اليك اليوم بخيرنا و افضلنا اللهم انا نستشفع اليك بيزید بن الاسود الجرشی یا یزید ارفع يدك الی الله فرفع یزید (بن الاسود) يديه و رفع الناس ايديهم فما كان اولئك ان ثارت سحابة فی الغرب كانها ترس و هبت لها ريح فسقينا حتى كاد الناس ان لا يبلغوا منازلهم

تاریخ ابن عساکر جلد ۱ ص ۲۴۲

طبقات ابن سعد جلد ۷ ص ۱۵۵

الاصابہ ابن حجر العسقلانی جلد ۳

علوم الحدیث لابن صلاح ص ۳۴۳

کتاب المعرفة والتاریخ للبتونی جلد ۲ ص ۳۸۰

توسل بالاشخاص میں یہ فضیلت ہے کہ ان مردانِ خیر سے بھی ہاتھ اٹھوائے جاسکتے ہیں اور وہ بھی کلمات دعا کہتے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ فوت شدہ حضرات کا واسطہ بنی نہیں لایا جاسکتا۔ آنحضرت نے

بہت سے مقامات پر اپنی دعاؤں میں خدا کو رب ابراہیم، رب احق رب یعقوب کہہ کر پکارا ہے یہ آپ اللہ کے حضور کن کا واسطہ دار ہے ہیں؟ انہی حضرات کا۔ جو اس دنیا سے جا کر عالم برزخ میں پہنچ چکے ہیں۔

مساکین و ضعیف کی برکت سے رزق و نصرت

اللہ تعالیٰ رزق و نصرت میں کبھی خود بھی نیک بندوں کو وسیلہ بنا دیتا ہے وہ چاہے تو خود بھی دے سکتا ہے لیکن وہ مسکین اور کمزور بندوں کو نکوینا دوسروں کے لئے ذریعہ خیر بنا دیتا ہے سو اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ بندگان خدا (بلا قصد خود) دوسروں کے لئے وسیلہ ہو جاتے ہیں تو لوگ اگر کبھی خود ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو اس میں شرعاً کوئی محذور سمجھ میں نہیں آتا احادیث میں ان کی برکت سے حاجتوں کا پورا ہونا عام مذکور ہے امام بخاریؒ حدیث روایت کرتے ہیں:-

عَل تَنْصُرُونَ وَتَرْزُقُونَ الْاِبْضَعْفَانِکُمْ (مشکوٰۃ ص ۴۳۶)

(ترجمہ) سوائے اس کے کہ نہیں تم اپنے کمزور لوگوں کی وجہ رزق دینے جا رہے ہو اور اللہ سے مدد پا رہے ہو۔

اب یہ احادیث بھی سامنے رکھئے:-

۱- عَنْ اُمِّئَةَ بْنِ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ اسْمِیدَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اِنَّ کَانَ یَسْتَفْتِحُ بِضَعْفَالِکَ الْمُهَاجِرِیْنَ (مشکوٰۃ ص ۴۳۹)

۲- عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِیِّ قَالَ اِبْغَوْنِی فِی ضَعْفَانِکُمْ فَاِنَّمَا تَرْزُقُونَ وَتَنْصُرُونَ بِضَعْفَانِکُمْ (رواہ ابوداؤد)

۳- عَنْ مِصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِیہ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اِنَّمَا نَصَرَ اللہُ هَذِهِ الْاُمَّةَ بِضَعْفَانِہَا وَدَعْوَتِہُمْ وَاخْلَاصِہُمْ (رواہ الترمذی)

۴- حضرت علیؑ حضور اکرم ﷺ سے ابدالوں کے بارے میں روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا:-

یَسْقِیْ بِہِمَّ الْغِیْثِ وَیَنْتَصِرُ بِہِمَّ عَلَی الْاَعْدَاءِ وَیَعْصِرُ عَنْ اَہْلِ الشَّامِ بِہِمَّ الْعَذَابِ (رواہ احمد مشکوٰۃ ص ۵۸۳)

ضروری نہیں کہ ان صالحین کرام کو یہ خیر ہو کہ کون کون ان کے قرب خداوندی سے یا ان کے اعمال کی

قبولیت سے توسل کر رہا ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بالغہ ہے کہ وہ ان کا صدقہ ان گنا بگادوں کی بھی فریاد سن رہا ہے۔

شنیدم کہ در روز امید و بیم ہاں رابہ نیکان بہ بخشد کریم

شرک کا گمان تب کیجئے کہ کوئی توسل میں یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ اس کی دعا کا پورا ہونا ان صالحین کرام کی توجہ اور عنایت پر موقوف ہے جس کے تحت اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے اعمال کو قبولیت کی یہ وسعت دے رہے ہیں کہ اس میں گناہ گار بھی اپنا حصہ پالیتے ہیں۔

استاذ علماء پنجاب حضرت مولانا خیر محمد جالندھری لکھتے ہیں:-

ضعفاء کو اللہ تعالیٰ نے جب کہ رزق کے لئے مکوئی طور پر وسیلہ رزق بنایا تو حضور نے تشریف ہی طور پر اس توسل کو قبول فرمایا اگر امت مرحومہ عملی طور پر اپنی دعاؤں میں ان وسائل کے توسل کو اختیار کرے تو آخر اس میں کیا قباحت اور کون سا خدور ہوگا۔ (آثار خیر ص ۲۸۸)

ایک ضروری گزارش

جن علماء نے اجتہاد افوت شدہ بزرگوں سے توسل کی اجازت نہیں دی وہ بھی اس میں کوئی مظنہ شرک محسوس نہیں کرتے توسل بال صالحین کے لئے جو علت جواز کی ہے وہ احیاء و اموات دونوں میں ایک جیسی ہے دعا کی قبولیت میں جس طرح احیاء کا کوئی دخل نہیں اموات کا بھی نہیں جب علت دونوں میں مشترک ہے تو حکم مشترک کیوں نہ ہوگا۔

جو لوگ توسل کی حقیقت نہیں سمجھتے انہیں اس میں شرک کی بو آتی ہے ہم اسے یہاں عام فہم الفاظ میں بیان کئے دیتے ہیں اس میں ہرگز کوئی مظنہ شرک نہیں ہے۔

بر شخص کا جو مرتبہ اللہ کے ہاں ہے اور جس قدر وہ مورد الطاف البیہ ہے اس کے مطابق اس پر رحمت خداوندی متوجہ ہوتی ہے توسل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اے اللہ تیری جتنی رحمت اس پر ہے اس کی برکت سے میری بھی یہ عرض سن لے اسی طرح ان کے جو اعمال تیری نظر میں پیارے ہیں ان کی قبولیت کا صدقہ میرے بھی ناجیز اعمال کو قبولیت عطا فرما۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی صنبلی فقہ پر چلتے تھے لیکن ان کے کچھ تفردات بھی تھے ان میں سے ایک یہ

بات ہے کہ وہ توسل بالاموات کے قائل نہ تھے تاہم وہ آج کل کے سلفیوں کی طرح اس میں کوئی
مظہد شرک نہ محسوس کرتے تھے سلیمان بن یحکم نے ان پر یہ افتراء باندھا کہ آپ توسل بالصالحین کے
قائلین کو شرک سمجھتے ہیں تو آپ نے کھل کر اس کی تردید کی۔

ان الرجل افتري على اسوار لم اقلها ولم يأت اكثرها على بالي (فمنها)
قوله اني مبطل كتب المذاهب الاربعة واني اقول ان الناس من ستمائة
سنة ليسوا على شئ واني ادعى الاجتهاد واني خارج عن التقليد واني
اقول ان اختلاف العلماء نعمة واني اكفر من توسل بالصالحين (مولفات الشيخ
محمد بن عبد الوهاب جلد ۱ ص ۲۲)

آپ نے توسل بالصالحین کے قائل کو کفر و شرک سے کلیہ محفوظ بتایا ہے ہم اس پر اس بحث کو ختم
کرتے ہیں کہ توسل بالصالحین میں ہرگز کوئی مظہد شرک نہیں ہے۔

(ایک ضروری نوٹ) عام بریلوی توسل بالصالحین کے منکر ہیں توسل بالصالحین سے خدا سے مانگنا
ہوتا ہے اور خدا کی رحمت کو ان صالحین کے قرب خداوندی کے ذکر سے اپنی طرف متوجہ کیا جاتا ہے
بریلوی عوام اپنی حاجات قبر والوں سے مانگتے ہیں اور اللہ سے توسل کرتے ہیں وہ مقابر صالحین
پر حاضر ہو کر کہتے ہیں، اے ولی، مجھے اللہ کے واسطے یہ چیزیں دے اس میں مانگا کس سے حلال
ہے؟ اس ولی سے۔ اور اے اللہ کا وسیلہ دیا جا رہا ہے یہ توسل بالصالحین سے ایک بالکل جدا صورت
ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

حضرت شاہ محمد اعظمی محدث دہلوی تمام علماء پاک و ہند کے استاذ ہیں آپ لکھتے ہیں:-
وہا بیں طور کہ الہی بحرۃ آل نبی و ولی حاجت داردار و کن جائز است (ماۃ مسائل ص ۲۱)

۵۔ مقام احسان پر آنے کے لئے مشائخ کی ضرورت

- اسلام میں بیعت کی کئی ضروریات ہیں اور بیعت کئی طرح کی ہوتی رہی ہے مثلاً
- ۱۔ بیعت علی الحجرۃ ۲۔ بیعت علی الجہاد ۳۔ بیعت علی الموت ۴۔ بیعت علی الخیر
 - ۵۔ بیعت علی الخلافہ

اسلام میں آنے کے لئے جو بیعت ہے وہ یہ ہے کہ تو حید باری تعالیٰ اور رسالت محمدی کے اقرار سے پورے شرائع اسلام اور ضروریات دین کو قبول کیا جائے۔

۱۔ بیعت علی الحجرتہ سے مراد دارالکفر سے دارالاسلام آنا ہے۔

۲۔ بیعت علی الجہاد۔ یہ اس محنت کے لئے بیعت کرتا ہے جس سے اللہ کا نام اونچا رہے اور لوگوں سے ظلم اور دہشت روکی جاسکے۔

۳۔ بیعت علی الموت۔ جب جینا مشکل دکھائی دے تو اس وقت خودداری میں یہ جان دینے کی بیعت ہے حدیبیہ کے موقع پر صحابہؓ نے موت پر بیعت کی تھی۔

۴۔ بیعت علی الخیر سے مراد وہ بیعت ہے جو توبہ، تہذیب اخلاق اور اصلاح باطن کے لئے ہو۔ یہ ہر معروف کو اختیار کرنے کی بیعت ہے۔

۵۔ بیعت علی الخفافہ۔ نظام سلطنت کو قائم کرنے اور اپنے اولی الامر سے مخالفت نہ کرنے کا عہد ہے حضرت مجاشع بن مسعود السلمی کہتے ہیں میں حضور ﷺ کی خدمت میں بیعت علی الحجرتہ کے لئے حاضر ہوا آپ نے فرمایا (مکہ سے مدینہ کی) ہجرت اب ہو چکی اب بیعت علی الاسلام، بیعت علی الجہاد اور بیعت بر امور خیر کی راہیں ہی ہیں۔

ان الهجرة قدم مضت لاهلها ولكن على الاسلام والجهاد والخير (صحیح مسلم ص ۱۳۰)

(ترجمہ) ہجرت تو اپنے اہل لوگوں کے ساتھ ہو چکی اب بیعت علی الاسلام، بیعت علی الجہاد اور بیعت علی الخیر ہی ہے۔

اس سے چہ چلا کہ حضور اکرمؐ کے عہد مبارک میں اسلام میں بیعت کئی طرح کی رہی ہے ایک بیعت توبہ و سلوک کی بیعت ہے قرآن کریم میں اس بیعت کا ذکر اس طرح ملتا ہے۔

يا ايها النبي اذا جاءك المؤمنات يستنكحنك فليست لهن اموالهن ولا يرضى ان لا يشركن بالله شيئا ولا يرثن ولا يرثن من ولا يقطنن اولادهن ولا ياتين ببهتان فسترينه بين ايديهن وارجلهن ولا يعصينك في

معروف فبايعهن (پ ۲۸ المستزاد ۱۳)

اس میں آخر میں جو فرمایا ولا یعصینک فی معروف کہ وہ کسی بات میں تیری نافرمانی نہ کریں یہ ہر گناہ سے توبہ کی تلقین ہے اس بیعت توبہ میں تہذیب اخلاق بھی ہے جیسے کسی سے رقم مانگنے سے بھی پرہیز کی جائے تلقین خیر اور اصلاح باطن کی ہر تعلیم اس بیعت میں آسکتی ہے۔

قرآن کریم میں عورتوں کے بیعت ہونے کا ذکر ہے اس میں ادھر اشارہ ہے کہ جب عورتوں کے لئے یہ تہذیب اخلاق کی تعلیم ہے تو مردوں کو تو بطریق اولیٰ یہ بیعت توبہ و سلاک کرنی چاہئے حضرت عبادہ بن صامتؓ کہتے ہیں آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ سے مخاطب ہو کر کہا۔

الا تبايعوني على ما بايع عليه النساء ان لا تشركوا بالله شئاً ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا اولادكم ولا تأتون ببهتان تقترونه بين ايديكم وارجلكم ولا تعصوني معروف (سنن نسائی جلد ۲ ص ۱۶۶)

یہ تقریباً وہی الفاظ ہیں جو قرآن پاک میں عورتوں کی بیعت میں مذکور ہوئے اللہ سے تعلق قائم کرنے کی یہ وہ بیعت ہے جو آپ نے بعض بچوں سے بھی لی۔ نہ بچے بیعت جہاد کا موضوع نہیں ہو سکتے لیکن تہذیب اخلاق کی محنت ان پر بھی ہوتی ہے امام محمد باقر روایت کرتے ہیں۔

ان النسبی صلی اللہ علیہ وسلم بايع الحسن والحسين وعبدالله بن عباس وعبدالله بن جعفر وهم صغار لم يبلغوا العلم ولم يبايع صغيراً الا سناً۔ رواه الطبرانی فی الکبیر (جمع الفوائد جلد ۱ ص ۱۲)

(ترجمہ) نبی اکرم ﷺ نے حضرت حسن کو، حضرت حسین کو، حضرت عبداللہ بن عباس کو، حضرت عبداللہ بن جعفر کو جب کہ وہ چھوٹے تھے ابھی بالغ نہ ہوئے تھے بیعت کیا اس چھوٹی عمر میں آپ نے صرف ہمیں کو بیعت کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں نیکی کی بیعت مردوں عورتوں بچوں سب کے لئے ہے۔

بیعت کے بعد یہ دوسری بیعت کس لئے؟

بعض سلفی دوست یہ کہتے سنے گئے ہیں کہ بیعت ایک ہی ہے جو خلافت کی ہو اور اسلام میں آنے کی

جو بیعت تھی وہ ہو چکی، یہ بیعت کے بعد اور بیعت کس لئے؟ یہ سوال پہلے بعض صحابہؓ کے ذہن میں بھی آیا تھا اس کا جواب حضور اکرم ﷺ نے دیا کہ اب ان امور خیر پر بیعت کرو۔
صحابی رسول حضرت عوف بن مالک (ہ) کہتے ہیں۔

كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةَ أَوْ سَبْعَةَ فَقَالَ: لَا تَبَايَعُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنَّا حَدِيثَ عَهْدٍ بِبَيْعَةِ قَالَ: إِنْ تَعْبَدُوا اللَّهَ وَلَا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَتَصَلُّوا صَلَوَاتِ الْحَسَنِیِّ وَتَسْمَعُوا وَتَطِيعُوا (واسر کلمہ خفیہ) وَلَا تَسْأَلُونَ النَّاسَ شَيْئًا (رواہ مسلم و ابوداؤد و الترمذی و کما فی جمع الفوائد جلد ۱ ص) (ترجمہ) ہم نو آٹھ یا سات صحابی حضور کے پاس بیٹھے تھے آپ نے فرمایا تو اللہ کے رسول کی بیعت کیوں نہیں کرتے اور ہم نے حضور سے ابھی نئی نئی بیعت اسلام میں آنے کی تھی ہم نے کہا حضور ہم تو آپ سے بیعت کر چکے اب کس امر پر۔۔۔۔۔ سے بیعت کریں ہم نے اپنے ہاتھ پھیلائے اور آپ نے فرمایا (اس پر بیعت کرو کہ) تم ایک اللہ کی عبادت کرو گے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گے پانچ نمازوں کی پابندی کرو گے نظام سلطنت میں اطاعت میں رہو گے یہ سب باتوں سے مانگنا نہ کرو گے (یہ مانگنا اچھی بات نہیں)

حضور ﷺ اس بیعت علی الخیر میں کبھی نصیحتیں بھی فرماتے احادیث میں مختلف صحابہؓ سے اس قسم کی بیعت پر مختلف الفاظ ملتے ہیں حضور کے اس طرز عمل سے پتہ چلتا ہے کہ تہذیب اخلاق کی بیعت تقریباً سبھی امور خیر پر ہوتی تھی۔ حضرت جریر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں۔

فَانْسَى اَتَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتَ اَبَايَعُكَ عَلَى الْاِسْلَامِ فَشَرَطَ عَلَيَّ وَالنَّصِیْحَ لِكُلِّ مُسْلِمٍ فَبَايَعْتُهُ عَلَى هَذِهِ (رواہ البخاری جلد ۱ ص) (ترجمہ) میں حضور کے پاس آیا میں نے آپ سے اسلام پر بیعت کرتا ہوں آپ نے حکم فرمایا کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کرو میں نے اس پر حضور ﷺ سے بیعت کی۔

ان نیکیوں کے اختیار کرنے میں رسمی بیعت ضروری نہیں
مسلمانوں کو ان نیکیوں کا عام حکم دیا گیا ہے انہیں بجالانا ہر مسلمان پر ویسے ہی ضروری ہے سوان پر عمل پیرا

ہونا اس بیعت پر موقوف نہیں اگر کوئی سمجھے کہ یہ اصلاح صرف اس راہ سے مل سکتی ہے تو یہ درست نہیں۔
حضرت مولانا تھانویؒ کے جلیل القدر خلیفہ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری (۱۳۹۰ھ) لکھتے ہیں:-

اصلاح کے لئے بیعت ضروری نہیں

فرمایا جو لوگ بیعت کو اصلاح کے لئے ضروری سمجھتے ہیں یہ بدعت اعتقادی ہے شیخ کو چاہئے کہ سب سے پہلے اس کی اصلاح کرے اور کسی کی خاطر حقیقت کو نہ چھپا دے (آثار خیر ص ۳۱۶)
یہ بیعت بے شک مسنون ہے مگر نیکیوں پر عمل پیرا ہونا اور نیک راہ عمل اختیار کرنا اس پر موقوف نہ سمجھنا چاہئے یہ واقعی بدعت ہے حضرت تھانویؒ کی اس احتیاط پر غور فرمائیں یہ حضرات بدعات سے بچنے میں کس قدر کوشاں رہے۔

اہل حدیث کے ہاں سلسلہ بیعت کا حکم

تاہم تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ والوں کی صحبت اور ان سے نسبت خواب غفلت سے جگانے میں بہت کام کرتی ہے سو اس میں کوئی شک نہیں کہ سلسلہ طریقت میں آئے بغیر بہت کم لوگ کامیابی سے اس دریا کو عبور کر پاتے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں نقشبندی نسبت کے مرد کامل حضرت شیخ احمد سرہندیؒ سے کون واقف نہیں آپ مسلک خانگی اور مشربا نقشبندی تھے (بالجحدیث) (باصلاح جدید) کے نامور عالم مولانا محمد ابراہیم میر آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:-

آپ بلا اختلاف عالم باعمل عارف کامل جامع کمالات ظاہری و باطنی اور گیارہویں صدی کے مسلم مجدد ہیں مجدد کا لقب سب سے پہلے آپ کو مولانا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ نے دیا کہ وہ بھی ملاکمال کشمیری ممدوح کے شاگرد تھے (تاریخ الجحدیث ص ۴۴۳)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا محمد ابراہیم کے ہاں سلسلہ بیعت ہرگز کوئی حمایت بدعت نہ تھا اور آپ سلسلہ طریقت کو واقعی منع علم و عرفان سمجھتے تھے۔

شیخ علی متقی جونپوری (۹۷۵ھ) قادری شاذلی سلسلے کے بڑے بزرگ گزرے ہیں آپ شیخ محمد طاہر گجراتی (۱۰۷۵ھ) کے استاد تھے مولانا محمد ابراہیم ان کے بارے میں لکھتے ہیں:-

تصوف کی چاٹ بچپن میں لگ چکی تھی اور ختم کی تاثیر بھی تھی اور نشوونما بھی اس چشمہ صافی کی سی رہی

سے ہوا تھا اور معصوم طبع اسی رنگ کی ملکداری سے مزین ہو چکی تھی اس لئے طبیعت میں یہ پیاس ہمیشہ رہی کہ کوئی مرد الہی ملے جو تجھے راہ حق دکھائے اور منزل مقصود پر پہنچائے اس تڑپ میں ملتان کی راہ پکڑی اور علوم ظاہر و باطن میں شیخ حسام الدین مفتی کی خدمت میں پہنچے اور مدت تک ان سے ظاہری و باطنی فیوض حاصل کرتے رہے بعد ازاں ۹۵۳ھ میں عازم حرمین شریفین ہوئے اور مکہ معظمہ میں طرح اقامت ڈالی۔ شیخ ابوالحسن الکلبریؒ اور شیخ ابن حجر مکیؒ کی صحبت اختیار کر کے خرقہ قادری شاذلی مزنی زیب تن فرمایا۔ نیز یہ تینوں خرقے شیخ محمد بن سخاوی لے پہنچے۔ (تاریخ اہلحدیث ص ۴۳۵)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان علماء اہلحدیث کے ہاں بحر طریقت کی یہ راہیں کبھی بدعت نہیں سمجھی گئیں۔

مولانا محمد ابراہیم میر اپنے استاد مولانا غلام حسن سیالکوٹی (۱۹۱۸ء) کے بارے میں لکھتے ہیں:-

آپ پر ذوق تصوف غالب تھا آپ کے چہرہ مبارک کا اتنا جلال تھا کہ اہل ثروت بلکہ حاکم تک آپ کو اپنی مجلسوں میں نہیں بلا سکتے تھے۔ (تاریخ اہلحدیث ص ۴۹۱)

اہلحدیث کے غزنوی سلسلے کے مورث اعلیٰ مولانا محمد عبداللہ غزنوی نقشبندی سلسلہ میں باقاعدہ بیعت تھے اور اہلحدیث کے امام ثانی مولانا عبدالجبار غزنوی نے اس سلسلہ بیعت میں اثبات الالہام والبیعد (فارسی) لکھ کر اس راہ میں چلنے والوں کی پوری تائید فرمائی لہٰذا نہ کے ایک رئیس محمد حسن نے اس کا اردو ترجمہ کیا جو کئی بار چھپا ہے۔

علماء دیوبند بیشتر چشتی صابری سلسلے میں بیعت لیتے ہیں تاہم یہ حضرات جیسا کہ المہند سے پتہ چلتا ہے چاروں سلسلوں میں بھی بیعت لیتے اور اجازت دیتے رہے ہیں حافظ ابن تیمیہ بھی قادری سلسلہ میں اس راہ کے راہی رہے جیسا کہ ملا علی قاری نے انہیں اولیاء اہل سنت میں ذکر کیا ہے آپ اپنے وقت کے ایک نہایت معروف صاحب کرامت بزرگ تھے۔

ہم یہ کہہ کر اس باب کو ختم کرتے ہیں کہ اسلام کی چودہ صدیوں پر گہری نظر رکھ کر کوئی منصف مزاج عالم ہو محدث ہو یا فقیر یا فقیہ کبھی اس سلسلے کو راہ بدعت نہ کہہ سکے گا اگر کسی نے کہہ دیا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمائے۔ طریقت شریعت کے بغیر کچھ نہیں دونوں دریاے معرفت کے دو کنارے ہیں۔ عادت مند ہیں وہ جو اس بحر حقیقت کے کامیاب شاد اور ہوئے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ



لَهَا الْعِلْمَاءُ الْكُؤْمَرُ وَالْجُهَابُ
الْعُظَامُ قَدْ نَسَبَ إِلَى مَا حَقَّكُمْ
الْكُرَيْمَةُ أَنَا سِ حَقِّكَ الْوَهَابِيَّةُ
قَالُوا يَا دُرَّاقُ وَرَسَائِلُ لَا نَعْرِفُ
مَعَانِيهَا لَا خِلَافَ لِنَسَانِ فَزَجِرُوا
أَنْ تَغْبِرُوا بِحَقِيقَةِ الْفَحْلِ وَ
مِرَادَاتِ الْمَقَالِ وَفِيهِمْ فَسْخَرُوا
عَنْ أُمُورِ اشْتَهَرَتْ فِيهَا خِلَافُ
الْوَهَابِيَّةِ عَنْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

اے علماء کرام اور سردارانِ عظام! تمہاری
جانبِ چند لوگوں نے وہابی عقائد کی نسبت
کی ہے اور چند اوراق اور رسائل ایسے
دیکھے ہیں کہ اس طلبِ غیرِ زبانِ ہر نے کے
سبب ہم نہیں سمجھ سکے۔ اس لیے امید
کرتے ہیں، میں حقیقتِ حال اور قول کے
مرا سے اطلاع کر کے اللہ تم پر سزا جزا
اور ایسے دریافت کرتے ہیں جن میں وہابیہ
کا الٰہی سنت و الجماعت سے خلاف مشرے

پہلا اور دوسرا سوال

کیا فرماتے ہو۔ شد الرجال میں تہ الکائنات
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے لیے

السؤال الاول والثانی

۱) ما قولکم فی شد الرجال الی زیارة
سید الکائنات علیہ افضل الصلوٰۃ
والتحیات وعلی الہ وصحبہا

۴۱ ای الامرین احب الیکم وافضل^{۳۳۹}

تمہارے نزدیک اور تمہارے اکابر کے

لدی احبکم للزائر هل ینوی

نزدیک ان مدافون میں کون اس پر سفید و

وقت الامر تحال للزیارة زیارته

افضل ہے کہ زیارت کرنے والا وقت سفر

علیه السلام او ینوی المسجد

زیارت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ السلام کی

ایضا وقد قال الربابی ان

زیارت کی نیت کرے یا مسجد نبوی کی بھی،

المسافر الی المدینتہ لاینوی

حالانکہ داعیہ کا قول ہے کہ مسافر مدینہ منورہ

الآ المسجد النبوی۔

کو صرف مسجد نبوی کی نیت سے سفر کرنا چاہیے

الجواب

جواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان ہے

ومنہ نستقد العون والتوفیق

اور اسی سے مدد اور توفیق دلا رہے ہمارے

وبیضاء انمة التحقيق۔

اس کے قبضہ میں ہیں تحقیق کی آگیں۔

حَامِدًا أَوْ مُصَلِّيًا وَمُسْلِمًا

حمد و صلوة و سلام کے بعد

لیعلم اولاً قبل ان نفتح

اس سے پہلے کہ ہم جواب شروع

فی الجواب انا بحمد الله ومشائخنا

کری ماننا چاہیے کہ ہم اور ہمارے مشائخ

رضوان الله علیہم اجمعین و

اور ہماری ساری جماعت بحمد اللہ و فوہات

جميع طائفتنا و جماعتنا مقلدون

میں غلط ہیں مقتدائے غلط حضرت امام ہمام

لقدوة الانام و ذروة الاسلام امام

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ

الہمام الامام الاعظم ابی حنیفۃ

عنه کے، اور اصول و اعتقادات میں

النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی

پیرو ہیں امام ابو الحسن اشعری اور امام

الفروع و متفقون للامام الہمام

ابو منصور مازیدی رضی اللہ عنہما کے اور

ابی الحسن الاشعری والامام الہمام

ابن منصور الماتریدی رضی اللہ
عنہما فی الاعتقاد والاصول و
منسوبون من طرق الصوفیة
الی الطريقة العلیة المنسوبة
الی السادة المنشدات و
الطریقة الزکیة المنسوبة
الی السادة الجشتیة و الی
الطریقة البهیة المنسوبة الی
السادة القادرية والی الطریقة
المرضیة المنسوبة الی السادة
التهودیدية رضی اللہ عنہم اجمعین

طریقائے صوفیہ میں ہم کو اکتاب حاصل
ہے سلسلہ عالیہ حضرات نقشبندیہ اور
طریقہ زکیہ مشائخ چشت اور سلسلہ بہیہ
حضرات قادریہ اور طریقہ مرضیہ مشائخ شہرزیہ
رضی اللہ عنہم کے ساتھ۔

ثم ثانيًا انا لا نتكلم بكلام و
لا نقول قولًا في الدين الا وعليه عندنا
دليل من الكتاب او السنة او اجماع
الامة او قول من ائمة المذهب
ومع ذلك لا ندعي انا لمبدعون من
الخطاء والنسيان في ضللة القلم و
زلة اللسان فان ظهر لنا انا اخطا في
قول سواء كان من الاصول او الفروع
فما يمننا الحياء ان نرجع عنه ونعلن
بالرجوع كيف لا وقد رجع ائمتنا رضوانا

دوسری بات یہ کہ ہم دین کے بارے
میں کوئی بات ایسی نہیں کہتے جس پر کوئی
دلیل نہ ہو۔ قرآن جمیع کی یا سنت کی، یا
اجماع امت یا قول کسی امام کا۔ اور بایں
ہم دعویٰ نہیں کرتے کہ علم کی غلطی یا زبان
کی لغزش میں سود خطا سے مبرا ہیں
پس اگر ہمیں ظاہر ہو جاوے کہ فلاں
قول میں ہم سے خطا ہوئی، عام ہے کہ
اصول میں ہو یا فروع میں، اپنی غلطی سے
رجوع کر لینے میں حیا ہم کو مانع نہیں ہوتی

اللہ علیہم فی کثیر من اقوالہم حتی ان
امام حماد اللہ تعالیٰ المحترم اما منا
الشافعی رضی اللہ عنہ لم یبق مسئلۃ
الاولۃ فیہا قول جدید والصحابۃ رضی
اللہ عنہم مرجعوا فی مسائل الی اقوال
بعضہم کالایخنی علی متبع الحدیث
فلو ادعی احد من العلماء انا غلطانی
حکم فان کان من الاعتقادات فعلیہ
ان یتثبت بنص من ائمة الکلام و
ان کان من الفرجات فیلزم ان ینجی
بنیانہ علی القول الرابع من ائمتہ
المذاہب فاذا فعل ذلك فلا یکون
متأنا شاء اللہ تعالیٰ الا بحسنہ القول
بالقلب واللسان و زیادة الشکر
بالحنان و امر کان ۔

و نالشا ان فی اصل اصطلاح
بلاد الهند کان اطلاق الوہابی علی من
ترك تقليد الائمة رضی اللہ تعالیٰ عنہم
ثم اتبع فیہ و غلب استعمالہ علی من عمل
بالسنة الثنویة و ترك الامور المستحدثة
الشیعة و الرصوم الفیضیة حتی شاع فی

اور ہم رجوع کا اعلان کر دیتے ہیں چنانچہ ہم
امام رمضان رحمہ اللہ علیہم سے ان کے بیترے
اقوال میں رجوع ثابت ہے حتیٰ کہ امام حرم
محترم امام شافعی رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ
ایسا منقول نہیں جس میں دو قول جدید قدیم
نہ ہوں اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اکثر مسائل
میں دوسروں کے قول کے جانب رجوع فرمایا
چنانچہ حدیث کے تفریع کرنے والے پر ظاہر ہے
پس اگر کسی عالم کا حجتیہ ہے کہ ہم نے کسی حکم شرعی
میں غلطی کی ہے سو اگر وہ مسئلہ اعتقادی ہے تو
اس پر لازم ہے کہ اپنا دعویٰ ثابت کرے علیہ کلام
کی تصریح سے اور اگر مسئلہ فرعی ہے تو اپنی غیاء
کی تعمیر کرے اور نہ ہر یک راجع قول پر جرح ایسا کرے
تو انشاء اللہ ہماری طرف سے بخوبی ہی ظاہر ہوگی یعنی دل
زبان سے غلطی قبول کرے اور قلب احصائے شکر ادا کرے

تیسری بات یہ کہ ہندوستان میں لفظ وہابی
کا استعمال اس شخص کے لیے تھا جو امام رضی اللہ
عنہم کی تقلید چھوڑ بیٹھے پھر ایسی وسعت ہوئی
کہ یہ لفظ ان پر بولا جانے لگا جو سنت محمدیہ پر
عمل کریں اور بدعات سینہ و رسوم قبیحہ کو چھوڑ
دیں ۔ یہاں تک ہوا کہ بعضی اور اس کے

بعدی ونواحيها ان من منع عن سجدة
 قبور الاولياء وطوافيها فهو وهابي بل و
 من اظهر حرمته الربوا فهو وهابي وان
 كان من اكابر اهل الاسلام وعظماؤهم
 ثم اتبع فيه حتى صار سباً فلعن هذا الو
 قال رجل من اهل الهند لرجل انه
 وهابي فهو لا يدل علي انه فاسد العقيدة
 بل يدل علي انه سُني حنفي عامل بالسنّة
 مجتنب عن البدع خائف من الله تعالى
 في ارتكاب المصيبة ولما كان مشاعراً
 رض الله تعالى عنهم يسعون في احياء
 السنّة ويشقرون في اخفاء نيران
 البدع غضب جداً عليهم وعرفوا
 كلامهم ونبهتهم وافتروا عليهم الافتراء
 ورموهم بالوهابية وحاشا لهم عن ذلك
 بل وتعالى سنّة الله التي سبها في خواص
 اولياءه كما قال الله تعالى في كتابه
 وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا
 شَرًّا مِنَ الْبَشَرِ وَلَئِنْ رَأَوْهُمُ بَعْضُ
 اِلٰهِيَّيْنِ زُخْرَفٍ لَقَالُوا عُذْرًا فِي
 لَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَأَذْنَبُوا ذُنُوبَهُمْ
 نَاجٍ نَاجٍ

نواح میں یہ شہر ہے کہ جو بریلوی اولیاء کی
 قبروں کو سجدہ اور طواف کرنے سے منع کرے
 وہ وابی ہے۔ بلکہ جو سود کی حرمت ظاہر کرے
 وہ بھی وابی ہے کہ کتنا ہی بڑا مسلمان کیوں ہو
 اس کے بعد لفظ وابی ایک گالی کا لفظ بن گیا،
 سو اگر کوئی ہندی شخص کسی کو وابی کہتا ہے
 تو یہ مطلب نہیں کہ اس کا عقیدہ فاسد ہے بلکہ
 یہ تنصود ہوتا ہے کہ وہ سُنی حنفی ہے سنت
 پر عمل کرتا ہے۔ بدعت سے بچتا ہے اور جمعیت
 کے ارتکاب میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور پتھر
 ہمارے شاخ رضی اللہ تعالیٰ عنہم احیاء سنّت
 میں سعی کرتے اور بدعت کی آگ بجھانے میں
 مستعد رہتے تھے اس لیے شیطانی لشکر کو
 اُن پر غصہ آیا اور ان کے کلام میں تحریف کر
 ڈالی اور ان پر بہتان باندھے طرح طرح کے افتراء
 اور خطابِ بائیت کے ساتھ مہم کیا مگر حاشا کہ
 وہ ایسے ہلکے بات یہ ہے کہ یہ سنّت اللہ ہے
 کہ جو خواص اولیاء میں ہمیشہ جاری رہی ہے
 چنانچہ اپنی کتاب میں خود ارشاد فرمایا ہے اور
 اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بنا دیے ہیں
 جن کو اس کے شیاطین کہ ایک دوسرے کی طرف

یفترون فلما کان ذلک فی الانبیاء
صلوات اللہ علیہم وسلامہ وجب
ان یکون فی خلفائہم ومن یقوم
مقامہم کما قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نحن معاشر الانبیاء
اشد الناس بلاء ثم الامثل فالامثل
لیتوفر حظہم ویکمل لہم اجرہم
فالذین ابتدعوا البدعات وما لوا
الی الشہوات واتخذوا الہم الہوک
والقوا انفسہم فی ماویۃ الردی
یفترون علینا الکاذیب و
الباطیل ویسبون الینا الاضالیل
فاذا نسب الینا فی حضرۃ کم قول
یخالف المذہب فلا تلتفتوا الیہ لا
تظنوا بنا الاخیرا وان اختلف فی
صدورکم فاکتبا الینا فانا نختارکم
بحقیقۃ الحال والحق من المقال
فانکم عندنا قطب دائرۃ الاسلام

بھڑائی باتیں ڈالتا رہتا ہے، دھوکا کھائیے اور
(سے محمد) اگر تمہارا رب چاہتا تو یہ لوگ ایسا
کام نہ کرتے سرچھڑو ان کو ان کے افسرا کو،
پس جب انبیاء علیہم السلام کے ساتھ یہ معاملہ
تو ضرور ہے کہ ان کے جانشینوں اور قائم مقاموں
کے ساتھ بھی ایسا ہی ہو چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم انبیاء کا گروہ سب سے
زیادہ مورد بلا ہے، پھر کمال شیعہ کہ مشابہت ان کا
خطا و افراد راجع کمال ہو جاتے ہیں جہت میں جو
اختراع بدعات میں شکسا اور شہوات کی جانب
مائل ہیں اور جنہوں نے خواہش نفس کو اپنا معبود
بنایا ہے اور اپنے آپ کو طاقت کے گڑھے میں ڈال
دیئے، ہم پر چھوٹے تہمان بازھے اور ہماری نہایت
گواری کی نسبت کرتے رہتے ہیں جو صاحب کبھی
آپ کی خدمت میں ہماری جانب منسوب کئے کوئی
مخالفت مذہب قول بیان کیا کرے تو آپ اس
کی طرف التفات نہ فرمائیے اور ہمارے ساتھ شیطان
کام میں لادیں اور اگر طبع مبارک میں کوئی غلبان پیدا
مرد کو کھنچا کریں ہم ضرور واقعی حال اور سچی بات
کی اطلاع دینگے اس لیے کہ آپ حضرات ہماری

توضیح الجواب

جواب کی توضیح

عندنا وعندنا مشائخنا زيارة قبر
سيد المرسلين (روحی فداء) من
اعظم القربات واهم المثوبات و
انجح نسیل الدرجات بل قریبة من
الواجبات وان كان حصوله بشدة
الرجال وبذل المهج والاموال و
ینوی وقت الارحال زيارة علیه الف
الف تحية وسلام وینوی معها زيارة
مسجده صلی الله علیه وسلم وغیره
من البقاع والمشاهد الشریفة بل
الاولی ما قال العلامة الهمام ابن
الهمام ان مجرد التیة لزيارة قبره
علیه الصلوة والسلام ثم یحصل له
اذا قدم زيارة المسجد لان فی ذلك
زيارة تعظیمة واجلاله صلی الله
علیه وسلم ویوافقه قوله صلی الله علیه
وسلم من جاء فی زائر الا عمل حیا
الا زیار ان کان حقا علی ان اکون
سفیعا له یوم القيمة وکذا نقل عن

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک
زیارت قبر سید المرسلین (طہری جان آپ پر قربان)
اعلیٰ درجہ کی قربت اور نہایت ثواب اور سبب
حصول درجات ہے بلکہ واجب کے قریب ہے کہ
شہر و مال اور بذل جان و مال سے نصیب ہو
اور سفر کے وقت آپ کی زیارت کی نیت کرے
اور ساتھ میں مسجد نبوی اور دیگر مقامات و
زیارت گاہ طے متبرکہ کی بھی نیت کرے،
بلکہ بہتر یہ ہے کہ جو علامہ ابن ہمام نے فرمایا
ہے کہ خالص قبر شریف کی زیارت کی نیت کرے
پھر حسبہ امن حاضر ہوگا تو مسجد نبوی کی بھی زیارت
حاصل ہو جائے گی۔ اس صورت میں جناب
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم زیادہ
ہے اور اس کی موافقت خود حضرت کے
ارشاد سے ہو رہی ہے کہ جو میری زیارت
کو آیا، کہ میری زیارت کے سرا کوئی حاجت
اس کو نہ لائی ہو تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت
کے دن اس کا شفیع بنوں۔ اور ایسا ہی
عارف مآجاہمی سے منقول ہے کہ انھوں

العارف التامی الساجی انہ فرز
 الزیارة عن الحج وهو اقرب الی المذہب
 المحبین واما ما قالت الوہابیة من
 ان المسافر الی المذینة المنورة علی
 سلكها الف الف تحية لا ینوی الا الحج
 الشریف استدلالاً بقوله علیہ الصلوٰۃ و
 السلام لا تشد الرحال الا الی ثلثة مسجد
 فردود لون الحدیث لا یدل علی المنع
 اصلاً بل لو تأملہ ذوقہم ثاقب لعلمہ
 بکثرة النص یدل علی الجواز فان العلة
 التی استثنی بها المساجد الثلاثة من
 عموم المساجد والبقاع هو فضلها
 المختص بها وهو مع الزیادة موجود
 فی البقعة الشرفیة فان البقعة الشرفیة
 والرحبة المنیغة التي ضم اعضائہ
 صلی اللہ علیہ وسلم افضل مطلقاً حتی
 من الکعبة ومن العرش والکرسی
 کما صرح بہ فقہائنا رضی اللہ عنہم
 ولما استثنی المساجد لذلك الفضل
 الخاص فاول ثم اولى ان یتثنی البقعة
 المبارکة لان الفضل العام وقد

نے زیارت کے لیے حج سے عظمہ سفر کیا
 اور یہی طرز مذہب عشاق سے زیادہ مانا ہے
 اب رہا وہابیہ کا یہ کہنا کہ مدینہ منورہ کی جانب
 سفر کرنے والے کو صرف مسجد نبوی کی نیت
 کرنی چاہیے اور اس قول پر اس حدیث کے دلیل
 لانا کہ کجاوے کے زکے جاویں مگر تین مسجدوں کی
 جانب سو یہ قول مردود ہے اس لیے کہ حدیث
 کہیں بھی مانعت پر دلالت نہیں کرتی بلکہ تصدیق
 فہم اگر غور کرے تو یہی حدیث بد دلالت النص
 جواز پر دلالت کرتی ہے کیونکہ جو علت مساجد
 کے دیگر مسجدوں اور مقامات سے مستثنیٰ ہونے
 کی قرار پاتی ہے۔ وہ ان مساجد کی فضیلت ہی
 تھے اور یہ فضیلت زیادتی کے ساتھ بقعہ
 شرفیہ میں موجود ہے اس لیے کہ وہ حقہ زمین
 جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء
 مبارکہ کو مس کیے ہوئے ہے علی الاطلاق افضل
 ہے یہاں تک کہ کعبہ اور عرش و کرسی سے بھی
 افضل ہے چنانچہ فقہائے اس کی تصریح فرمائی
 ہے اور جب فضیلت خاصہ کی وجہ سے نہیں
 مسجد میں عموم نہیں ہے مستثنیٰ ہو گئیں تو درجہ اول
 ہے کہ بقعہ مبارکہ فضیلت عامہ کے سبب مستثنیٰ ہو

مرج بالمسئلة كما ذكرناه بل بأبسط
منها شيخنا العلامة شمس العلماء العالمين
مولانا رشيد احمد الجنجوهي قدس
الله سره العزيز في رسالته زبدة الناسك
في فضل زيارة المدينة المنورة وقد
طبعت مراراً و ايضاً في هذا المبحث
الشرين رسالة الشيخ مشائخنا مولانا
المفتي صدر الدين الدهلوي قدس
الله سره العزيز اقام فيها الطائفة الكبرى
على الوهابية ومن وافقهم اقر يبراهيم
قاطعة و حج ساطعة سماها احسن المقال
في شرح حديث لا تشد الرحال طبعت
واشتهرت فليراجع اليها والله تعالى اعلم

ہمارے بیان کے موافق بلکہ اس سے بھی زیادہ
بسط کے ساتھ اس مسئلہ کی تصریح ہمارے شیخ
شمس العلماء حضرت مولانا مولوی رشید احمد گنگوہی
قدس سرہ نے اپنے رسالہ زبدۃ الناسک کی
فصل زیارت مدینہ منورہ میں فرمائی ہے، جو
بار بار طبع ہو چکا ہے نیز اسی بحث میں ہمارے
شیخ المشائخ مفتی صدر الدین دہلوی قدس سرہ
کا ایک رسالہ تصنیف کیا ہوا ہے جس میں مولانا
نے دایہ اور ان کے موافقین پر قیامت ٹھا
دی اور بیچ کن دلائل ذکر فرمائے ہیں۔ اس کا نام
احسن المقال فی شرح حدیث لا تشد الرحال ہے
وہ طبع ہو کر مشتمل ہو چکا ہے، اس کی طرف
رجوع کرنا چاہیے۔

السؤال الثالث والرابع تبصیر اور جو تھا سوال

۱- هل للرجل ان يتوسل في دعواته
بالتبني صلى الله عليه وسلم بعد الوفاة
ام لا ؟

۲- يجوز التوسل عندكم بالسلف
الصلحاء من الانبياء والصلبيين

کیا وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا توسل ایسا دعاؤں میں جائز ہے
یا نہیں ؟

تمہارے نزدیک سلف صالحین یعنی انبیاء و صلحین
اور شہداء و اولیاء اللہ کا توسل بھی جائز

والشهداء واولياء رب العالمين ام لا؟ ہے یا ناجائز؟

الجواب

عندنا وعند مشائخنا يجوز التوسل
في الدعوات بالانبياء والصلحاء من
الاولياء والشهداء والصدّيقين في
حيوتهم وبعد وفاتهم بان يقول في
دعائه اللهم اني اتوسل اليك بفلان
ان تعجيب دعوتي وتقضي حاجتي الى
غير ذلك كما صرح به شيخنا ومولانا
الشاہ محمد اسحق الدہلوی ثم
المہاجر المکی ثم بیئنا فی فتاواہ شیخنا
ومولانا رشید احمد الکنگواھی رحمۃ
اللہ علیہما وفي هذا الزمان شائعة
مستفیضة بایدی الناس وهذه
المسئلة مذکورة علی صفحہ ۹۳ من
الجلد الاول نہا فلیراجع الیہا من شاہ

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک
دعاؤں میں انبیاء و صلحاء و اولیاء و شہداء
و صدیقین کا توسل جائز ہے۔ ان کی حیات
میں یا بعد وفات، باہیں طور کہ کیسے یا اللہ میں
برسیلہ ملاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی
قبولیت اور حاجت براری چاہتا ہوں اسی
جیسے اور کلمات کیسے چاہتا ہوں اس کی تصریح
فرمائی ہے ہمارے شیخ مولانا شاہ محمد اسحاق
دہلوی ثم المکی نے، پھر مولانا رشید احمد کنگواھی
نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کو بیان فرمایا ہے
جو چھپا ہوا آج کل لوگوں کے اکتھوں میں بڑھ
سے، اور یہ مسئلہ اس کی پہل بلکہ کے
صفحہ ۹۳ پر مذکور ہے۔ جس کا ہی چاہے
دیکھ لے۔

السؤال الخامس

پانچواں سوال

ما قولکم فی حیوة النبی علیہ الصلوٰۃ
کیا فرماتے ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام فی قبرہ الشریف حل ذلک امر
مخصوص بہ ام مثل سائر المومنین
رحمۃ اللہ علیہم حیوۃ برزخیہ -
کی قبر میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات
آپ کے حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرح ہفت
حیات ہے۔

الجواب

جواب

عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة
صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ الشریف
وحیوۃ صلی اللہ علیہ وسلم دنیویۃ
من غیر تکلیف وہی مخصوصۃ بہ
صلی اللہ علیہ وسلم وجميع الانبياء
صلوات اللہ علیہم والشهداء لابررہ
کہا می حاصلۃ لسائر المومنین بل
لجميع الناس کما نص علیہا العلامة
السیوطی فی رسالۃ انباء الافکیاء
بحیوۃ الانبیاء حیث قال قال الشیخ
تقی الدین السبکی حیوۃ الانبیاء و
الشهداء فی القبر کحیوۃہم فی الدنیا
ویشہد لہ صلوة موسی علیہ السلام
فی قبرہ فان الصلوة تستدعی جسدًا
حیا الی آخر ما قال فثبت بهذا ان
حیوۃ دنیویۃ برزخیۃ لکونہا فی عالم
ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے
تذکرہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک
میں زندہ نہیں اور آپ کی حیات دنیا کی ہی ہے
بلا تکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے
آں حضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء
کے ساتھ برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام
مسلمانوں پر سب آدمیوں کو چنانچہ علامہ سیوطی
نے اپنے رسالہ انباء الافکیاء بحیوۃ الانبیاء
میں تصریح لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ
علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا ہے کہ انبیاء
و شہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا
میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں
ناز پڑنا اس کی دلیل ہے کہ وہ ناز زندہ
جسم کو چاہتی ہے۔ الم پس اس سے ثابت
ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات فیروی
ہے اور اس سے کہ برزخی بھی ہے کہ عالم

البرزخ والشیخنا شمس الاسلام و
 الدین محمد قاسم العلوم علی
 المستفیدین قدس اللہ سرہ العزیز
 فی هذه المبحث رسالة مستقلة
 دقيقة المأخذ بدیعة المسلك لم
 یر مثلها قد طبعت وشرعت فی الناس
 واسمها آب حیات ای ماء الحیوة
 برزخ میں حاصل ہے اور ہائے شیخ سرانا
 محمد قاسم صاحب مدرس سرکار اس بحث میں
 ایک مستقل رسالہ بھی ہے نہایت دقیق اور
 از کھے طرز کا بے مثل جو طبع ہو کر لوگوں میں
 شائع ہو چکا ہے۔ اس کا نام آب حیات
 ہے۔

السؤال السادس چھٹا سوال

هل للداعي في المسجد النبوي ان
 يجعل وجهه الى القبر المنيق يستل
 من المولى الجليل متوسلا بنجيب
 الفخيم النبيل .
 کیا جائز ہے مسجد نبوی میں دُعا کرنے والے کو
 یہ ضرورت کہ قبر شریف کی طرف منہ کر کے
 کھڑا ہو اور حضرت کا واسطہ دے کہ حق تعالیٰ
 سے دُعا مانگے۔

الجواب جواب

اختلف الفقهاء في ذلك كما ذكره
 الملا علي القاري وحسب الله تعالى
 في المسلك والمنقسط فقال ثم
 اعلم انه ذكر بعض مشائخنا كابن
 الليث ومن تبعه كالكرماني والسروجي
 اس میں فقہاء کا اختلاف ہے جیسا کہ ملا
 علی قاریؒ نے مسک منقسط میں ذکر کیا ہے
 فرماتے ہیں معلوم کرو کہ ہمارے بعض مشائخ
 ابن الیث اور ان کے پیرو کرمانی و سروجی
 وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ زیارت کفنہ والے

انہ یقین الزائر مستقبل القبلة کفا
رواہ الحسن عن ابی حنیفہ رضی
اللہ عنہما ثم نقل عن ابن الہمام
بان ما نقل عن ابی اللیث مردود
بما روی ابو حنیفہ عن ابن عمر
رضی اللہ عنہ انہ قال من السنة
ان تاتی قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فتستقبل القبر بوجهک ثم
تقول "السلام علیک ایہا النبی و
رحمۃ اللہ وبرکاتہ" ثم ایدہ بروایۃ
اخری اخرجہا مجد الدین المنذری
عن ابن المبارک قال سمعت اباحنیفہ
یقول قدم ابوا یوب السخنیانی وانا
بالمدينة فقلت لا نظرون ما یصنع
فجعل ظہرہ مایل القبلة ووجہہ
مایل وجہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم وبکی غیر متبک فقام
مقام فقیہ ثم قال العلامة الفاری
بعد نقلہ وفيہ تنبیہ علی ان هذا
مومختار الا امام بعد ما کان متروکاً
فی مقام السرام ثم اجمع بین الروایتین

کر تہ کی طرف منہ کو کے کھڑا ہوتا چاہیے جیسا
کہ امام حسن نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے
روایت کی ہے اس کے بعد ابن ہمام سے
نقل کیا ہے کہ ابو الیث کی روایت ناقابل
ہے اس لیے کہ امام ابو حنیفہ نے حضرت
ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ
سنت یہ ہے کہ جب تم قبر شریف پر حاضر
ہو تو قبر مطہ کی طرف منہ کر کے اس طرح کہو
آپ پر سلام نازل ہوئے نبی امد اللہ تعالیٰ کی
رحمت و برکات نازل ہوں پھر اس کی تائید میں
دوسری روایت لائے ہیں جس کو مجد الدین المنذری نے
ابن المبارک سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں میں
نے امام ابو حنیفہ کو اس طرح فرماتے سنا کہ جب
ابو الیوب سخنیانی مدینہ منورہ میں آئے تو میں نے
میں نے کہا میں منورہ دیکھو نگاہ کیا کرتے ہیں
سرا انھوں نے تہ کی طرف پیش قدمی کی اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی طرف اپنا منہ
کیا اور بلا تضرع و تسبیح تو بڑے فقیہ کی طرح قیام
کیا پھر اس کو نقل کر کے علامہ فاری فرماتے
ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حدیث امام حسن
کی پسند کردہ ہے ان پہلے ان کو ترک تھا پھر علامہ

ممکن الخ کلام الشریف فظهر بهذا
 انه يجوز كلا الامرین لكن المختار
 ان يستقبل وقت الزيارة مابلی وجه
 الشریف صلی اللہ علیہ وسلم وهو المختار
 به عندنا وعليه علمنا وعلی مشائخنا و
 حکماءنا الحکم فی الدعاء کما روی عن
 مالک رحمہ اللہ تعالیٰ لما سألہ بعض الخلفاء
 وقد صرح به مولانا الکنکوی فی رسالہ
 زبدة المناسک واما مسئلة التوسل
 فقد مرّت فی منبرنا من قبل
 نے یہ بھی کہا کہ دونوں روایتوں میں تطبیق ممکن
 ہے الخ۔ غرض اس سے ظاہر ہو گیا کہ ماہرین
 ضرورت میں گمراہی میں ہی ہے کہ زیارت کے
 وقت چہرہ مبارک کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونا
 چاہیے اور یہی ہمارے نزدیک مستبرج ہے اور
 اسی پر ہمارا اور ہمارے مشائخ کا عمل ہے اور
 یہی حکم دعا مانگنے کا ہے جیسا کہ امام مالک سے
 مروی ہے جیسا کہ کسی غلیظ نے ان سے مسئلہ
 دریافت کیا تھا اور اس کی تصریح مولانا کنکوی اپنے
 رسالہ زبدۃ المناسک میں کر چکے ہیں اور قول کا
 مسئلہ ابھی صفحہ ۱۰۹ ع ۴۳ میں گزر چکا ہے۔

ساتواں سوال

السؤال السابع

ما قولکم فی تکثیر الصلوة علی النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم وقراءة دلائل
 الخیرات والاوراد
 کیا فرماتے ہر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 پر کثرت درود بھیجنے اور دلائل الخیرات اور دیگر
 اوراد کے پڑھنے کی اہمیت۔

جواب

الجواب

يستحب عندنا تكثير الصلوة علی النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم وهو من ارجی
 ہمارے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر
 درود شریف کی کثرت مستحب اور نہایت محبوب

الطاعات واحب المشعوذات سواد كان
بقراءة الدلائل والادراء الصلونية
المولفة في ذلك او غيرها ولكن الا
فضل عندنا ما صح بلفظه صلى الله عليه
وسلم ولو صلى بغير ما ورد عنه صلى الله
عليه وسلم لم يخل عن الفضل ويحقق
بشارة من صلى على صلوة صلى الله
عليه عشرا وكان شيخنا العلامة الكنگوی
بقراء الدلائل وكذلك المشايخ الاخر
من ساداتنا وقد كتب في ارشاداته
مولانا و مرشدنا قطب العالم حضرة
الحاج امداد الله قدس الله سره العزيز
وامر اصحابه بان يخرجه وكانوا يرون
الدلائل رواية وكان يجيز اصحابه
بالدلائل مولانا الكنگوی رحمة الله
عليه.

اجہ ژا ب طاعت ہے خواہ دلائل الخیرات پڑھ
کر یا درود شریف کے دیگر رسائل مولف کی
قوت سے ہر ایک افضل ہمارے نزدیک
وہ درود ہے جس کے لفظ بھی حضرت سے
منقول ہیں گو غیر منقول کا پڑھنا بھی فضیلت ہے
خالی نہیں اور اس بشارت کا مستحق ہر ہی عباد
کے جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا حتیٰ تعالیٰ
اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجے گا۔ خود ہمارے
شیخ حضرت مولانا کنگوی قدس سرہ اور دیگر
مشایخ دلائل الخیرات پڑھا کرتے تھے۔

اور مولانا حضرت حاجی امداد اللہ شاہ
مہاجر کی قدس سرہ نے اپنے ارشادات میں
تقریر فرما کر مریدین کو امر بھی کیا ہے کہ دلائل
کا درود بھی پڑھیں اور ہمارے مشایخ ہمیشہ
دلائل کو روایت کرتے رہے اور مولانا کنگوی بھی
اپنے مریدین کو اجازت دیتے رہے۔

السؤال الثامن والتاسع العاشر آٹھواں نواں اور سواں سوال

هل يصح لرجل ان يقلد احد امن الامة
الاربعة في جميع الاصول والافروع ام
تمام اصول وفروع میں چاروں اماموں میں سے
کسی ایک امام کا متقلد بنانا درست ہے نہیں؟

لا وعلی تقدیر الصحة هل هو مستحب اور اگر درست ہے تو مستحب ہے، یا
ام واجب ومن قتلہ من الاثمۃ واجب، اور تم کس امام کے مقلد ہو۔
فروعاً و اصولاً

الجواب

جواب

لا بد للرجل فی هذا الزمان ان یقلد
احدا من الائمۃ الاربعۃ رضی اللہ
تعالی عنہم بل یجب فانا جرینا کثیرا
ان مال ترک تقلید الائمۃ و اتباع
رای فضہ و ہونہا السقوط فی حفرة
الاحکام والذندقة اعاذنا اللہ منها و
لاجل ذلک نحن یومئذنا مقلدون
فی الاصول والفروع لایام المسلمین
ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ امانا
اللہ علیہ وحشرنا فی زمونہ ولسنا غنا
فی ذلک تصانیف عدیۃ شاعت
واستہیت فی الاذان .

اس زمانہ میں نہایت ضروری ہے کہ
چاروں اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید کی
جاوے بلکہ واجب ہے کیونکہ ہم نے تجربہ کیا
ہے کہ ائمہ کی تقلید چھوڑنے اور اپنے نفس ہوا
کے اتباع کرنے کا انجام الخاد و زندقہ کے گڑھے
میں جا کر ماسے۔ اللہ نپاہ میں رکھے اور ابی ہج
ہم اور ہائے شاخ نام اصول و سنہ میں
امام المسلمین ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مقلد ہیں۔
خدا کرے اسی پر جاری حوت ہو، اور اسی
زمرہ میں ہمارا حشر ہو، اور اس بحث میں بہار
شاخ کی بہترین تصانیف و نیا میں شہرہ
شاخ ہو چکی ہیں۔

گیارہواں سوال

السوال الحادی عشر

دعہل حکم و عندکم الاشیئالی باشتغال
کیا صوفیہ کے اشغال میں مشغول اور ان سے

الصوفية وبيعهم وهل تقولون بصفة
وصول الفيوض الباطنية عن صدور
الأكابر وقبورهم وهل يستفيد اهل
السلوك من روحانية المشايخ الاجل ام لا

بیت بناتھائے نزدیک جاتر اور اکابر کے
سینہ اور قبر کے باطنی فیضان پہنچنے کے
تم قائل ہو یا نہیں اور مشائخ کی روحانیت سے
اہل سلوک کو نفع پہنچتا ہے یا نہیں۔

الجواب

جواب

يستحب عندنا اذا فرغ الانسان من
تصحيح العقائد وتحصيل المسائل الضرورية
من الشرائع ان يبيع شيخا راسخا القدم
في الشريعة زاهدا في الدنيا رافعا في الآخرة
قد قطع عتبات النفس وتمرد في
المنجيات وتبتل عن المهلكات كالإمام
مكمل ويضع يده في يده ويحبس
نظرة في نظره ويستغل باشتغال
الصوفية من الذكر والفكر والفناء الكل
فيه ويكتسب النسبة التي هي الثقة
العلوية والغنيمة الكبرى وهي المعبر
عنها بالإنسان الشرع بالاحسان والأمين
لم يتيسر له ذلك ولم يقدر له ما كنا
فيكفيه الا نسلك بسلكهم الاضيق
في حزمهم فقد قال رسول الله صلى

ہمارے نزدیک سب سے کہ انسان جب عقاید
کی کہستی اور شریع کے مسائل ضروریہ کی تحصیل
سے فارغ ہو جائے تو ایسے شیخ سے بیعت ہو
جو شریعت میں راسخ القدم ہو، دنیا سے بے رغبت
ہو، آخرت کا طالب ہو، نفس کی گناہوں سے بے خبر
چکا ہو، جو کہ ہر نجات دہندہ اعمال کا اور علم کا
ہر تباہ کن افعال سے خود بھی کمال پروردگار
کو بھی کمال بنا سکتا ہو ایسے مرشد کے ہاتھ میں ہاتھ
دے کر اپنی نظر اس کی نظروں مقصور رکھے اور صرفیہ
کے اشتغال یعنی ذکر و فکر اور اس میں فنا نام کے
ساتھ مشغول ہو اور اس نسبت کا اکتساب جو نعمت
عظیما اور غنیمت کبریٰ ہے جس کو شرع میں احسان
کے ساتھ قیصر کیا گیا ہے اور جس کو نیست میریز
ہو اور میان تکمیل سے جس کے اس کرکردار کے سلسلہ
میں شامل ہو جائی کافی ہے کہ کہ رسول اللہ صلی

اَللّٰهُ عَلِيْهِ سَلَامُ الْمَرْمَعُ مِنْ اَحِبِّ
 اَوْثَقِكَ قَوْمٍ لَا يَشْقِيْ جَلِيْهِمْ مُّجِدًا
 اَللّٰهُ تَعَالٰى وَحَسَنَ اِنْعَامِهِ غُوْنُ مُشَاخَنًا
 قَدْ دَخَلُوْا فِيْ مَبْعَثِهِمْ رَاسْتَقْلُوْا بِاشْخَامِ
 وَقَصِدِ وَاللّٰهُ اَدُوْا وَالتَّقِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ
 عَلٰى ذٰلِكَ وَاَمَّا اِلِسْتِفَادَةُ مِنْ رَغِيْبَةِ
 الْمَشَاخِ الْاَجَلَةِ وَوَصُوْلُ الْقِيُوْضِ
 الْبَاطِنِيَةِ مِنْ صَدُوْرِهِمْ اَوْ قَبُوْرِهِمْ
 فَيَصِيْحُ عَلٰى الطَّرِيْقَةِ الْمَعْرُوْفَةِ فِيْ اَهْلِهَا
 وَخَوَامِهَا لَا يَبْأَهُوْ شَاخِ فِي الْعَوَامِ
 اَللّٰهُ عَلِيْهِ سَلَامُ الْمَرْمَعُ مِنْ اَحِبِّ
 اَوْثَقِكَ قَوْمٍ لَا يَشْقِيْ جَلِيْهِمْ مُّجِدًا
 اَللّٰهُ تَعَالٰى وَحَسَنَ اِنْعَامِهِ غُوْنُ مُشَاخَنًا
 قَدْ دَخَلُوْا فِيْ مَبْعَثِهِمْ رَاسْتَقْلُوْا بِاشْخَامِ
 وَقَصِدِ وَاللّٰهُ اَدُوْا وَالتَّقِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ
 عَلٰى ذٰلِكَ وَاَمَّا اِلِسْتِفَادَةُ مِنْ رَغِيْبَةِ
 الْمَشَاخِ الْاَجَلَةِ وَوَصُوْلُ الْقِيُوْضِ
 الْبَاطِنِيَةِ مِنْ صَدُوْرِهِمْ اَوْ قَبُوْرِهِمْ
 فَيَصِيْحُ عَلٰى الطَّرِيْقَةِ الْمَعْرُوْفَةِ فِيْ اَهْلِهَا
 وَخَوَامِهَا لَا يَبْأَهُوْ شَاخِ فِي الْعَوَامِ
 اس کے اہل اور خواص کو معلوم ہے اس طرز سے
 جو علوم میں رہنا ہے۔

السؤال الثاني عشر بارہواں سوال

قَدْ كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْقَوَّابِ
 النُّجْدِيُّ يَسْتَحِلُّ دِمَاءَ الْمُسْلِمِينَ
 وَأَمْوَالَهُمْ وَأَعْرَاضَهُمْ وَكَانَ يَنْسِبُ
 النَّاسَ كُلَّهُمْ إِلَى الشَّرْكِ وَدَيْبِ
 السَّلَفِ فَكَيْفَ تَرَوْنَ ذَلِكَ وَهَلْ
 تَجُوزُونَ تَكْفِيرَ السَّلَفِ وَالْمُسْلِمِينَ
 وَأَهْلَ الْقَبْلَةِ أَمْ كَيْفَ مَشْرُجُكُمْ ؟
 مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْقَوَّابِ نَجْدِيُّ حَلَالٍ بَحْتًا مَعْلُومًا
 كَيْفَ خُلِقَ أَوْ رَانَ كَيْفَ دِمَاءُ وَآبَرُوكَ أَوْ قَامَ
 لَرُكْنٍ كَوْفَرٍ كَرَّمَ تَحَا شَرِكُ كَيْ جَانِبٍ أَوْ
 سَلَفِ كَيْ شَانٍ مِيْنِ كَسَاخِي كَرَّمَ تَحَا اس كَيْ
 بَارِي مِيْنِ تَحَارِي كِيَا رَسَلْتِي هُوَ أَوْ كِيَا سَلَفِ
 أَوْ اِبْرَاقِي قَبْلِكِي كَيْفَ كَرَّمَ جَانِبُ كَيْفَ هُوَ كِيَا
 مَشْرُبُ هُوَ ؟

الجواب جواب

الحکم عندنا فیہم ما قال صاحب
الدراہم مختار وخارج ہم قوم
لہم منقہ خرجوا علیہ بتاویل یون
انہ علی باطل کفر او معصیۃ توجب
قتالہ بتاویلہم یتعلون دماءنا
اموالنا ویسبون فائنا الی ان قال
وحکمہم حکم البغاة ثم قال وانا
لم نکفرہم لکونہ عن تاویل ولن کلن
باطلا۔ وقال الشامی فی حاشیئہ کما
وقع فی زماننا فی اتباع عبد الوہاب
الذین خرجوا من نجد وتظلموا علی
الحرمین وکانوا ینقلون مذهب
الحنابلۃ لکنہم اعتقدوا انہم
المسلمون وان من خلف اعظام
مشرکون واستباحوا بذلک قتل باطل
السنة وقتل علماءہم حتی کسر اللہ
شوکم ثم اقول لیس ہر ولا احد
من اتباعہ وشیعہ من مشائخنا فی
سلطۃ من سلاسل العلم من الفقہ

ہمارے نزدیک ان کا حکم وہی ہے جو صاحب
درمختار نے فرمایا ہے اور خارج ایک جماعت
ہے شرکت الی جنہوں نے امام پر بڑھائی کی تھی
تاویل سے کہ امام کو باطل یعنی کفر یا ایسی معصیت
کا مرتکب سمجھتے تھے جو قتال کو واجب کرتی ہے
اس تاویل سے یہ لوگ ہماری جان و مال کو مٹال
سمجھتے اور ہماری عورتوں کو قید بناتے ہیں آگے
فرماتے ہیں ان کا حکم باغیوں کا ہے اور پھر یہ
بھی فرمایا کہ ہم ان کی تکفیر صرف اس لیے نہیں
کرتے کہ یہ باطل تاویل سے ہے اگرچہ باطل ہی ہی
اور علامہ شامی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا ہے
تجسسا کہ ہمارے زمانے میں عبد الوہاب کے پیرو
سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر غلب
ہوئے اپنے کو حنبلی مذہب بتاتے تھے مگر ان کا
عتیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے
عتیدہ کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور اسی بنا پر
انہوں نے اہل سنت اور علامہ اہل سنت کا قتل مسلح
سمجھ رکھا تھا یہاں تک کہ ائمہ قتالی نے ان کی تکفیر
تذریعہ اس کے بعد میں کتابوں کے عبد الوہاب

والحدیث والتفسیر والتصوف واما
استحلال دماء السلمین و اموالهم و
اعراضهم فاما ان یکون بغیر حق او
حق فان کان بغیر حق فاما ان یکون
من غیر تاویل فکفر و خروج عن
الاسلام و ان کان بتاویل لایسوع
فی الشریع ففسق و اما ان کان بحق
فجائز بل واجب و اما تکبیر السلف
من المسلمین فحاشا ان نکفرا حقا
منهم بل هو عندنا رفض و ابتداء
فی الدین و تکبیر اهل القبلة من
المبتدعین فلا نکفرهم مالم ینکروا
حکما ضروریا من ضروریات الدین
فاذا ثبت انکار امر ضروری من الدین
نکفرهم و نحاط فیہ و هذا دأبنا و
دأب مشائخنا رحمهم اللہ تعالیٰ

اس کا نام ہے کوئی شخص بھی ہمارے کسی مسئلہ شائع
میں نہیں۔ تفسیر و فقہ و حدیث کے علمی مسئلہ
میں نہ تصوف میں۔ اب رہا مسلمانوں کی جان
مال و امرو کا احوال کہتا۔ سر یا ناحق ہو گیا یا حق۔
پھر اگر ناحق ہے تو با تاویل ہو گا جو کہ اراد
خارج از اسلام ہوتا ہے۔ اور اگر ایسی تاویل
سے ہے جو شرعاً جائز نہیں تو فسق ہے، اور
اگر حق ہو تو جائز بلکہ واجب ہے۔ باقی رہا
سلف اہل اسلام کو کافر کہنا سوما شاہ اسم ان
میں سے کسی کو کافر کہنے یا سمجھتے ہوں بلکہ یہ
فضل ہمارے نزدیک رفض اور دین میں تخریب
ہے۔ ہم تو ان بھٹیوں کو بھی جوابی قبلہ میں چپ
نمک دین کے کسی ضروری حکم کا انکار نہ کریں
کافر نہیں کہتے۔ ان میں وقت دین کے کسی
ضروری امر کا انکار ثابت ہو جائے تو کافر کہیں گے
اور احتیاد کریں گے یہی طریقہ ہمارا اور ہمارے
مؤد شاخ رحمہم اللہ کا ہے۔

السؤال الثالث عشر الرابع عشر تیرھواں اور چوہواں سوال

ما قولکم فی امثال قوله تعالى الرحمن کہا کہنے: برحق تعالیٰ کے اس قسم کے قول میں کہ

علی العرش استوی هل تجوزون
اثبات جهة ومكان للباری تعالیٰ
ام کیف دایکم فیہ ؟
رہن عرش پرستوی ہوا کیا بائز تجتہ ہو باری
تعالیٰ کے لیے جنت و مکان کا ثابت کرنا کیا
رہنے ہے ؟

الجواب

قولنا فی امثال تلك الايات انا نؤمن
بها ولا يقال كيف ونؤمن بالله سبحانه
وتعالى متعال ومنزه عن صفات
المخلوقين وعن سمات النقص و
الحدوث كما هو رأي قدمائنا. واما
ما قال المتأخرون من ائمتنا في تلك
الايات يا ولولها بتاويلات صحيحة
سائغة في اللغة والشرع بأنه يمكن ان
يكون المراد من الاستواء الاستيلاء
ومن اليد القدرة الى غير ذلك تقريباً
الى افهام القاصرين فحق ايضا عندنا
واما الجهة والمكان فلا يجوز اثباتهما
له تعالى ونقول انه تعالى منزّه ومتعال
عنهما وعن جميع سمات الحدوث.
اس قسم کی آیات میں ہمارا مذہب یہ ہے
کہ ان پر ایمان لاتے ہیں اور کیفیت کے بحث
نہیں کرتے، یقیناً جانتے ہیں کہ اللہ سبحانہ و
تعالیٰ مخلوق کے اوصاف سے منزہ اور نقص
حدوث کی علامات سے برتر ہے جیسا کہ ہم پہلے
مقدمین کے لئے ہے اور ہمارے متاخرین
الامم نے ان آیات میں جمیع اور لغت و
شرع کے اعتبار سے جائز تاویلیں فرمائی ہیں
تاکہ کم فہم سمجھ لیں مثلاً یہ کہ ممکن ہے استواء سے
مراد غلبہ ہوا اور ہاتھ سے مراد قدرت، تو یہ بھی
ہمارے نزدیک حق ہے البتہ جنت و مکان کا
اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرنا ہم بائز نہیں سمجھتے
اور یوں کہتے ہیں کہ وہ جنت و مکانیت اور
جملہ علامات حدوث سے منزہ و تعالیٰ ہے۔

السؤال الخامس عشر پندرھواں سوال

هل ترون احدا افضل من النبي
صلی اللہ علیہ وسلم من الکائنات؟
کیا تمہاری رائے یہ ہے کہ مخلوق میں سے
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی
کوئی افضل ہے؟

الجواب جواب

اعتقادنا واعتقاد مشائخنا ان
سيدنا ومولانا حبيبنا وشفيعنا
محمد ارسول الله صلى الله عليه
وسلم افضل الخلائق كافة وخيرهم
عند الله تعالى لا يساويه احد بل
لا يدانيه صلى الله عليه وسلم في القرب
من الله تعالى والمنزلة الرفيعة عنده
وهو سيد الانبياء والمرسلين خاتم
الاصفياء والنبيين كما ثبت بالنصوص
وهو الذي نعتقد وندين الله تعالى
به وقد صرح به مشائخنا في غير ما
تصنيف.

ہمارا اور ہمارے مشائخ کا عقیدہ یہ ہے کہ کریمنا
و مولانا و حبیبنا و شفیعنا محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم تمام مخلوق سے افضل اور اللہ تعالیٰ
کے نزدیک سب سے بہترین ہیں۔ اللہ تعالیٰ
سے قرب و نزائست میں کوئی شخص آپ کے
برابر نہ کیا، قریب بھی نہیں ہو سکتا۔ آپ سزاوار
ہیں محمد نہ بسیار اور رسل کئے اور خاتم ہیں
سائے برگزیدہ گروہ کے جیسا کہ انصوص سے
ثابت ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے اور یہی
دین و ایمان۔ اسی کی تصریح ہمارے مشائخ
بہترین تصانیف میں کر چکے ہیں۔

السؤال السادس عشر سولھواں سوال

اجتوزون وجود نبی بعد النبی
 علیہ الصلوٰۃ والسلام وهو خاتم
 النبیین وقد تواتر معنی قوله علیہ
 السلام لا نبی بعدی وامثالہ و
 علیہ انعقد الایجماع وکیف
 رایکم فیمن جوز وقوع ذلک مع
 وجود هذه النصوص وهل
 قال احد منکم او من اکابرکم
 ذلک۔

کیا کسی نبی کا وجود جائز سمجھتے جو نبی اکرم علیہ
 الصلوٰۃ والسلام کے بعد آئے گا آپ خاتم النبیین
 ہیں اور مثلاً درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے آپ
 کا یہ ارشاد کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور اس
 پر اجماع است متفق ہر چاہے اور جو شخص
 باوجود ان نصوص کے کسی نبی کا وقوع جائز سمجھے
 اس کے متفق تمہاری رائے کیا ہے اور کیا تم
 میں سے یا تمہارے اکابر میں سے کسی نے
 ایسا کہا ہے۔

الجواب جواب

اعتقادنا واعتقاد مشائخنا ان
 سیدنا ومولانا وحیدنا وشفیعنا
 محمد ارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 خاتم النبیین لا نبی بعدہ کما قال
 اللہ تبارک وتعالیٰ فی کتابہ ولكن
 رسول اللہ وخاتم النبیین وثبت
 بأحادیث کثیرۃ متواترۃ المعنی و
 بالجماع الرامۃ وحاشا ان یقول احد

ہمارا اور ہمارے مشائخ کا عقیدہ یہ ہے کہ
 ہمارے سردار و آقا اور پیارے شیخ محمد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد
 کوئی نبی نہیں ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی
 کتاب میں فرمایا ہے۔ لیکن محمد اللہ کے
 رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ اور یہی ثابت ہے
 بکثرت حدیثوں سے جو متواتر تواتر کثرت معنی
 ہمیں اور نیز اجماع امت سے سوا شاکر

من خلائك ذلك فانه من انكر ذلك
فهو عنده كافرا فانه منكر للنص
القطعي العبري نعم شيخنا ومولانا
الاذكياء المصدقين المولوي محمد قاسم
النانوتوي رحمه الله تعالى اتى بدقة
نظرة تدقيقا بدعا اكمل خاتميته
على وجه الكمال واتمها على وجه
التمام فانه رحمه الله تعالى قال في
رسالته المعاة بتحذير الناس ما
حاصله ان الخاتمية جنس تحت
نوعان احدهما خاتمية زمانية
وهو ان يكون زمان نبوته صلى الله
عليه وسلم متاخرا من زمان نبوة
جميع الانبياء ويكون خاتما لنبوتهم
بالزمان والثاني خاتمية ذاتية و
هي ان يكون نفس نبوته صلى الله
عليه وسلم ختمت بها وانتهت اليها
نبوة جميع الانبياء وكما انه صلى الله
عليه وسلم خاتم النبيين بالزمان كذلك
هو صلعم خاتم النبيين بالذات فان كل ما
بالعرض يختم على بالذات وينتهي اليه و
لا استعداد له ولما كان نبوته

ہم میں سے کوئی اس کے خلاف کے کیر کر جو
اس کا منکر ہے وہ ہمارے نزدیک کافر ہے
اس لیے کہ منکر جنس مستحق لاجلہ ہے
شیخ مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی
رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وقت نظر سے عجیب
دقیق مضمون بیان فرمایا آپ کی خاتمیت کو
کامل و تمام ظاہر فرمایا ہے جو کچھ مولانا نے اپنے
رسالہ تحذیر الناس میں بیان فرمایا ہے اس
کا حاصل یہ ہے کہ خاتمیت ایک جنس ہے جس
کے تحت میں دو فرع داخل ہیں ایک غلیت
باعتبار زمانہ وہ یہ کہ آپ کی نبوت کا زمانہ تمام
انبیاء کی نبوت کے زمانہ سے متاخر ہے اور
آپ کی خاتمیت زمانہ کے سبب کی نبوت کے
خاتم ہیں، اور دوسری فرع خاتمیت باعتبار
ذات، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ہی کی
نبوت ہے جس پر تمام انبیاء کی نبوت ختم و
فتم ہوئی اور جیسا کہ آپ خاتم النبیین ہیں
باعتبار زمانہ اسی طرح آپ خاتم النبیین ہیں
بالذات کیونکہ ہر وہ شے جو بالعرض ہو ختم ہوتی
ہے اس پر جو بالذات ہو اس سے آگے
سلسلہ نہیں چلتا اور جبکہ آپ کی نبوت بالذات

صلی اللہ علیہ وسلم بالغات ونبوة
 سائر الانبیاء بالعرض لان نبوتہم
 علیہم السلام بواسطة نبوتہ صلی اللہ
 علیہ وسلم وهو الفرد الاکمل الاثر
 الوجل قطب دائرة النبوة والرسالة
 واسطة عقدها فهو خاتم النبیین
 فانما وزمانا وليس خاتمية صلی اللہ
 علیہ وسلم منحصر في الخاتمية
 الزمانية فانه ليس كبقية فضل
 ولا زيادة رفعة ان يكون زمانه
 صلی اللہ علیہ وسلم متاخرا من زمان
 الانبیاء قبله بل السيادة الكاملة و
 الرفعة البالغة والمجد الباهر و
 الفخر الزاهر تبلغ غایتها اذا كان
 خاتمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم فانما و
 زمانا واما اذا اقتصر على الخاتمية
 الزمانية فلا تبلغ سیادته ورفعة صلی
 اللہ علیہ وسلم کمالها ولا یحصل له
 الفضل بکلیتہ وجامعیتہ وهذا
 تدقیق منه رحمہ اللہ تعالیٰ ظہر له
 في مکاشفات في اعظام شأنہ و

ہے اور تمام انبیاء عظیم السلام کی نبوت بالعرض
 اس لیے کہ سائے انبیاء کی نبوت آپ کی نبوت
 کے واسطے سے ہے اور آپ ہی فرد اکمل الیگانہ
 اور دائرہ رسالت و نبوت کے مرکز اور عقدہ
 نبوت کے واسطے ہیں پس آپ خاتم النبیین
 ہوئے فانما بھی اور زمانہ بھی اور آپ کی خاتمت
 صرف زمانہ کے اعتبار سے نہیں ہے اس لیے
 کہ یہ کوئی بڑی فضیلت نہیں کہ آپ کا زمانہ انبیاء
 سابقین کے زمانہ سے پیچھے ہے بلکہ کمال
 سرداری اور غایت رفعت اور امتداد درجہ
 کاشف اسی وقت ثابت ہو گا جبکہ آپ کی
 خاتمت ذات اور زمانہ دونوں اعتبار سے
 ہو ورنہ محض زمانہ کے اعتبار سے خاتم الانبیاء
 ہونے سے آپ کی سیادت و رفعت نہ مرتبہ
 کمال کو پہنچے گی اور نہ آپ کو جامعیت فضل
 کی کاشف حاصل ہو گا اور یہ دقیق مضمون بتا
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت و
 رفعت شان و عظمت کے بیان میں مولانا
 کا مضاف ہے ہمارے خیال میں علمائے
 متقدمین اور اذکیاء متعبرین میں سے کسی کا
 ذہن اس میدان کے نواح تک بھی نہیں گھوم

اجلال برہانہ و تفضیلہ و تبجیلہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقہ المحققون
اس ہندوستان کے بدعتیوں کے نزدیک
کفر و ضلال بن گیا۔

من ساداتنا العلماء کاشیغ الاکبر
الفتی السبکی و قطب العالم الشیخ
عبد القدوس الکنکوسی رحمہم اللہ
تعالیٰ لم یجم حول سوا ذلک صاحتہ
فیہما نظن و نری ذہن کثیر من العلماء
المتقدمین و الودکیاء المتبحرین و
ہو عند المبتدعین من اهل الهند
کفر و ضلال و یوسوسون الی اتباعہم
و اولیائہم انہ انکار الخلیفۃ صلی اللہ
علیہ وسلم۔ فہیات و ہیات و
لعمریہ انہ لا فری الفری و اعظم زور
و بہتان بلا امتراء ما حملہم علی
ذلک الا الحقد و الشیطان و الحسد
و البغضاء لاهل اللہ تعالیٰ و خواص
عبادہ و کذلک جرت السنۃ الالہیۃ
فی انبیائہ و اولیائہ۔

یہ قدیمین اپنے جیلوں اور تاجین
کر یہ دوسرے دوستے ہیں کہ یہ تو جناب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے
کا انکار ہے۔ افسوس، صد افسوس! قسم
ہے اپنی زندگی کی کہ ایسا کتنا پرلے درجہ کا
افتراس ہے اور بڑا جھوٹ و بہتان ہے۔
جس کا باعث محض کینہ و عداوت و بعض
سے ہے۔ اہل اللہ اس کے خاص بندوں کے
ساتھ اور سنت اللہ اسی طرح جاری ہے
انبیاء اور اولیاء ہیں۔

السؤال السابع عشر سترہواں سوال

هل تقولون ان النبي صلى الله عليه
كيا تم اس کے قائل ہر کہ جناب رسول اللہ

وسلم لا یفضل علينا الا کفضل
الوخ الا کبر علی الخ الاصغر لا غیر
وہل کتب احد منکم هذا المضمون
فی کتاب۔

صلی اللہ علیہ وسلم کو بس ہم پر ایسی فضیلت
ہے جیسے بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر
ہوتی ہے اور کیا تم میں سے کسی نے کسی
کتاب میں یہ مضمون لکھا ہے۔

الجواب

لیس احد منا و از من اسلافنا
الکرام معتقدا بهذا البتة ولا ننظر
شخصا من ضعفاء الایمان ایضا
یقوہ بمثل هذه الخرافات ومن
یقل ان النبی علیہ السلام لیس له
فضل علينا الا کما یفضل الخ الا کبر
علی الاصغر فاعتقدا فی حقہ انه
خارج عن دائرة الایمان وقد
صرحت تصانیف جمیع الاکابر
من اسلافنا بجلال ذلک وقد بینوا
وصرحوا وحرروا وجروہ فضا ئله
واحسانا ناه علیہ السلام علینا مضر
الامة بوجوہ عديدة بحیث لا یمکن
اثبات مثل بعض تلك الوجوہ لشخص
من الخلاق فضلا عن جملة تها وان

ہم میں اور ہمارے بزرگوں میں سے کسی کا بھی
یہ عقیدہ نہیں ہے اور ہمارے خیال میں کوئی
ضعیف الایمان بھی ایسی خرافات زبان سے
نہیں نکال سکتا اور جو اس کا قائل ہو کر نبی کریم
علیہ السلام کو ہم پر بس اتنی ہی فضیلت ہے،
جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے
اُس کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ دائرۃ
ایمان سے خارج ہے اور ہمارے تمام گزشتہ
اکابر کی تصنیفات میں اس عقیدہ واپس کا
خلاف مصرح ہے اور وہ حضرات جناب
رسل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات
اور وجوہ فضائل تمام امت پر بتصریح اس
قدر بیان کر چکے اور کھچکے ہیں کہ سب سے
کیا ان میں سے کچھ بھی مخلوق میں سے کسی شخص
کے لیے ثابت نہیں ہو سکتے۔ اگر کوئی شخص

افتری احد، بمثل هذه الخرافات الواهیة علینا وعلی اسلافنا فلا اصل له ولا یذبحی ان یلتفت الیه اصلاً فان کونه علیہ السلام افضل البشر قاطبة و اشرف الخلق كافة و سیادته علیہ السلام علی المرسلین جیعا و امامته النبیین من الامور القطعیة التي لا یمکن لادنی مسلم ان یتروک فیہ اصلاً مع هذا ان نسب الینا احد من امثال هذه الخرافات فلیسین بحکم من تصانیفنا فتنظر علی کل منصف فہیم جہالة و سوء فہمہ مع الحادۃ و سوء تدینہ بجلولہ تعالی و قوتہ القویۃ .

ایسے وابیات خرافات کا ہم پر یا ہمارے بزرگوں پر بتانے باز دے رہے ہیں اصل ہے اور اس کی طرف توجہ بھی مناسب نہیں۔ اس لیے کہ حضرت کا افضل البشر امتیازی خلقات سے شرف اور جمیع پیغمبروں کا سوار اور سارے نبیوں کا امام ہونا ایسا قطعی امر ہے جس میں ادنی مسلمان بھی تردد نہیں کر سکتا اور باوجود اس کے بھی اگر کوئی شخص ایسی خرافات ہماری جانب منسوب کرے تو اسے ہماری تصنیفات میں مرقع و مل بٹا چاہیے تاکہ ہم ہر مسجد و منصف پر اس کی جہالت بظنی اور الحاد و بددینی ظاہر کریں۔

السؤال الثامن عشر انكار حواش سوال

هل يقولون ان علم النبي عليه السلام كرم السلام مقصور على الاحكام الشرعية فقط ام اعطى علوماً متعلقة بالذات والصفات والافعال الباري عز اسمه والاسرار الخفية والحكم الالهية

کیا تم اس کے قائل ہو کہ نبی علیہ السلام کرم الاحکام شرعیہ کا علم ہے یا آپ کو حق تعالیٰ شائد کی ذات و صفات و افعال اور مخفی اسرار و حکمتیں الہیہ وغیرہ کے اس قدر علم عطا ہوئے ہیں، جن کے پاس نہ مخلوق

غیر ذلک مما لم یصل الی سر لوقات علماہ
 احدا من الخلائق کائنات من کان۔

اجواب جواب

نقول باللسان ونعتقد بالکفان ان
 سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 اعلم الخلق قاطبة بالعلوم المتعلقة
 بالذات والصفات والتشریعات من
 الاحکام العملية والحکم النظرية و
 الحقائق الحققة والاسرار الخفية
 وغیرها من العلوم ما لم یصل الی
 سر لوقات ساحتہ احد من الخلائق
 لاملاک مقرب ولا نبی مرسل ولقد
 اعطی علم الاولین والآخرین وكان
 فضل اللہ علیہ عظیمًا ولكن لا یلزم
 من ذلك علم کل جزئ جزئ من الامور
 الحادثة فی کل ان من اوانه الزمان
 حتی یفرغ غیوبة بعضها عن مشاہدہ
 الشریفة ومعرفة المنیفة بأعلیہ
 علیہ السلام ووسعته فی العلوم وفضله
 فی المعارف علی كافة الانام وان اطلع
 ہم زبان سے قائل اور قلب سے مقتدا اس امر کے
 ہیں کہ تیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام
 مخلوقات سے زیادہ علوم عطا ہوئے ہیں جن کے
 ذات صفات اور تشریعات یعنی احکام علیہ
 حکم نظریہ اور حقیقت ہائے حقہ اور امر اور نہی
 وغیرہ سے متعلق ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی
 ان کے پاس تک نہیں پہنچ سکتا نہ مقرب نہ
 اور نہ نبی رسول اور بیشک آپ کو اولین و
 آخرین کا علم عطا ہوا آپ پر حق تعالیٰ کا افضل
 عظیم ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ
 کو زمانہ کی ہر آن میں ہر حادثہ واقع ہونے والے
 واقعات میں سے ہر جزئی کی اطلاع و حکم ہو کہ
 اگر کوئی واقعہ آپ کے مشاہدہ شریف سے غائب
 رہے تو آپ کے علم اور مدار میں ساری مخلوق
 سے افضل ہونے اور وسعت علمی میں نقص آجائے
 اگرچہ آپ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اس جزئی
 سے آگاہ ہو جیسا کہ سلیمان علیہ السلام پر وہ واقعہ

علیہا بعض من سواہ من الخلاق و
 العباد کالم یفر باعلیہ سلطان علیہ
 السلام غیوبہ ما اطلع علیہ اللہ صد
 عجائب الحوادث حیث یقول فی القرآن قال
 اِنِّیْ لَاحْطُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِہٖ وَجِئْتُکَ مِنْ
 سَبَآءٍ مِنْ بَآئِنٍ یَقِیْنِ
 مجبے بغیر رہا کہ جس سے مجھ کو آگاہی ہوئی اس
 سے شہین علیہ السلام کے علم ہونے میں نقص
 نہیں آیا چنانچہ مجھ کو کتنی ہے کہ میں نے اسی
 خبر پائی جس کی آپ کو اطلاع نہیں اور شہربا
 میں سے میں ایک ہی خبر لے کر آئی ہوں۔

السؤال التاسع عشر انیسواں سوال

اترون ان ابليس اللعين اعلم من
 سيدنا الكائنات عليه السلام واسم
 علمه مطلقا وهل كتبتم ذلك في تصنيف
 ماتكمون حل من اعتقد ذلك -
 کیا تمہاری رائے ہے کہ ملعون شیطان کا علم سید
 الکائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے زیادہ اور
 مطلقا وسیع تر ہے اور کیا یہ مضمون تم نے اپنی
 کسی تصنیف میں لکھا ہے اور جس کا یہ عقیدہ ہو،
 اس کا حکم کیا ہے؟

الجواب جواب

قد سبق منا تحرير هذه المسئلة ان
 النبي عليه السلام اعلم الخلق على
 الاطلاق بالعلوم والحكم والاحرار وغيرها
 من ملكوت الافاق ونديقن ان من قال
 ان ملائكة اعلم من النبي عليه السلام
 اس سند کو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام
 کا علم حکم و اسرار وغیرہ کے متعلق مطلقا تمامی
 مخلوقات سے زیادہ ہے اور ہمارے یقین ہے کہ
 جو شخص یہ کہے کہ کائنات شخص نبی کریم علیہ السلام
 اعلم ہے وہ کافر ہے اور ہمارے حضرات

فقد كفر وقد افق مشاغلنا بتكفير
 من قال ان ابليس العین اعلم من النبی
 علیہ السلام فلیک یسکن ان توجہ هذه
 المسئلة فی تالیف ما من کتبنا غیر انه
 غیوبه بعض الاحداث الجزئیه الخیر
 عن النبی علیہ السلام لعدم القاء الیه
 لا قویث فخصا ما فی اعلمیة علیہ السلام
 بعد اثبت انه اعلم الخلق بالعلوم
 الشریعة الاصله بمنصبه الاعلیٰ کما لا
 یورث الاطلاع علی اکثر ذلک الاحداث
 الخیر ولشدۃ التفات ابلیس الیها شرفا
 وکما الاعلمیة فیه فانه لیس علیہ امدار
 الفضل والکمال ومن ههنا لا یصح ان
 یقال ان ابلیس اعلم من سیدنا رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما لا یصح ان یقال
 لصی علم بعض الجزئیات انه اعلم من
 عالم متبحر محقق فی العلوم والفضول
 غابت عنه تلك الجزئیات ولقد تلونا
 علیک قصۃ الهدم مع سلیمان علی
 نبینا وعلیه السلام وقوله اِنِّیْ اَحَطُّ
 بِمَا لَمْ یُحِطْ به وداوین الحدیث و

اس شخص کے کافر ہونے کا نفی میں چکے ہیں
 جو یوں کہے کہ شیطان عری کاظمی علیہ السلام
 زیادہ سے چھ سو چار سو کسی تصنیف میں یہ لکھ
 کہاں پایا جاسکتا ہے۔ اس کسی جزئی حادثہ خیر
 کا حضرت کو اس لیے معلوم نہ ہوا کہ آپ اس
 کی جانب توجہ نہیں فرمائی آپ کے علم میں
 کسی قسم کا نقصان نہیں پیدا کر سکتا جبکہ ثابت ہو
 چکا کہ آپ اس شریعت علوم میں جو آپ کے منصب
 اعلیٰ کے مناسب ہیں ماری توفیق سے ہوتے
 ہوئے نہیں جیسا کہ شیطان کو بہت سے خیر و بد
 کی شدت انتہا کے سبب اللہ عزوجل نے
 اس سرزد میں کوئی شرافت اور کمال نہیں
 نہیں ہو سکتا کیونکہ اس شخص کو کمال کا دار نہیں ہے
 اس سے معلوم ہوا کہ یوں کہنا کہ شیطان کا علم سیدنا
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے
 ہرگز صحیح نہیں جیسا کہ کسی ایسے بچہ کہ جسے کوئی
 کی اطلاع ہو گئی ہے یوں کہنا صحیح نہیں کہ ظان
 بچہ کا علم اس سمجھ و محقق ماری سے زیادہ ہے جس
 کو بعد معلوم و فطن معلوم ہیں مگر یہ جزئی معلوم ہیں
 اور ہم بدکا سیدنا سلیمان علیہ السلام کے تقاض
 آئے والا قصہ بتا چکے ہیں اور یہ آیت پڑھ چکے ہیں

کرنے کے بعد اطلاع ہے جو آپ کو نہیں اور کہتے
 حدیث و تفسیر اس قسم کی مثالوں سے لبریز ہیں نیز
 حکماء کا اس پر اتفاق ہے کہ افلاطون دجالیوں
 وغیرہ کے پیغمبر نہیں ہیں کہ وہ ازل کی کیفیت
 حالات کا بہت زیادہ علم ہے۔ حالانکہ یہ بھی معلوم
 ہے کہ نجاست کے کپڑے نجاست کی حالتوں اور
 اور زری اور کفایتوں سے زیادہ واقف ہیں تو
 افلاطون دجالیوں کی ایسی ردی حالت سے ناواقف
 ہونا ان کے علم ہونے کو مضرب نہیں اور کئی عقل مند
 حکماء بھی یہ کہتے ہیں کہ یہاں کرکٹوں کا علم
 افلاطون سے زیادہ ہے حالانکہ ان کا نجاست کے
 احوال سے افلاطون کی نسبت زیادہ واقف ہونا
 یقینی امر ہے اور ہمارے ملک کے بعد میں سرور
 کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تمام شریعتیں اُن
 و اعلیٰ و افضل علوم بہت کرتے ہیں امیدیں کہتے ہیں
 کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فضل نہیں تو
 ضرور سب سے علم جزئی ہوں یا کلی آپ کو
 معلوم ہوں گے اور ہم نے بغیر کسی مستبر نفس کے
 محض اس فاسد قیاس کی بنا پر اس علم کلی و جزئی
 کے ثبوت کا انکار کیا۔ ذرا غور تو فرمائیے کہ ہر مسلمان
 کہ شیطان پر فضل و شرف حاصل ہے پس اس قیاس

دفاتر التفسیر مشحونہ بنظر ائمہ المکارم
 للشيعة بين الانام وقد اتفق الحكماء
 على ان افلاطون دجاليون وامثالها
 من اعلام الكهنة والادوية و
 احوالها مع علمهم ان ميدان النجاست
 اعرف باحوال النجاست وذوقها وكيفياتها
 فلم تضر عدم معرفة افلاطون دجاليون
 هذه الاحوال الردية في علميتها ولم
 يرض احد من العقلاء والحكماء بان يقول
 ان الديدان اعلم من افلاطون مع انها
 اوسع علما من افلاطون باحوال النجاست
 ومبتدعة ديارنا يشعرون للذات الشقية
 النبوية عليها الف الف تحية وسلام
 جميع علوم الاسافل والارذل والا فاضل
 الاكبر قالين انه عليه السلام لما كان
 افضل المخلوق كافة فلا بد ان يحتوي على
 علومهم جميعها كل جزئ جزئ وكل كل و
 انكوا اثبات هذا الامر بهذا القياس
 الفاسد بغیر نص من النصوص المعتد
 بها الا ترى ان كل مومن افضل واشرف
 من الجلیس فيلزم على هذا القياس ان يكون

کل شخص من احاد الائمة حاویا علی علم
 البیس ویزو علی ذلک ان یکون سلیمان
 علی نبینا وعلیه السلام عالما بآعلہ
 الہد بہد وان یکون افلاطون جالیتوں
 عارفین بمصیح معارف الدینان واللوازم
 بالظلمہ بآسرہا کا ہوا المشاہد و هذا
 خلاصۃ ما قلناه فی البراہین القاطعة
 لعروق الغیبا المارقین القاصدین لا عنای
 الدجاجة المغترین ظلم یکن بمشافہ الا
 عن بعض الجزئیات المستحدثة ومن اجل
 ذلک اثبتنا فیہ بلفظ الاشارة حتی ندلی
 ان المقصود بالغی والاثبات هنا لک
 تلك الجزئیات لا غیر لکن المفسرین
 یعرفون الظلم ولا یخافون محاسبة
 الملک العلام وانا جازمون ان من قال
 ان قلنا اعلم من النبی علیہ السلام فهو
 کافر کما صرح بہ غیر واحد من علمائنا
 الکرام ومن انقزی علینا بغیر ما ذکرنا فاعطیہ
 بالبرهان خائفا عن مناقشة الملک
 الدیان والله عل ما نقول وکیل .

کی بنا پر لازم آئے گا کہ ہر ایسی ہی شیطان کے
 ہتھکنڈوں سے آگاہ ہو، اور لازم آئے گا کہ حضرت
 سلیمان علیہ السلام کو خبر ہو اس واقعہ کی جسے بد
 نے جانا اور افلاطون و جالینوس واقف ہوں
 کیڑوں کی تمام واقفیتوں سے اور سارے لازم
 باطل میں چنانچہ مشاہد ہو رہا ہے۔ یہ ہمارے
 قول کا خلاصہ ہے جو برابر جن قاطعہ میں بیان کیا
 ہے جس نے کندہ زمین بد و نیر کی رنگیں لٹ
 دیں اور دجال و مغتری گروہ کی گزین ٹڑ دیں
 سراسر ہیں ہماری بحث صرف بعض حادثات برائی
 میں تھی اور اسی لیے اشارہ کا لفظ ہم نے لکھا تھا
 تاکہ دلالت کرے کہ نفی و اثبات سے قصہ صرف
 یہی جزئیات ہیں لیکن مفسدین حکام میں تو یہ کیا
 کرتے ہیں اور شاہنشاہی محاسب سے ڈرتے نہیں
 ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ جو شخص اس کا قائل ہو کہ ظن
 کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے وہ کافر ہے
 چنانچہ اس کی تصریح ایک نہیں ہمارے پیغمبر
 علما کرچکے ہیں اور جو شخص ہمارے بیان کے
 خلاف ہم پر بہتان بندھے اس کو لازم ہے کہ
 شاہنشاہ و وزیر اس سے ناخفت بن کر دلیل بیان
 کرے اور اللہ ہمارے قول پر وکیل ہے

السؤال العشرون بیسواں سوال

اتعتقدون ان علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسکری علم زید و یکر و یهائم ام متبرون عن امثال هذا وهل کتب الشیخ اشرف علی التہانوی فی رسالته حفظ الایمان هذا المضمون ام لا ویم تحکمون علی من اعتقد ذلك.

کیا تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زید و یکر اور چوپائی کے علم کے برابر ہے یا اس قسم کے خرافات سے تم بری ہرادر مولوی اشرف علی تہانوی نے اپنے رسالہ حفظ الایمان میں یہ ضمن لکھا ہے یا نہیں۔ اور جو یہ عقیدہ رکھے اس کا حکم کیا ہے؟

جواب

الجواب

اقول وهذا ايضا من افتراءات البنية واکاذیہم قد حرفوا معنی الکلام واظهروا بحقد ہم خلاف مراد الشیخ مدظلہ فقال لهم اللہ انی یوفون قال الشیخ العلامة التہانوی فی رسالته المسماة بحفظ الایمان وہی رسالة صغیرة اجاب فیها عن ثلاثة سئل عنها. الاول منها فی السجدة التعظیمیة للقبور والثانیة فی الطواف بالقبور والثالثة فی اطلاق لفظ عالم الغیب علی سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال الشیخ ما حصل

نیں کہتا ہوں کہ یہ بھی بدعتیں کا ایک افترا اور جھوٹ ہے کہ کلام کے معنی بدلے اور مولانا کی مراد کے خلاف ظاہر کیا۔ خدا انھیں پاک کرے کہ اس جانتے ہیں۔ علامہ تہانوی نے اپنے جھوٹے رسالہ حفظ الایمان میں تین سوالات کا جواب دیا ہے جو ان سے پوچھے گئے تھے۔ پہلا مسئلہ قبر کو تعظیمی سجدہ کی بابت ہے اور دوسرا قبور کے طواف میں اور تیسرا یہ کہ لفظ عالم الغیب کا اطلاق سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جائز ہے یا نہیں؟

مولانا نے جو کچھ لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے

کہ جائز نہیں گناہ کی ہی سے کہیں نہ ہر کیونکہ
بشرک کا وہم ہوتا ہے چنانچہ قرآن میں صحابہ کو
راغنا کہنے کی ممانعت اور سلم کی حدیث میں ظلم
یا باغی کو عہدی اور راستی کہنے کی ممانعت ہے
بات یہ ہے کہ اطلاعات شرعیہ میں وہی غیب
مُراد ہوتا ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور اس کے
حصول کا کوئی وسیلہ وسیلہ نہ ہو۔ اسی بنا پر
حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دو نہیں جانتے وہ
جو آسمان اور زمین میں ہیں غیب کہو مگر اللہ
نیز ارشاد ہے اگر میں غیب جانتا تو سب سے پہلے
مجھ کو لیتا، اور اگر کسی تاویل سے اطلاق کو جائز
سمجھا جاوے تو لازم آئے کہ خالق رازق مبدی
مالک مغیر الخ صفات کا ہر ذات باری کے
ساتھ خاص میں ایسی مایہ نازقہ مخلوق پر اطلاق صحیح
ہو جاوے نیز لازم آئے کہ اگر وہی تاویل سے
لفظ عالم غیب کی نفی حق تعالیٰ سے ہو سکے اس
لیجے کہ اللہ تعالیٰ بالواسطہ اور بامسرح عالم غیب
نہیں ہے پس کیا اس نفی اطلاق کی کوئی دیندار
اجازت دے سکتا ہے؟ حاشا و علیہم و علیہم کہ حق تعالیٰ
کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا اطلاق اگر بقول
سائل صحیح ہو تو ہم اسی سے دریافت کرتے ہیں

انہ لا يجوز هذا الاطلاق وان كان
بتاويل لكونه موهماً بالشك كما منع
من اطلاق قولهم راعنا في القرآن ومن
قولهم عهدي وامتي في الحديث اخرجه
مسلم في صحيحه فان الغيب المطلق في
الاطلاقات الشرعية مالم يقم عليه
طيل ولا الى دركه وسيله وسبيل فلي
هذا قال الله تعالى قل لا يعلم من في
السموات والارض الغيب الا الله ولو
كنت اعلم الغيب وغير ذلك من الايات
ولو جوز ذلك بتاويل يلزم ان يجوز
اطلاق الخالق والرازق والمالك والمبدى
وغیرها من صفات الله تعالى المختصة
بناؤه تعالى وتقدس على المخلوق بذلك
التاويل وايضا يلزم عليه ان يجمع نفى اطلاق
لفظ عالم الغيب عن الله تعالى بالتاويل
الآخر فانه تعالى ليس عالم الغيب بالواسطة
والعرض فهل ياذن في نفيه عاقل متدين
حاشا ولا ثم لم يصح هذا الاطلاق على ذاته
المقدسة صلى الله عليه وسلم على قول السائل
فنفى عنه ما اذا اراد بهذا الغيب

هل اراد كل واحد من افراد الغيب او
 بعضه اى بعض كان فان اراد بعض الشيوخ
 فلا اختصاص له بحضرة الرسالة صلى الله
 عليه وسلم فان علم بعض النيوب وان
 كان قليلا حاصل لزيد وعمر وبل لكل
 صبي ومجنون بل لجميع الحيوانات
 البهائم لان كل واحد منهم يعلم شيئا لا
 يعلم الاخر ويخفى عليه فلو جوز السائل
 اطلاق عالم الغيب على احد لعلم بعض
 النيوب يلزم عليه ان يجوز اطلاقه على
 سائر المذكورات ولو التزم ذلك لم
 يبق من كمالات النبوة لانه يشرك فيه
 سائرهم ولولم يلزم طوبى بالفارق و
 لن يجيد اليه سبيلا انتهى كلام الشيخ
 التهانوى فانظروا رحمكم الله فى كلام
 الشيخ لن تجدوا صما كذب المبتدعون من
 اثرفخاشا ان يدعى احد من المسلمين
 المساواة بين رسول الله صلى الله عليه
 وسلم وعلم زيد وبكر وبهائم بل الشيخ
 يحكم بطريق الالزام على من يدعى جواز
 اطلاق علم الغيب على رسول الله صلى

کہ اس غیب سے مراد کیا ہے یعنی غیب کا ہر
 فرد یا بعض غیب کوئی کیوں نہ ہو پس اگر بعض
 غیب مراد ہے تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم
 کی تخصیص نہ رہی کیوں کہ بعض غیب کا علم اگر
 تھوڑا سا ہو، زید و عمر جگہ ہر جگہ اور دیوانہ جگہ
 جملہ حیوانات اور چوپائوں کو بھی حاصل ہے کہ کچھ
 ہر شخص کو کسی دوسری ایسی بات کا علم ہے کہ
 دوسرے کو نہیں ہے تو اگر سائل کسی پر لفظ عالم
 الغیب کا اطلاق بعض غیب کے جاننے کی وجہ سے
 جائز رکھتا ہے تو لازم آتا ہے کہ اس اطلاق کو نہ کرے
 بالتمام حیوانات پر جائز سمجھا دے اگر سائل نے اس کو
 مان لیا تو یہ اطلاق کمال اجرت میں سے نہ رہا
 کیوں کہ سب شریک ہو گئے اور اگر اس کو نہ مانے
 تو جو فرق پڑ بھی جائے گی اور وہ ہرگز بیان نہ ہو
 سکے گی۔ مولانا قاضی کا کلام ختم ہوا، خدا تم پر
 رحم فرمائے۔ ذرا مولانا کا کلام ملاحظہ فرمادے تمہیں
 کے جھوٹ کا کیں پتہ بھی نہ پڑا دے گا، حاشا کہ کوئی
 مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور زید و
 وبہائم کے علم کو برابر کہے بلکہ مولانا تو بطریق الزام
 یوں فرماتے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 پر بعض غیب جاننے کی وجہ سے عالم الغیب کے

اللہ علیہ وسلم لعلمہ بعض الغیوب انه
 یلزم علیہ ان یجوز اطلالہ علی جمیع
 الناس والیہائم فاین هذا عن مساواة
 العلم الی یقترونہا علیہ فلغنة اللہ علی
 الکاذبین۔ ونیقین بان معتقد مساواة
 علم النبی علیہ السلام مع زید وبکر و بہائم
 و حیائین کافر قطعاً وحاشا للشیخ دام
 مجدہ ان یتفولہ بهذا وانه لمن عجب
 العجائب۔

الطلاق کو جائز سمجھتا ہے اس پر لازم آتا ہے کہ جمیع
 انسان وہائم پر بھی اس الطلاق کو جائز سمجھے ہر کس
 پر اور کس کا وہ علی مساوات جس کا ہندو میں نے
 مولانا پر افترا ابدھا۔ جھوٹوں پر خدا کی چٹکار،
 ہمارے نزدیک قسین ہے کہ جو شخص نبی علیہ السلام
 کے علم کو زید و بکر و بہائم و حیائین کے علم کے برابر
 سمجھے یا کہے وہ قطعاً کافر ہے اور حاشا کہ مولانا
 دام مجدہ ایسی دہلیات منہ سے نکالیں یہ تو بڑی
 ہی عجیب بات ہے۔

السؤال الواحد والعشرون

انقولون ان ذکر ولادته صل اللہ علیہ
 وسلم مستفیج شرعاً من البدعات
 السيئة المحرمة ام غیر ذلك۔

کیا تم اس کے تالی ہو کہ جناب رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ولادت شرعاً قبیح
 حرام ہے یا اندکچہ؟

جواب

حاشا کہ ہم تو کیا کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ
 آنحضرت کی ولادت شریفہ کا ذکر بلا آپ کی قبرین
 کے غبار اور آپ کی سواری کے گرہے کے
 منہاں کا ذکر بھی قبیح و بدعت سیئہ احرام

الجواب

حاشا ان یقول احد من المسلمین
 فضلاً ان نقول نحن ان ذکر ولادته
 الشریفة علیہ الصلوٰۃ والسلام بل و
 ذکر غبار رعالہ و بول حمارہ صلی اللہ

علیہ وسلم مستقیح من البدعات البیثة
 المحیوة فالاحوال التي لها اذن تعلق
 برسول الله صلى الله عليه وسلم ذكرها
 من احب المندوبات واعلى المستحبات
 عندنا سواء كان ذكر رذاته الشریفة او
 ذکر بولہ وبراہ وقیامہ وعودہ ونوبہ
 ونیبتہ کما هو مصحح فی رسالتنا السماة
 بالبراهین الفاطمية فی مواضع شتی منها
 وفی فتاوی مشائخنا رحمهم الله تعالى
 کما فی فتوی مولانا احمد علی المحرر
 السہارنپوری تلمیذ الشاہ محمد اسحق
 الدہلوی ثم السہاجر المکی تنقلہ مترجماً
 لتکون غزوة عن الجميع مثل هو روجه
 الله تعالى عن مجلس السیادہ بای طریق
 یجوز وبای طریق لا یجوز فاجاب بان
 ذکر الولادة الشریفة لیس فی ما رسل الله
 صلی الله علیه وسلم وایان صحیحہ فی
 اوقات خالیة عن وظائف العبادات
 الواجبات وبکیفیات لم تکن مخالفة عن
 طریقة الصلابة واهل القرون الثلاثة
 المشہور لها بالخبر والاعتقادات التي
 کہے وہ مجدد حالات جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم سے ذرا سا بھی علاقیہ ہے ان کا ذکر ہمارے
 نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ مستحب
 ہے خواہ ذکر ولادت شریفہ ہو یا آپ کے ہل براہ
 بخت و برخاست اور پیزی و غراب کا
 تذکرہ ہو جیسا کہ ہمارے رسالہ براہین فاطمہ
 میں متعدد جگہ بصراحت مذکور اور ہمارے شاخ
 کے فتویٰ میں مسطور ہے چنانچہ شاہ محمد اسحق
 صاحب دہلی صاحب جری کے شاگرد مولانا احمد علی
 محدث سہارنپوری کا فتویٰ عربی میں ترجمہ کر
 کے ہم نقل کرتے ہیں تاکہ سب کی تحریرات کا فہم
 بن جائے مولانا سے کسی نے سوال کیا تھا کہ
 مجلس میلاد شریف کس طریقہ سے جائز ہے اور
 کس طریقہ سے ناجائز تو مولانا نے اس کا یہ
 جواب لکھا کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت
 شریفہ کا ذکر صحیح روایات سے ان اوقات میں
 جو عبادات واجبہ سے خالی ہیں اور ان گناہات
 سے جو صواب کرام اور ان الہی قوتوں میں سے
 طریقے کے خلاف نہ ہوں جن کے خیر ہونے کی
 شہادت حضرت سے دی ہے ان عبادتوں
 سے جو شرک و بدعت کے مرتبہ ہوں ان اذات

موصیة بالشرك والبدعة وبالأفاد اب
 التي لم تكن مخالفة عن مودة العصابة
 التي هي مصداق قوله عليه السلام ما انا
 عليه واصحابي وفي محالس خالية عن
 المنكرات الشرعية موجب للخير والبركة
 بشرط ان يكون مقرونا بصديق النية
 والاخلاص واعتقاد كونه داخل في جلة
 الاذکار المحسنة الهندية غیر مقید بوقت
 من الاوقات فاذا كان كذلك لا نعلم
 احدا من المسلمين ان يحکم علیہ بكونه
 غیر مشروع او بدعة الی آخر الفتویٰ فہم
 من هذا ان لا ننکر فکر ولادۃ الشریفة
 بل ننکر علی الامور المنکرة التي افضت
 معها كما شفقوها فی المجالس الملوثة
 التي فی الهند من ذکر الروایات الواہیات
 الموضوعۃ واختلاط الرجال والنساء و
 الاسراف فی ابقاء الشمع والزیینات و
 اعتقاد كونه واجبا بالطن والمسب و
 التکید علی من لم یحضر معهم مجلسہم و
 غیرها من المنکرات الشرعیۃ التي لا یکاد
 یوجد خالیاً منها فلولا من المنکرات
 کے ساتھ جو مصابہ کی اس سیرت کے مخالف نہ
 ہوں، جو حضرت کے ارشاد مانا اعلیٰ واصحاب
 کی مصداق ہے ان محالس میں جو منکرات شرعیہ
 سے خالی ہوں بسبب خیر و برکت ہے بشرطیکہ
 صدق نیت اور اخلاص اور اس عقیدہ سے
 کیا جاوے کہ یہ بھی منجملہ دیگر اذکار حسنہ کے ذکر
 حسن ہے کسی وقت کے ساتھ غصہ میں نہیں ہیں
 جب ایسا ہوگا تو ہمارے علم میں کوئی مسلمان بھی
 اس کے ناجائز یا حجت ہونے کا حکم نہ لگایا
 اس سے معلوم ہو گیا کہ ہم ولادت شریفہ کے
 منکر نہیں بلکہ ان ناجائز امور کے منکر ہیں جو اس
 کے ساتھ مل گئے ہیں جیسا کہ ہندوستان کے
 مولود کی مجلس میں آپ نے خود دیکھا ہے کہ
 واہیات موضوعہ روایات بیان ہوتی ہیں۔
 مردوں مردوں کا اختلاط ہوتا ہے۔ جو انوں کے
 روشن کرنے اور مرد سری آرائشیں میں فضول غریبی
 ہوتی ہے اور اس مجلس کو واجب سمجھ کر جو شامل نہ
 ہوں اس پر طنز و تفسیر ہوتی ہے اس کے علاوہ
 اور منکرات شرعیہ میں جن سے شاید ہی کوئی مجلس
 میلاد خالی ہو پس اگر مجلس مولود منکرات سے خالی
 ہو تو ماشا کہ ہم یوں کہیں کہ ذکر ولادت شریفہ

حاشا ان نقول ان ذكر الولادة الشريفة
منكر و بدعة و كيف يظن بمسلم هذا
القول الشنيع فهذا القول علينا ايضا
من اقترأت الملاحدة الجالين
الكن ابيبن خذلهم الله تعالى ولعنهم
بر او حجرا سهلا وجبلا

تاجا زامد بعث ہے اور ایسے قول شیخ کا
کسی مسلمان کی عزت کیوں کر گمان ہو سکتا ہے
پس ہم پر یہ بہتان جھوٹے ٹھہر جائوں لا افتراء
سے۔ خدا ان کو رسوا کرے اور طعن کرے
خشکی و تری، نرم و سخت زمین میں۔

السؤال الثاني والعشرون باليسوا سوال

هل ذكرتم في رسالته ما ان ذكر ولادته
صل الله عليه وسلم كجفرا اسٹی کہا
ام لا؟

کیا تم نے کسی رسالہ میں یہ ذکر کیا ہے کہ
حضرت کی ولادت کا ذکر کنہیا کے جنم اسٹی
کی طرح ہے یا نہیں؟

الجواب جواب

هذا ايضا من اقترأت التجالت
البتدعین علینا و علی اکابرنا وقد بیننا
سابقا ان ذكره عليه السلام من احسن
المنذريات و افضل الاستجابات فكيف
يظن بمسلم ان يقول معاذ الله ان
ذكر الولادة الشريفة مشابه بفعل
الكفار وانما اخترعوا هذه الفرية عن

یہ بھی مبتدعین و جالوں کا بہتان ہے جو ہم پر اور
ہمارے بڑوں پر باذمعا ہے۔ ہم پہلے بیان کر چکے
ہیں کہ حضرت کا ذکر ولادت مجرب اور افضل ترین
مستحب ہے پھر کسی مسلمان کی عزت کیوں کر گمان ہو سکتا
ہے کہ معاذ اللہ یہ کہے کہ ذکر ولادت شریف
فعل کفار کے مشابہ ہے پس اس بہتان کی بندش
مولا نا گستاخ ہی قدس سرہ کی اس عبارت سے

حَبَابَةُ مَوْلَانَا الْكَتُوكُ فِي قَدَمِ اللَّهِ سُبْحَانَ
 الْعَزِيزِ الَّتِي نَقَلْنَا هَافِي الْبَرَاهِينَ عَلَى صَحِيفَةِ
 ۱۳۱ ، وَحَاشَا الشَّيْخَ أَنْ يَتَكَلَّمَ وَمَرَادُهُ
 بَصِيدٌ بِرُوحِ لَحْلٍ عَمَّا نَسَبُوا إِلَيْهِ كَمَا سَيُظْهِرُ
 عَنْ مَا نَذَكِرُهُ وَهِيَ تَنَادَى بِأَعْلَى نَدَاءِ أَنْ
 مِنْ نَسَبِ إِلَيْهِ مَا ذَكَرَهُ كَذَابٌ مُفْتَرٍ وَ
 حَاصِلُ مَا ذَكَرَهُ الشَّيْخُ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى
 فِي مَجْمَعِ الْقِيَامِ عَنْهُ ذِكْرُ الْوِلَادَةِ الشَّرِيفَةِ
 لَنْ مَنْ اعْتَقَدَ قَدُومَ رُوحِهِ الشَّرِيفَةِ مِنْ
 عَالَمِ الْأَرْوَاحِ إِلَى عَالَمِ الشَّهَادَةِ وَتَقِيْنُ
 بِنَفْسِ الْوِلَادَةِ الْمَنْفِيعَةِ فِي الْهَبْلِ الْوَلَوِيَّةِ
 فَمَامِلٌ مَا كَانَ وَاجِبًا فِي السَّاعَةِ الْوِلَادَةِ
 الْمَاضِيَةِ الْحَقِيقِيَّةِ فَهِيَ غَطْلٌ مُتَشَبِهٌ
 بِالْجُيُوشِ فِي اعْتِقَادِهِمْ قَوْلُهُمْ مَجُودُهُمْ
 الْمَعْرُوفُ (بِكُنْهِيَ) كُلِّ سَنَةٍ وَمَعَامِلَتُهُمْ
 فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ مَا عَوَّلَ بِهِ وَقْتُ وِلَادَةِ
 الْحَقِيقِيَّةِ أَوْ مُتَشَبِهٍ بِرُؤَاغِ الْهِنْدِ فِي
 مَعَامِلَتِهِمْ بَيْتِنَا الْحُسَيْنِ وَآبَاءَهُمْ مِنْ شَهَادَةٍ
 كَرِيمَةٍ لِأَرْضِ اللَّهِ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ حَيْثُ يَأْتُونَ
 بِحِكَايَةِ جَمِيعِ مَا فَعَلَ مَعَهُمْ فِي كَرِيمَةِ يَوْمِ
 عَاشُورَةِ قَوْلًا وَفَعَلًا فَيَبْنُونَ الْمَعْنَى وَ

کی گئی ہے جس کو ہم نے براہین کے صفحہ ۱۳۱
 پر نقل کیا ہے اور حاشا کہ مولانا ایسی دہریت
 بات فرمادیں۔ آپ کی مراد اس سے کہوں
 دور ہے جو آپ کی طرف منسوب ہو چنانچہ
 ہمارے بیان سے عنقریب معلوم ہو جائے گا
 اور حقیقت حال پکار اُٹھے گی کہ جس نے اس
 مضمون کو آپ کی طرف نسبت کیا وہ جھوٹا مغزی
 ہے۔ مولانا نے ذکر ولادت شریفہ کے وقت
 قیام کی بحث میں جو کچھ بیان کیا ہے، اُس کا
 حاصل یہ ہے کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت
 کہ مدح پر فخر عالم ارواح سے عالم دنیا کی طرف
 آتی ہے اور مجلس مولود میں نفس ولادت کے
 ذوق کا یقین رکھ کر وہ بتاؤ کہ جو واقعی ولادت
 کی گزشتہ راسخیت میں کرنا ضروری تھا، تو یہ
 شخص غلطی پر یا تو مجسس کی مشابہت کرنا ہے
 اس عقیدہ میں کہ وہ بھی اپنے مہجور یعنی کنہیا کی
 ہر سال ولادت مانتے اور اس دن وہی برتاؤ
 کرتے ہیں جو کنہیا کی حقیقت ولادت کے
 وقت کیا جاتا اور یا درافض اہل ہند کی مشابہت
 کرنا ہے امام حسینؑ اور اُن کے تابعین شہداء
 کہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ تراویح میں کز کز و نفیض

الکفر والعبودین فنون فیہا وبظہور
 اعلام الحرب والقتال ویصغرون الثیاب
 بالدماء ویزحون علیہا وامثال ذلك من
 الخرافات کما لا یخفى علی من شہد
 احوالہم فی ہذہ الدیار ونص عبارۃ
 المتعربۃ مکنز او اما قوجیہ (ای القیام)
 بقدم روحہ الشریفۃ صلی اللہ علیہ وسلم
 من عالم الارواح الی عالم الشہادۃ
 فقومون تعظیما لہ فہذا ایضاً من جملة
 لان ہذا الوجه یقتضی القیام عند
 تحقق نفس الولادۃ الشریفۃ ومتی
 تنکر الولادۃ فی ہذہ الایام فہذہ
 الاعادۃ للولادۃ الشریفۃ مماثلۃ بفعل
 جوس الہند حیث یأتون بعین حکایۃ
 ولادۃ معبودہم (کہنیا) او مماثلۃ
 للرافض الذین ینقلون شہادۃ اہل
 البیت رضی اللہ عنہم کل سنۃ (ای خلا
 وعمل) فمعاذ اللہ ما فعلہم ہذا حکایۃ
 للولادۃ المہینۃ الحقیقۃ و ہذہ الحورۃ
 بلا شک وشبہۃ حرۃ باللوم والحرۃ
 والفسق بل فعلہم ہذا یشیء علی

بھی ساری ہی باتوں کی نقل اندر تے ہیں جو قرآن
 و فضلاء عاشدہا کے دین سیدہا کہ جو میرا حضرت
 کے ساتھ گیا گیا چنانچہ نعش بنائے، کھنڈتے اور
 قبر کھود کر دفناتے ہیں، جنگ قتال کے جھڑپے
 چڑھاتے، کپڑوں کو خون میں رنگتے اور ان پر
 فرمے کہتے ہیں اسی طرح دیگر خرافات جتنی ہیں
 جیسا کہ ہر وہ شخص نگاہ ہے جس نے جہانے ملک
 میں ان کی حالت دیکھی ہے مولانا کی اردو عبارت
 کی اصل عربی یہ ہے: — قیام کی یہ وجہیں
 کہنا کہ روح شریف عالم ادوار سے عالم شہادت
 کی جانب تشریف لائی ہے۔ پس ماضیہ مجلیس
 کی تنظیم کو کھڑے ہو جاتے ہیں یہ بھی بیوقوف
 ہے کیونکہ یہ وجہ نفس ولادت شریفہ کے وقت
 کھڑے ہو جانے کو چاہتی ہے اور ظاہر ہے کہ
 ولادت شریفہ بار بار ہوتی نہیں پس ولادت شریفہ
 کا اعادہ یا ہندوؤں کے فعل کے مثل ہے کہ وہ
 اپنے معبود کھنیا کی اصل ولادت کی لپٹی نقل آتے
 ہیں یا رافضیوں کے شاہ ہے کہ ہر سال شہادت
 ال بیت کی قرآن و فضلاء تقصیر کھینچتے ہیں پس
 سنا اللہ بقیہ کی کا یہ فعل واقعی ولادت شریفہ کی
 نقل ہی گیا اور یہ حرکت بیشک شہادت کے نقل

فعل اولك فاتهم يفعلونه في كل عام مرة واحدة ومؤلاذ يفعلون هذه المخزفات الغرضية متى شاؤا وليس لهذا نظير في الشرع بان يفرض امر وبعامل معه معاملة الحقيقة بل هو محرم شرعاً اه فانظروا يا اولي الاباب ان حضرة الشيخ قدس الله سره العزيز انما انكر على جهلاء الهند للمعتدين منهم هذه العقيدة الكاسدة الذين يقومون لمثل هذه الخبالات الفاسدة فليس فيه تشبيه لمجلس ذكر الولادة الشريفة بفعل المجوس والروافض حاشا اكابرنا ان يتفوهوا بمثل ذلك ولكن الظلمين على اهل الحق يضرون بايات الله يبعدون .

اور رحمت وفسن ہے جبکہ ان کا یہ فعل ان کے فعل سے بھی بڑھ گیا کہ وہ تو سال بھر میں ایک ہی باقیل آتے ہیں اور یہ لوگ اس فرضی شریعت کے جب چاہتے ہیں کہ گزرتے ہیں اور شریعت میں اس کی کوئی نظیر موجود نہیں کہ کسی امر کو فرض کر کے اس کے ساتھ حقیقت کا سا برتاؤ کیا جائے بلکہ ایسا فعل شرعاً حرام ہے الخ — پس اے صاحب عقل غور فرمائیے شیخ قدس سرہ نے تو ہندو علیہ السلام کے اس مجبوسے عقیدہ پر انکار فرمایا ہے کہ جو ایسے وہابیات فاسد خیالات کی بنا پر قیام کرتے ہیں اس میں کہیں بھی مجلس ذکر ولادت شریفہ کوہندو یا رافضیوں کے فعل سے تشبیہ نہیں دی گئی۔

حاشا کہ ہمارے بزرگ ایسی بات کہیں، لیکن ظالم لوگ اپنی حق پر افتراء کرتے ہیں اور اللہ کی نشانیں کا انکار کرتے ہیں۔

السؤال الثالث والعشرون تنبیہاں سوال

هل قال الشيخ الاجل علامة الزمان
الولوى رشيد احمد الكنگوى بفعلية
كيا علامہ زمان مولوی رشید احمد کنگوی نے
کہا ہے کہ حق تعالیٰ خود با اللہ مجبوس ہوتا ہے

کذب الباری تعالیٰ وعدم تضلیل قائل
 ذلک ام هذا من الافتراءات علیہ و
 علی التقدير الثاني كيف الجواب عما يقوله
 البریلوی انه یضع عنده مسائل فتوى
 الشيخ المرحوم بفوتوكرات المشتمل
 علی ذلك

جواب

الجواب

الذي نسبوا الى الشيخ الاجل الواصل
 الاجل علامة زمانه فريد عصره و
 اوانه مولانا رشيد احمد گنگوہی من
 انه كان قائلًا بفضلية الكذب من الناس
 قائلًا شأنه وعدم تضليل من تقوه
 بذلك فمكذوب عليه رحمه الله تعالى
 وهو من الاكاذيب التي افتراها الا
 بالسة الدجالون الكذابون فقاتلهم
 الله اني يوفونكون وجنا به برئ من تلك
 الزندقة والاحاد ويكن بهم قوى الشيخ
 قدس سره التي طبعت وشاعت في
 الجلد الاول من فتاواه الموتومة
 بالفتاوى الرشيدية على صفحة ۱۱۹
 منها وهي عربية مصححة محتومة
 علامہ زمانہ کائناتے دوران شیخ اجل مولانا
 رشید احمد صاحب گنگوہی کی طرف متعین
 نے جو یہ ضرب کیا ہے کہ آپ نعمۃ اللہ
 حق تعالیٰ کے جبرٹ برائے اور ایسا کہنے والے
 کہ گمراہ نہ کہنے کے قائل تھے۔ یہ بالکل آپ
 پر جبرٹ بر لا گیا اور مجدد انھیں جوڑے بتقول
 کے ہے جن کی بدشمن جبرٹے و جالائے کی
 ہے پس خدا ان کو ہاک کرے، کہیں جلتے نہیں
 جناب مولانا اس زندقہ والہا سے بری ہیں
 اور ان کی تکذیب خود مولانا کا فتویٰ کر رہا ہے
 جو جلد اول فتاویٰ رشیدیہ کے صفحہ ۱۱۹ پر
 طبع ہر کہ شائع ہو چکا ہے۔ تحریر اس کی عربی
 میں ہے۔ جس پر تصحیح و مواہیر علامہ مکرم
 ثبت ہیں۔

بجائے علماء مکہ المکرمہ

و صوری سوالہ هكذا :-

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ما قولکم و ام فضلكم فی ان الله تعالى

هل يتصف بصفة الكذب ام لا و

من يتقد اند يكذب كيف حكم

افتونا ما جورین ۔

الجواب

ان الله تعالى متزه من ان يتصف

بصفة الكذب وليست في كلامه

شائبة الكذب ابدا كما قال الله تعالى

ومن اصدق من الله قيلا و من

يعتقد ويتفوه بان الله تعالى يكذب

فهو كافر ملعون قطعا و مخالف

للكتاب والسنة واجماع الامة نعم

اعتقاد اهل الايمان ان ما قال الله

تعالى في القرآن في فرعون وهامان و

ابن لعل انهم جده فيون فهو حكم

قطعي لا يفعل خلافا ابدا لکہ خالی

تاد و علی ان یدخل الجنة وليس جلیز

سوال کی ضرورت یہ ہے :-

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

آپ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ اللہ تعالیٰ

صفت کذب کے ساتھ متصف ہو سکتا ہے

یا نہیں اور جو یہ عقیدہ رکھے کہ خدا جھوٹ بولتا

ہے اس کا کیا حکم ہے۔ فتویٰ دو، اجماعی گا۔

جواب

بے شک اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے کہ کذب

کے ساتھ متصف ہو اس کے کلام میں ہرگز

کذب کا شائبہ بھی نہیں مدیا کہ وہ خود فرماتا ہے

اور اللہ سے زیادہ سچا کون ۔ اور جو شخص یہ عقیدہ

رکھے یا زبان سے نکلے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولتا

ہے وہ کافر قطعی ملعون اور کتاب سنت و

اجماع است کا مخالف ہے ان اہل ایمان کا

یہ عقیدہ ضرور ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن میں

فرعون و هامان و ابن لعل کے متعلق جو یہ فرمایا

ہے کہ وہ دونوں جہنم میں تو یہ حکم قطعی ہے اس کے

خلاف کبھی نہ کر سکا ۔ لیکن اللہ ان کو جنت میں

داخل کرنے پر قادر ضرور ہے، عاجز نہیں ان

عن ذلك ولا يفعل هذا مع اختياره
 قال الله تعالى ولو شئنا لأتينا كل
 نفس هباما ولكن حق القول من
 لا ملئ جهم من الجنة والناس
 اجميين فتبين من هذه الاية
 انه تعالى لو شاء لجعلهم كلهم موثقين
 ولكنه لا يخالفت ما قال وكل ذلك
 بالاختيار لا بالاضطرار وهو فاعل
 مختار فقال لما يريد هذه عقيدة
 جميع علماء الامة كما قال البيضاوي
 تحت تفسير قوله تعالى ان تغفر لهم ام
 وعدم غفران الشرك مقتضى البعيد
 فلا امتناع فيه لانه والله اعلم بالصواب
 كتب الاحقر رشيد احمد گلوی مخفی عنہ
 خلاصہ تصحیح علماء مکتبہ المکرمہ
 زاد الله شرفها الحمد لمن هو به
 حقيق ومنه استمد العون والتوفيق
 فاجاب به العلامة رشيد احمد المنکور
 هو الحق الذي لا مغيص منه وحصل
 الله على خاتم النبيين وعلى آله وصحبه
 وسلم امر وقته خادم الشريعة سراجی

البتہ اپنے اختیار سے ایسا کرے گا نہیں نہ فناء
 ہے اور اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو ہدایت سے
 دیتے لیکن میرا قول ثابت ہو چکا کہ ضرور دونوں
 بھوں کا جی و انس دونوں سے پس اس آیت
 سے ظاہر ہو گیا کہ اگر اللہ چاہتا تو سب کو مومن
 بنا دیتا لیکن وہ اپنے قول کے خلاف نہیں کرتا
 اور یہ سب باختیار ہے مجبوری نہیں کیونکہ
 وہ فاعل مختار ہے جو چاہے کرے۔ یہی
 عقیدہ تمام علماء راست کا ہے۔ جیسا کہ
 بیضاوی نے قول انی تعالیٰ وان تغفر لهم
 کی تفسیر کے تحت میں کہا ہے کہ مشرک کا نہ
 بخشا و عید کا متعلق ہے پس اس میں لازماً
 امتناع نہیں ہے واللہ اعلم بالصواب
 کتابہ الاحقر رشید احمد گلوی مخفی عنہ
 مکملہ مکتبہ زاد اللہ شرفہا کے علماء کی تصحیح
 کا خلاصہ مدید ہے۔ حمد اسی کو زیبا ہے جو اس کا
 مستحق ہے اور اسی کی اعانت و توفیق و کار
 ہے علامہ رشید احمد کا جواب مذکور حق
 ہے جس سے مضرب نہیں ہو سکتا۔ و علی اللہ علی
 خاتم النبیین علی اکمل و صوبہ وسلم لکھنے کا اس فرمایا
 خادم شریعت اُمیدوار بطبع مخفی

الطفت خفی محمد صالح ابن المرحوم
 صدیق کمال الحنفی مفتی مکہ المکرمہ
 حالاً کان اللہ لہا **محمد صالح بن المرحوم**
صدیق کمال
 مقہ الرغی من ربہ کمال التیل محمد سعید
 بن محمد بصیل بکۃ الحمیة غفر اللہ لہ و
 محمد صالح خلف صدیق کمال مرحوم خفی مفتی
 مکہ مکرمہ کان اللہ لہا نے۔ بکھا امیدوار
 کمال نبیل محمد سعید بن بصیل نے، حق
 تلال ابن کو اور ان کے شاخ کو اور عبد
 مسلمان کر بخش ہے۔

لوالدیہ ولشافغہ رجب المصلین **محمد سعید بن**
محمد بصیل

الراجی العفون واهب العطیة
 محمد عابد بن المرحوم الشیخ حسین
 مفتی المالکیہ ببلد اللہ المحمیة۔
 امیدوار عفا ذواہب العطیہ محمد عابد
 بن شیخ حسین مرحوم مفتی مالکیہ۔

مصلیاً و مسلماً هذا وما اجاب
 العلامة رشید احمد فیہ الکفاۃ ر
 علیہ الحصول بل هو الحق الذی لا
 یرد و قد تمہ الحقیر خلف بن
 ابراہیم خادم افتاء الخنا بیلہ بکۃ الشیخ
 و الجواب عا یقول البرطوی انہ
 یضع عنہ تمشال فتوی الشیخ المرحوم
 بنو نوکرات المشعل علی ما ذکر حواہ
 من مختلفاتہ اختلافها و وضعها عنہ
 افتاء علی الشیخ قدس سرہ و مثل هذا
 الاکاذیب والاختلافات مین علیہ
 فانہ استاذ الوعاۃ فیہا وکلام عبال

درود و سلام کے بعد جو کہ علامہ رشید احمد
 نے جواب دیا ہے کافی ہے اور اس پر اعتماد
 ہے کہ یہی حق ہے جس سے مفرعین نکلا
 خیر خلف بن ابراہیم نبیل خادم افتاء
 مکہ شرف نے
 اور یہ جو برطوی کہتا ہے کہ اس کے پاس کوئی
 کے تفسیر لاؤڑ ہے جس میں ایسا لکھا ہے اس
 کا جواب یہ ہے کہ کوئی حدس متورثت ان
 ہر حصے کو یہ جمل ہے جس کو گھڑ کر لکھا ہے یا یہ
 ہے اور ایسے جھوٹ اور جعلی استناد
 ہیں کیونکہ وہ اسی میں استناد دل کا اعتبار
 ہے اور زمانہ کے لوگ اس کے چیلے کیونکہ

علیہ فی زمانہ فانہ معروف ملین بحال
مکار ربنا یصور الامہار و لیس بادن
من المسیح القادیانی فانہ یدعی الرسالة
ظاہر اعلنا و هذا یتقر بالمجد و ید
و یکفر علماء الامة کما کفر الوهابیة
اتباع محمد بن عبد الوهاب الامة خزله
الله تعالیٰ کما خذلہم۔

تحریر و تمبیس و دجل و مکر کی اس کرمادت
ہے۔ اکثر تمبیر بنالینا ہے، مسیح قادیانی سے
کچھ کم نہیں، اس لیے کہ وہ رسالت کا حکم کھلا
مدعی تھا اور یہ مجددیت کو چھپانے ہوتے ہے
علمائے امت کو کافر کہتا رہتا ہے جس طرح
محمد بن عبد الوهاب کے وہابی چیلے امت کی
تکفیر کیا کرتے تھے۔ خدا اس کو بھی انہیں کی طرح
رہا کرے

السؤال الرابع والعشرون

هل تعتقدون امكان وقوع الكذب
في كلام من كلام المولى عز وجل سبحانه
ام كيف الامر

کیا تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ حق تعالیٰ کے کسی
کلام میں وقوع کذب ممکن ہے؟ یا کیا
بات ہے۔

جواب

نحن و مشائخنا و رحمهم الله تعالى نؤمن
و نتيقن بان كل كلام صدر عن الباري
عز وجل او سيصدر عنه فهو مقطوع
الصديق مجزوم بمطابقته للواقع ليس
في كلام من كلامه تعالى شائبة كذب
ومظنة خلاف اصلا بلا شبهة و من
اعتقد خلاف ذلك او توهم بالكذب في

ہم اور ہمارے مشائخ اس کا یقین رکھتے ہیں کہ
جو کلام بھی حق تعالیٰ سے صادر ہوا یا آئندہ ہوگا وہ
یقیناً سچا اور بلاشبہ واقع کے مطابق ہے اس کے
کسی کلام میں کذب کا شائبہ اور خلاف کا دھم
بھی بالکل نہیں اور جو اس کے خلاف عقیدہ رکھے
یا اس کے کسی کلام میں کذب کا دھم کرے وہ
وہ کافر ہے، مجاہد، زندقہ ہے۔ اس میں ایمان

الجواب

شیء من كلامه فهو كافر ملحد زنديق ليس كاشاً تبجي نہیں۔
له شائنة من الايمان۔

السؤال الخامس والعشرون

پچیسواں سوال

هل نبتكم في تأليفكم الى بعض الاشاعة
القول بامكان الكرب وعلى تقديرها
فما المراد بذلك وهل عندكم نص على
هذا المذهب من المعتدين بيننا الامر
لنا على وجهه۔
کیا تم نے اپنی کسی تصنیف میں اشاعہ کی
طوت امکان کذب کرب کیا ہے اور اگر کیا
ہے تو اس سے مراد کیا ہے اور اس مذہب
پر تمہارے پاس معتبر علم کی کیا کوئی سند
ہے۔ واقعی امر میں بخلاف۔

الجواب

جواب

الاصل فيه انه وقع النزاع بيننا وبين
المنطقيين من اهل الهند والمبتدعة
منهم في مقدورية خلاف ما وعد به
الهازي سبحانه وتعالى واخبر به او
اراده واشكها فقالوا ان خلافا هذه
الاشياء خارج عن القدرة القديمة
مستحيل عقلا لا يمكن ان يكون
مقدورا له تعالى واجب عليه ما يطابق
الوعد والخبر والارادة والعلم وقلنا
اصل بات یہ ہے کہ ہمارے اور ہندی منطقیوں
و مبتدعوں کے درمیان اس مسئلہ میں نزاع ہوا
کہ حق تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا یا خبر دی، یا
ارادہ کیا، اس کے خلاف پر اس کو قدرت
ہے یا نہیں۔ سوجہ تو یہ کہتے ہیں کہ ان
باتوں کا خلاف اس کی قدرت قدیرہ سے خارج
اور عقلاً محال ہے۔ ان کا مقدر خدا ہونا ممکن
ہی نہیں اور حق تعالیٰ پر واجب ہے کہ وعدہ
اور خبر اور ارادہ اور علم کے مطابق کرے

ان امثال ہذا الاشیاء مقدور قطعاً
 لکنہ غیر جائز الوقوع عند اہل السنۃ
 والجماعۃ من الاشاعرة و الماتریدیۃ
 شرعاً و عقلاً عند الماتریدیۃ و شرعاً
 فقط عند الاشاعرة فاعترضوا علینا
 بانہ ان امکن مقدوریۃ ہذا الاشیاء
 لزوم انتفاء الکذب و ہو غیر مقدور
 قطعاً و مستحیل ذانا فاجبتنا بمأجوبۃ
 شتی مما ذکرہ علماء الکلام منہا لولم
 استلزام امکان الکذب لمقدورۃ خلأ
 الوعد والاضار و امثالہما فہو ایضاً
 غیر مستحیل بالذات بل ہو مثل
 السفہ و الظلم مقدور ذانا محتمع
 عقلاً و شرعاً او شرعاً فقط کما صرح
 بہ غیر واحد من الائمة فلما رأوا
 ہذا الاجوبۃ عثوا فی الارض و نسبوا
 الینا تجویز النقص بالنسبۃ الی جنابہ
 تبارک و تعالیٰ و اشاعوا ہذا الکلام
 بین السفہاء و الجہلاء تغیر اللوام
 و ابتغاء الشهوات و الشهرة بین الانام
 و بلغوا اسباب سموات الاختراء فوضعو

اور ہم یوں کہتے ہیں کہ ان جیسے افعال فنیات
 میں داخل ہیں البتہ اہل سنت والجماعت انہیں
 و ماتریدیہ سب کے نزدیک ان کا وقوع جائز
 نہیں۔ ماتریدیہ کے نزدیک نہ شرعاً جائز نہ عقلاً
 اور اشاعرہ کے نزدیک صرف شرعاً جائز نہیں
 ہیں بدینوں نے ہم پر اعتراض کیا کہ ان امور کا
 تحت قدرت ہونا اگر جائز ہو تو کذب کا امکان
 لازم آتا ہے اور وہ یقیناً تحت قدرت نہیں
 اور ذانا محال ہے۔ تو ان کو علماء کلام کے ذکر کیے
 ہوئے چند جواب دیے، جن میں یہ بھی تھا کہ اگر
 وعدہ و خبر وغیرہ کا خلاف تحت قدرت نہ
 ہے امکان کذب تسلیم ہی کر لیا جائے تو وہ
 بھی قرالذات محال نہیں بل سفسطہ اور ظلم کی طرح
 ذانا مستحیل ہے اور عقلاً و شرعاً یا صرف شرعاً
 منع ہے جبکہ مستحیل علماء اس کی تصریح کر
 چکے ہیں پس جب انہوں نے یہ جواب دیکھے تو
 ٹھک میں فرار چھلانے کو ہماری جانب پر
 غریب بنا کر جناب اری عزاسم کی جانب
 نقص جائز سمجھتے ہیں اور عوام کو نفرت دلانے
 اور مخلوق میں شریت پکڑنا مطلب پرانے
 کو سننا، و جہلاء میں اس لغزبات کی غریب شہرت

دی اور بتان کی انتہا میں تک پہنچی کر پنی
طرف سے غلبت کذب کا فوٹو وضع کر لیا اور
خود نے ملک عام کا کچھ خوف نہ کیا اور جب
اہل ہند ان کی سکاریوں پر مطلع ہوئے تو انھوں
نے علماء عربین سے مدد چاہی کیونکہ جانتے تھے
کہ وہ حضرات ان کی خباثت اور ہمارے علماء
کے اقوال کی حقیت سے بے خبر ہیں اس مسئلہ
میں ہماری ان کی مثال مسترطہ اور اہل سنت کی
سی ہے کہ مسترطہ نے حاصی کو بھانے سزا کے
ثواب اور طبع کو سزا دینا قدرت تعالیٰ سے خارج
اور عذاب باری پر مدلل واجب بنا کر اپنا علم کیا
مدلل و تنزیہ رکھا اور طوائف اہل سنت و جماعت
کی خبر اور تعصب کی طرف نسبت کی۔ اور علماء
اہل سنت و جماعت نے ان کی برائیت کی پروا
نہیں کی اور ظلم نہ کر دیا جس سے تعالیٰ شانہ کی جانب
موجو کا فربہ کرنا ہوا نہیں سمجھا کچھ دیر پہلے
کو عام کہ کر ذات کاملہ سے تھا انھوں کا اذکار اور
جناب باری کے کمال مقدس و تنزیہ کو یوں کہ کر
نہایت کیا کہ نیکو کار کے لیے عذاب اور بدکار
کے لیے ثواب کہ محبت قدرت باری تعالیٰ
ماننے سے نقص کا لگان کرنا محض فلسفہ شنیع

قتالاً من عندہم لفعلیۃ الکذب بلا
مخافة عن الملک العلم ولما اطلع
اہل الهند علی مکائدہم استنصروا
بعلماء الحرمین الکرام لعلہم بانہم
خافون عن خباثاتہم وعن حقیتۃ
اقوال علمائنا وما مثلہم فی ذلک
الاکمل المتعزۃ مع اہل السنۃ و
الجماعۃ فانہم اخرجوا اثابۃ العاصی
وعقاب المطیع عن القدرة القدیمۃ و
اوجیبا العدل علی ذانہ تعالیٰ فسوا
اقسم اصحاب العدل والتزبیہ و
فجروا علماء اہل السنۃ والجماعۃ الی
الجور والافتقار والنشویہ فکما
ان قدماء اہل السنۃ والجماعۃ لم
یبالوا بیہا لانہم ولم یجوروا والعجز
بالنسبۃ الیہ سبحانہ وتعالیٰ فی الظلم
المذکور وعسوا القدرة القدیمۃ مع
ازالۃ التقاض عن ذانہ الکاملۃ
الشریفۃ وانعام التزبیہ والمقدیس
بجنابہ العالی فانلین ان ظنکم المنقصۃ
فی جواز مقدورۃ العقاب للطائع و

کی حماقت ہے۔ اسی طرح ہم نے بھی ان کو جواب دیا کہ وعدہ وغبر وصدق وعدہ کے خلاف کد صرف تحت قدرت ماننے سے حالانکہ صرف شرعاً و عقلاً دونوں طرح وقوع معتبر ہے نقص کا گمان کرنا تمہاری جہالت کا ثمر اور منطق و فلسفہ کی بلا ہے۔ پس بدعتوں نے تنزیہ کے لیے جو کچھ کیا حق تعالیٰ کی عام و کمال قدرت کا اسی میں لحاظ نہ لیکھا اور پھر کد حضرت اہل سنت والجماعت نے دوران امر غلط رکھے حتیٰ قتالی مثلاً نہ کی قدرت عام ہی اور تنزیہ تام۔ یہ سب وہ مختصر مضمون جس کو ہم نے براہین میں بیان کیا ہے۔ اب اصل مذہب کے متعلق معتبر کتابوں کی بعض تصریحات میں شمس لیجیے :

(۱) شریعہ مراقف میں مذکور ہے کہ قیام معتزلہ اور خوارج نے مرکب کبیروہ کے عذاب کو جبکہ بلا توبہ مرجائے واجب کیا ہے اور جائز نہیں سمجھا کہ اللہ اسے معاف کرنے میں کی درود بیان کی ہیں: اَوَّلُ بِكَرْحِي تَعَالَى نَعَى كَبِيرُوهَا هُوَ عَلَى عَذَابِ كِي خَبَرِي اور وعید فرمائی ہے۔ پس اگر عذاب نہ ہو اور رحمت کر دے

الذباب للعاصي انما هو وخامة الفلطة
الثبقة كذلك قلنا لهم ان ظنكم
النقص بمقدوره خلاف الوعد و
الاعبار والصدق وامثال ذلك مع
كونه مستنع الصدور عنه تعالى شرعاً
فقط او عقلاً و شرعاً انما هو من بلاد
الفلسفة والمنطق و جهلكم الوهم فهم
ضلوا ما فعلوا الاجل التنزيه لكم لم
يقدر و اعلى كمال القدرة و تصميها و
اما اسلافنا اهل السنة والجماعة
فجسروا بين الامر بين من تسميم القدوة
وتعيم التنزيه للواجب سبحانه وتعالى
وهذا الذي ذكرناه في البراهين مختصر
وماكم بعض النصوص عليه من الكتب
المعتبرة في المذهب (۲) قال في شرح
المواقف اوجب جميع المعتزلة واللواج
عقاب صاحب الكبيرة اذا مات بلا
توبة ولم يجوزوا ان يمغوا الله عنه
بوجهين الاول انه تعالى اوعده بالعقاب
على الكبائر واخبر به اي بالعقاب
عليها فلولا لم ياقب على الكبيرة وعفا

لزم الخلف في وجهه والكذب في خبره
وانه محال والجواب غايته وقوع
العقاب ثابن وجوب العقاب الذي
كل منافيه ان لا شبهة في ان عدم
الوجوب مع الوقوع لا يستلزم خلفا
ولا كذا لا يقال انه يستلزم جوازا
وعوايضا محال لانا نقول استحالة
منعوبة كونه وصفا من الممكنات التي
تستلزم مقدرة تعالى انا
(۲) وفي شرح المعاصد للعلامة الغفراني
وصحبه الله تعالى في خاتمة بحث القدرة
المذكورة لتعمول قدرته طوائف منهم
النظام واتباعه القائلون بانه لا يقدر
على الجهل والكذب والظلم ومما شر
القبائح اذ لا كان خلقها مقدورا له
لما ز صدره عنه واللام باطل لا خفا
الى الله ان كان عالما بيقين ذلك و
باستغناء عنه والى الجهل ان لم يكن
عالما والجواب لا نسلم قبح الشيء بالغبه
اليه كنه وهو تصرف في ملكه ولو سلم
فالقدرة لا تمنع امتناع صدور نظرا

تو حید کے خلاف احد غیر من کذب لازم آتا
ہے اور یہ محال ہے اس کا جواب یہ ہے کہ
خبر و حید سے زیادہ سے زیادہ مذابک وقوع
لازم آتا ہے نہ کہ موجب جس میں گفتگو ہے کہ
بغیر و جوب کے وقوع مذاب میں نہ خلف
ہے نہ کذب کوئی یوں نہ کہے کہ اچھا خلف
اور کذب کا جواز لازم آئے گا اور یہ بھی محال
ہے کہ کیونکہ ہم اس کا محال جہا نہیں مانتے اور محال
کیونکہ جو سکتا ہے جبکہ خلف اور کذب ان ممکنات
میں داخل ہیں جن کی قدرت اسی تعالیٰ شامل ہے
(۲) اور شرح معاصد میں علامہ غفرانی
رحمۃ اللہ تعالیٰ نے قدرت کی بحث کے آخر میں لکھا
ہے کہ قدرت کے منکر چند گروہ ہیں ایک نظام
اور اس کے تابعین جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اجل
اور کذب و ظلم و غیر کسی فعل قبیح پر قادر نہیں کیونکہ
ان افعال کا پیدا کرنا اگر اس کی قدرت میں داخل
ہو تو اکی حق تعالیٰ سے صدور بھی جائز ہوگا اور
صدور ناجائز ہے کیونکہ اگر باوجود علم قبیح کے
بے پردائی کے سبب صدور ہوگا تو مستلزم انکار
اور علم نہ ہوگا تو اجل لازم آئے گا جواب یہ ہے کہ
حق تعالیٰ کی جانب نسبت کر کے کسی شی کا قبیح

الی وجہ الصارف وعدم الداعی وان
کان ممکناً اذ ملخصه :

(۳) قال فی السائرة وشرحه السائرة
للعلامة الحق کمال بن الہمام الحنفی
وتلمیذہ ابن ابی الشریف المقدسی الشافعی
رحمہما اللہ تعالیٰ ما نصہ ثم قال ای
صاحب العدة ولا یوصف اللہ تعالیٰ
بالقدرة علی الظلم والفسد والکذب
لان الحال لا یدخل تحت القضاة ای
یصح متعلقاً لہا وعند المعتزلة یقدر
تعالیٰ علی کل ذلک ولا یفعل انہی
کلام صاحب العدة وکانہ انقلب
طیہ ما نقلہ عن المعتزلة اذ لا شک
ان صاحب العدة عما ذکرہ من مذہب
المعتزلة واما ثبوتہا ای القدرة علی ما
ما ذکرہم الا متناع عن متعلقہا انتہا
فہو مذہب الاشارة الیہ منہ
بمذہب المعتزلة ولا یخفی ان هذا
ارایہ ادخل فی التزہیہ ایضاً اذ لا
یکفی ان الامتناع عنہا ای عن المذکور
من الظلم والفسد والکذب من باب

ہم تسلیم نہیں کرتے ہیں اس لیے کہ اپنے حکم میں
تصرف کرنا قبیح نہیں ہو سکتا اور اگر ہم بھی ایسے
قیح کی نسبت قبیح ہے قدرت حق امتناع صمد
کے متعلق نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ فی نفسہ تحت
قدرت ہو کر مافیہ کے موجود یا باعث صمد
مستغور ہونے کے سبب اس کا وقوع ممکن ہو۔
(۴) مسازہ اور اس کی شوق مسازہ میں
کمال بن ہام حنفی اور ان کے شاگرد ابن ابی الشریف
مقدسی شافعی رحمہما اللہ یہ تصریح فرماتے ہیں
پھر صاحب العدة نے کہا حق تعالیٰ کریں نہیں
کر سکتے کہ وہ ظلم و فساد اور کذب پر قادر ہے
(کیونکہ ہو سکتا ہے جبکہ ظلم کو قبول کی گئی
میں داخل نہیں ہیں کہ قدرت ہی اللہ تعالیٰ مثال ہے)
کیونکہ والی قدرت کے تحت میں داخل نہیں ہوتا
یعنی ضرور کائنات اس کے ماتحت ہے نہیں اور
مستغور کے نزدیک اس احوال فکر کا چرچہ قائل
فرمے کہ اگرچہ انہیں صاحب العدة لا کلام ہم
ہو گیا (اب کمال الدین فرماتے ہیں) کہ صاحب العدة
نے جو معتزلہ سے نقل کیا وہ اسٹیلٹ ہو گیا
کیونکہ اس میں شک نہیں کہ افعال مذکور سے قدرت
کاسب کرنا عین مذہب معتزلہ ہے اور افعال

التزجرات عما لا یلین عیناب قدسہ
 قال مؤسّر بالبناء للمفعول ای
 یختبر العقل فی ان ای الفضلین الیغ
 فی التزیة عن الفحشاء اھو القدرة
 علیہ ای علی ما ذکر من الامور الثلاثة
 مع الامتناع ای امتناعہ قال عنہ
 عتار النک الامتناع او الامتناع
 ای امتناعہ عنہ لعدم القدرة علیہ
 فیجب القول بأدخل التزجرات فی التزیة
 وھو العقل الین بمنھب لا شاعرة اھ
 (۴) وفی حواشی الکلبی علی شرح
 العقائد العنصریة للمحقق الدوانی
 رحمہما اللہ قال ما قصہ وبالجملۃ
 کون الکذب فی الکلام اللغوی قبیحاً
 بمعنی صفة نقص من نوع عند الشاعرة
 وانما قال الشریف المحقق اھ من جملۃ
 المسکنات وحصول العلم اللغوی لعدم
 وقوعہ فی کلامہ قال باجماع العلماء
 والایخبار علیہم السلام لا ینافی امکانه
 فی ذلک کما فی العلوم العامۃ القطعیۃ
 وھو لا ینافی ما ذکرہ الامام الرازی اھ

ذکرہ بہ قدرت تو ہو مگر اختیار خود ان کا دفع
 نہ کیا جائے۔ یہ قول مذہب اشاعرہ کے زیادہ مکتب
 ہے بہ نسبت معتزلہ کے اور ظاہر ہے کہ کسی قول
 مناسب کہ تنزیہ باری تعالیٰ میں زیادہ دخل بھی
 بیشک ظلم و حسد و کذب سے باز رہنا باب تنزیہ
 سے ہے ان قبائح سے جو اس مقدس ذات کے
 شان میں نہیں ہیں عقل کا امتحان لیا جاتا ہے کہ ان کی
 صورتوں میں کس صورت کہ حق تعالیٰ کے تشریع
 انشاء میں زیادہ دخل ہے کیا اس صورت میں کہ
 ہر سہ افعال مذکورہ بہ قدرت حق پائی جائے مگر امتیاز
 و ارادہ بنفس الوقوع گما جائے زیادہ تشریع ہے اس
 طرح متبع الوقوع بنفسے میں زیادہ تشریع ہے کہ حق تعالیٰ
 کو ان افعال بہ قدرت ہی نہیں ہیں جس صورت کہ
 تنزیہ میں زیادہ دخل جو اس کا قائل ہونا چاہیے اور
 وہ یہی ہے جو اشاعرہ کا مذہب ہے یعنی امکانی ثابت
 و امتناع بالاعتبار۔

(۴) محقق دوانی کی شرح عقائد عنصریہ کے حاشیہ
 کلبی میں اس طرح مندرج ہے چہ ظاہر ہے کہ
 کلام عقلی میں کذب کا اس معنی قبیح ہونا نفس صیب
 ہے اشاعرہ کے نزدیک علم نہیں اور اسی لیے تشریع
 محقق نے کہا ہے کہ کذب جملہ علمات کے ہے اور

(۵) فی تحریر الاصول لصاحب فہم
 القدر الامام ابن الہمام و شرحہ لابن
 امیر الحاج رحمہما اللہ تعالیٰ وانصہ
 وحیثما ای وجہ کان مستحیلا
 علیہ ما ادرك فیہ نقص ظہر القطع
 باستحالة انصافہ ای اللہ تعالیٰ بالکرب
 وغیرہ تعالیٰ عن ذلک و ایضا لو لم
 یمتنع انصاف فعلہ بالقبیح یمرتفع
 الامان عن صدق وعدہ و صدق
 خبر غیرہ ای الوعد منہ تعالیٰ و صدق
 النبوة ای لم یجزم بصدقہ اصلا و
 عند الاشاعرة کما اثر الخلق القطع
 بعدم انصافہ تعالیٰ بئنی من الضیاع
 دون الاستحالة العقلیة کما اثر العلوم
 الی یقطع فیہا بان الواقع احد
 التفضیض مع عدم استحالة الآخر
 لو قدر انه الواقع کما لقطع بمکته و
 بقناد ای بوجودہا فانه لا یحیل
 عدمہا محققا و حیثما ای وجہ کان
 الامر علی هذا لا یلزم ارتفاع الامان
 لانه لا یلزم من جواز الشئ عقلا عدم

جبکہ کلام فطری کے مفہوم کا علم فطری حاصل ہے اس
 طرح کہ کلام الہی میں وقوع کذب نہیں ہے اور اس
 پر علماء انبیاء علیہم السلام کا اجماع ہے کہ کذب
 ممکن بالذات ہونے کے سوائے نہیں جس طرح جملہ
 علوم عادیہ قطعہ و وجود امکان کذب بالذات محال
 ہوا کرتے ہیں اسی پر امام رازی کے قول کا مخالف نہیں
 (۵) صاحب فہم القدر امام ابن ہمام کی تحریر
 الاصول اور ابن امیر الحاج کی شرح تحریر میں اس طرح
 منصوص ہے اور اب میں یہ کہ یہ انحال حق تعالیٰ پر
 محال ہوئے جن میں نقص پایا جاتا ہے ظاہر ہو گیا کہ
 اللہ تعالیٰ کا کذب عبود کے ساتھ متعین ہوا یقیناً
 محال ہے نیز اگر فعل باہی کا قبح کے ساتھ انصاف
 محال نہ ہو تو وعدہ اور خبر کی سہائی پر اعتماد نہ ہے گا
 اور نہ بت کی سہائی یقینی نہ ہے گی اور اشعار کے
 نزدیک حق تعالیٰ کا کسی قبیح کے ساتھ فیتہ منصف
 نہ ہوا ارادی مخلوقات کی طرح (۶) بالانصاف ہے محقق
 محال نہیں چنانچہ تمام علوم جن میں یقین ہے کہ ایک
 نقیض کا وقوع ہے وہاں دوسری نقیض محال ذاتی
 نہیں کہ وقوع مقدر نہ ہو سکے مثلاً لکھنا اور لکھنا کا
 مرجع ہونا یقینی ہے مگر محقق محال نہیں ہے کہ مرجع نہ
 ہوں اور اب میں جب بد ضرورت ہوتی تو ممکن

الجزء بحدوده والخلایف الجاری
فی الاستحالة والامکان العقلی جار
فی کل نقیضه اقدارته تعالیٰ علیها
مسلوبه ام هی ای النقیضه بها ای
بقدرته مشعره والقطع بانه لا یفضل
ای والحال القطع بعدم فعل تلك
النقیضه الم ومثل ما ذكرناه عن
مذهب الاشاعرة ذكره القاضی
العصدي فی شرح مختصر الاصول و
اصحاب الحواشی علیہ ومثله فی
شرح المقاصد وحواشی المواقف
للجلای وغیره وكذلك صرح بالعلامه
القوشجی فی شرح التجريد والقنوی
وغیرهم اعراضا عن ذكر نصوصهم
منافاة الاطناب والسامة والله
المتولی للرشاد والهدایة -

کتاب کے سبب اعتماد کا اثنا لازم نہ آیا گیا اس لیے
کہ عقل کسی شے کا جواز مان لینے سے اس کے عدم
پر یقین نہ رہنا لازم نہیں آتا اور یہی عقائد واقعی و
ایمان عقلی کا خلاف (معتزلاہ اہل ہنت ہیں) ہر
نقیض میں جاری ہے کہ حق تعالیٰ کو ان پر قدرت ہی
نہیں (جیسا کہ مستزاد نہ ہے) یا نقیض کو قدرت
حق تعالیٰ شامل ضرور ہے مگر ساتھ ہی اس کے قیود
کہ کر گناہیں (جیسا کہ اہل السنۃ کا قول ہے) یعنی اس
نقیض کے عدم فعل کا یقین ہے اور اشاعرہ کا
نہ سبب جو ہم نے بیان کیا ہے ایسا ہی واقعی عند
نے شرح مختصر الاصول میں اور اصحاب حواشی نے
ماشیہ پر اور ایسا ہی مضمون شرح متعادلہ علی
کے حواشی مراقف وغیرہ میں مذکور ہے اور ایسی
ہی تصریح علامہ قوشجی نے شرح تجرید میں اور قنوی
وغیرہ نے کی ہے جن کا اصرار بیان کرنے سے تطویل
کے اندیشہ سے ہم نے اعراض کیا اور حق تعالیٰ
ہی ہدایت کا متولی ہے۔

چھبیسواں سوال

السؤال السادس والعشرون

ما قولکم فی القادیانی الذی یدعی البیحة
کیا کہنے برتا دیا ان کے بارے میں جو صحیح دینی ہے

والنيرة فان انا ما يسعون اليكم
 حبه ومدحه فالرجو من مكارم
 اخلاقكم ان تبينوا لنا هذه
 الامور ببياننا شافيا ليتضح صدف
 القائلين وكن بهم ولا يبق الرب
 الذي حدث في قلوبنا من تشريشان
 الناس .

لامی ہے کہیں کہ لوگ تمہاری طرف مت
 کرتے ہیں کہ اس سے محبت رکھتے اور اس کی
 تعریف کرتے ہو، تمہاری اسے مکارم اخلاق سے
 امید ہے کہ ان مسائل کا کافی بیان کھوے گا
 تاکہ قائل کا صدف و کذب انصر ہو جائے اور جو
 شک لوگوں کے محسوس کرنے سے ہمارے دلوں
 میں تمہاری طرف سے چھایا ہے وہ باقی رہے

الجواب جواب

جملة قولنا و قول مشائخنا في
 المتاد ياتي الذي يمدح النيرة والسجدة
 انا كما في بدء امره ما لم يظهر لنا
 منه سوء اعتقاد بل بلغت اذ
 يؤيد الاصلح ويبطل جميع
 الاديان التي سواء بالبراهين و
 الدلائل فمن الظن به على ما
 هو الحق لا سلم بالمسلم و ماول
 بعض اقواله و جملة على محل حسن
 ثم انه لما ادعى النبوة والسيحية
 وانكر رفع الله تعالى المسيح الى السماء
 وظهر لنا من نخب اعتقاده و زندقته

ہم اور ہمارے مشائخ سب کا وہی نبوت و مسیحیت
 قادیانی کے ہاتھ میں یہ قول ہے کہ مشائخ مشرعا
 ہیں جب تک اس کی جرح نہ کی ہو، ظاہر ہوئی
 بلکہ یہ خبر پہنچی کہ وہ اسلام کی تائید کرتا ہے اور
 تمام مذاہب کو بددلی باطل کتاب سے توصیف کرتا
 مسلمان کو مسلمان کے ساتھ زیادہ ہے، ہم
 اس کے ساتھ خوش نطق رکھتے اور اس کے بعض
 ناشارستہ اقوال کو تائید کرتے کہ محل حسن پر حل
 کرتے ہیں، اس کے بعد جب اس نے نبوت و
 مسیحیت کا دعویٰ کیا اور عیسیٰ مسیح کے آسمان
 پر اٹھانے جانے کا منکر ہوا اور اس کا نبوت
 عقیدہ اور زندقہ ہر نام پر ظاہر ہوا تو ہمارے

افتی مشائخنا وضوان اللہ تعالیٰ علیہم
بکرمہ وفتویٰ شیعنا ومولانا رشید
الکونوی رحمہ اللہ فی کثر القاریان
قد طبعت وشاعت یوجدا کثیر
منہا فی ایدی الناس لم یتق فیہا
خفاء الا انہ لما کان مقصود
المستدین تہجیح سفہاء الہند و
جہالہم علینا و تغیر علمہ الحرمین
واہل فتیہما وقضائہما و اشرافہما
منالانہم علموا ان العرب لا
یحسنون الہندیۃ بل لا یبلغ
لہم الکتاب والوصائل الہند
افتروا علینا ہذا الا کاذیب فاللہ
المستعان وعلیہ التوکل وبہ
الاعتصام من اوالذی ذکرنا فی
الجواب صوما نقصہ و ندین اللہ
نسالی بہ فان کان فی رابکم حقا
وصوابا فاکتبوا علیہ تصحیح حکم
وزنیوہ بختکم وان کان غلطاً
وباطلا فندلونہ علی ما ہو الحق
عنکم نا ان شاء اللہ لا یتجاوز

مشائخ نے اس کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا
قاویان کے کافر ہونے کی بابت ہمارے حضرت
مولانا رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ توطیع ہو کر
شائع بھی ہو چکا ہے بکثرت لوگوں کے پاس
موجود ہے کوئی دھکی بھی بات نہیں مگر چونکہ
مفتدین کا مقصود یہ تھا کہ ہندوستان کے
جہلاء کو ہم پر برا فتنہ کریں اور عربین و شیعیان
کے علماء و مفتی و اشرف و قاضی و رؤسا کو
ہم پر فتنہ بنائیں کریں کہ وہ جانتے ہیں کہ اہل
عرب ہندی زبان ابھی طرح نہیں جانتے تھے
ان تک ہندی رسائل و کتابیں پہنچتی بھی نہیں
اس لیے ہم پر چھوٹے افتراء بانٹے سو خدا ہی
سے مدد رکارت ہے اور اسی پر اعتماد ہے اور
اسی کا تکبر جو کچھ ہم نے عرض کیا یہ ہمارا
حقیقہ ہے میں اور یہی دین و ایمان ہے سو اگر
آپ حضرات کی رائے میں صحیح و درست ہے
تو اسی پر تصحیح لکھ کر مٹ سے مزین کر دیجئے
اور اگر غلط و باطل ہے تو جو کچھ آپ کے
نزدیک حق ہو وہ ہمیں بتائیے ہم انشاء اللہ
حق سے تمنازد نہ کریں گے اور اگر عین آپ
کے احشاء میں کوئی شبہ لافنی ہو گا تو

عن الحق وان عن لنا في قولكم
 شبهة نراجعكم فيها حتى يظهر
 الحق ولم يبق فيه خفاء واخر
 دعونا ان الحمد لله رب العالمين
 وصلى الله على سيدنا محمد سيد
 الاولين والاخرين وعلى اله
 وصحبه وازواجه وذرياتهم اجمعين
 قاله بضمه ورقمه بقلمه خادم
 طلبة علوم الاسلام كثير الذنوب
 والاثام الاحقر خلیل احمد
 وفقه الله التزود كفداء
 يوم الاثنين ثامن عشر
 من شهر شوال ۱۳۲۵ھ

دوبارہ پڑچلیں گے یہاں تک کہ حق ظاہر
 ہو جائے اور خاندانِ رس ہے اور ہماری آخری
 پکار یہ ہے کہ سب تعریف اللہ کریمات
 جو پائے والا ہے تمام جہان کا اور اللہ
 کا درود و سلام نازل ہر اولین و آخرین کے
 سردار محمد پر اور ان کی اولاد و صحابہ
 و ازواج و ذریات سب پر۔
 زبان سے کہا اور تسلیم سے کہا، نادام طلبہ
 کثیر الذنوب والاثام خیر خلیل احمد نے
 خدا ان کو ترشہ آخرت کی تو جنت میں ملنا
 فرماتے

۱۸ شوال ۱۳۲۵ھ

تمام شد

تمت

ایک غلط فہمی کا ازالہ..... عالم برزخ میں دنیوی حیات

عالم برزخ میں دنیوی حیات سے مراد مطلق دنیوی حیات نہیں دنیا کی ہی حیات ہے تشبیہ میں برہمت سے مشابہت نہیں ہوتی الحمد میں حضور اکرم ﷺ کی حیات برزخی کو جو دنیوی حیات کہا گیا ہے آگے اس تشبیہ کی من غیر تکلیف کہہ کر دوسری جہت سے نفی بھی کر دی گئی ہے سو دنیوی سے مراد صرف یہ ہے کہ آپ کو برزخ میں جو حیات حاصل ہے اس دنیوی بدن سے ہے جو آپ کا یہاں تھا (۱) مردہ بدن کو مٹی کھا جاتی ہے آپ کا جسد اطہر اس ریزگاری سے پوری طرح سے محفوظ ہے مٹی پر حرام کر دیا گیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجساد کو کچھ بھی گرنے دے (۲) مردہ بدن میں زندگی ختم ہوتے ہی شیخ (اکڑاؤ) پیدا ہو جاتا ہے یہ اکڑاؤ مردہ بدن کے اثرات میں سے ہے حضور ﷺ کا بدن مبارک آج بھی قبر میں اسی طرح نرم و نازک ہے جس طرح وفات کے وقت تھا آپ کے دفن میں کچھ تاخیر ہوئی وہ اس لئے قابل اعتراض نہ رہی کہ بدن اطہر پر آثار موت مرتب ہونے کا کوئی خدشہ نہ تھا اس سے معلوم ہوا کہ اس جسد اطہر میں برزخی حیات ایک پہلو سے اس وقت بھی موجود تھی اور روح کی مفارقت کے باوجود اس دنیوی بدن سے روح کا ایک تعلق اس وقت بھی موجود تھا یہ علاقہ حیات شہداء کے ابدان میں بھی بھی بیت پایا گیا ہے لیکن ان کے لئے یہ موعود نہیں مگر انبیاء کرام کے لئے یہ تعلق روح موعود ہے اور موجود ہے۔

عالم برزخ کی یہ دنیوی حیات کالدنیوی ہے مطلق دنیوی نہیں

دنیا کی زندگی میں ہم ایک دوسرے کی بات کو ایک گز کے فاصلے سے بھی سن نہیں پاتے اگر درمیان میں اوپر تک دیوار حائل ہو۔ لیکن برزخی زندگی میں حضور اکرم ﷺ کے سماع صلوٰۃ و سلام میں یہ دیواریں اور مٹی کے پردے حائل نہیں ہوا جسد اطہر کی وہ زندگی مطلق دنیوی نہیں اس سے بدرجہا اعلیٰ اور اولیٰ اور فائق ہے ہم انک لا نسمع الموتی سے آپ کے سماع صلوٰۃ و سلام کی نفی نہیں کرتے ولکن اللہ یسمع من یشاء سے اس کا اثبات کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی قدرت سے اسے سنا دے اور اس میں ذرہ بھر شائبہ تحرک نہیں ہے۔

ابوالشیخ (۳۶۹ھ) بسند جید روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:-

من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی من بعد اعلمته (فتح الباری جلد ۶ ص ۳۵۲)
یہ اسباب عادیہ سے سننا مراد نہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس جہاں میں اس جہاں سے کہیں زیادہ سننے کی
قوت عطا کر رکھی ہے اور یہ سب اللہ کی قدرت سے ہے۔ اپنے عمل کا کوئی کرشمہ نہیں نہ اس کے پیچھے
دنیوی اسباب کی کوئی کوئی ہے۔

فوت شدہ بزرگوں کو جن کے بزرخی تصور میں مشرکین نے ان کے نام سے بت بنا رکھے تھے دنیا کے
زندہ انسانوں جیسا کہنا بزرگوں کی عیب نہیں۔ قرآن کریم میں ہے۔

لَوْ الذِّیْنَ نَادَعَوْنَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ عِبَادًا امْتَالِكُمْ (پہ ۹ اعراف ۱۹۴)

(ترجمہ)۔ بے شک جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ بندے ہیں تم جیسے۔

پھر آگے یہ کہہ کر ان کی دنیوی حیات کی نفی کی: اَلْهَم ارجل یمشون بہا ام لہما ید

ہبطشون بہا ام لہم اعین یمشرون بہا ام لہم اذان یسمعون بہا

اس میں مطلق پاؤں اور ہاتھوں کی نفی نہیں اس طرح کے پاؤں کی نفی ہے جن سے وہ خود اپنی مرضی
سے چل پھر سکیں اور ایسے ہاتھوں کی نفی ہے جن سے وہ اپنی مرضی سے کسی چیز کو پکڑ اور چھوڑ سکیں اس
طرح انبیاء شہداء سے بزرخی میں ایسی حیات دنیوی کی نفی ہے جس میں انسان دنیا کی طرح احکام
شرع کا مکلف نہیں ہے ان کی حیات ایسی دنیوی نہیں کہ وہ وہاں اس دنیا کی طرف مکلف نہیں ہیں وہ
وہاں اگر عبادت کرتے ہیں تو عبادت کا مزہ لینے کے لئے ہے نہ یہ کہ وہاں وہ ان احکام کے مکلف
ہیں۔ اسی طرح انہما میں نیا دنیویہ کہا ہے تو آگے من غیر تکلیف کہہ کر حیات دنیوی کی نفی کر دی
گئی ہے۔ جس جہت سے اسے حیات دنیوی کہا ہم اس کی پہلے وضاحت کر چکے ہیں یہ علماء و پویند پر
صریح جھوٹ ہے کہ وہ انبیاء و شہداء کے لئے پوری حیات دنیوی ماننے ہیں۔

ان هذا الا بہتسان عظیم حضور اپنی بزرخی حیات اپنے دنیوی بدن سے ایک برزخی تعلق رکھتے
ہیں اور وہ بدن اب بھی اسی طرح محفوظ اور نرم ہے جیسا کہ وقت دفن تھا۔

کیا یہاں ان فوت شدگان کی برزخی زندگی کو دنیوی زندگی کے مثل نہیں کہا؟ اگر المہند میں انبیاء کرام کی برزخی زندگی کو کسی جہت سے دنیوی کہا گیا ہے گواہ آگے من غیر تکلیف کہہ کر اس کے دنیوی ہونے سے فرق بھی کر دیا گیا ہے تو اس سے اسلام کا کوئی ایسا ستون نہیں گرے کہ المہند کے خلاف القول المسند فی رد المہند جیسی بے کار تحریریں سامنے لائی جائیں۔ القول المسند کے معنی ہیں بیکار باتیں۔ قرآن کریم میں بیکار جھوٹوں کو کسانہم خشب مسندہ (پ ۲۸ المنفقون) کہا گیا ہے عربی میں مسند مستند کے معنی میں نہیں آتا اس کے معنی بیکار کے ہیں۔

دنیوی حیات کا قیام اور نشوونما کھانے پینے سے ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں شہداء کے لئے جہاں ان کی برزخی حیات کا اعلان فرمایا تو ساتھ ہی ان کے لئے رزق کریم کا بھی اثبات فرمایا گو یہ رزق اسی عالم کے مطابق ہو جس میں وہ ہیں یہ اس لئے کہ دنیوی حیات کا قیام کھانے پینے سے ہے انہیں رزق دینے جانے سے ان کے لئے بہت قوی درجے کی زندگی مفہوم ہوتی ہے قرآن کریم میں رزق حسن کی یہ بشارت شہداء کرام کے ساتھ انبیاء اور صدیقین کرام کو بھی دی گئی ہے۔

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قَتَلُوا أَوْ مَاتُوا لِيَرْزُقْنَهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا
(پ ۱۷ الحج ۵۸)

(ترجمہ) اور وہ لوگ جو گھر چھوڑ آئے اللہ کی راہ میں پھر وہ مارے گئے یا خود فوت ہوئے انہیں اللہ تعالیٰ صراطِ رزق حسن دیں گے اور اللہ ہے سب سے بہتر روزی دینے والا۔
یہاں رزق جس کی بشارت صرف شہداء کے لئے نہیں کئی دوسرے مرحومین کو بھی تھائی ہے جو شہیدوں کی طرح انہیں زندہ سمجھے میں بھی کوئی عیب نہیں ہے۔ ان کی موت انہیں اس رزق حسن پانے والی حیات سے بیکار نہ نہیں کرتی حضورؐ نے انبیاء کرام کے لئے نہ صرف حیات کا اثبات فرمایا بلکہ اس کے لئے زندوں والے کام بھی ثابت فرمائے جو رزق حسن سے بھی ایک نہایت اونچا مقام ہے حضرت انس بن مالک کہتے ہیں آپؐ نے فرمایا

الانبياء احياء في قبورهم يصلون (مسند ابی یعلیٰ جلد ۲) قال الشيخ الابانی استاذہ (ترجمہ) انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور وہ نماز بھی پڑھتے ہیں۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ انبیاء کرام کی حیات شہداء کرام کی حیات سے بھی کئی درجہ افضل و اکرم ہے امید ہے اب المہند کے قارئین کے لئے حیات دنیوی کے الفاظ کچھ وحشت پیدا نہ کریں گے۔

فتویٰ سامعہ الشیخ حسنین محمد مخلوف مفتی اعظم مصر

رکن مجلس تائیس رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ

وسمما لاخفاء فہذا ان الانبياء احياء في قبورهم حياة برزخية خاصة اقوى من حياة السميداء وان ظننت لاسافى وجود ارواحهم في السماء اذا الارواح في عالمها لا تحبها الابعاد ولا تبقيدها القيود وقد لقى المصطفى صلى الله عليه وسلم ارواح الانبياء في بيت المقدس ليلة الاسراء وصلى بالانبياء اناماً في ذلكمسي سوسني عليه السلام في السماء ليلة المعراج بعد الصعود من بيت المقدس - وثبت ان المصطفى صلى الله عليه وسلم يرد السلام من يسلم عليه وانه تعرض عليه اعمال امته (فتویٰ حیاتہ ص ۶۹)

(ترجمہ) اور اس میں کوئی چھپی بات نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو اپنی قبروں میں ایک خاص قسم کی برزخی حیات حاصل ہو جو کہ شہداء کی وہاں کی زندگی سے بھی زیادہ طاقت والی ہے اور یہ اعتقاد رکھنا ان کی ارواح کے آسمان پر ہونے کے بر گز منافی نہیں یہ اس لئے کہ عالم ارواح میں روحوں کو نہ تو کسی دوری سے محدود کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کوئی قید انہیں کسی ایک جگہ بند رکھ سکتی ہے اور یہ بات تو بالکل تسلیم شدہ ہے کہ حضورؐ نے اسراء کی رات بیت المقدس میں انبیاء کی روحوں سے ملاقات کی ہے اور آپؐ نے مارے انبیاء کا امام بن کر بیت المقدس میں انہیں نماز پڑھائی پھر شب معراج میں ہی آپؐ کی آسمانوں میں حضرت موسیٰ سے ملاقات ہوئی جب آپؐ بیت المقدس سے اوپر آسمانوں کی طرف گئے ۔۔۔ اور روایات حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپؐ اپنے روضہ پر سلام پڑھنے والے کے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔

والله اعلم وعلمہ اتم واحکم

حیاتِ صحابہؓ کے درخشاں پہلو

ترجمہ محمود احمد غففر

تالیف :- عبدالرحمان رافت الباشا

شیخ رسالت کے پروانے، آسمانِ نبوت کے چمکتے ستارے، لبنانِ نبوت کے میکتے پھول، آفتاب رسالت کی چمکتی شعاعیں اور آغوشِ نبوت کی پروردہ ہستیاں، یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ جن کی قدی صفات کا تذکرہ قرآن مجید اور دیگر آسمانی کتابوں میں بھی کیا گیا۔ جن کے سینوں پر انوار رسالت براہِ راست پڑے۔ جنہوں نے دینِ الہی کی سر بلندی کے لیے اپنی سرچیز راہِ خدا میں لٹا دی۔ بلاشبہ ان کی میرت کا ہر پہلو درخشاں اور ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔

صحابہ کرامؓ حضور اقدس ﷺ کی زیارت کثرت سے تھے آپ ﷺ نے مرض الموت میں جب پردہ اٹھا کر دیکھا اور صحابہ کرامؓ کو نماز کی حالت میں دیکھ کر مسکرائے تو صحابہ کرامؓ میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور ﷺ کے کھڑے سے زیادہ حسین منظر نہیں دیکھا ہے۔ کچھ عاتقانِ رسولؐ ایسے بھی تھے جن کو اپنی آنکھیں اس لیے عزیز تھیں کہ ان سے حضور ﷺ کی زیارت ہوتی ہے۔ ایک صحابیؓ کی آنکھیں جاتی رہیں لوگ عیادت کو آئے تو کہنے لگے یہ آنکھیں تو مجھے اس لیے عزیز تھیں کہ ان سے حضور ﷺ کی زیارت ہوتی تھی جب وہی زندہ ہے تو اب ان آنکھوں کے جانے کا کیا غم ہے؟ کچھ صحابہؓ ایسے بھی تھے جنہوں نے روزِ روز کا منظر اسی چکا دیا تھا۔ زندگی کا سب کا رو ہار چھوڑ کر آپ ﷺ کی خدمت کے لیے وقف ہو گئے تھے۔ حضرت بلالؓ کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ آپ ﷺ کی خدمت کے لیے اپنے کو وقف کر دیا آپ ﷺ کے گھر کا سب کام کاج حضرت بلالؓ ہی کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ جب بھی آپ ﷺ سفر کے لیے تشریف لے جاتے ساتھ ہو لیتے، آپ ﷺ کو جوتیاں پہناتے آپ ﷺ کی جوتیاں اتارتے سفر میں آپ کا کچھونا، مسواک، جوتا اور وضو کا پانی ان ہی کے پاس ہوتا تھا، اسی لیے آپؓ کو صحابہ کرامؓ سواہِ بولؓ کہتے تھے یعنی حضورؐ کے میر سا ماں۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ آپ ﷺ کے مستقل خدمت گزار تھے آپ ﷺ سفر پر جاتے تو پیدل آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ چلتے اور آپ ﷺ کی آغوشی ہاتھتے تھے۔

حضرت انسؓ کو ان کی والدہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت کے لیے بچپن ہی میں وقف کر گئی تھیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ بھی ہار گاؤرسالت میں ہمیشہ حاضر رہے۔

دراصل یہی وہ چراغ ہیں جن سے روشنی حاصل کر کے دنیا کے ظلمت کدے میں سیدھی راہ تلاش کی جاسکتی ہے۔

نکات القرآن

تالیف: شیخ زید الدین محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الرازی

پیش لفظ: حضرت مولانا سید انظر شاہ کشمیری، سرپرست جامعۃ الامام انور شاہ دیوبند
 شیخ زید الدین محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الرازی الحنفی کی شان عبقریت، مجتہدانہ بصیرت
 اور علوم القرآن سے ان کے قلبی شغف سے کون ناواقف ہے۔ آپ کو تمام ہی اسلامی علوم پر کامل
 دسترس حاصل تھی، کئی موضوعات پر کتابیں تصنیف فرمائیں۔ علوم قرآن سے متعلق بھی آپ کا
 دو عظیم کتابوں نے علماء سے داد تحسین حاصل کی، ان میں سے ایک "الذہب الابریز فی
 تفسیر الکتاب العزیز" اور دوسری "نمودج جلیل فی اسئلہ واجوبہ من غرائب آی التزیل"
 "نکات القرآن" اسی دوسری کتاب کا اردو ترجمہ ہے اور مترجم مصنفین کی ایک جماعت۔

قرآن کریم بلاشبہ اپنے اندر اعجاز کے اتنے پہلو سموائے ہوئے ہے کہ انسان پوری کوشش
 کے باوجود اس کے تمام اعجازی گوشوں کے ادراک پر قادر نہیں۔ تاہم علماء نے اپنے ذوق اور
 علمی بساط کے مطابق علوم و معارف کے اس بحر بیکراں سے علم و فن کے نہ جانے کتنے مواعظ
 موتی برآمد کئے۔ یہ کتاب بھی اسی سلسلہ زریں کی ایک کڑی ہے۔ جو بارہ سو سے زائد قرآنی
 کے عجائب و غرائب علام و حکم، حقائق و دقائق اور اسرار و نکات سے متعلق سوالات و جوابات
 مشتمل ہے۔

کتاب کیا ہے؟ گنجینہ علوم و معارف، خزینہ اسرار و حکم، درشاہوار، گوہر آبدار اسما
 کے لیے نعمت بے بہا، طلبہ کے لیے دولت بیش بہا اور قرآنی علوم سے دلچسپی رکھنے والوں کے
 لیے آب بقا۔

انتہائی ششہ، شگفتہ اور سلیس اردو کے قالب میں حافظی بکڈ پونے ہندوستان میں
 بار عمدہ کاغذ اور دیدہ زیب جلد کے ساتھ شائع کیا۔

صفحات: ۴۴۲

حافظی بک ڈپو دیوبند ۲۲۷۵۵۲ (یو پی)